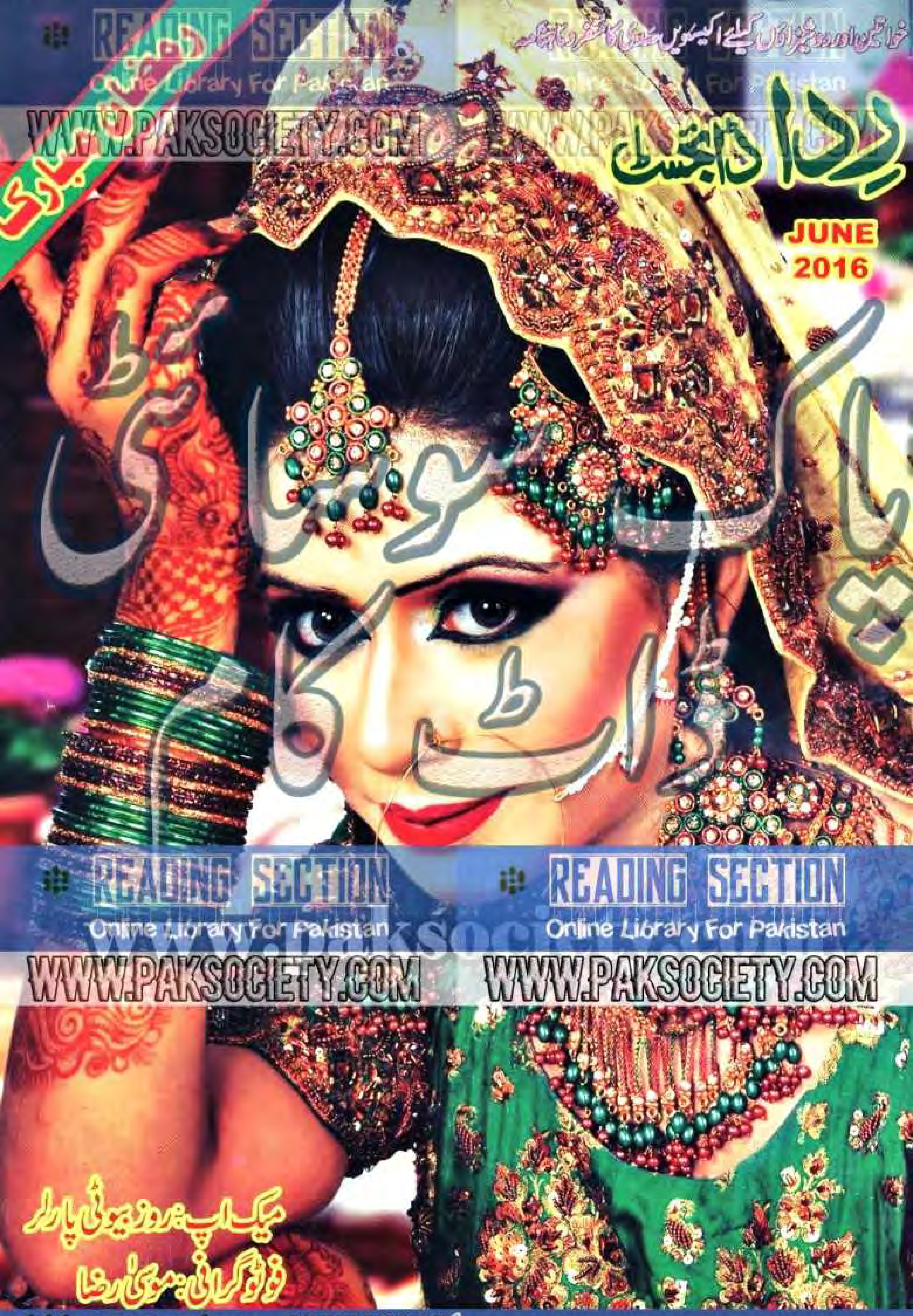

READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

رِدا ڈائجسٹ

چیف ایڈیٹر
صالحہ محمود

ایڈیٹرز
منزہ محمود جعفری
نائب مدیر، فراز جعفری
نمائندہ UAE، میر علی جعفری
نمائندہ لندن، شبانہ آصف خان

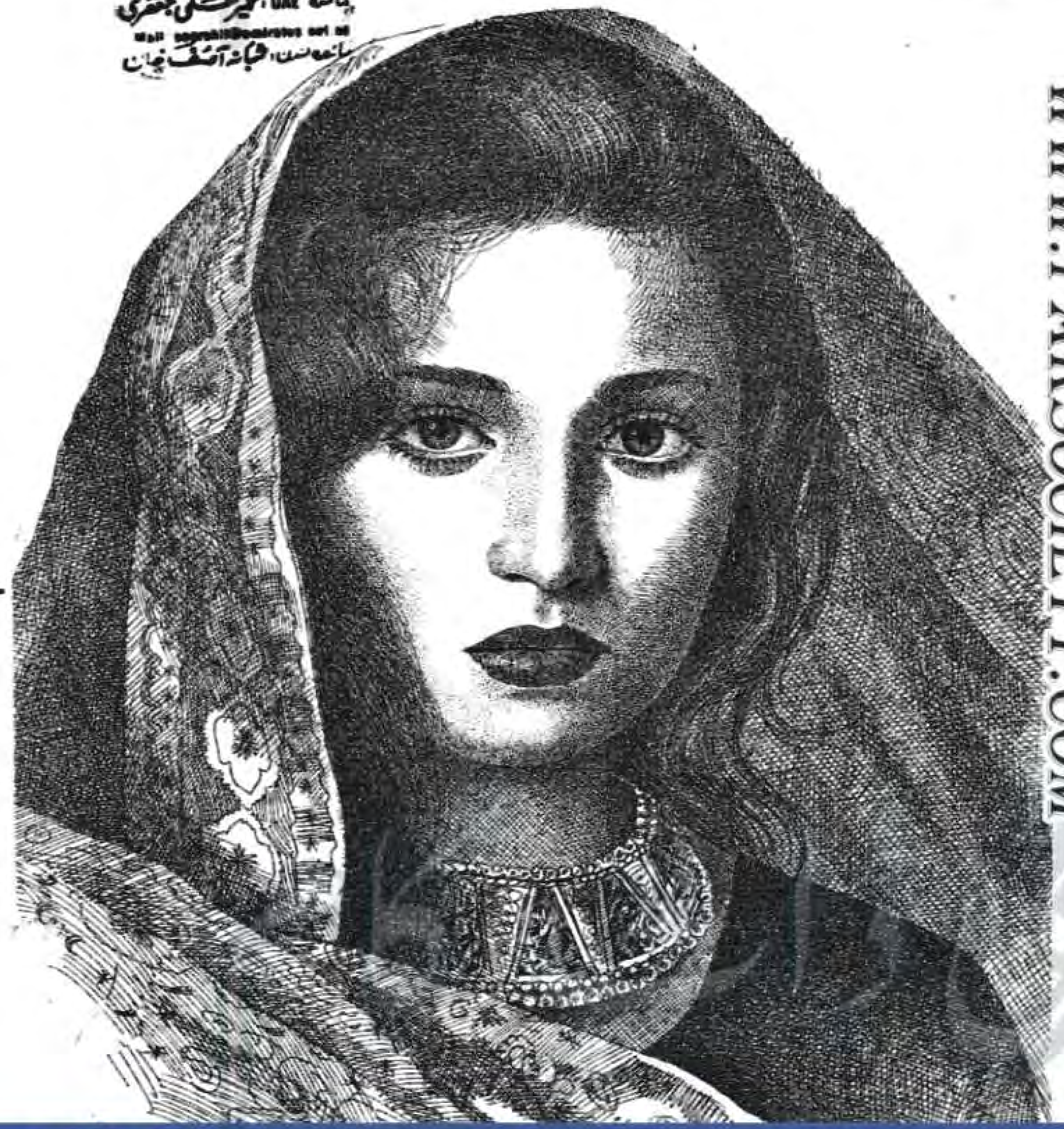

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

WWW.PAKSOCIETY.COM

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

گوشہ آگہی	صالحہ محمود	۶

سلسلے وار ناول

زندگی، پھول، محبت خوشبو	شازیہ مصطفیٰ	۴۶
چل اڑ جا اب تیری باری	عائشہ ذوالفقار	۱۰
اے عشق ہمیں برباد نہ کر	نائیلہ طارق	۲۱۲

مکمل ناول

اذیتوں کے حصار میں	سمعیہ عباسی	۱۰۴

ناولٹ

ذرا پھر سے کہنا	قرۃ العین سکندر	۶۰
تیری چاہت میں صنم	ثوبیہ ملک	۱۳۶
متاں جاں تم ہو	اسویرہ علی	۱۶۸

افسانے

پگلی میراں	صالحہ محمود	۳۰
یہ میرا کمال	صدف سعد	۳۸
ضوریز	عائشہ ذوالفقار	۷۶
پھول اور کانٹے	بسمہ شانزے	۸۴
میں ہاری	رابعہ ولی	۹۰
جھوٹا حلف	گل مہر	۹۴
ہم تیری یاد سے اک پل	رابعہ افضال	۱۵۲
غلطی کس کی	سحرش فاطمہ	۱۶۰
زیاں رسیدہ	فریدہ فرید	۱۸۰
بلاتی ہے زندگی	فرحین اظفر	۱۸۶
آگ سی رہگزر	ماورا بشارت	۱۹۸
رب کی رضا	تہمینہ بانو	۲۰۲
آؤٹ ڈیٹیڈ	فرح ناز رفیق	[illegible]

www.facebook.com/rida.digest

جون 2016ء
جلد نمبر 20 شمارہ نمبر 6
قیمت 60 روپے

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری
720 روپے

34535726

پبلشر و ایڈیٹر صالحہ محمود نے ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔
مقام اشاعت: ۱۲۹/ ڈی بلاک۔2۔پی۔ای۔سی۔ایچ۔سوسائٹی، کراچی

انتباہ:-

مستقل سلسلے

ردائے جنت	صالحہ محمود	۷
ردا کی ڈائری	صدف سعد	۲۳۱
ذرا پھر سے کہنا	شہلا مشائق	۲۴۰
خوشبو	نورین ملک	۲۳۷
اس ماہ میں	نورین ملک	۲۳۵
سندیسے	صالحہ محمود	۲۴۵
کچن	ثریا اقبال	۲۵۴
سنگھار	شہلا مشائق	۲۵۷
اشعار	نورین ملک	۲۳۳
دوستوں کے نام پیغام	ادارہ	۲۵۰

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گوشہ آپی

صالحہ محمود

قارئین! چلچلاتی ہوئی دھوپ میں کوئی ساون کے خواب لے آئے، پورے ملک میں آپا تھاپی مچی ہے، سورج نے بھی پاناما لیکس سے اپنا چہرہ دکھایا تو خلق خدا گرمی سے چلا اٹھی۔ وہیں بجٹ نے جلتے ہوئے پر تیل چھڑک دیا۔ سو ہر سو اشیاء کی قیمتوں میں آگ لگ گئی اب خلق خدا کس طرف بھاگے، بجلی، پانی یا مہنگائی کے جن کے پیچھے یا سیاست دانوں کے پاناما لیکس کے سرکس میں، جہاں شیر اور شرفاء بھی ناچ رہے ہیں، بات صرف اتنی سی ہے کہ بھی چور ہیں اور چور، چور کا شور مچا رہے ہیں۔ آپس میں تہہ کرلیا کہ آؤ بھئی آپس میں چور، چور کھیلیں۔ اس چھپن چھپائی کے کھیل میں سندھ اور گندگی کا ڈھیر بن گیا۔ مینڈیٹ کا ہاتھ باندھ کر کہتے ہیں کہ تم نے جھاڑو کیوں نہ اٹھائی، سرکار جھاڑو اٹھانے والا پیسہ لیتا ہے، کیوں سائیں سرکار! شہری لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ لو یہ کیا ہو گیا ہم بھی چور چور کھیلنے لگے جو نہ کھیلے وہی چور، سو لو ہم بھی ناں......!

پاناما لیکس کے دوسرے محرکات ردا کی فیس بک پر آ گئے۔ بشریٰ مایا کو ہے اور ہیں کا کوئی فرق معلوم نہیں تھا۔ ردا کی پالیسی کے تحت اسٹاف نے ان کی تحریر کو بہتر بنا کر اس قابل بنایا کہ اسے ایک موقع دیا جائے۔ کوثر ناز جن کو کئی دوسرے ماہنامہ نے ڈس اون کیا ہم نے یہ جان کر کہ جو آئے گا وہ رہے گا، متعدد بار یہ بات وضاحت سے لکھی گئی ہے کہ خودکشی کا موضوع آپ اپنے افسانے میں نہیں چھیڑیں گی۔ کوثر ناز نے اپنا افسانہ خودکشی کے موضوع پر لکھا تھا ہم نے اس کا اینڈ چینج کر کے اسے اس قابل بنا دیا کہ آپ لوگ اسے پڑھ سکیں۔ عائشہ انصاری کی اسٹوری میں کوئی کہانی یا تھیم نہیں ہوتی مگر ہم نے ان کی تحریر کو بھی ردوبدل کر کے بہتر انداز میں پیش کیا تا کہ نیو ٹیلنٹ کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ ردا گائیڈ کارنر سے سیکھ سکیں مگر وہ تینوں افسانے پاناما لیکس کی طرح فیس بک پر نظر آ رہے ہیں کہ ہمیں لائیک کرو۔ یہ کامیابی کا زینہ نہیں ہے جو آپ نے کیا ہم نے آپ کو ایک موقع دیا آپ کی اصلاح کی کہ کس طرح ردوبدل کر کے کہانی کو بناتے ہیں لیکن آپ نے ادارے کی پالیسی کی خلاف ورزی کی ہے چونکہ ہماری پالیسی میں یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنے ادارے میں کسی بھی رائٹر کی تحریر یا اس کے بارے میں کوئی تنقید شائع کریں تا کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو لیکن آپ نے خلاف ورزی کی ہے۔

قارئین! چلچلاتی ہوئی دھوپ میں رمضان اسپیشل نمبر لانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بڑی محنت سے ہمارے اسٹاف نے یہ رمضان اسپیشل نمبر تیار کیا ہے اور اب عید نمبر کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ آپ اپنی آرا سے ضرور آگاہ کیجیے گا آپ سب کو رمضان کی عبادتوں بھری ساعتیں مبارک ہوں۔

آپی

ردا کے ساتھ

صالحہ محمود

فضائلِ رمضان المبارک

رمضان المبارک اسلامی تقویم کا نواں مہینہ ہے۔ جس میں تیس دن کے روزے (چاند کے اعتبار سے) ہر صحت مند بالغ مرد عورت مسلمان پر فرض کیے گئے۔ قرآن مجید میں سورۂ بقرہ کی 183، 184 اور 185 اور اس سے آگے 187، 188 آیات میں روزے کے متعلق تفصیلی احکام دیئے گئے ہیں۔ "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیا کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔"

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ "روزہ ڈھال ہے لہٰذا روزہ رکھنے والا نہ بے ہودہ بات کرے نہ جاہلوں کے کام کرے۔ اگر اس سے کوئی جھگڑا کرے یا برا بھلا کہے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔" آپؐ نے فرمایا۔ "جنت کے دروازوں میں ایک خاص دروازہ "باب الریان" ہے۔ اس دروازے سے قیامت کے روز صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے ان کے سوا اس دروازے سے کوئی نہیں داخل ہو سکے گا۔ اس دن پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جو اللہ کے لیے روزہ رکھا کرتے تھے وہ اس پکار پر چل پڑیں گے اس دروازے سے ان کے سوا کسی اور کا داخلہ نہیں ہو سکے گا۔ جب روزے دار اس دروازے سے جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر کسی کا اس سے داخلہ نہ ہو سکے گا۔" روزے کا اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے آپؐ نے فرمایا۔ "ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب بڑھتا رہتا ہے اسے ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ملتا ہے اور اس سے زائد اللہ جتنا چاہے۔ مگر روزے کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ تو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ دار اپنی خواہشات اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔" ایک اور حدیث مبارکہ ہے۔ "روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو اسے افطار کے وقت ملتی ہے اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ملے گی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

رمضان کے تین عشرے ہوتے ہیں، پہلا عشرہ "عشرہ رحمت"، دوسرا عشرہ "عشرہ مغفرت" اور تیسرا اور آخری عشرہ "عشرہ نجات" ہے اور رمضان المبارک کے ان تین عشروں میں سے ہر ایک عشرہ دس دنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کی قیمتی ساعتوں سے لبریز ان تین عشروں میں عبادات اور تزکیہ نفس کے ذریعے دین و دنیا کی فلاح اور کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت ہے یعنی پہلے دس دنوں میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ دوسرا عشرہ اس کا مغفرت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ روزہ دار کے گناہ معاف فرماتے ہیں اور تیسرا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اور آخری عشرہ ،عشرہ نجات ہے جو جہنم سے چھٹکارے کا ہے"۔

روزے کا مقصد محض بھوکا پیاسا رہنا نہیں ہے اس حوالے سے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:"جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا ،تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے"۔(صحیح بخاری)اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:"جو شخص(روزے کی حالت میں)ناجائز کام کرنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔(مشکوۃ)ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:"تم میں سے جس کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بے حیائی کی بات کرے،نہ جہالت کا ثبوت دے اور اگر کوئی اس پر جاہلانہ طور پر چڑھ آئے تو اسے یہ جواب دے کہ میں روزے سے ہوں"۔ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:"کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔(مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:'جو لوگ رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے"۔(بخاری و مسلم)رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ مومنوں کا رزق بھی بڑھا دیتے ہیں،حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ:"رمضان ایک ایسا مہینہ ہے،جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے"۔ماہ رمضان کے تیسرے اور آخری عشرے"عشرہ نجات" کی طاق راتوں میں ہی وہ عظیم رات آتی ہے جسے"شب قدر" کہا جاتا ہے،شب قدر جو ہزار راتوں سے بڑھ کر ہے۔شب قدر کے حوالے سے آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ:"یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے"یعنی رمضان کی صرف ایک رات میں عبادت کرنے کا اجروثواب اتنا زیادہ ملتا ہے کہ جیسے ایک ہزار مہینے عبادت کی جائے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:"جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے یعنی پوری رات عبادت اور ذکر ودعا میں مشغول رہتے اور گھر کے لوگوں یعنی ازواج مطہرات اور دوسرے متعلقین کو بھی جگا دیتے تاکہ وہ بھی ان راتوں کی برکتوں اور سعادتوں میں حصہ لیں"۔(صحیح بخاری ومسلم،معارف الحدیث)صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ:یارسول اللہ!غربت کا زمانہ ہے۔ہم میں سے ہر ایک کے پاس اتنی چیزیں نہیں کہ ہم کسی کو افطاری کروائیں۔اس پر آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دودھ کا ایک گھونٹ بھی پلایا تو اس کے لیئے یہ بھی ثواب ہے"۔اسی طرح ایک اور حدیث ہے جس میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ:"جس نے رمضان میں کسی شخص کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا تو قیامت کے دن اللہ اسے حوض کوثر کا پانی پلائے گا جس کے بعد اسے جنت میں داخل ہونے تک کبھی پیاس نہیں لگے گی"۔

حدیث میں ہے کہ:"اس مہینے جس نے کوئی نیکی کا کام کیا یا کوئی نفلی عبادت کی تو گویا اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا"۔

☆......☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Downloaded From
Paksociety.com Paksociety.com

عائشہ ذوالفقار

سلسلے وار ناولٹ

اُڑ جا اب تیری باری ہے

"جاؤ حائقہ! اب تمہاری باری ہے۔" مائدہ نے مجھے گلے ملتے ہوئے کہا تھا۔ نم آنکھوں کو صاف کرتی میں بھاگ کے بس میں چڑھ گئی۔

یہ بھی تو خوبی ہے وقت کی۔ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا عمر کے بائیسویں سال تک میرا تھا۔ پھر عمیر کا ہو گیا مگر اب شاید پھر میرا تھا۔ عمر کے چوبیسویں سال۔

☆......☆

اپنے شہر کی مٹی اپنی ہی ہوتی ہے۔ چاہے خود غرض ہی کیوں نہ ہو۔ بے فیض ہی کیوں نہ ہو۔ بس سے اتر کے بہت دیر تک میں آنکھیں بند کر کے سانس لیتی رہی۔ خدا کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک اپنے شہر کی آزاد فضاؤں میں سانس لینا بھی ہے۔ میری آنکھیں نم ہو گئیں۔

"مجھے آخری بار رخصت نہیں کریں گی؟" میں نے میڈم ثمینہ سے پوچھا تھا۔

"نہیں تم کون سا ہمیشہ کے لیے جا رہی ہو۔ کچھ ہی عرصے میں تو لوٹ آؤ گی۔" کتنا سچا تھا ان کا یقین مجھ سے بھی زیادہ مضبوط۔

جس رات میں یہاں سے گئی تھی اس رات میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ کچھ بھی نہیں۔

اور آج جب سات سال بعد میں واپس آئی تھی تو میرے پاس کیا نہیں تھا۔

"ماما! کہاں جانا ہے اب؟" ماریہ نے میرا بازو ہلایا۔ میں یکدم حقیقت میں واپس آئی۔

"سب سے پہلے تو رہنے کا بندوبست کرتے ہیں۔" میں نے اقراء کی انگلی پکڑتے ہوئے کہا اور انہیں لے کر سیدھا میونسپل پارک آئی۔ سب کو ناشتا کروایا اور خود کوئی کرائے کا گھر ڈھونڈنے نکلی۔ ماریہ کو اچھی طرح تاکید کر دی کہ میرے واپس آنے تک کہیں اِدھر اُدھر نہ ہلے مسئلہ یہ ہوا تھا کہ کالج کا ٹیچرز ہاسٹل زیرِ تعمیر تھا اور یہ بات مجھے یہاں آنے کے دوران رستے میں پتا چلی۔ پرنسپل کو شاید اندازہ نہیں تھا کہ اس مٹی نے میرے سر سے چھت بہت پہلے چھین لی تھی۔ شام تک خوار ہو کر مجھے بمشکل ایک گھر ملا۔ ہر قسم کی ضمانتیں اور تسلیاں دینے کے بعد میں نے ایڈوانس کرایہ دیا اور گھر کی چابیاں لیں۔ سب بچیوں کو لے کر جب میں اس گھر میں داخل ہوئی تو

قسط نمبر 7

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں وہ رات تو سامان ہی سیٹ کرنے میں گزر گئی۔ صبح ناشتے کے بعد میں سب سے پہلے بچیوں کو لے کر ہائی اسکول گئی۔ ماریہ کا نویں میں ایڈمیشن کروایا، بائیو، فزکس، کیمسٹری اور میتھ کے ساتھ۔ عائشہ اور رمشا دونوں ساتویں میں تھیں۔ سدرہ چھٹی میں، عمارہ اور سارہ پانچویں جب کہ اقراء چوتھی میں تھی۔ پورا دن ایسے ہی گزر گیا۔ غرض ہر طرح سے فارغ ہو کے میں اس دن بچیوں کو اسکول بھیجنے کے بعد خود جوائننگ دینے ڈگری کالج آ گئی۔ جس وقت میں نے گیٹ سے اندر قدم رکھا، تقریباً دس بج رہے تھے۔ ہر طرف اورنج اور جامنی دوپٹے، ہنستے کھلکھلاتے چہرے، زندگی کی پریشانیوں سے بے پرواہ فریش اور کھنکھناتی آوازیں، ماضی کسی فلم کی طرح میری نظروں کے آگے گھوم گیا۔ گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی گراؤنڈ تھا جہاں بیٹھ کے میں اور نمرہ ڈراؤنی، روا موئی کی کٹ لگایا کرتے تھے۔ میرے قدم ہولے ہولے اٹھنے لگے۔ گراؤنڈ سے آگے روش تھی جہاں بھاگتے دوڑتے میں نے دو سال گزارے تھے۔ سائنس بلاک کے آگے سے گزرتے ہوئے میری آنکھیں نم ہو گئیں۔ دو سال اگر اورنج دوپٹہ لے کر ان Lab`s میں بیٹھ کر پڑھا تھا تو آٹھ ماہ انہی اورنج دوپٹوں کو انتہائی شاندار طریقے سے پڑھایا بھی تھا۔ کیا چیز ہوتی ہیں ناں، یادیں ہر دکھ سے بے نیاز وقت کی یادیں، اسٹوڈنٹ لائف کی یادیں۔ ایک انتہائی کامیاب مقام کی یادیں۔ کبھی نہ بھولنے والی یادیں۔

"صبا! جلدی کر یار میم آمنہ نے مار دینا ہے۔" میں گوشوں میں آیا پانی صاف کرتے ہوئے آگے بڑھی۔

"حائقہ! اب کب آؤ گی؟" اس دن شمائلہ نے پوچھا تھا۔

"اب تو بس پکے ہو کر آنا ہے۔" سائنس بلاک کے آگے اسی گراؤنڈ میں بیٹھ کر میں نے جواب دیا تھا۔ بمشکل آنسوؤں کو روکتی میں کاریڈور سے ہوتی ہوئی پرنسپل آفس تک آئی۔ گلاس ڈور کو ہلکا سا ناک کرتے ہوئے میں نے اجازت مانگی تھی۔

"مے آئی کم ان میم!"

"یس۔" کہتے ہوئے انہوں نے سر اٹھایا تھا۔ رخسانہ زیدی اپنی جگہ اور میں اپنی جگہ حیران رہ گئی۔ انہوں نے مجھے پہچان لیا تھا۔

"وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تم سے دوبارہ ملاقات ہو گی۔" انہوں نے مجھ سے گلے ملتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

"امید تو مجھے بھی نہیں تھی۔" میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے مسکرائی، کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد انہوں نے کلرک کو بلایا۔

"یہ ہماری نیو AP ہیں۔ ان کا جوائننگ لیٹر تیار کرو جلدی۔" ایک گھنٹے میں میرا لیٹر تیار ہو گیا۔ سائن کرتے ہوئے میں اپنے آنسوؤں پر کنٹرول نہ کر سکی۔

"بہت مبارک ہو حائقہ!" میم رخسانہ نے ایک بار پھر مجھے گلے لگایا تھا۔

"اسٹاف روم چلی جاؤ۔ فرخ سے اپنا ٹائم ٹیبل لے لو۔"

میں ان کا شکریہ ادا کرتی ہوئی اسٹاف روم آ گئی۔ دو تین نئے چہرے نظر آئے۔ اچانک میری نظر اندرونی کمرے میں کھڑی تہمینہ پر پڑی۔ میں نے پیچھے سے جا کر ہولے سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے۔

"آمنہ!" اس نے فوراً کہا۔

"اتنی جلدی بھول گئیں۔" چند لمحے سوچنے کے بعد وہ ایکدم اچھلی تھی۔

"حائقہ!" کہتے ہوئے وہ زور سے میرے گلے لگی۔ میری آنکھیں پھر بھر آئیں۔

"ناٹ اونلی حائقہ، تہمینہ، AP، حائقہ ارشد؟" میم فرخ پیچھے سے آ کر بولیں تھیں۔ میں ان سے بھی ملی۔ کچھ دیر گپ شپ کے بعد انہوں نے مجھے میرا ٹائم ٹیبل الماری اور فزکس لیب کی چابیاں پکڑا دیں۔

"گڈ لک!" وہ کہتے ہوئے مسکرائیں۔ بارہ سال پہلے وہ 17 پر تھیں۔ آج بارہ سال بعد بھی وہ 17 پر ہی تھیں۔ میرا اگلا پیریڈ اب سیکنڈ ایئر میں تھا۔ بیگ کندھے پر ڈال کے میں سائنس بلاک آ گئی۔ فزکس لیب اوپر تھی۔ ہر اٹھتا قدم میری دھڑکنیں بڑھاتا چلا گیا۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی میرا آنکھوں پر سے کنٹرول ختم ہو گیا۔ ہر سلیب کے آگے بیٹھی رو فرداً فرداً کھڑی ہوتی گئی۔ ڈائس پر آ کر میں نے ایک نظر پوری لیب پر ڈالی۔

میرا نصیب اللہ نے لکھا تھا۔ عمیر نے نہیں۔ وہ آج بھی وہی تھا جو بارہ سال پہلے تھا۔

یہ لیب میری ہی تھی۔

یہ ڈائس میرے لیے ہی تھا۔

یہ چار سو اسٹوڈنٹس میرا ہی نصیب تھے۔

یہ سب میرا تھا۔ پروردگار نے میرے نصیب میں لکھا تھا۔ عمیر کیسے چھین لیتا؟

"کاش اس لمحے تم یہاں ہوتے عمیر راؤ! کاش تم دیکھتے کہ میں کیسے زندہ ہو گئی ہوں؟" آنسو صاف کرتے ہوئے میں نے ہولے سے 'Sit down' کہا تھا۔

"مائی نیم از حائقہ، پروفیسر آف فزکس (میرا نام حائقہ ارشد ہے اور میں فزکس کی اسسٹنٹ پروفیسر ہوں۔"

حائقہ ارشد۔ Ap۔ فزکس۔

☆......☆

اس دن ہم رات کا کھانا کھا رہے تھے جب ماریہ نے اپنا مدعا بیان کیا۔

"ماما! میں بائیو اور کیمسٹری کی ٹیوشن رکھنا چاہ رہی تھی اگر آپ رکھنے دیں تو......" میں اس کی بات پہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

"رکھ لو بیٹے میں نے منع نہیں کیا۔" وہ جھینپ سی گئی۔

"صائمہ اور نادیہ نے بھی رکھ لی ہے۔ کہہ رہیں تھیں ہمارے سر بہت اچھی کیمسٹری پڑھاتے ہیں۔ سر حارث جاوید۔" میرے ہاتھ یکدم تھم سے گئے۔ آگے جاتے ہوئے جو لوگ راہ میں ملتے ہیں۔ واپس آتے ہوئے بھی وہ کہیں نہ کہیں ضرور ملتے ہیں۔ ماضی نے یوں ہی ورق در ورق ہو کر اب میرے سامنے کھلنا تھا۔

"حارث جاوید نے تمہاری خاطر تو ہاتھ تک جوڑ لیے تھے اس نے میرے آگے۔" عمیر کی آواز میرے ذہن میں لہرائی تھی۔

"آپ نے میری خاطر عمیر کے آگے ہاتھ کیوں جوڑے؟" یہ میری اپنی آواز تھی۔

"کیونکہ پتہ نہیں کب کس لمحے تم سے شدید محبت ہو گئی تھی۔" حارث کی آواز اس کی چھلکتی آنکھیں میرے ذہن پہ آج بھی نقش تھیں۔ ماریہ اور بھی نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی۔

"تو پھر رکھ لوں ماما؟" اس نے میری خاموشی کو نہ جانے کیا سمجھا

"رکھ لو بیٹے!" میں نے مسکرا کے کہا۔ اگلے دن سے ماریہ اسٹار اکیڈمی جانے لگی۔ اسی نے مجھے بتایا کہ وہاں اب اسٹوڈنٹس صرف کیمسٹری اور بائیو پڑھتے ہیں۔ فزکس اور میتھ کا بہت ہی برا حال تھا۔ مجھے سن کے کافی دکھ ہوا۔ حارث کی محنتیں ابھی تک بے اثر تھیں۔ رفتہ رفتہ میں اور میری بیٹیاں سیٹ ہو گئیں۔ ابھی کافی عرصے تک ہمیں اسی گھر میں رہنا تھا۔ میم شمع کے جانے کے بعد اب ڈگری کالج کو فزکس کی مستقل ٹیچر مہیا ہوئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

فرسٹ ایئر ہو یا سیکنڈ ایئر ہر اسٹوڈنٹ نے اکیڈمی جوائن کی ہوئی تھی۔ مجھے ان کے معیار سے زیادہ بہتر پڑھانا تھا اور میں نے پڑھایا۔ میٹرک کے بعد سے فزکس میرا جنون تھی۔ تھوڑے ہی عرصے میں جادو چل گیا۔ اسٹوڈنٹس گرویدہ ہونے لگیں۔

''میم حائقہ بہت اچھی فزکس پڑھاتی ہیں۔'' یہ ایک فقرہ بارہا سننے کو ملنے لگا۔ مجھے میرا اصل مقام ملنے لگا۔ صلہ ملنے لگا۔ بے ریا چہروں کی شفاف آنکھوں میں اپنے لیے بے تحاشا احترام رکھنے لگا۔ لگاؤ رکھنے لگا۔ پیار رکھنے لگا۔

''میم حائقہ ارشد...... دی ون اینڈ اونلی۔''

''بہت اچھی ہیں، بہت نائس۔''

''مجھے بہت اچھی لگتی ہیں میم حائقہ۔''

''یار! ان جیسی فزکس کوئی اور پڑھا ہی نہیں سکتا۔''

کبھی محسوس کیجیے گا وہ احساس جو یہ سب سن کے ہوتا ہے۔ خوشی تو بہت چھوٹا لفظ ہے اس احساس کے اظہار کے لیے۔ آنکھیں مسکرا پڑتی ہیں۔

دل شرما جاتا ہے۔
دھڑکن جشن منانے لگتی ہے۔
سانسیں مسحور ہو جاتی ہیں۔
یہ صرف چند فقرات نہیں ہوتے۔ الفاظ نہیں ہوتے۔
بلکہ یہ ہاتھ میں بورڈ، مارکر لیے ڈائس پر کھڑے اس انسان کی کل متاع ہوتے ہیں اس کی عمر بھر کی کمائی ہوتے ہیں، اس کا صلہ ہوتے ہیں۔

☆......☆

ایکسکیوزمی سر! بات سنیے گا پلیز۔'' وہ 10th سے کلاس لے کر نکلا ہی تھا کہ فرسٹ ایئر کی اسٹوڈنٹس نے پکار لیا۔

''جی۔'' ہولے سے کہتے ہوئے وہ ان کی طرف مڑا،

''سر! ہم نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' اسے نازیہ کے لہجے پر ہی ہنسی آگئی۔

''بولو بیٹے!'' وہ ہنسی دباتے ہوئے بولا۔

''سر! ہم لوگ یہاں صرف کیمسٹری اور بائیو پڑھتے ہیں۔ باقی فزکس پڑھنے کے لیے رائل جانا پڑتا ہے۔ اگر آپ ہمیں فزکس کا ٹیچر ارینج کر دیں تو......'' وہ ان کا مدعا سمجھ گیا۔

''نازیہ بیٹے! میں نے سر عدنان سے بات کی ہے وہ کل......'' نازیہ نے اس کی بات مکمل ہی نہ ہونے دی۔

''سوری سر! مگر سر عدنان نہیں، ذرا سی بھی سمجھ نہیں آتی ان کی۔'' اس نے ایک لمبا سانس لیا۔

''پھر اور کون، آپ بتا دو۔'' وہ بولا۔

نازیہ شاید اسی وقت کی تلاش میں تھی۔

''سر! کالج میں ہماری نیو میم آئی ہیں فزکس کی۔ بہت ہی اچھی فزکس پڑھاتی ہیں۔ آپ انہیں یہاں لے آئیں۔''

''ے بی (شاید) وہ نہیں اور......'' نازیہ حد سے زیادہ بدتمیز ہو رہی تھی یا پھر شاید پرجوش۔ اس نے پھر بات کاٹ دی۔

''نو سر! وہ اور کہیں نہیں پڑھاتیں۔'' اس نے جیسے ہار مانتے ہوئے نازیہ سے کہا۔

''ان کا کوئی کانٹیکٹ نمبر ہے تو دو۔ اب میں ان سے کالج جا کے تو ملنے سے رہا۔'' نازیہ ایک دم بولی۔

''سر! ان کی بیٹی یہاں پڑھتی ہے۔ 9th میں۔'' وہ حیران ہوا۔

''کون؟''

''ماریہ ثناء۔'' نازیہ فوراً بولی۔

''اس سے نمبر لے لیں۔'' نازیہ کے نزدیک سارا مسئلہ ہی حل تھا۔

''اچھا دیکھتے ہیں۔'' انہیں مطمئن کرتا وہ 9th کی طرف آگیا۔

''ماریہ بات سنو بیٹا۔'' دروازے سے ہی اس نے ماریہ کو باہر بلایا تھا۔

''آپ کی والدہ ڈگری کالج میں پڑھاتی ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''جی سر!'' ماریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''فزکس کی لیکچرار ہیں؟'' اس نے مزید کنفرم کیا۔

''لیکچرار نہیں ہیں سر، AP فزکس ہیں۔'' ماریہ نے لمحہ لگائے بغیر تصحیح کی۔

''اچھا کیا نام ہے؟'' اس نے تیسرا سوال کیا۔

''حائقہ ارشد!'' ماریہ نے ہولے سے بتایا۔ حارث کو لگا جیسے اس نے غلط سنا ہو، لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے دوبارہ پوچھا۔

''کیا؟'' ماریہ نے آگے کو ہو کے دوبارہ بتایا۔

''حائقہ ارشد!'' حارث سن سا کھڑا رہ گیا۔

''اتنا تیز بھاگیں گی تو گر جائیں گی۔'' اس کی آواز۔

''گر گئی تو دوبارہ اٹھ جاؤں گی۔'' حائقہ کی آواز۔

''اور اگر چوٹ زیادہ شدید ہوئی اور نہ اٹھا گیا تو...... لوگ کچل دیں گے۔'' اس کی آواز۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ لوگ ترس کھا لیں۔'' حائقہ کی آواز۔

''لوگ ترس نہیں کھاتے ڈیئر۔'' اس کی آواز۔

''لوگ نہ کھائیں آپ کھا لیجیے گا۔'' حائقہ کی آواز واقعی بہت تیز بھاگ رہی تھی وہ اور تیز بھاگنے والے اکثر گر جاتے ہیں۔ وہ بھی گر گئی۔ چوٹ شدید تھی، اس سے فوراً اٹھا نہ گیا۔

حارث درست تھا۔ لوگ گرے ہوؤں پر ترس نہیں کھاتے حائقہ پر بھی کسی نے ترس نہ کھایا۔ اسے روندتے چلے گئے مگر وہ...... حارث جاوید......

اس نے تو وعدہ کیا تھا اس سے کہ اس پر ترس کھائے گا۔ اسے کچل کر آگے نہیں بڑھے گا۔ بلکہ اس پر رحم کھا کے اسے پھلانگ کر اپنا رستہ بنا لے گا۔

اور اس نے ایسے ہی کیا۔ حائقہ کو سہارا دینے کی حتی الامکان کوشش کی۔ بارہا اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بارہا کوشش کی کہ دنیا والے اسے نہ کچلیں۔ دنیا والوں کے آگے ہاتھ جوڑے مگر...... دنیا والے ترس نہیں کھاتے، حائقہ پر بھی کسی نے ترس نہ کھایا سو وہ چپ چاپ اپنا وعدہ نبھاتے ہوئے اس پر سے پھلانگ کر آگے بڑھ گیا۔

وہ نہ جانے پیچھے سے کب اٹھی۔ کیسے اٹھی اور اپنا رستہ بناتی ہوئی آخر اس سے آ ہی ملی۔ چاہے سات سالوں میں ہی سہی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"سر! آپ کچھ پوچھ رہے تھے۔" ماریہ اس کی خاموشی سے تنگ آگئی۔
"بیٹے! آپ کہاں رہتے ہیں؟" حارث کو اپنی آواز ہی انجان لگی۔ ماریہ نے ایڈریس بتا دیا۔
"تھینکس بیٹا! جاؤ کلاس میں۔" ہولے سے کہتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا۔ اس وقت اسے صرف دو چیزیں درکار تھیں۔ تنہائی اور خاموشی۔ حائقہ کی یادوں نے برے طریقے سے حملہ کر دیا تھا۔ وہ اسی وقت گھر واپس آگیا۔

☆......☆

عصر کا وقت تھا جب وہ بڑی مشکلوں سے ہمت کر کے اس کے گھر آیا۔ اتوار کا دن تھا۔ بائیک کھڑی کر کے اس نے ہولے سے دروازہ بجایا۔
"کون؟" اونچی آواز میں پوچھتے ہوئے کسی نے دروازہ کھولا۔
"جی؟" انجان چہرہ دیکھ کر سدرہ حیران ہوئی۔
"یہ حائقہ ارشد کا گھر ہے؟" اس نے ہولے سے پوچھا۔
"جی۔" سدرہ نے سر ہلایا۔
"انہیں بتاؤ حارث جاوید آیا ہے۔" سدرہ سر ہلاتے ہوئے مڑی۔ ماریہ صحن میں بیٹھی ہوم ورک کر رہی تھی۔ حائقہ اندر تھی۔
"ماما! کوئی حارث جاوید آپ سے ملنے آئے ہیں۔" سدرہ اونچی آواز میں بولی تھی۔
"ہاں ماما! میں آپ کو بتانا بھول گئی کہ......" ماریہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھی مگر اس سے پہلے ہی حائقہ کمرے سے باہر آگئی۔ ہاتھ میں پکڑے ٹیسٹ پتا نہیں کب کے چھوٹ چکے تھے۔
"سر حارث کل آپ کا پوچھ......" ماریہ اپنی کہے جا رہی تھی۔
"ماما! حارث جاوید آئے۔" سدرہ اپنی رٹ لگائے ہوئے تھی اور وہ...... وہ سن تھوڑی نہ رہی تھی۔ وہ تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیرونی دروازے کے وسط میں کھڑے حارث جاوید کو دیکھ رہی تھی جو شاید اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ حائقہ سے قدم نہ اٹھائے گئے حارث دو قدم آگے کو آیا۔
وہی تو تھی جس سے پہلی محبت کی تھی۔
وہی محبت جو ہر چیز سے بے پروا ہوتی ہے۔ بے نیاز ہوتی ہے۔ وہی تو تھی جس کے ساتھ پوری زندگی گزارنے کا سوچا تھا۔
وہی تو تھی۔ جس کی چھت بننے کا سوچا تھا۔
وہی تو تھی۔ جس کی ڈھال بننے کا سوچا تھا۔
وہی تو تھی۔ جس کی خاطر بے تحاشا رویا تھا۔
وہی تو تھی۔ جس کی خاطر ہر ایک کا دل صاف کرتا پھرا تھا۔
وہی تو تھی جو ہمیشہ اس کی نظروں میں بے قصور تھی۔
وہی تو تھی۔ جس کی خاطر اس نے عمیر جیسے شخص کے آگے ہاتھ جوڑے تھے وہی تو تھی جس سے شدید محبت کی تھی۔
اور
وہی تو تھی جو آج بھی اس کے دل میں زندہ تھی۔ ذرا سا بھی نہیں بھولی تھی۔ ذرا سا بھی نہیں۔
حائقہ کے گوشے بھیگنے لگے۔ حارث چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

وفا کا کوئی دوسرا نام ہوتا تو حارث جاوید ہوتا۔
"میں آج سات سال بعد دوبارہ زندہ ہوا ہوں حائقہ۔" حارث کی آواز بھرا رہی تھی۔ حائقہ بول نہ سکی۔ حارث نے اس کے بے جان کانپتے ہوئے وجود کو ہولے سے خود سے لگایا تھا۔ حائقہ کی ساری بیٹیاں حیران پریشان کھڑی تھیں۔ کئی منٹ تک وہ بے آواز آنسوؤں سے اس کی شرٹ بھگوتی رہی۔ کیا کہتی، خاموشی بہترین مترجم تھی۔

☆......☆

"چپ کیوں ہو گئی ہو؟" حارث مجھے اکیڈمی جوائن کرنے کا کہہ رہا تھا۔ میں اس کی بات سن کے چند لمحے خاموش رہی پھر ہولے سے بولی۔
"پتا ہے حارث! طلاق دینے سے پہلے عمیر نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مجھے چند ماہ آپ کی اکیڈمی میں پڑھا کے کیا ملا؟ میں جواب نہیں دے سکی تھی۔ آج میں وہی سوال آپ سے کر رہی ہوں۔ کیا ملے گا مجھے آپ کی اکیڈمی جوائن کر کے؟" حارث مجھے دیکھ کر رہ گیا۔
"معلوم ہے مجھے کہ کیا ملے گا۔ وہی دکھ، وہی تکلیفیں، وہی نفرت، ڈھیر سارے آنسو اور شاید ایک اور قربانی، سات سنہرے سالوں کی قربانی۔" میری آواز بھرا گئی۔
"اور اب مجھ میں ہمت نہیں ہے قربانی دینے کی۔" حارث نے ایک لمبا سانس لیا۔
"دیکھو حائقہ! ماضی میں تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا میں اس کا ازالہ نہیں کر سکتا لیکن تم سے اتنا وعدہ ضرور کرتا ہوں کہ اس بار عمیر یا کسی بھی اور کی طرف سے آنے والے ہر تیر کو تم تک پہنچنے سے پہلے ہی روک لوں گا۔ وعدہ ہے میرا کہ تمہاری آنکھوں میں اب کی بار آنسو صرف تب آئیں گے جب حارث جاوید اس دنیا میں نہیں ہوگا۔" میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔
"میں مانتا ہوں پہلی بار مجھے دیر ہو گئی۔ عمیر بازی لے گیا لیکن اس بار ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ حائقہ! میں تم سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگ رہا۔ میں تمہارے آنے سے پہلے بھی حارث جاوید تھا اور تمہارے بعد بھی حارث جاوید ہی رہوں گا لیکن میری اکیڈمی کو تمہاری ضرورت ہے۔ صرف ایک بار میرے ساتھ مل کر اسے اس کا کھویا ہوا مقام دلوا دو پھر بے شک چھوڑ دینا، میں نہیں روکوں گا۔" حارث بولتا چلا گیا۔ کچھ سوچ کر میں نے اپنے آنسو صاف کیے۔
ہر انسان کو زندگی میں دوسرا چانس ملتا ہے مگر پہلے والی غلطی دہرانے کے لیے نہیں۔
لیکن میں اپنے دوسرے چانس میں بھی وہی غلطی دہرا رہی تھی۔

☆......☆

اگلے دن سے میں نے دی اسٹار اکیڈمی جوائن کر لی۔ میری پہلی کلاس فرسٹ ایئر کی تھی جس میں صرف سات لڑکیاں تھیں۔ یہ ہی حال لڑکوں کا تھا۔ آہستہ آہستہ میں نے فزکس جیٹ اڑانا شروع کر دیا۔ کامیاب استاد وہ نہیں ہوتا جو اپنے اسٹوڈنٹس جیسا بن جائے بلکہ وہ ہوتا ہے جو اپنا اسٹوڈنٹس کو اپنے جیسا بنا لے، میں نے ان بچوں کو اپنے جیسا بنانا شروع کر دیا۔
"میم! فزکس یاد نہیں ہوتی۔" لڑکیوں کا مسئلہ۔
"تو آپ نہ یاد کرو۔ اچھی طرح سمجھو اور اپنے الفاظ میں لکھ لو۔"
"میم! نمریکلز سمجھ نہیں آتے۔" لڑکوں کا مسئلہ۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"ایک نمیریکل کو دس دفعہ کیا کرو، پھر سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"
ہر مسئلہ۔۔۔۔۔ ہر مشکل۔۔۔۔۔ رفتہ رفتہ آسان کرتی چلی گئی۔ اس دن میں 9th سے کلاس لے کر نکلی تو حارث نے پکار لیا۔"
"تمہاری بیٹی تمہاری طرح ہی ذہین ہے۔" میں مسکرائی۔
"نہیں وہ مجھ سے بہت زیادہ ذہین ہے، یاد رکھیے گا میں نے آپ کو صرف اپنی بیٹی نہیں دی، اس اکیڈمی کی پہلی ٹاپر دی ہے۔" حارث نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

☆......☆

"سر! میرا یہ نمریکل غلط کیوں کیا ہے؟" ثناء نے کافی جارحانہ لہجے میں اس سے پوچھا تھا۔
"کیونکہ اس نمریکل کے تین اسٹیپس ہیں، آپ نے صرف ایک حل کیا ہے۔" اس نے وجہ بتائی۔
"لیکن سر! جواب تو ٹھیک آیا ہے ناں۔" ثناء اڑی ہوئی تھی۔
"طریقہ تو ٹھیک نہیں ہے ناں۔" اس نے اسی کے انداز سے کہا۔
"سر! میم کہتی ہیں کہ اگر آپ اپنے ڈیٹا کو مکمل طور پر استعمال کر کے جواب ٹھیک نکالتے ہیں تو نمریکل ٹھیک ہوتا ہے اور میں نے دونوں چیزیں ٹھیک کی ہیں۔" ثناء نے وضاحت دی۔
"کون سی میم! وہی جنہوں نے F.Sc کے بعد بی اے کیا ہوا ہے۔" وہ اسے دیکھ کے ہنستے ہوئے بولا تھا۔
"نو سر! ہماری نیو میم آئی ہیں فزکس کی، ایم فل کیا ہوا ہے انہوں نے۔" وہ ایک دم چونکا۔
"اچھا، وہ کب آئیں؟"
"تین ماہ ہو گئے ہیں۔" ثناء نے بتایا۔
"بہت اچھی ہیں بہت نائس۔" اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔
"میم حائقہ نام ہے ان کا، حائقہ ارشد۔" عمیر کو پتا ہی نہ چلا کہ کب ثناء کا ٹیسٹ اس کے ہاتھوں سے پھسل کر نیچے گر گیا۔
"کون۔۔۔۔۔؟" اسے سمجھ نہ آیا کہ کیا کہے۔
"حائقہ ارشد۔" ثناء اپنا گرا ہوا ٹیسٹ اٹھاتے ہوئے بولی۔
"وہ سر حارث کی اکیڈمی میں پڑھاتی ہیں۔" ثناء اسے آج ہی ساری معلومات دینے پر تلی ہوئی تھی۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مُردوں کا دوبارہ جی اٹھنا برحق ہے لیکن قیامت آنے کے بعد میدانِ حشر میں۔
اس دنیا میں نہیں۔
اس دنیا میں جب مُردوں کو دفنا دیا جاتا ہے تو وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوتے۔
پھر وہ کیسے ہو گئی؟
پانچ سال اس کی سانسوں کو لمحہ لمحہ ختم کر کے میں نے اسے مارا تھا۔ روح تک کھینچ لی تھی اس کی۔
قبر میں اتار دیا تھا اسے
تو پھر وہ قبر سے کیسے باہر آ گئی؟
کیسے زندہ ہو گئی۔"
"حائقہ ارشد کوئی نام نہیں ہے عمیر جسے تم کاغذ پر لکھ کر مٹاؤ گے تو ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گی۔ وہ جیتا جاگتا وجود ہے۔ دوبارہ کھڑی ہو گئی تو کیا کرو گے؟" حمزہ نے ٹھیک کہا تھا۔

وہ واقعی صرف ایک نام نہیں تھی۔
وہ واقعی ایک جیتا جاگتا وجود تھی جو دوبارہ زندہ ہو گئی تھی۔
دوبارہ سانس لینے لگی تھی۔
دوبارہ واپس آ گئی تھی۔
دوبارہ اس کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔
مگر کیسے؟
وہ یقین ہی نہ کر پا رہا تھا۔

☆......☆

"سر جی! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔ اسٹاف روم میں بٹھا دیا ہے۔" چپڑاسی نے دروازے میں کھڑے ہو کر اسے اطلاع دی۔
"آتا ہوں۔" اس نے کہتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا اور دس منٹ میں کلاس ختم کر کے اسٹاف روم آ گیا۔ حارث کو کرسی پر براجمان دیکھ کر وہ یکدم تھم سا گیا۔
"پلیز۔" حارث نے مسکراتے ہوئے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔
"کیوں آئے ہو یہاں؟" عمیر نے سرد آواز میں پوچھا۔
"تمہارا قرض لوٹانے آیا ہوں۔" حارث نے کہتے ہوئے چار کارڈز اس کے سامنے ٹیبل پر پھینکے تھے۔ عمیر سلگ کر رہ گیا۔
"اس سے پہلے کہ یہ کارڈز میری الماری سے باہر گرنے لگتے۔ وقت ہی بدل گیا۔" حارث کی مسکراہٹ اسے آگ لگا گئی۔
"بارہ سال پہلے جب میں یہ ریکارڈز لے کر تمہارے پاس آیا تھا ناں تب میرا وقت نہیں تھا۔ اس لیے تم جیت گئے لیکن بارہ سال بہت ہوتے ہیں جیت کا جشن منانے کے لیے عمیر۔" عمیر آگے کو آیا۔
"بارہ سال پہلے بھی یہ ہی غلطی کی تھی ناں تم دونوں نے، میرے منع کرنے کے باوجود باز نہیں آئے تھے۔ تب بھی میں نے ہی سزا دی تھی اور اب بھی میں ہی دوں گا۔" حارث کھڑا ہو گیا۔
"تب تمہارا وقت تھا عمیر! اب نہیں ہے۔" عمیر مسکرایا۔
"تمہیں کیسے پتا؟"
"مجھے تو اسی دن پتا چل گیا تھا عمیر راؤ جب میں پہلی بار اسسٹنٹ پروفیسر حائقہ ارشد سے ملا تھا۔" عمیر بول نہ سکا۔ حارث اس کے پاس سے گزر کے دروازے تک گیا اور پھر رک گیا۔
"میں نے ٹھیک کہا تھا عمیر! جیت چانس ہی ہوتی ہے۔ گزرے بارہ سال تمہارے اگلے بارہ سال میرے۔" وہ مسکراتے ہوئے دروازہ پار کر گیا۔

☆......☆

اس کے آگے کھانے کی ٹرے رکھ کر وہ خود بھی کرسی گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گئیں۔ وہ چپ چاپ کھانا کھانے لگا۔
"ارزم سو گیا؟" اس نے کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔
"ہوں۔" انہوں نے ہولے سے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

''کیا بات ہے۔ پریشان ہو؟'' انہوں نے اس کا چہرہ کھوج ہی لیا۔

''نہیں تو بس ایسے ہی۔'' وہ پانی پیتے ہوئے بولا۔

ثمینہ راؤ مسکرا دیں۔ ''اچھا تو سات سال بعد اسسٹنٹ پروفیسر حائقہ ارشد کا واپس آجانا بس ایسے ہی ہے۔'' کھانا کھاتے اس کے ہاتھ یکدم تھم گئے۔ ''اب کی بار کیا کرو گے عمیر! پھر لڑو گے اس سے۔'' انہوں نے پوچھا عمیر بول نہ سکا۔

''لیکن یاد رکھنا ضروری نہیں ہے کہ جیت ہر بار تمہاری ہی ہو۔'' وہ دوبارہ بولیں۔

''اور اس بار اس کے وجود کے جو سات ٹکڑے اس کے پاس ہیں ناں ان میں خون تمہارا ہے عمیر۔'' عمیر نے اپنے آگے رکھی ٹرے ایک جھٹکے سے پرے کو دھکیلی اور ان کی طرف رخ کر کے بولا۔ ''آپ کو کس نے بتایا کہ وہ واپس آ گئی۔''

وہ ہولے سے مسکرائیں۔ ''کسی نے نہیں بتایا۔ مجھے تو اسی دن سے پتا ہے جس دن وہ یہاں سے گئی تھی۔ کیونکہ انسان کو موت دینا صرف اوپر والے کا اختیار ہے اور اس نے یہ اختیار اپنے کسی بندے کو نہیں دیا۔''

عمیر ایک دم وہاں سے اٹھ گیا۔ ثمینہ راؤ نے کرسی سے ٹیک لگائی۔

''مجھے آخری بار دروازے تک نہیں چھوڑیں گی۔'' ان کے ذہن میں حائقہ کی بھیگی ہوئی آواز گونجی۔

''نہیں تم کون سا ہمیشہ کے لیے جا رہی ہو کچھ ہی عرصے میں تو لوٹ کر آ جاؤ گی۔'' یہ ان کی اپنی آواز تھی۔ وہ عمیر کو کیا بتاتیں کہ انہوں نے ہی تو کہا تھا کہ اسے واپس آنے کے لیے۔

''اور یاد رکھنا، یہ پیسے مجھے واپس چاہئیں۔'' انہوں نے ہولے سے آنکھیں بند کر لیں۔ گوشے نم ہو رہے تھے۔ دو دن پہلے ہی اس نے وہ قرض چکایا تھا۔

☆......☆

''حمزہ نے پڑھانا چھوڑ دیا ہے کیا؟'' اس دن وہ اسٹاف روم میں بیٹھے تھے جب اس نے حارث سے پوچھا۔

''نہیں دو سال پہلے وہ لیکچرار ہو گیا تھا سو اپنی فیملی کے ساتھ لاہور شفٹ ہو گیا۔'' اس نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔

''اور عمیر؟'' ہمت کر کے اس نے پوچھ ہی لیا۔

''عمیر اور میں تین سال پہلے اکٹھے ہی SS ہوئے تھے۔ شادی کر لی تھی اس نے۔'' اس کے اندر چھناکے سے کچھ ٹوٹ گیا۔

''تو کیا وہ عمر بھر تمہارے لیے روتا رہتا۔'' دل اس پر ہنسا تھا۔

''ایک بیٹا بھی ہے اس کا سات سال کا۔'' بیوی دو سال بعد گزر گئی تھی۔'' حارث نے بھی اسے سب کھل کے بتا دیا۔ کئی لمحوں تک وہ بول نہ سکی۔ حارث اسے دیکھتے ہوئے ہولے سے بولا۔

''اور کچھ۔''

''عارش کیسا ہے؟'' اس نے بھی پوچھ ہی لیا۔

''ٹھیک ٹھاک ہے۔ فوڈ سائنس میں آنرز کیا تھا اس نے اب ''رفحان'' میں جاب کرتا ہے۔ شادی ہو گئی ہے۔ نو سال کا ایک بیٹا ہے۔'' وہ حارث کی بات کے آخری جملے پر چونکی۔

''نو سال کا بیٹا؟ کب شادی ہوئی عارش کی۔'' اس نے فوراً پوچھا۔

''تمہارے جانے سے پہلے۔'' وہ سن رہ گئی۔ یعنی وہ اس قابل بھی نہیں تھی کہ اسے بتایا جاتا اس کی آنکھوں کے گوشے یکدم نم ہو گئے۔

''جب تم گئی ہو تو اس کا بیٹا تقریباً سال کا ہو گیا تھا۔ گیا تھا میں اس کی شادی میں۔'' حارث ہولے ہولے بتا رہا تھا۔ اس کے آنسو باہر نکل ہی آئے جنہیں ہاتھوں کی پشت سے رگڑتے ہوئے اس نے حارث کی طرف دیکھا۔

''آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟'' اس نے پوچھا۔ حارث کھل کے ہنسا۔

''تم سے کرنی تھی شادی، پھر تم تو چلی گئیں سو میں نے سوچا کسی دوسرے کی زندگی تباہ کرنے سے بہتر ہے کہ تنہا جی لیا جائے۔'' اس نے غور سے حارث کو دیکھا۔

''اتنا ہی پیار کرتے تھے تو ایک بار کہتے تو سہی۔ بات تو کرتے آواز تو دیتے۔'' وہ آگے کو ہوا۔

''میں آواز دیتا تو تم لوٹ آتیں کیا؟'' اس نے پوچھا۔

''شاید۔'' وہ بولی۔

''اب آواز دوں تو......؟'' حارث کی بات سن کے وہ چند لمحوں کے لیے چپ ہو گئی پھر چند لمحوں بعد بولنا شروع ہوئی۔

''حارث! آپ کو پتا ہے بارہ سال پہلے مجھے بھی پیار ہوا تھا۔ بھلا کس سے، عمیر راؤ سے۔'' حارث اس کی بات پر سن رہ گیا۔

''صرف چوبیس دنوں میں میرے دل کی دنیا اتھل پتھل ہو گئی۔ دل نے شدت سے خواہش کی کہ کاش وہ میرا ہو جائے مگر نہیں ہوا۔ میرے نصیب میں شاید وہ تھا ہی نہیں۔ حمزہ کا رشتہ آیا۔ میں بہت روئی اور پھر صبر کر لیا۔ منگنی کے بعد وہ جیسے بھول سا گیا مگر وہ میرے نصیب میں ہی تھا۔ مجھے ہی ملا۔ پانچ سال اس نے مجھ سے وہ سلوک کیا جو جانوروں سے بھی نہیں کیا جاتا۔ جوتے کی نوک پر بھی جگہ نہیں دی مجھے، قدموں سے رول کر رکھ دیا لیکن میں......'' اس کی آواز رونے لگی تھی۔

''میں شاید بے حس ہوں جو اتنی تذلیل کے بعد بھی اس سے ذرہ بھر نفرت نہیں کر پائی۔ اس کے ہاتھوں پٹتے ہوئے اس کے تھپڑ کھاتے ہوئے سرد راتوں میں ٹھنڈے فرش پر سوتے ہوئے ہر سال موت سے لڑتے ہوئے ہر سال ایک نئی بیماری کو گلے لگاتے ہوئے سات بیٹیوں کے ساتھ تنہا انجان شہر میں خوار ہوتے ہوئے خون اگلتے ہوئے روتے ہوئے بلکتے ہوئے ایک بار بھی منہ سے نہیں نکلا کہ عمیر مجھے تم سے نفرت ہے۔'' وہ خاموش آنسوؤں سے رو رہی تھی۔

''کوئی اس کا نام لے تو دل اب بھی یکدم دھڑک جاتا ہے۔ اب بھی اسے سوچنا اچھا لگتا ہے۔ 24 دنوں کا پیار پانچ سالوں میں جیسے ایمپلی فائی ہو گیا ہو۔'' اس نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے چہرہ خشک کیا۔

''ایم سوری حارث! لیکن بارہ سال پہلے بہت آسان تھا شاید چوبیس دنوں کا پیار بھول کر حمزہ کو اپنانا لیکن بارہ سال بعد بہت مشکل ہے پانچ سالوں کا پیار بھول کے آپ کو اپنانا۔'' حارث ایک لمبا سانس بھر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ایم سوری۔'' وہ پھر بولی۔

حارث ایکدم مڑا۔ ''تمہیں لگتا ہے عمیر کبھی تمہیں ایسے سوری کہہ سکتا ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ وہ کبھی کہے گا ایم سوری میں تم سے پیار نہیں کر سکا؟'' حائقہ بول نہ سکی۔

''نہیں ناں جب وہ تم سے نہیں کہہ سکتا تو تم مجھ سے کیوں کہہ رہی ہو؟ یہ کوئی کسی سے نہیں کہتا حائقہ کیونکہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

قصور کرنے والے کا ہوتا ہے جس سے کی جائے اس کا نہیں۔'' حارث کہہ کر باہر نکل گیا۔

☆......☆

اس دن اتوار تھا۔ پورے ہفتے کے یونیفارم جمع تھے سو میں نے اور ماریہ نے واشنگ مشین لگائی ہوئی تھی۔ میں اوپر چھت پر تھی جب دروازہ کھٹکا۔ ماریہ کو ٹوکری پکڑاتے ہوئے میں نیچے آئی۔

''کون ہے اقراء؟'' دروازہ کھولتی اقرا کو پوچھتی ہوئی میں آگے کو آئی تھی اور مزید قدم نہ اٹھا سکی۔ وہ خود ہی چلتی ہوئیں میرے قریب آئیں۔

''پیسے بھجواتے ہوئے ذرا بھی خیال نہیں آیا کہ دیکھ آؤں بڑھیا زندہ بھی ہے کہ مرگئی۔'' ثمینہ راؤ نے مجھے گلے لگایا تھا۔ میں اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔

''آپ نے صرف یہ کہا تھا کہ مجھے پیسے واپس چاہئیں۔ ملنے کا تو نہیں کہا تھا۔'' میرے آنسو نکلے تھے۔ ان سے گلے مل کے میں تھوڑا پیچھے ہوئی۔

''اور آپ سے زیادہ بوڑھی تو میں لگ رہی ہوں۔'' میں آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

''ماما کون آیا ہے؟'' ماریہ سیڑھیوں سے ہی چلائی تھی۔ ہم دونوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔

''بوجھیں تو کون ہے؟'' میں بولی۔ وہ ہولے سے مسکرائیں۔ ''ماریہ ہے اور کون ہے۔'' انہوں نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ پھر باری باری سب سے ملیں۔ اقراء کو پیار کرتے ہوئے رو پڑیں۔

''یہ تو چند ماہ کی ہی تھی جب......'' انہوں نے بات یونہی چھوڑ دی۔ وہ شاید رو رہی تھیں۔ ماریہ کو چائے کا کہہ کر میں انہیں اندر لے آئی۔

''عالیہ! ٹھیک ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ تین بچوں کی اماں ہے۔'' وہ مسکرائیں۔

''تم کب واپس آئیں؟'' انہوں نے پوچھا۔

''چھ ماہ ہوگئے ہیں۔'' میں نے بتاتے ہی فوراً پوچھا۔

''آپ تو ریٹائر ہوگئی ہوں گی۔'' انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کافی عرصہ ہوگیا ہے۔ اب تو تقریباً سارا دن ہی اکیلی ہوتی ہوں۔ ارزم کا اسکول، پھر ٹیوشن، عمیر کے اپنے دھندے، بس کھانے پر ہی شکل نظر آتی ہے ایک دوسرے کی۔'' وہ بتانے لگیں۔

''اور ارزم کی مدر؟'' میں نے پوچھ ہی لیا۔

''چار سال ہوگئے ہیں تقریباً اس کی ڈیتھ کو۔'' انہوں نے بتایا۔ کافی دیر باتیں کرتی رہیں۔

''تم نے بلڈ کینسر کا علاج کروایا کہ نہیں؟'' انہوں نے پوچھا تو میں بول نہ سکی۔

''جب بیٹیاں چھوٹی تھیں۔ کینسر ابتدائی مراحل میں تھا تو مجھے کچھ بننا تھا۔ اب میں کچھ بن گئی ہوں تو بیٹیاں بھی بڑی ہوگئیں ہیں اور کینسر بھی۔'' میں ہولے سے مسکرائی۔

''علاج کروالو حائقہ! تمہاری بیٹیاں ابھی اتنی بھی بڑی نہیں ہوئیں کہ تمہارے بغیر رہ سکیں۔'' میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ کچھ دیر کے بعد وہ کھڑی ہوگئیں۔ میرے حد درجہ اصرار پر بھی نہ رکیں۔

''کوشش کروں گی دوبارہ آنے کی۔'' نہ جانے کیوں مجھے لگا کہ ان کی آنکھوں میں کچھ تو ایسا تھا جو میں پڑھ نہیں سکی تھی۔

☆......☆

''ماما۔'' اس رات میں سونے کے لیے لیٹی تو ماریہ نے ہولے سے مجھے پکارا۔

''ہوں۔'' میں کمبل کھولتے ہوئے بولی۔

''آج میں نے پاپا کو دیکھا۔'' میں کرنٹ کھا کے اس کی طرف پلٹی۔ وہ مجھے ہی دیکھ رہی تھی۔

''نادیہ کو کچھ بقایا جمع کروانے تھے۔ وہ مجھے زبردستی رائل اکیڈمی لے گئی۔ وہاں میں نے دیکھا انہیں۔'' مجھے لگا جیسے ماریہ کی آواز بھرا رہی ہو۔

''میرے منع کرنے سے پہلے ہی نادیہ نے انہیں بتایا کہ ''یہ میم حائقہ کی بیٹی ہے ماریہ ثناء۔'' ماریہ کے آنسو نکل آئے۔

''ماما! وہ بس مجھے دیکھ کر رہ گئے۔ ایک لفظ نہیں بولے۔ ایک دفعہ نہیں پوچھا کہ کیسی ہو؟'' میں نے ماریہ کو رونے دیا۔

''ماما! میں آئندہ کبھی پاپا سے نہیں ملوں گی۔ انہیں ہم سے پیار ہے ہی نہیں۔'' اس نے خود ہی اپنے آنسو صاف کیے۔

''پہلے مجھے کبھی کبھی پاپا یاد آتے تھے لیکن اب میں نے انہیں کبھی یاد نہیں کرنا۔ نادیہ نے مجھے بتایا ہے کہ پاپا اور سر حارث کی بہت لگتی ہے آپس میں۔ کئی سالوں سے سر حارث کی اکیڈمی کی کوئی پوزیشن نہیں آئی۔ انشاءاللہ میں لوں گی اس بار پوزیشن۔'' میں ماریہ کو یوں بولتے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ عمیر کا خون نہیں تھی۔ وہی انداز وہی لہجہ آنے والا وقت مجھے بہت کچھ دکھا رہا تھا۔

☆......☆

بارہ بجنے والے تھے مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور۔ وہ کروٹیں بدل بدل کے تھک گیا تو باہر آگیا۔ ہر طرف خاموشی، ہر طرف اندھیرا، کچھ دیر اِدھر اُدھر چکر لگانے کے بعد وہ لان میں پڑے بینچ پر بیٹھ گیا۔ گردن اس کی پشت سے ٹکالی۔

''سر! یہ میم حائقہ کی بیٹی ہے۔ ماریہ ثناء۔'' کیسے مچل گیا تھا دل یہ سن کے کوشش کے باوجود بہت دیر تک نگاہیں نہیں ہٹا پایا تھا وہ اس پر سے۔ وہ اس کی بیٹی تھی بڑی بیٹی، اس کا اپنا خون کتنا دل چاہا تھا کہ ایکدم اٹھے اور اسے گلے سے لگا لے مگر...... کمر میں پیوست انا کی ہڈی ابھی سیدھی تھی۔ سخت تھی۔ وہ جھک نہ سکا۔

''اب کیا کرو گے؟'' ثمینہ راؤ کا سوال درست تھا۔

''کیا کرے گا وہ اب؟'' ظاہر ہے لڑے گا۔ جیسے بارہ سال پہلے لڑا تھا اور شاید جیتے گا جیسے بارہ سال پہلے جیتا تھا۔

''تو جا رہی ہو قبر میں اترنے کے لیے۔'' اس نے حائقہ سے پوچھا تھا۔

''قبر میں رہ کر بھی تمہیں زندہ رہ کر دکھا دیا تو؟'' یہ آخری بات تھی جو حائقہ نے کی تھی۔

''رہ کے دکھاؤ۔'' یہ آخری بات تھی جو اس نے کی تھی۔

''کاش میں تمہیں جان سے ہی مار دیتا۔'' اس نے جیسے خود سے سرگوشی کی۔ وہ جانتا تھا ایک نہ ایک دن تو حائقہ اس کے سامنے ضرور آئے گی اور کہے گی۔ ''دیکھا عمیر زندہ رہ کر دکھا دیا ناں۔''

☆......☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

آہستہ آہستہ مجھے واپس آئے تقریباً سال ہو گیا۔ اس ایک سال میں میں نے کافی سفر طے کیا۔ گھر کی حالت درست کی۔ اکیڈمی کی حالت درست کی۔ نیا سیشن شروع ہوا تو میری کلاس میں کل 25 اسٹوڈنٹس تھے۔ فرسٹ ایئر اور سیکنڈ ایئر کی کلاسز بھی کافی گنجان آباد ہو گئیں۔ مجھے پوری امید تھی کہ دی اسٹار آنے والے چند ایک سالوں میں اپنا کھویا ہوا مقام واپس پا لے گی مگر ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ سال کے شروع میں ہی ایک ناقابل یقین واقعہ ہو گیا۔ میں اس دن کالج میں تھی جب حارث کی کال آئی۔

''تمہاری کوئی بیٹی 5th میں بھی ہے۔'' مجھے سوچنے میں وقت لگا۔

''ہاں بھئی دو ہیں۔ کیوں خیریت؟'' میں پریشان ہو گئی۔

''کیا نام ہے؟'' حارث نے پوچھا۔

''سارہ اور عمارہ۔'' میں نے بتائے۔

''ایک سیکنڈ ٹھہرو۔'' کہہ کر وہ نہ جانے کس سے باتیں کرنے لگا۔

''پورے نام بتانا۔'' میں نے بتا دیئے۔

''کیا ہوا ہے؟'' میں حد درجہ پریشان ہو رہی تھی۔

''اسامہ کا نام سنا ہے؟'' حارث نہ جانے کون سی پہیلیاں بھجوا رہا تھا۔

''ہاں سنا ہے۔ DPS میں پڑھتا ہے۔ سارہ کا کلاس فیلو ہے۔'' میں نے ذرا غصے سے کہا۔

''حائقہ ارشد! وہ صرف DPS کا ایک اسٹوڈنٹ نہیں ہے۔ DPS کی جان ہے دی موسٹ انٹلی جینٹ بوائے، نہ جانے کون کون سے مقابلے جیت رکھے ہیں اس نے۔'' میں نے حارث کی بات کاٹ دی۔

''حارث! میری بیٹیوں کو کیا ہوا ہے۔'' میری آواز اونچی ہو گئی۔

''بورڈ کی پہلی دو 5th ٹاپرز کو کیا ہونا ہے حائقہ میڈم۔'' حارث مسکراتے ہوئے کال ڈس کنیکٹ کر گیا۔

حیران پریشان میں اسی وقت گھر واپس آئی تھی۔ صحن کا نقشہ دیکھنے والا تھا۔ سارہ اور عمارہ دونوں ایک دوسرے کو مرنے مارنے پر تلی ہوئی تھیں۔

''کیا ہو گیا؟'' میں یکدم دروازے سے آگے کو آئی۔

''ماما! اس چڑیل نے چیٹنگ سے ایک نمبر زیادہ لیا ہے۔'' سارہ روتے ہوئے میرے پاس آئی۔

''میں نے چیٹنگ نہیں کی۔'' عمارہ نے مجھے دوسری طرف سے آکر جکڑا۔ دونوں زارو زار رو رہی تھیں۔ مجھے نہ تو اپنی ہنسی پر کنٹرول تھا اور نہ ہی آنسوؤں پر۔ میں نے دونوں کو زور سے دونوں بازوؤں میں بھرا تھا۔ اللہ سے زیادہ مہربان ہے کوئی؟ میرے اندر سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ شام تک خبر کنفرم ہو گئی۔ سارہ اور عمارہ کی بورڈ میں پہلی اور دوسری پوزیشن آئی تھیں۔ اسامہ کہیں پیچھے ہی رہ گیا تھا۔ اگلے دن مجھے حارث نے بتایا کہ اسامہ، عارش کا بیٹا تھا۔ میرا بھتیجا ایک موسٹ انٹیلی جنٹ باپ کا موسٹ انٹیلی جینٹ بیٹا۔

''اسامہ کہاں ہے؟'' اس نے کھانے کے برتن میز پر سجاتی کرن سے پوچھا۔

''اندر کمرے میں۔ سوگ ہی ختم نہیں ہو رہا اس کا۔'' کرن بیزاری سے بولی۔ وہ اندر کمرے میں آ گیا۔ اسامہ کمبل میں لپٹا بیڈ پر پڑا تھا۔

''او بس کر دے یار! کیا ہو گیا؟'' اس نے اسے سیدھا کیا۔

''پاپا پلیز!'' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

''ہار جیت ہوتی رہتی ہے اسامہ!'' اس نے اسامہ کو بازوؤں میں بھرا۔

''لیکن بابا! میں نے اتنی محنت کی تھی۔'' اسامہ کو رونا آیا۔

''تو کیا ان دونوں نے نہیں کی ہو گی۔ ہو سکتا ہے تم سے زیادہ کی ہو۔'' اس نے اسامہ کے آنسو صاف کیے۔

''اسکول میں تو دونوں چپ چپ رہتی تھیں۔ میری تو بس ایک دو دفعہ ہی باتیں ہوئی ہیں ان سے۔ کبھی پتا ہی نہیں چلا کہ اندر سے اتنی ذہین ہیں دونوں۔'' اسامہ بھڑاس نکالنے لگا۔ اس نے بھی اسے بولنے دیا۔

''فیصل آباد سے آئی ہیں۔ اپنی مدر کے ساتھ رہتی ہیں۔ فادر نہیں ہیں۔ ٹیچر بتا رہی تھیں کہ ان کی مدر Famous ہیں۔ کالج میں پڑھاتی ہیں۔'' اسامہ بولتا گیا۔

''ٹیچر کی بیٹیاں ہیں ناں اسی لیے پوزیشنز لے گئیں۔'' کرن بھی بولتی اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

''ارم بھی بتا رہی تھی کہ تقریباً سال ہوا ہے ان لوگوں کو یہاں آئے، ڈگری کالج میں فزکس کی AP ہیں ان کی مدر ویسے یہیں کی ہیں۔'' کرن کے آخری جملے پر وہ چونکا۔

''کسی اکیڈمی میں بھی پڑھاتی ہیں کیا؟'' اس نے فوراً پوچھا۔

''ہاں دی اسٹار میں، ارم انہی سے پڑھتی ہے۔''

''کیا نام ہے؟'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے حائقہ نام ہے حائقہ...... آگے پتا نہیں کیا ہے۔'' کرن اسامہ کو زبردستی اٹھا کر لے گئی۔ وہ سن سا بیٹھا رہ گیا۔

''حائقہ۔'' اس نے دوبارہ نام لیا۔ ماضی کسی فلم کی طرح نظروں کے سامنے تازہ ہو گیا۔ کئی لمحات ایسے آئے جب اسے حائقہ پر بے انتہا ترس آیا۔ کئی لمحوں میں بے تحاشا نفرت بھی محسوس ہوئی۔ لبوں سے اس کے لیے بددعائیں بھی نکلیں لیکن وہ جیسی بھی تھی اس کی بہن تھی۔ اس کے وجود کا بقیہ آدھا حصہ۔ آج تک نہیں بھول پایا تھا وہ اسے۔ رفتہ رفتہ اس سے نفرت بھی کم ہونے لگی تھی۔ جاب و شادی اور پھر اسامہ اس دن اسامہ کی پہلی برتھ ڈے تھی جب حارث نے اسے وہ کاغذ پکڑایا تھا۔ تب سے لے کر آج تک اسے جب جب حائقہ یاد آئی، لبوں سے کاغذ کا وہ ٹکڑا لگا کر ہی رویا۔ آج پھر حائقہ یاد آ رہی تھی۔ بہت شدت سے۔ کاغذ کا وہ ٹکڑا لے کر وہ اوپر آ گیا۔ جانتے ہوئے بھی کہ حائقہ بے قصور ہے وہ اسے روک نہ سکا تھا۔ ایک مرتبہ پھر اس نے کاغذ کا وہ ٹکڑا کھول لیا۔

''عارش! میں پیدا کرنے والے پروردگار کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ میں بے قصور ہوں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ عارش مجھے معاف کر دے۔ اماں اور ابو جی سے بھی کہنا کہ ہو سکے تو مجھے معاف کر دیں۔ میں نے اپنی خوشی سے یہ سب کیا ہوتا تو آج عمیر مجھے طلاق نہ دیتا، میں اپنی سات بیٹیوں کے ساتھ یہ شہر چھوڑ کر نہ جا رہی ہوتی، پتا نہیں زندہ واپس لوٹوں گی یا نہیں، پتا نہیں اور جی پاؤں گی یا نہیں، پتا نہیں قبر بھی نصیب ہو گی یا نہیں، بس اتنا سوچ کر معاف کر دینا مجھے کہ اگر تجھے دکھ دیا ہے تو خوش میں خود بھی نہیں رہی۔ جیسی زندگی میں نے گزاری ہے ویسی کوئی دشمن بھی نہ گزارے۔''

تمہاری بہن

اس کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہو گئے تھے۔ اماں اور ابو جی کا تو پتا نہیں لیکن وہ اسے معاف کر چکا تھا لیکن اسے حائقہ کو معاف کرنا تھا یا حائقہ نے اسے معاف کرنا تھا۔ اگر اسے حائقہ کو معاف کرنا تھا تو وہ کر چکا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا۔
لیکن اگر حائقہ نے اسے معاف کرنا تھا تو......تو اس نے تو معافی ہی نہیں مانگی تھی۔

☆......☆

گیٹ کے ایک طرف بائیک کھڑی کر کے وہ اندر آ گیا۔
''پتا نہیں کون سی کلاس میں ہوگی؟'' سوچتے ہوئے وہ جیسے ہی تھوڑا سا آگے کو ہوا سامنے سے حارث آتا نظر آ گیا۔
''خیریت سے آئے ہو؟'' وہ اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔
''حائقہ کب سے واپس آئی ہوئی ہے؟'' اس نے پوچھا۔ فوراً اسے حارث کوئی جواب نہ دے سکا۔
''بتائیں ناں۔'' اس نے پھر پوچھا۔
''سال سے اوپر ہو گیا ہے۔'' حارث ہولے سے بولا۔
''اور آپ نے مجھے بتانے کی ذرا سی بھی زحمت نہیں کی۔'' عارش کا لہجہ سخت ہو گیا۔
''کیونکہ میرا نہیں خیال تھا کہ تم خوش ہو گے یہ سن کے۔'' وہ بولا۔
''کہاں ہے وہ؟'' عارش نے پوچھا۔
''آؤ......!'' حارث اسے اسٹاف روم کی طرف لے آیا۔
''اندر ہوگی، جاؤ۔'' کہتے ہوئے وہ خود باہر نکل گیا۔ عارش چند لمحے باہر کھڑا رہا پھر ہولے سے اندر داخل ہوا۔ وہ شاید ٹیسٹ چیک کر رہی تھی۔ عارش کی طرف اس کی پشت تھی۔ خاموشی اتنی تھی کہ عارش کو صفحوں پر چلتی اس کے بال پوائنٹ کی آواز بھی آ رہی تھی۔
''حاری۔'' بڑی مشکلوں سے ہمت کر کے اس نے پکارا۔ حائقہ ایکدم کرنٹ کھا کر پلٹی۔ عارش سے مزید قدم نہ اٹھائے گئے۔ بال پوائنٹ ہولے سے اس کی انگلیوں سے پھسل گیا۔ کرسی سے اٹھا ہی نہ گیا۔
''میں اتنا برا لگنے لگا ہوں کہ آنے کا بتایا ہی نہیں۔'' وہ وہیں کھڑے کھڑے بولا تھا۔
''تو نے ہی تو کہا تھا کہ آج کے بعد شکل نہ دکھائیں۔ مر گئی تو میرے لیے۔'' حائقہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ عارش ہولے ہولے چپ ہوا اس کے قریب آیا اور گھٹنوں کے بل اس کی کرسی کے پاس نیچے فرش پر بیٹھ گیا۔
''پہلے تو جیسے میری ہر بات مانتی تھی ناں تو جو یہ والی فوراً مان لی۔'' عارش رو یا تھا۔
''عارش! پہلے کبھی ایسی بات کی بھی نہیں تھی تو نے۔'' حائقہ کے آنسوؤں کی رفتار میں تیزی آ گئی۔
''تو کیا کرتا میں حاری؟ ایک ایسا انسان جس کے سامنے صرف ایک ہی دروازہ ہو اور وہ بھی بند ہو جائے تو وہ انسان فوراً سے صبر تو نہیں کر لیتا ناں اور جب یہ بھی پتا چلے کہ دروازہ بھی اسی نے بند کیا جس نے زبردستی اس رستے پر چلایا ہو تو رونا ہی آتا ہے ناں حاری! منہ سے وہی سب نکلتا ہے جو میرے منہ سے نکلا۔ اس سے نفرت ہی محسوس ہوتی ہے پھر۔'' عارش آنسوؤں سے رو رہا تھا حائقہ بول نہ سکی۔ عارش نے دونوں ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیئے۔
''تو نے معافی مانگی تھی تو میں نے معاف کر دیا۔ اب میں معافی مانگ رہا ہوں۔ تو معاف کر دے؟'' حائقہ نے اس کے جڑے ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔
''عارش! میرا کوئی قصور نہیں تھا۔'' اس نے عارش کے کندھے سے سر ٹکایا۔

''میرا بھی کوئی قصور نہیں تھا حاری۔'' اس کے آنسو عارش کے کندھے کو بھگونے لگے۔
''اماں اور ابو جی نے معاف کر دیا مجھے؟'' اس نے پوچھا تھا۔
''پتا نہیں تیرا ذکر ہی نہیں کرتے اب۔ اماں تو حد سے زیادہ بیمار رہنے لگی تھیں اسی لیے میری شادی اتنی جلدی کر دی۔ ابو جی بھی بس ایسے ہی رہتے ہیں کبھی بھلے چنگے اور کبھی بستر سے لگے۔ میں نے بتایا تھا انہیں تیرے جانے کا سن کے خاموش ہو گئے تھے۔'' عارش اسے ہولے ہولے بتانے لگا۔
''حاری! تو انہیں معاف کر دیں۔ جو کچھ ہوا اس کی بہت کڑی سزا بھگتی ہے انہوں نے۔ لوگوں نے بات تک کرنا چھوڑ دی تھی۔ محلے والیوں نے اماں کے پاس آنا چھوڑ دیا۔ بہت کچھ برداشت کیا ہے ان دونوں نے۔'' عارش اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔
''عارش! مجھے کوئی گلہ کوئی شکوہ نہیں ہے ان سے بس ایک ذرا سی کسک ہے کہ ذرا سا تو اعتبار کرتے۔ جب بائیس سال بھروسہ کیا تھا تو چند منٹ اور کر لیتے۔ عمیر کی باتوں پر یقین کر لیا اور میری بات سنی ہی نہیں۔'' عارش چپ چاپ سنتا رہا۔
''انہوں نے مجھے پیدا کیا عارش، مجھے پالا پوسا، پڑھایا لکھایا، ہر ضرورت پوری کی۔ میں کون ہوتی ہوں انہیں معاف کرنے والی۔ بس تو ان سے کہیں کہ مجھے معاف کر دیں۔ کیا خبر آج ہوں کل نہیں۔'' حائقہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔ عارش کچھ دیر کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔
''تیری بیٹیوں کی وجہ سے میرا بیٹا دو دن سے بھوکا ہے۔'' جاتے جاتے اس نے شکوہ کیا تھا۔ حائقہ مسکرا دی۔
''لے آئیں اسے بھی، اس سے بھی معافی مانگ لوں گی۔'' حائقہ دروازے تک اس کے ساتھ آتے ہوئے بولی تھی۔ عارش مسکراتا ہوا گیٹ پار کر گیا۔ آج وہ اس رشتے میں بھی سرخرو ہو گئی تھی۔

☆......☆

نیو ایجوکیٹرز کی ٹریننگ ہو رہی تھی۔ فزکس اور میتھ کے لیے اسے بلایا گیا تھا۔ کچھ دنوں کے لیے روٹین ذرا چینج ہو گئی۔ اس دن بھی اس نے اپنے 36 ایجوکیٹرز سے کہا کہ اپنے اپنے فیورٹ ٹیچرز کے بارے میں بتائیں۔ سب کی الگ الگ باتیں، الگ الگ کمنٹس وہ سن سن کے کافی انجوائے کرتا رہا۔
''نیکسٹ......یس میڈم......'' اس نے اگلی ایجوکیٹر کو کھڑا کیا۔
''سر! میرا نام ثمرین کنول ہے۔ ویسے تو میں فیصل آباد سے ہوں مگر جاب یہاں ہوئی ہے۔ سر میں نے اپنی لائف میں بہت اسکول چینج کیے ہیں۔ بہت کالج دیکھے، بہت ہائی فائی پروفیسرز سے پالا پڑا۔ بٹ نہ تو کسی کالج لیکچرار نے متاثر کیا اور نہ ہی کسی یونیورسٹی پروفیسر نے۔ میں سیکنڈ ایئر میں تھی جب ہماری اکیڈمی میں فزکس کی ایک میم آئیں۔ سر میں شاید لفظوں میں نہ بتا سکوں کہ وہ اپنے اخلاق، کردار اور ذہانت کے کون سے مقام پر تھیں۔ میں لاکھوں دفعہ بھی ان کے لیے Best کا لفظ استعمال کروں تو کم ہوگا اور وہ صرف ایک اچھی ٹیچر ہی نہیں ایک انتہائی زبردست ماں بھی تھیں۔ اپنی سات بیٹیوں کے ساتھ پرائیویٹ ہاسٹلز اور میونسپل پارکس میں خوار ہوتے ہوئے انہوں نے نہ صرف خود ایم فل کیا بلکہ اپنی بیٹیوں کو بھی پڑھایا۔ شی از جسٹ آ ناکس لیڈی۔''
ثمرین کی باتیں سن کے اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔
''واٹس ہر نیم؟ (ان کا نام کیا تھا؟)'' اس نے پوچھا۔
''میم حائقہ ارشد۔'' اس سے زیادہ وہ سن نہ سکا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی گُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

عزت دینا اور ذلت دینا، دونوں پروردگار کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے عزت بخشنا چاہے اسے کوئی ذلت نہیں دے سکتا اور جسے ذلت دینا چاہے اسے کوئی عزت نہیں دلوا سکتا۔ ون اینڈ اونلی ہونا، سب سے اوپر ہونا، عزت کے اعلیٰ معیار کو پانا، یہ سب حائقہ کے نصیب میں تھا، اسے اس کے اللہ نے دیا تھا، عمیر راؤ، ایک عام انسان، ایک مٹی کا پتلا کیسے اس سے یہ سب چھین لیتا؟ کیسے؟

☆......☆

اس دن 9th کا رزلٹ آنا تھا۔ مجھے کالج میں کافی دیر ہوگئی۔ گھر کا نمبر ملایا تو بند، حارث کا نمبر ملایا تو بزی۔ مجھے حد سے زیادہ پریشانی ہوگئی۔ کالج کے سیٹ کو کوئی مسئلہ ہوا ہوگا۔ تقریباً شام پانچ بجے فارغ ہو کے میں گھر واپس آئی۔

''ماریہ! کیا بات ہے گھر والا نمبر بند کیوں کیا ہوا ہے؟'' میں نے بیگ باہر ہی چارپائی پر پھینکتے ہوئے ماریہ سے پوچھا۔ وہ بجائے جواب دینے کے اوپر بھاگ گئی۔

''اس کے رزلٹ کا کیا بنا؟'' میں نے سدرہ کو بازو سے پکڑتے ہوئے پوچھا۔

''پتا نہیں ماما۔'' وہ بازو چھڑوا کے اِدھر اُدھر ہوگئی۔ میں نے فوراً اندر آ کر لیپ ٹاپ کھولا اور اس سے پہلے کہ کچھ دیکھتی۔ عائشہ اور رمشہ مجھے کھینچ کے باہر لے گئیں۔

''سر حارث آئے ہیں ماما، باہر چلیں۔''

حارث دروازے سے باہر بائیک اسٹارٹ کیے کھڑا تھا۔

''بیٹھو۔'' مجھے دیکھ کے بولا۔

''کہاں جانا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کوئی کام چپ چاپ بھی کر لیا کرو۔'' اس نے بازو سے کھینچ کے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا اور بائیک دوڑا دی۔

''بتا تو دیں کہ کہاں جانا ہے۔ ماریہ کے رزلٹ کا کیا بنا؟'' میری ہر بات پر اس نے جیسے کان لپیٹ لیے۔

''آنکھیں بند کرو۔'' ایک اور حکم صادر ہوگیا۔

''کیوں؟'' میری بس ہوگئی۔

''بند کرو۔'' اس نے زبردستی اپنا ہاتھ پیچھے کو کر کے میری آنکھیں بند کروائیں پھر چند لمحوں بعد بائیک روکی۔

''اترو نیچے۔'' مجھے نیچے اتارتے ہوئے چند قدم چلایا پھر بولا۔ ''کھولو آنکھیں۔'' میں نے فوراً آنکھیں کھولیں۔ 8x8 مربع فٹ کا بڑا سا بینر بس اسٹاپ کے بالکل وسط میں ایستادہ تھا۔

''دی اسٹار اکیڈمی کی ہونہار طالبہ ماریہ شاہ کی بورڈ میں اول پوزیشن۔'' میں سن سی کھڑی رہ گئی۔ اللہ نے ہمیشہ مجھے اس سے زیادہ دیا جتنا میں نے مانگا۔ ہمیشہ مجھے اپنی خاص نعمت سے نوازا۔ کیا ہوا جو کچھ عرصے کے لیے سب کچھ واپس لے لیا۔ کیا ہوا جو خوب رلایا مگر اس سب کے بدلے پہلے سے زیادہ نوازا۔ جو چھینا اسے سود کے ساتھ واپس کیا۔

میں ایم ایس سی کرنا چاہتی تھی اس نے ایم فل کروایا۔

میں لیکچرار بننا چاہتی تھی AP بنا دیا۔

میں دی اسٹار کو پوزیشن دینا چاہتی تھی اس نے وہ پوزیشن بھی میری اپنی بیٹی کے حصے میں ڈال دی۔

میں نے جب مانگا، اس نے دیا اور دوگنا دیا۔

''بیٹھو!'' حارث نے میرے ساکت وجود کو دوبارہ اپنے پیچھے بیٹھنے کو کہا۔ میں چپ چاپ بیٹھ گئی۔ حارث نے پورے شہر میں بائیک گھمائی، ہر جگہ، ہر گلی، ہر چوراہا، ہر دیوار، ہر سڑک صرف ماریہ کے بینرز، پوسٹرز اور

پمفلٹس سے سجی ہوئی تھی۔ ماریہ شاہ، اللہ کی خاص رحمت جو صرف میرے لیے تھی۔

☆......☆

وہ مٹھائی کا ڈبہ اور ماریہ کا پمفلٹ لے کر خود عمیر کے پاس آیا تھا۔

''آج مجھے یقین ہوگیا کہ صبر کا صلہ دوگنا ہوتا ہے۔ یہ تو مجھے پتا تھا کہ ایک نہ ایک دن پوزیشن میرے حصے میں آئے گی۔ لیکن وہ پوزیشن ہولڈر تمہاری بیٹی ہوگی یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔'' حارث کی مسکراہٹ اسے سلگائے جا رہی تھی۔

''بڑی مشکل سے موقع ملا ہے عمیر۔ اتنی جلدی نہیں گنواؤں گا۔'' وہ عمیر کے الفاظ اسے ہی واپس کہہ گیا۔ عمیر کے بس میں کیا تھا، شاید کچھ بھی نہیں۔ اسے بس اب چپ چاپ اپنی الماری Get well soon کے کارڈز سے بھرنا تھی۔ فرسٹ ایئر کے رزلٹ میں بھی وہ ہار گیا۔ دی اسٹار اکیڈمی سے ارم شہزادی پوزیشن لے گئی۔ ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی بچہ اس کی اکیڈمی چھوڑ جاتا۔ اس کا عروج رفتہ رفتہ ختم ہو رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر چھا رہی تھی۔ ایک بار پھر اس کے رستے میں آ رہی تھی۔ ایک بار پھر اسے انگلی دکھا رہی تھی۔ اس کی ہار کا سبب اس کی اپنی بیٹیاں تھیں۔ ماریہ 10th میں گئی تو فزکس اور کیمسٹری کی کلاس کے لیے کمرے چھوٹے پڑ گئے۔ حائقہ کو برآمدے میں کلاس لینا پڑتی۔ لڑکوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ چنانچہ جیسے ہی ماریہ والا سیکشن ختم ہوا۔ حارث نے بلڈنگ چینج کر لی۔ جس سال ماریہ کا فرسٹ ایئر کا رزلٹ آیا اس سال دی اسٹار اکیڈمی کا ستارہ سب سے روشن تھا۔ اس دن حائقہ اور حارث نے اس ڈوبتی اکیڈمی کو کئی سال پہلے والا مقام دلوا دیا۔ اس سال اس اکیڈمی کی دیواروں پر چار بینرز لگے تھے۔ ارم شہزادی سیکنڈ ایئر، ماریہ شاہ فرسٹ ایئر، حذیفہ خان 10th اور عائشہ شاہ 9th......'' حارث نے کھل کے بدلہ لیا۔ عمیر کو چار ڈبے اور کارڈز بھجوائے، بہت دیر بعد حائقہ کو پتا چلا کہ ارم، عارش کی سالی تھی۔

☆......☆

وہ کھانا بنا رہی تھی جب اس کے فون کی بیل بجی۔ ماریہ کو آواز دیتی وہ کچن سے باہر نکلی۔ کوئی انجان نمبر تھا۔

''جی......!'' کال ریسیو کرتے ہوئے اس نے سیل کان سے لگایا۔

''کس مٹی کی بنی ہو تم حائقہ ارشد؟'' عمیر کی سرد آواز اسے جامد کر گئی۔ آج دس سال بعد اس نے عمیر کی آواز سنی تھی۔

''پانچ سال جو سلوک میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا وہ کسی جانور کے ساتھ کیا جائے نا تو وہ بھی سدھر جائے۔'' عمیر کا غرور آج بھی ویسا ہی تھا۔

''میں جانور نہیں ہوں، انسان ہوں۔'' وہ ہولے سے بولی۔

''اسی لیے سمجھا رہا ہوں بس کر دو، بہت ہوگیا۔ 15 سال پہلے والی غلطی دوبارہ مت دہراؤ۔ جس دن میری برداشت جواب دے گئی اس دن دوبارہ جوتے کی نوک پر رکھ لوں گا سمجھیں۔'' حائقہ اندر تک لرز گئی۔

''اور یاد رکھنا اس بار صرف پانچ سال کی سزا نہیں ملے گی۔ اپنے ہاتھوں سے مار دوں گا تمہیں۔'' اس کے ہاتھوں سے نہ جانے کب فون سیل پھسل گیا۔

''کیا ایک بار پھر وہی سب ہوگا؟ کیا ایک بار پھر عمیر جیت جائے اگر وہ مر گئی تو......اس کی بیٹیوں کا کیا بنے گا۔'' اسے لگا کچھ ہو رہا ہے۔ کیا؟ اس سے پہلے کہ اسے کچھ سمجھ آتی وہ دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے گرتی چلی گئی۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صالحہ محمود

افسانہ

پگلی میراں

Downloaded from
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

چھن چھن ناچوں گی
گن گن گاؤں گی
پیا مورے آئیں گے
ان کو مناؤں گی

"بس بہت ہوگئی۔ صبح سے بارش ہو رہی ہے اور تو ہے گائے جا رہی ہے۔" رات میراں، ایاز کے اسٹڈی روم میں سوئی تھی۔

"چل نکل جا کمرے سے مجھے صفائی کرنی ہے۔"

میراں کمرے سے نکلتی ہوئی یہی گانا گائے جا رہی تھی۔

رات جب ہو جاتی تھی تو میراں ایاز کے دروازے سے لگ کر بیٹھ جاتی۔ ایاز ٹیوشن پڑھا کر جب گھر آتا تو میراں سردی میں کانپ رہی ہوتی تھی۔

"کیا کرتی ہے میراں چل اندر۔" اور وہ کمبل اٹھا کر میراں کے اوپر ڈال دیتا۔ ایاز یونیورسٹی جاتے وقت اسے باہر نکال دیتا اور بڑی تکلیف دہ شکل بنا کر اپنے روم کی صفائی ستھرائی کر کے وہ یونیورسٹی کے لیے نکلتا۔

اس کی رہائش چھوٹے سے دو کمروں کے مکان میں تھی۔

"بیٹا تم بڑی نیکی کما رہے ہو ایاز۔" زینب اماں بولیں۔

"اللہ تمہیں کامیاب کرے۔"

"بس اماں! یہ میرا آخری سمسٹر ہے ایم بی اے کا۔ اللہ کی رضا کے لیے میں میراں کی خدمت کرتا ہوں میں کچھ دن کے لیے گاؤں جا رہا ہوں آپ اس کا خیال رکھیے گا چھٹیاں ہیں جلد آ جاؤں گا۔"

"ویسے تمہارے بعد مولوی مجید بھی اس کا بہت خیال کرتے ہیں۔ تم دونوں بڑے نیک ہو۔" اماں زینب بولیں۔

ایاز دروازہ بند کر کے بڑا سا تالا ڈالتے ہوئے بولا۔ "اماں ہماری پگلی کا خیال رکھیے گا۔"

تیز بارش میں پگلی میراں گول گول گھوم کر گائے جا رہی تھی۔ لہنگا اور لمبی سی شرٹ میں میراں کا پورا جسم نمایاں ہو رہا تھا۔ مارکیٹ میں کھڑے ہوئے لوگ اسے ہنس ہنس کر دیکھے جا رہے تھے۔ الجھے ہوئے بالوں سے بارش کی طرح پانی برس رہا تھا۔ مسجد کے امام صاحب کو اسے دیکھ کر جھرجھری سی آئی اور انہوں نے اپنا صافہ اتار کر جلدی سے میراں کے کندھے پر ڈال دیا تھا۔

"چل میراں! بھیگ رہی ہے بیمار پڑ جائے گی۔" وہ کسی معصوم بچی کی طرح ان کے پیچھے پیچھے چل دی۔

"کچھ کھائے گی بول میراں!"

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور انگلی اٹھا کر جلیبی کی طرف اشارہ کیا۔

"دینا یار اس کو دس روپے کی جلیبی۔"

میراں نے فوراً سموسے کی طرف انگلی کر کے بتایا کہ وہ بھی اسے چاہیے اور وہ دونوں ہاتھوں میں جلیبی اور سموسے تھامے کھڑی تھی۔

"میراں! گھر جا شام ہو رہی ہے۔" کوئی راہ گیر چلتے ہوئے بولا لیکن وہ اپنی دھن میں جلیبی سموسے کھاتی ہوئی چلتی جا رہی تھی۔

"میراں! رات ہو گئی جا گھر اپنے۔" راہ گیر دوبارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

زور سے بولا۔

میراں نے کسی کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔

"ارے میراں تم......!" اماں زینب نے دروازہ کھول کر جھانکا تھا۔

"پانی......" میراں یہ بول کر دھڑ سے ان کے دروازے سے لگ کر بیٹھ گئی تھی۔

"دے بھئی دے اس کو پانی دے دے۔" وہ پانی لے کر میراں کی طرف آ گئیں۔

"میراں! جا گھر جا تیرا بھائی ڈھونڈ رہا ہوگا۔ وہ پھر تجھے مارے گا۔"

"ارے اماں جی میں تو کہہ کہہ کر تھک گیا ہوں۔ شام سے بارش میں بھیگ رہی ہے کیا کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔" مولوی صاحب مغرب کی نماز پڑھ کر باہر آئے تو بولے۔ وہ ایاز کا دروازہ پیٹ رہی تھی۔

"ارے ایک بار نہیں دس بار کہا ہے اس کے ماں باپ سے کہ داخل کروا دو کسی ادارے میں لیکن محبت میں پاگل خانے نہیں بھیجتے۔ دنیا جہاں میں ماری ماری پھرتی ہے اسے ہوش کب ہے۔" زینب اماں بولیں۔

"ہاں آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" مولوی صاحب نے بہت رحم بھری نظروں سے میراں کو دیکھا تھا جو چادر اتار کر پھینک چکی تھی اور اب کپڑے بھی اس کے سوکھ چکے تھے۔

"مولوی صاحب! آپ اس کو سڑک پار کروا دیں۔"

"ارے میری ماں یہ رکتی کب ہے پھر مارکیٹ میں آ جائے گی۔" مولوی صاحب بولے۔

"کل رات میں اس کے پیچھے کتے لگ گئے تھے۔ بھلا کرے کسی کا جس نے اسے بچا لیا اٹھا کر پتھر مارتی ہے کتوں کو۔" مولوی صاحب نے دردمندی سے میراں پر پھر ایک نظر ڈالی۔

☆......☆

"رات ہو رہی ہے میراں کو تم گھر میں رکھا کرو۔"

"میں کیا کروں۔ سبھی پاگل ہیں اس کا باپ بھی پاگل ہے، وہ دیکھو رات ہو گئی درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے سب کہتے ہیں کہ ایسے ہی چلنے دو داخل مت کرو گھوم پھر کر گھر آ جاتی ہے۔" اس کی ماں بولی۔

"لیکن دیکھو تم تو پاگل نہیں ہو وہ تو مرد ہے یہ تو بیٹی ہے۔ ادھر ادھر بھاگتی پھرتی ہے باندھ کر رکھ اس کو رسی سے۔" زینب اماں بولیں تو میراں کی ماں بولیں۔

"سارا دن گندگی کرتی ہے گھر میں کون صفائی کرے گا۔"

"اے بہن تو کیا تم جوان بیٹی کو سڑکوں پر گھومنے کو چھوڑ دو گی، بہن تمہاری مرضی ہے میں نے تو تمہارے بھلے کو کہا تھا۔" اور میراں اندر چلتی چلی گئی۔

☆......☆

"ارے ارے دیکھنا میراں چلتی جا رہی ہے اور ٹرین آ رہی ہے۔ رکو رکو میراں مر جائے گی۔" مولوی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ میراں کو گھسیٹ لیا تھا میراں بچ تو گئی تھی مگر سارے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ میراں بے سدھ کھڑی ہوئی تھی کسی نے کیلا دے دیا تھا وہ کھائے جا رہی تھی۔

"چل میراں میرے ساتھ۔" مولوی صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا تو وہ ان کے پیچھے پیچھے چل دی تھی۔

"بیٹھ یہاں اٹھنا نہیں۔ واپسی پر تجھے جلیبی لے کر دوں گا میں نماز پڑھ کر ابھی آیا۔" وہ نماز پڑھنے اندر چلے گئے اور اسے مسجد کے باہر چبوترے پر بٹھا گئے۔ میراں پاؤں پسارے لہنگا پھیلائے مسجد کی چوکھٹ سے لگی بیٹھی تھی ہر نمازی اس کو کچھ نہ کچھ پیسے دے رہا تھا۔ میراں جلدی جلدی گھبرا کر ان کو اٹھا لیتی اتنا تو اسے ہوش تھا کہ یہ پیسے ہیں۔ جب مولوی صاحب باہر نکل آئے تو میراں ان کو پیسے دکھا رہی تھی اور انگلی سے بتا رہی تھی کہ اس نے دیئے۔

"ہائے میراں! اتنے پیسے تو تو بڑی مالدار ہو گئی۔" مولوی صاحب بہت پیار سے بولے۔

"چل آ تجھے بہت ساری چیزیں دلا دیتا ہوں بول کیا کھائے گی۔" میراں جس چیز پر بھی ہاتھ رکھتی مولوی صاحب وہ خریدتے چلے جاتے۔

"مجھے دے میں رکھ دیتا ہوں یہ سب کھا اور اماں کو بھی دینا۔"

"اماں کو بھی دینا اور کل پھر آنا۔" اور وہ اثبات میں سر ہلاتی گھر کی جانب چلتی بنی۔

☆......☆

"میں بھی کھیلوں گی میں بھی کھیلوں گی۔" بچوں کو پہل دوج کھیلتے ہوئے دیکھ کر میراں بولی۔

"لے پگلی میراں بھی آ گئی۔" ایک بچے نے کہا۔

میراں بچوں کے ساتھ پہل دوج کھیلنے لگی۔

"دے دو یار میراں کو چانس ورنہ دادی کہتی ہیں کہ یہ بہت پہنچی ہوئی ہے جس کو میراں ہاتھ سے تھپڑ مار دے اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ پچھلے برس میراں نے بڑی چاچی کو تھپڑ مارا تھا وہ حج پر چلی گئیں۔"

سارے بچوں کے ساتھ مل کر میراں تالیاں بجا کر پہل دوج کھیل رہی تھی۔

"میراں! تم جھوٹ بولتی ہو میں تمہارے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔" بچے چیخ رہے تھے۔ ایک ایک کر سب بچے چلے گئے لیکن میراں اکیلی کھیلے چلے جا رہی تھی۔

☆......☆

"میراں! بہت تیز دھوپ ہے۔" راہ گیر بولا تو میراں نے ہاتھ سے پسینہ پونچھا اور چل دی۔ گولے گنڈے کی گھنٹی بجی تو میراں بھاگتی ہوئی اس کے پاس پہنچی۔ تو وہ بولا۔ "دور ہٹ، دور ہٹ تیرے پاس سے بدبو آتی ہے میں خود دیتا ہوں۔" گولے گنڈے والے نے بڑا سا گلاس اس کی جانب بڑھا دیا تھا۔ میراں وہیں کھڑے کھڑے کھانے لگی۔

"ارے بھائی میں تو چلا ورنہ یہ کھا کر اور مانگے گی۔" ٹھیلے والا آگے چلا گیا۔ کسی بچے نے میراں کے کپڑے کھینچے تو وہ پلٹ کر چیخی۔ "اماں!" تو بچے بھاگ گئے تھے لیکن میراں ان کو پتھر اٹھا اٹھا کر مارے جا رہی تھی۔ دور کھڑے کتے بھونکنے لگے میراں کو دیکھ کر۔ میراں اٹھا اٹھا کر پتھر پھینکنے لگی۔

"ارے بہت دیر ہو گئی ابھی تک میری میراں نہیں آئی۔" اس کی ماں دروازہ کھولے پڑوسیوں سے پوچھ رہی تھی۔

"بیٹا! بات سن۔" انہوں نے پڑوس کے کسی لڑکے کو بلایا۔

"جا کے دیکھ میراں ابھی تک گھر نہیں آئی کہیں ملے تو پکڑ کر گھر لے آ۔"

"خالہ! آپ روز یہی کہتی ہیں آپ دروازے کو تالا ڈال کر رکھیں۔"

"ارے بیٹا! نہیں مانتی، تالا ڈال دوں تو پیٹتی رہتی ہے۔" تبھی میراں سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی۔

"ارے آ گئی میری میراں۔" ماں نے جلدی سے میراں کو تھام لیا اور اندر لے آئی۔

☆......☆

"دیکھو دیکھو میراں آ رہی ہے۔ بچاؤ بچاؤ۔" بچے گراؤنڈ میں چیخے تھے۔

"یار بال اٹھا کر دور پھینک دے گی اور پھر ہنسے گی بیٹھ کر۔" میراں بھاگ کر آئی اور بال اٹھا کر بھاگنے لگی اور بچے پیچھے پیچھے بھاگنے لگے۔

"دے دے میراں۔"

میراں نے بال اٹھا کر دور پھینک دی۔ بچے اسے پکڑ کر نوچ رہے تھے۔ وہ بھی ہنس ہنس کر بچوں سے لڑ رہی تھی۔

"پاگل کہیں کی، چل یہاں سے دفع ہو جا گندی میراں۔"

میراں پتھر اٹھا کر دوڑی تھی۔ میراں آگے آگے اور بچے پیچھے پیچھے دوڑ رہے تھے۔

"دیکھ کر چلا کر، پاگل کہیں کی شرم نہیں آتی تجھے گلیوں اور سڑکوں پر ننگے سر دوڑ رہی ہے چل گھر بے شرم کہیں کی۔" سائیکل والے سے میراں ٹکرائی گرنے پر خود ہی زور زور سے ہنس رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میراں! سردی ہو رہی ہے بیٹا اندر آجا تجھے چائے دوں۔" زینب اماں بولیں تبھی میراں ان کے گھر کی جانب بڑھ گئی۔

"میراں چائے پیئے گی؟" تو جواباً میراں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ارے جلدی میراں کے لیے چائے لا۔ میراں جس پر مہربان اللہ اس پر مہربان سب یہی کہتے ہیں میراں جس گھر چلی جائے اللہ اس گھر میں برکت ڈال دیتا ہے۔ میراں دعا کر میرے بیٹے کو نوکری مل جائے۔" میراں طشتری میں چائے پیتی ہوئی ہنسی تو ساری چائے اس کے کپڑوں پر گر گئی۔ زینب اماں جلدی جلدی اس کی شرٹ پونچھنے لگیں۔

"کیا کرتی ہے سردی ہے۔"

"لے میراں! سوئیٹر پہن لے۔" زینب اماں کی بہو سوئیٹر لے کر آئی تھی۔ میراں نے سوئیٹر پہن کر زینب اماں کو دیکھا تھا اور خوشی سے گانا گانے لگی۔

چھن چھن ناچوں گی
گن گن گاؤں گی
سیاں مورے آئیں گے
ان کو مناؤں گی

میراں گانا گاتی ہوئی گھر سے باہر چلی گئی۔ میراں جب ریل کی پٹری کراس کر رہی تھی تو کسی نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ٹھہر میراں ٹھہر ابھی گاڑی آنے والی ہے۔" مولوی صاحب نے بڑے دردمندانہ انداز میں میراں کا بازو تھام لیا تھا۔ ٹرین گزر رہی تھی اور میراں سب کو ہاتھ ہلا ہلا کر بائے بائے کر رہی تھی۔ رات کے اندھیرے میں میراں گھر پہنچی تو اماں نے دروازہ کھول تو دیا مگر میراں کو لکڑی سے دو چار اسٹک بھی مار دیں۔

"اماں، اماں......" کہہ کر میراں رو رہی تھی۔

☆......☆

سردی آج کچھ زیادہ تھی۔ باہر دور دور تک سناٹا تھا۔ ہوائیں سائیں سائیں چل رہی تھیں کہ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا پھر کسی کے رونے کی آواز آئی۔ پھر صبح اٹھ کر اہل محلہ نکل کر کہہ رہے تھے۔

"رات میں بلا نکلتی ہے پہلے سائیں سائیں کی آوازیں آتی ہیں پھر کسی کے رونے کی آواز آتی ہے۔" پورے محلے میں افواہ پھیل گئی تھی کہ رات کوئی بلا گلیوں میں گھومتی ہے۔ پھر رات گئے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ ریٹائرڈ پولیس آفیسر نے اپنی رائفل کو لوڈ کیا اور بولے۔

"چلو آج میں اس بلا کو نکل کر دیکھتا ہوں۔" ان کے بچے لحافوں میں چھپ گئے۔ پگلی میراں سردی سے کھڑی کانپ رہی تھی جونہی پولیس آفیسر نے دروازہ کھولا۔ "میراں تم ہو......اور سب لوگ ڈر رہے ہیں کہ بلا محلے میں گھوم رہی ہے۔" میراں سردی سے کانپتی ہوئی روتی ہوئی پھر چل دی۔

"ارے کوئی نہیں ہے بشیر تو گن لے کر باہر نکلے تھے کوئی بلا نہیں وہاں میراں کھڑی رو رہی تھی اسے سردی لگ رہی تھی۔" زینب اماں بول رہی تھیں۔ محلے میں چہ میگوئیاں تھیں بات مولوی صاحب تک بھی پہنچی۔

"ارے زینب اماں! مجھے تو معلوم تھا کہ میراں سڑکوں پر روتی پھرتی ہے۔ کیا کریں ایاز کا گھر بند ہے وہ گاؤں چلا گیا ہے ورنہ رات وہیں پڑ کر سو جاتی تھی۔" ماں اسے پکڑ کر بٹھاتی نہیں اسے عقل آتی نہیں تیرے میرے دروازے بجاتی رہتی ہے اس مسئلے کا حل تو اس کے گھر والے نکالیں کہ لوگوں کو یہ پریشان کرتی پھرتی ہے۔"

"کیا کروں مولوی صاحب! کتنی بار اس کی ماں سے بات کی ہے جوان لڑکی ہے راتوں کو سڑکوں پر گھوم رہی ہے۔" زینب اماں بولیں۔

"ہاں اماں جی زمانہ بہت خراب ہے۔" یہ کہہ کر مولوی صاحب سر جھکا کر چلے گئے تھے۔

☆......☆

آج بھی میراں بچوں کے ساتھ کنچے کھیل رہی تھی۔

"میراں تو بے ایمانی کرتی ہے ہم نہیں کھیل رہے۔" محلے کے بچوں نے اپنے کنچے سمیٹ لیے تھے۔ بچوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے میراں تھک کر بیٹھ گئی تو مولوی صاحب کی نظر میراں پر پڑی۔

"سارے زمانے میں تجھے ڈھونڈ لیا اور تو یہاں بیٹھی ہے چل اٹھ تجھے سموسے اور جلیبی کھلاؤں گا۔ چل مسجد کے پاس جا کر بیٹھ جا۔" میراں مولوی صاحب کے ساتھ چلتی ہوئی مسجد آگئی تھی۔

"چپ بیٹھ جا یہاں چپ کر کے۔" ہر گزرنے والا نمازی میراں کو پیسے دیے رہا تھا اور میراں ہنس ہنس کر سب سے سمیٹے جا رہی تھی۔

"او میراں! آج تو تم نے بہت سارے پیسے جمع کر لیے چل آجا تجھے سموسے اور جلیبی دلاؤں گا۔" میراں خوشی سے اٹھ گئی اور مولوی صاحب نے سارے پیسے جیب میں ڈال لیے۔ ہر جمعے کو مولوی صاحب مسجد کے باہر میراں کو لا کر بٹھا دیتے تھے۔

"لے پکڑ سموسے اور جلیبی اور گھر جا۔" میراں کھاتی ہوئی اپنے گھر پہنچ جاتی تھی۔

"لے میراں آگئی۔ سموسے اور جلیبی لائی ہے۔" اور میراں ہنس ہنس کر ماں کے ساتھ کھا رہی ہوتی ایسے جیسے وہ کما کر لائی ہو۔

☆......☆

"او میراں رات ہوگئی گھر چلی جا ورنہ یہ مسافر خانہ کھلا پڑا ہے وہاں جا کر سو جا مت تنگ کر محلے والوں کو۔" مولوی صاحب مسجد سے نکل کر بولے تبھی زینب اماں نے دروازہ کھول کر کہا۔

"ارے مولوی صاحب! آپ نے یہ اچھا کیا کھول دیں مسافر خانے کا دروازہ۔ ایاز گاؤں گیا ہوا ہے دو دن بعد آجائے گا۔"

"کیا کروں اماں! سردی ہو رہی ہے پھر یہ سارے محلے والوں کو تنگ کرے گی۔"

"اچھا کیا مولوی صاحب! یہ لیں کمبل ڈال دیں اس پر پگلی ہے بالکل اس کو تو میں گھر میں رکھ لوں لیکن یہ سوتی کب ہے دروازہ کھول کر چل دیتی ہے۔ تالا لگا دو تو دروازہ بجاتی ہے گندا کرتی ہے گھر۔" اماں زینب بولیں۔

"ہاں اماں! بے چاری کا نصیب۔" رات میراں مسجد کے مسافر خانے میں روز سونے آنے لگی۔ ایاز گاؤں سے نہیں آیا تھا۔

☆......☆

"دیکھو! جس گھر میں میراں جاتی ہے اس گھر کے نصیب جاگ جاتے ہیں آج ایسا کرو میراں کو پکڑ و اس کو نہلاؤ۔" اماں زینب اپنی بہو سے بولیں۔

"دیکھو تمہارے شوہر کو نوکری مل گئی ناں اولاد بھی مل جائے گی۔ میراں کی خدمت کر۔" میراں لان میں بیٹھی ہوئی روٹی کھا رہی تھی۔

"ڈرو مت اٹھا پائپ ڈال اس پر پانی یہ پانی سے نہیں ڈرتی اور خوش ہوتی ہے۔ پھر اس کو یہ کپڑے پہنا دینا میں نے اس کے لیے بنا کر رکھے ہیں۔ کھانا کھا چکی ناں میراں چل آکر بیٹھ کرسی پر۔" اماں زینب کی بہو نے پائپ سے پانی ڈالا تو وہ ہنسے جا رہی تھی۔

چھن چھن ناچوں گی
گن گن گاؤں گی

میراں خوش ہو کر گا رہی تھی اور زینب اماں بھی مسکرا کر دیکھ رہی تھیں۔

"آجا میراں آجا۔" زینب اماں تولیے سے اس کے بال پونچھ رہی تھیں۔ اماں زینب کی بہو نے اس کے کپڑے تبدیل کروائے تھے۔

"دیکھو کتنی اچھی لگ رہی ہے میراں۔" میراں نئے کپڑے پہن کر ہنس رہی تھی۔

"ہاں اماں کتنی اچھی لگ رہی ہے۔" تو میراں نے انگلی اٹھا کر اماں زینب کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اس نے کیا ہے۔

"دیکھا کتنی عقل مند ہے میراں یعنی بتا رہی ہے کہ میں نے سب کچھ کروایا ہے میراں کا، سردی لگ رہی ہے لے سوئیٹر پہن۔" زینب اماں نے جب اسے سوئیٹر پہنایا تو وہیں دھک سے رہ گئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
Rida-Digest-June-2016

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"ہائے دلہن! مجھے تو لگتا ہے کہ میراں......او خدایا۔" زینب اماں کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہائے آئے خدا غرق کرے جس نے اس پگلی کے ساتھ ایسا کیا۔" زینب اماں حیران سی بیٹھی تھیں۔

"جا دلہن! پڑوس سے جو دائی اماں ہے اسے بلا کر لا۔" تبھی وہ جلدی سے پڑوس کی دائی کو بلا کر لے آئی۔

"ارے اماں زینب! اس کا تو چوتھا مہینہ چل رہا ہے۔" دائی بھی حیران تھی۔

"ارے اس کی ماں کو اطلاع کرو۔ باندھ کر رکھے اب کیا ہوگا۔" دائی بولی۔

"ہاں تبھی اتنے دنوں سے ایاز غائب ہے۔" وہ سر ہلا کر بولیں۔

"چل میں تجھے تیری ماں کے حوالے کر کے آتی ہوں۔" زینب اماں نے اپنی چادر اٹھائی۔

"ارے میں تو کہتی تھی کہ دنیا میں شیطان گھوم رہے ہیں۔ جوان لڑکی ہے دیکھو کیا انجام ہوا اس کا۔" اماں زینب، میراں کو دھکے دیتے ہوئے اس کی ماں سے بولیں۔

"کیا ہوا؟" اس کی ماں بھی چکرا گئی تھی۔

"لے جا زینب آپا اسے یہاں سے اس کا بھائی تو اس کے ٹکڑے کر کے پھینک دے گا ہم تو کسی کو منہ دکھانے لائق نہیں رہیں گے۔"

"کہتی تو تھی میں تجھے کہ اس کو ایدھی والوں کے ہاں ڈال دے۔ راتوں کو گھومتی پھرتی ہے لیکن تم تو اس کی محبت میں پاگل تھیں کہ پاگل ہے تو کیا ہوا میری آنکھوں کے سامنے تو ہے۔ آج میں نے اسے نہلایا تو مجھے کچھ الگ سا محسوس ہوا۔ دائی کو بلایا تو اس نے میرے شک کی تصدیق کر دی۔" میراں انگلی اٹھا اٹھا کر اشارہ کر رہی تھی کہ اماں زینب نے مجھے نہلایا ہے۔

"ابھی بھی وقت ہے اس کو گھر میں بند کر لے اور کر اس کا حساب کتاب اور ایاز آجائے گاؤں سے اس کو تو میں دیکھ لوں گی۔" زینب اماں چادر اٹھا کر گھر سے باہر نکلیں تو میراں بھی پیچھے پیچھے باہر نکلی۔

"ہٹ میری ماں، اب دنیا تیرا تماشا دیکھے گی۔" میراں کی ماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کنڈی لگا دی۔ میراں نے چیزیں اٹھا اٹھا کر دروازے پر مارنی شروع کر دیں جو چیز اسے مل رہی تھی اس سے وہ تالا توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اب یہ دروازہ نہیں کھلے گا میراں تو جو بھی کر لے۔" لیکن میراں دروازہ پیٹے جا رہی تھی۔

"چلو آج تو میں میراں کو قید کروا آئی اب تو اس کی ماں اسے نکلنے ہی نہیں دے گی۔" زینب اماں اپنی بہو سے بولیں۔

"ہمارے اردگرد کتنے شیطان بستے ہیں اس کا آج اندازہ ہوا جو میراں جیسے لوگوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔"

☆......☆

"اب سمجھ آئی ہے دو دن سے میراں نظر نہیں آئی شکر اللہ کا۔" زینب اماں اپنی بہو سے بولیں۔ تبھی دروازے پر دھڑ دھڑ کی آواز آئی اور مولوی صاحب میراں کو لے کر آئے تھے۔

"اماں زینب! اس کو دیکھیں اس کا کیا حال ہوا ہے۔" میراں کو چھوڑ کر وہ چلے گئے۔

"لے وہ تو آ بھی گئی۔" زینب اماں نے جونہی دروازہ کھولا میراں سامنے کھڑی تھی۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

"ارے یہ کیا میراں! اندر آ اندر آ......!" انہوں نے اسے جلدی سے اندر بلا لیا۔

"یہ کیسے ہوا میراں۔" زینب اماں گیلی روئی سے اس کا ماتھا پونچھ رہی تھیں جگہ جگہ ماتھے پر گومڑ پڑے ہوئے تھے۔

"کس نے کی تیری یہ حالت بتا مجھے۔" تو میراں نے باہر کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔

"چل کون ہے بتا مجھے جس نے تیرا یہ حال کیا ہے۔" تو وہ اپنے گھر کی طرف اشارہ کرتی بولی تو اماں زینب میراں کو لیے چل دی۔ دروازے پر تالا پڑا تھا اور میراں دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہی تھی کہ اس دروازے کے اندر والوں نے اس کا یہ حال کیا ہے۔

"ارے زینب اماں! یہ دو دن تک تو گھر میں قید رہی اس کی ماں نے تو دروازہ بند کر لیا تھا اس نے ٹکرا ٹکرا کر خود کو زخمی کیا ہے تنگ آ کر وہ لوگ گھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور یہ صبح سے دروازے سے سر ٹکرا رہی ہے کہ دروازہ کھولو، جاتے جاتے کہہ کر گئے ہیں کہ زینب اماں آئیں تو ان سے کہنا کہ اس کو کہیں ٹھکانے لگا دیں۔ ہم گھر کیا، شرم سے یہ شہر تک چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

میراں پھر دروازے سے سر ٹکرانے لگی۔

"چل میراں چل وہ لوگ تجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اے بہن مالک مکان سے کہنا کہ دروازہ کھول دیں۔ خالی گھر دیکھ کر اسے خود ہی تسلی ہو جائے گی۔"

"ہم نے بھی یہی کہا تھا وہ کہتے ہیں یہ گھر گندہ کرے گی۔ بس آپ اسے کسی لاوارث ادارے میں ڈال دیں۔"

"نہیں بہن میں یہ نہیں کر سکتی اس کی ماں کہتی تھی یہ مچھلی ہے پانی کے بنا مر جائے گی۔ یہ اس محلے اور گھر کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چل میراں۔" اماں زینب نے ہاتھ پکڑا لیکن میراں نے سر ہلا کر انکار کر دیا۔

میراں کبھی اس دروازے جا کر بیٹھتی کبھی اس دروازے، اکثر و بیشتر وہ اپنے گھر جا کر وہ دروازہ ضرور کھٹکھٹاتی تھی۔ دروازہ نہ کھلنے پر وہ کسی اور دروازے پر دستک دیتی۔ رات ہوتی کتے اس پر بھونکنے لگتے وہ پتھر اٹھا کر پھینکتی اور روتی ہوئی آگے بڑھ جاتی یا پھر چلتی ہوئی وہ اسی مسجد کے دروازے پر آ کر سو جاتی۔ مولوی مجید آ کر سوتی ہوئی میراں پر چادر ڈال دیتا۔ بال بکھیرے، ننگے پاؤں، اونچے لہنگے پر میلا سا کرتا پہنے چاند چڑھا تو سب کو میراں نظر آنے لگی۔ مولوی صاحب کی نظر پڑتی تو "استغفر اللہ استغفر اللہ" کہتے۔ اماں زینب اسے اندر بلا لیتیں لیکن میراں پھر نکل کر بھاگ جاتی۔

نہ جانے کس نے پولیس کو اطلاع کر دی تھی۔ مولوی صاحب کہہ رہے تھے۔

"صاحب ایک ایک غنڈے کو پکڑ کر لے جائیں اور سنسار کر دیں۔"

"ہاں میں چھوڑوں گا نہیں کسی کو بھی۔" اماں زینب تبھی نکل کر باہر آ گئیں تھیں۔ پولیس آفیسر محلے کے تمام لڑکوں کو وین میں بٹھا کر لے جا رہے تھے میراں سب کو دیکھ دیکھ کر ہنسے جا رہی تھی۔

"آپ فکر نہ کریں اماں! جس نے بھی میراں کے ساتھ یہ کیا ہے میں اس کو چھوڑوں گا نہیں۔" دو چار محلے کے لڑکوں کو پولیس والے گھروں سے نکال کر لائے تھے۔

"تھانے جا کر سب بولو گے۔"

"استغفر اللہ استغفر اللہ۔" مولوی مجید پھر بولے۔

"صاحب چھوڑنا نہیں کسی کو بھی۔" میراں یہ سن کر ہنسنے لگی۔

"ایسے مجرم کو تو سنسار کرنا چاہیے۔ میراں تیرا حساب ہوگا یہ سب جیل میں ڈالے جائیں گے۔" مولوی صاحب بولے۔

تو میراں بال کھجاتے ہوئے ہنسنے لگی۔

اماں زینب میراں کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

"ایاز غائب تھا اور وہ رات بھر میراں کا خیال کرتا تھا اور میراں اس کے گھر جاتی تھی۔ آپ سب سے پہلے اس سے پوچھیں۔"

وہیں تھوڑے فاصلے پر ایاز سر جھکائے کھڑا تھا اور ایاز حیرانگی سے اماں زینب کی طرف دیکھنے لگا۔ "بول میراں بول ایاز تیرا مجرم ہے۔"

میراں نے نفی میں انگلی اٹھائی کہ ایاز نہیں۔

"یہ ہے مجرم۔" اس نے مولوی مجید کی طرف انگلی اٹھا دی۔

اماں زینب کے سر سے ڈھلکتی ہوئی چادر نیچے گر گئی۔

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

صدف سعد

افسانہ

یہ ہے میرا کمال

وہ پورا علاقہ لائف بوائے شیمپو استعمال کرتا تھا اور سب پرسکون رہ رہے تھے کہ ایک دن ایسا ہوا کہ انہی لوگوں میں سے خدیجہ اور سعدیہ نے اور بہت سے لوگوں نے اپنا شیمپو بدل لیا تھا وہ کسی نئی

پروڈکٹ سے بہت متاثر ہوئے تھے اشتہاری مہم میں دکھایا گیا تھا کہ یہ نیا شیمپو بالوں کو گھنا اور مضبوط کرتا ہے۔ خوشبو اور نرمی بالوں کو فراہم کرتا ہے، ہر نئی پروڈکٹ کو سعدیہ اور خدیجہ ویل کم کہتی تھیں۔ اس بار بھی ان سب نے مل کر اس مہنگے شیمپو کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اور نیناں اور زینب کو بہکانے کی کوشش کی لیکن نیناں بڑی چالاک تھی اس نے کہا۔

''میں نئی نئی چیزوں کو نہیں آزماتی۔ لائف بوائے میرا آزمایا ہوا ہے میری ماما خرید کر لائی تھیں اور جب سے میں نے لائف بوائے شیمپو استعمال کرنا شروع کیا تب سے میرے بال بہت اچھے ہو گئے ہیں۔ میں صرف معیار کو دیکھتی ہوں نئی نئی پروڈکٹ کو نہیں۔''

''دیکھ لو نیناں! یہ شیمپو نیا آیا ہے مارکیٹ میں اور بہت ہی شاندار ہے۔ اس کی خوشبو دیکھو اس کا کلر دیکھو۔'' خدیجہ بولی تو نیناں بھی بولی۔ ''اچھا اچھا اب تم اشتہاری مہم یہاں نہ چلاؤ بیٹھ کر۔''

''تم ہر بات کو نیگیٹو کیوں لیتی ہو۔'' خدیجہ گھور کر نیناں کو دیکھنے لگی۔ نیناں بڑی نازک اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

خوب صورت تھی بہت خوب صورت لگتے تھے اس کے اسٹائل میں کٹے ہوئے بال۔

''یہ دیکھو لائف بوائے شیمپو کا کمال۔'' نیناں نے اپنے بالوں کو لہراتے ہوئے کہا۔ اس طرح خدیجہ نے بہت سے لوگوں کو بہکا کر لائف بوائے شیمپو سے بہکا دیا اور نئے شیمپو کو متعارف کروایا۔ نیناں کی جلن میں۔ دراصل نیناں اور خدیجہ کی آپس میں چلتی رہتی تھی۔ نیناں، خدیجہ کو پسند نہیں کرتی تھی۔ ویسے بھی خدیجہ، نیناں کی کزن تھی۔

☆......☆

بڑے فخریہ انداز میں خدیجہ نے اپنے کزن ناہیل اور فدیل اور علی کو بھی بتایا۔ ''میں ایک نیا شیمپو استعمال کر رہی ہوں دیکھو میرے بال۔''

بال تو واقعی خدیجہ کے خوب صورت اور اچھے ہو گئے تھے۔

ناہیل، فدیل اور علی نے بھی وہ شیمپو استعمال کرنا شروع کر دیا۔

خدیجہ کے کسی دوست کی برتھ ڈے تھی۔ خدیجہ نے وہی شیمپو پیک کروا کر گفٹ کر دیا۔ علشبہ، شائلہ نے بھی وہی شیمپو استعمال کرنا شروع کر دیا سب بڑے خوش اور مطمئن تھے کہ بازار میں نیا شیمپو آیا ہے۔ خدیجہ کی منگنی ہونے والی تھی۔ خدیجہ خوش خوش گھوم رہی تھی۔ وہ پارلر تیار ہونے گئی تو اس نے بہت اعلیٰ قسم کا میک اپ کروایا۔ ہیئر ڈریسر نے خدیجہ کے بالوں کو پن اپ کرتے ہوئے کہا۔ ''خدیجہ تم نے کون سا شیمپو استعمال کرنا شروع کیا ہے؟''

خدیجہ نے بڑے فخریہ انداز میں بتایا۔ ''نیو ہربل شیمپو استعمال کر رہی ہوں، کیونکہ کیا ہوا؟''

''خدیجہ! تمہارے بال گچھے کے گچھے سفید ہو رہے ہیں۔''

''کیا کہہ رہی ہیں آپ غلط سلط باتیں، اتنے پیارے تو میرے بال ہیں۔'' وہ بالوں کو آگے کرتے ہوئے بولی۔

''چلیں آئینے میں آپ کو آپ کے بال دکھاتی ہوں۔'' اس نے شیشہ اٹھا کر خدیجہ کو بیک سائیڈ سے دکھایا۔

''یہ دیکھو خدیجہ!''

''یہ کیسے ممکن ہے۔'' خدیجہ چیخ پڑی اور گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

''نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''اب کیا ہو گا؟'' اس نے بیوٹیشن سے سوال کیا۔

''آپ فوری طور پر وہ شیمپو بند کر دیں اور کوئی برانڈڈ شیمپو مثلاً لائف بوائے شیمپو استعمال کریں۔'' بیوٹیشن نے مشورہ دیا۔

''کیا کہہ رہی ہیں آپ......!'' خدیجہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''ابھی اسی وقت میرا سر آپ لائف بوائے شیمپو سے دھلوا دیں۔''

''پریشان نہ ہو خدیجہ!''

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میری جان پر بن آئی ہے آپ ابھی اور اسی وقت اس شیمپو کو دھوئیں۔''

تیار ہو کر جیسے تیسے خدیجہ گھر پہنچی مگر بے حد اداس اور رنجیدہ تھی۔

''اگر کسی نے میرا سر دیکھ لیا تو وہ کیا سوچیں گے یہ میں نے کیا کر دیا۔''

نیناں سامنے آئی تو اسے بے حد غصہ آیا۔

''بہت خوب صورت لگ رہے ہیں تمہارے بال۔'' نیناں قریب آ کر بولی تو خدیجہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی اور سوچنے لگی۔

''اب تو نیناں! میرا خوب مذاق اڑائے گی۔ واقعی مجھے نئی نئی چیزوں کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہیے تھا اور اب اگر میں سب کو یہ بات بتاتی ہوں تو سب میرا مذاق اڑائیں گے اور ہو سکتا ہے یہ صرف مجھے پرابلم ہوئی ہو اور دوسروں کو نہ ہوئی ہو کچھ بھی ہو جائے میں کسی کو ہرگز نہیں بتاؤں گی۔'' اس نے دل میں سوچا۔

دوسرے دن علی سعد چپ چپ گھوم رہا تھا اور کالج بھی نہیں گیا تھا۔ خدیجہ نے پوچھا۔

''تم کالج نہیں گئے۔'' تو علی بولا۔

''ہاں بس کچھ سر میں درد ہے۔'' علی کی امی علی کے پاس آ کر بولیں۔

''کیا بات ہے علی! کیوں نہیں گئے کالج۔''

''بس امی تھوڑا سر میں درد ہو رہا تھا۔''

''چلو تم لیٹو میں تمہیں دوا دے دوں اور سر دبا دوں۔'' اگلے لمحے ہی علی کی امی چونک گئیں۔

''یہ کیا علی! تمہیں تو بال جھڑ ہو گیا ہے۔''

''ہاں امی! آج جب میں بال کٹوا رہا تھا تو حجام نے مجھے بتایا اس لیے میں ڈپریشن میں ہوں اور اسی لیے میں کالج نہیں گیا۔'' وہ اداسی سے بولا۔

☆......☆

خدیجہ فوراً اسکن اسپیشلسٹ کے پاس بھاگی۔

''دیکھیں یہ کیا ہو رہا ہے میرے بالوں میں، میری منگنی ہو چکی ہے چھ ماہ بعد میری شادی ہے میرے بالوں میں خارش ہے اور جڑیں وائٹ ہو گئی ہیں۔''

''اوہو......آپ کی جلد نے بالوں کو جگہ جگہ سے کمزور بھی کر دیا ہے۔ یہ کسی کیمیکل کی وجہ سے ایسے ہوئے ہیں۔'' ڈاکٹر بولا۔

''ڈاکٹر! میں نے اپنا فیملی شیمپو چینج کر کے نیو شیمپو استعمال کرنا شروع کیا تھا۔'' وہ شرمندہ لہجے میں بولی۔

''ایک تو آپ لوگ نئی نئی پروڈکٹ کے پیچھے کیوں بھاگتے ہیں۔ بہرحال دیکھتے ہیں اللہ بہتر کرے گا۔ فی الحال آپ یہ شیمپو اور لوشن استعمال کریں اور وہ نیو شیمپو بند کر دیں۔'' ڈاکٹر نے چند ہدایات لکھ کر پرچہ خدیجہ کے ہاتھ میں تھما دیا اب یہ بات وہ سب سے چھپا گئی کہ سب لوگ اسے ہی الزام دیں گے۔

ابھی چند دن ہوئے تھے کہ ڈرتے ڈرتے ناہیل نے اپنی امی سے کہا تھا۔

''امی! بہت تیزی سے میرے بال گر رہے ہیں اور سر میں خارش بھی ہونے لگی ہے۔'' اس کی امی یہ سن کر حیران ہوئیں۔

''امی! خدیجہ نے مجھے نیو شیمپو کے استعمال کا کہا تھا۔'' اس کا لہجہ سرد سرد اور دکھ میں ڈوبا ہوا تھا۔

''ہاں تو تم خدیجہ کی باتوں میں اتنی جلدی آ گئے پڑھے لکھے انسان ہو، خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ عام اوپن مارکیٹ میں بکنے والی چیزیں نقلی اور جعلی ہوتی ہیں۔ لائف بوائے شیمپو تو برانڈڈ ہے جسے تم اگنور نہیں کر سکتے۔'' انہوں نے سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

''جی امی جان! آئندہ خیال رکھوں گا۔''

''ارے ناہیل! تمہارے سر میں تو چھوٹے چھوٹے دانے بھی ہیں۔ تم فوری طور پر نیم کے پتے لے کر آؤ میں ابال کر اس کا پانی تمہیں دیتی ہوں اور تم فوری طور پر اسکن اسپیشلسٹ کو جا کر دکھاؤ۔ میرے بچے کتنے خوب صورت ہیں تمہارے بال، قدر کرو ان کی۔'' وہ اداس ہو گئیں۔ ناہیل بھی گم صم سا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

شام میں ناہیل اسکن اسپیشلسٹ کے پاس گیا تھا۔ ڈاکٹر یہ بات جانتا تھا کہ ناہیل اور خدیجہ آپس میں کزن ہیں۔ ناہیل یہ سن کر شاک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں رہ گیا کہ خدیجہ ایک مہینے سے بالوں کے مسائل کو فیس کر رہی ہے۔ گھر آ کر اس نے علی سے ڈسکس کیا۔

''ہاں یار سب کو خدیجہ نے مروا دیا۔ یہ دیکھو میرے سر میں تو روشن چاند ہو گیا ہے اللہ نہ کرے کہیں گنجا نہ ہو جاؤں۔ امی جان نے ٹی وی کے مارننگ شو میں سنا ہے کہ پیاز کا عرق نکال کر گنج پر لگاؤ تو بال آ جائیں گے۔''

''یار! میری بات مانو تو تم فوراً اسکن اسپیشلسٹ کے پاس جاؤ۔ بالوں کا معاملہ بڑا سیریس ہوتا ہے۔'' ناہیل نے مشورہ دیا تو علی بولا۔

''اللہ کرے خدیجہ تم گنجی ہو جاؤ تو مجھے مزا آ جائے گا۔'' علی کا دل بھی جل رہا تھا۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔'' ناہیل بھی بولا تو علی بھی بولا آمین ثم آمین۔

ناہیل اور علی بڑے غصے میں گھوم رہے تھے۔

''یہ دیکھو یہ نقلی شیمپو ہے ہم اس کی کمپلین کریں گے۔''

''کہاں؟ پولیس والوں سے؟'' ناہیل بولا۔

''جی نہیں پولیس والے تو رشوت لے کر اور انہیں فائدہ پہنچائیں گے۔ کسی چینل کو اپروچ کرتے ہیں۔'' علی بولا۔

☆......☆

''ارے ہاں یار! ایسا کر اقرار الحسن کو فون کرتے ہیں۔'' ناہیل بولا۔

''ہاں یار! سرِ عام کی ٹیم کا نمبر نکال پھر دیکھ کیسی چھینٹی لگائے گا اور میں تو لگوا کر رہوں گا۔'' وہ دونوں بہت غصے میں تھے۔

خدیجہ کمرے میں بیٹھی رو رہی تھی جب اسے سب حقیقت کا پتا چلا۔

''مجھے کیا معلوم تھا یہ سعدیہ کی بچی کہیں سے لے کر آئی تھی۔ میری دوست صبا خرید کر لائی تھی کالج میں تو میں نے سوچا میں بھی خرید لوں۔ اس پر لکھا تھا چند ماہ کے استعمال سے لمبے اور گھنے بال ہو جائیں گے۔'' خدیجہ روہانسی ہوئی تو علی بولا۔

''چند دن کے استعمال سے ہم گنجے اور بڈھے ہو جائیں گے یہ اشتہار ہونا چاہیے تھا۔'' علی اور ناہیل نے کسی طرح سے سرعام ٹیم کا نمبر نکال لیا۔ انہوں نے پروڈکٹ کے سیمپل سرعام کو دیے اور سرعام کی ٹیم نے پوری تحقیقات کیں۔ سرعام کی ٹیم نے نہ صرف مارکیٹس سے اس شیمپو کے نمونے لیے اور لیبارٹری میں ٹیسٹ کروائے تو اس میں مضر کیمیکل کی مقدار زیادہ تھی۔ سرعام کی ٹیم نے چھاپا مار کر ثابت کر دکھایا کہ وہ جعلی شیمپو بنانے والی فیکٹری ہے۔

☆......☆

''نیناں! تم بہت چالاک ہو۔'' خدیجہ بولی تو نیناں غصے سے بول پڑی۔

''واٹ ڈو یو مین! میں چالاک ہوں ظاہر ہے میں سستی اور غیر معیاری پروڈکٹ کے پیچھے نہیں بھاگتی میں تو صرف اور صرف اپنا لائف بوائے شیمپو استعمال کرتی ہوں۔'' نیناں نے اپنے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے خدیجہ کو جلایا۔

خدیجہ رخ پھیر گئی۔

''صرف اور صرف لائف بوائے شیمپو۔''

نیناں نے شیمپو اس کے آگے کر دیا تو وہ غصے سے پلٹ گئی جب کہ نیناں ہنس رہی تھی۔

''یہ ہے میرے لائف بوائے شیمپو کا کمال۔''

اس نے اپنے بالوں کو لہراتے ہوئے گول گول چکر لگایا اور ہنس پڑی۔

......☆......

فرح ناز محمد رفیق

افسانہ

اوور ڈوبنڈر

''سر! آپ کس طرح اس حقیقت کو جھٹلا سکتے ہیں کہ آپ کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر درحقیقت عالم اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ میری زندگی اس مسئلہ کے لیے صفحے کالے کرتے گزر گئی اور آپ......''

''ظہیر چغتائی صاحب! یہ ہی تو مسئلہ ہے آپ نے اپنی توانائی غلط جگہ خرچ کر دی۔ جس کا نہ کچھ حاصل نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

وصول۔'' کروفر سے اپنی کرسی پر بیٹھے ایڈیٹر نے جھکے کاندھے، جھریوں زدہ چہرے پر طنز کیا تھا۔

''اگر یہ ہی وقت اور قلم آپ کسی بامقصد جگہ لگاتے تو آج کہاں سے کہاں ہوتے مگر نہیں آپ کو تو خبط ہے اور ویسے بھی آپ کی عمر اب اس قابل کہاں آپ ایک کام کریں اب آرام کریں۔ اپنا حساب کرتے جائیں اکاؤنٹنٹ سے۔''

''مگر ایڈیٹر صاحب! میں آپ کے اخبار کے ساتھ 30 سال سے وابستہ ہوں۔ آج میرے کالم کی جگہ نہیں ہے آپ کے پاس؟''

''نظیر صاحب! آپ کے کالم کی بات نہیں بات یہ ہے کہ آپ جس مسئلہ پر لکھ رہے ہیں۔ وہ آؤٹ ڈیٹڈ ہے۔ ہمارا اخبار نمبر ون ہے اتنی چھوٹی اسٹوریز ہم کور نہیں کر سکتے۔ آپ سمجھ نہیں رہے ہیں۔''

''میں سب سمجھ رہا ہوں ایڈیٹر صاحب آپ کے آؤٹ ڈیٹڈ فلسفے کے بعد تو ان عظیم لوگوں کا نام بھی آپ کے منہ پر آنا ان کی توہین ہے شکریہ آپ کا۔'' نظیر چغتائی کی بات پر ایڈیٹر پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔

''آپ کی ان ہی باتوں کی وجہ سے آپ کی زندگی ان مشکلات میں مسٹر چغتائی دنیا کہاں چلی گئی۔ آپ آج تک اس چھوٹے سے خطے کو رو رہے ہیں۔ آپ جیسے لوگوں کی وجہ سے کشمیری بھی نہیں مانتے ورنہ کیا برا ہے یہاں رہیں یا وہاں کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''جی ایڈیٹر صاحب! فرق کچھ نہیں پڑتا آپ جیسے بے ضمیر لوگوں کو اور ان کی جدوجہد اگر زندہ ہے تو وہ بھی آپ جیسے ''میر جعفر صفت'' لوگوں کی وجہ سے یاد رکھی جائے گا۔ ایک دن آپ کا احتساب وہ لوگ ضرور کریں گے اور بہت جلد دنیا دیکھے گی خدا حافظ۔ نظیر چغتائی اپنے کاغذات سنبھالتے دفتر سے نکل گئے تھے۔

☆......☆

''بابا! آپ اپنی میڈیسن آج بھی نہیں لائے بی پی ہائی ہو جائے گا۔'' انہوں نے سر اٹھا کر جواں سال بیٹی کو دیکھا تھا۔

''میں بھول گیا تھا بیٹا کل لے آؤں گا پرامس۔''

''جی نہیں آپ بھولے نہیں ہیں پیسے نہیں ہیں آپ کے پاس میرے پاس ہیں جائیں ابھی لے کر آئیں۔'' اس نے چند نوٹ انہیں تھمائے تھے۔

''بہت ضدی ہو تم! جا رہا ہوں مگر تم یہ پیسے رکھو تمہاری دن رات کی محنت کے ہیں۔ گھر میں کام آئیں گے میں کرلوں گا ایک دو دن میں کالم چھپ جائے گا تو آ جائیں گا سب کچھ چلو شاباش۔'' بیٹی کا سر تھپک کر نظیر چغتائی بستر پر دراز ہو گئے تھے۔ جانتے تھے ٹیوشنز پڑھا کر وہ پرائیویٹ ایم اے کر رہی تھی اور وہ قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ اس کی تعلیم کا حرج ہو۔

☆......☆

آج ایک وزیر کی جھوٹی تعریفوں پر ایک کالم لکھ کر نظیر چغتائی کے پاس اتنے پیسے تھے کہ دوا لی جا سکے مگر ان کا ضمیر مطمئن نہیں تھا۔ ان ہی سوچوں میں گھرے وہ اسٹور پر آئے تھے۔

''نظیر صاحب! بڑے دن بعد آئے یہ لیجیے آپ کا بل۔'' بل کی رقم ہمیشہ سے دگنی تھی۔

''یہ اتنا بل کیسے ہوا۔''

''اصل میں اس میڈیسن کی قیمت بڑھ گئی ہے کیا کریں ٹیکس بھی تو اتنے ہیں۔'' دوکان دار نے توجیہہ پیش کی تھی۔

''ہاں صاحب اس ملک میں تھوک کے حساب سے مہنگی تعلیم اور علاج ہے۔'' نظیر چغتائی کندھے جھکائے سڑک پر چل پڑے تھے۔ آج پھر وہ ایک گھنٹے سے ایڈیٹر کے آفس میں تھے۔

''نظیر صاحب آپ کو سمجھ کیوں نہیں آئی دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے آپ لوگ اب تک حد ہے۔'' ویسے ایڈیٹر صاحب کے پاس شاید اس سے زیادہ سخت الفاظ نہیں تھے۔

''یہ ہی تو رونا ہے انسان کو چاند پر جانے کی جلدی تھی وہاں پانی اور زندگی کے آثار دریافت کر رہا ہے جب کہ اپنی زمین لہو، ہو رہی ہے خیر بہت شکریہ آپ نے میری خدمات کا صلہ دے دیا چلتا ہوں۔''

''نظیر صاحب آپ صرف اس کشمیر کے مسئلے کو لے کر بیٹھ گئے ہیں کچھ اور ایشوز بھی ہیں مانا کہ یہ ایشو اہم مگر ایسا نہیں جس کو لوگ پڑھنا چاہیں۔ اب لوگوں کا انٹرسٹ بدل گیا ہے۔''

''بجا فرمایا ایڈیٹر صاحب! اب لوگ کشمیر نہیں پاک انڈیا سیریز میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ خواہ اس کے لیے ہمیں گھٹنوں کے بل بیٹھنا پڑے اجازت دیجیے خدا حافظ۔'' وہ چلے گئے تھے ایڈیٹر نے اپنا سر تھام لیا تھا۔ سڑک پر چلتے انہیں ٹھوکر لگی تھی وہ گرے اور گر کر اٹھ نہ سکے۔ بی پی ہائی کے سبب شریان پھٹ گئی تھی۔ ان کے ہاتھ میں سیاہ کاغذ لال ہو چکے تھے۔ ایک اور جدوجہد کرنے والا باب بند ہوا تھا۔

☆......☆

ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ سحر چغتائی کو ان کی صحافی خدمات کے لیے صدارتی تمغے سے نوازا گیا تھا مگر ہال میں اس وقت سکوت کے ساتھ چہ مگوئیاں ہوئی تھیں۔ جب سحر چغتائی نے ایوارڈ لینے سے انکار کر دیا۔ ملکی و غیر ملکی میڈیا میں ہل چل سی تھی۔ ملک کے صدارتی محل کے باہر رپورٹرز نے اسے گھیر لیا تھا۔

''آخر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ کا کیریئر؟ کیا یہ میڈیا کوریج کا بہانا ہے؟ اعزاز صرف آپ کا نہیں آپ کے والد نظیر چغتائی کو بھی ملنا تھا۔ آپ نے ان کا اعزاز بھی لینے سے......''

''کوئی اعزاز نہیں ہے یہ اگر ہے بھی تو میرے مرحوم والد کے کسی کام کا نہیں۔ یہ اعزاز مجھے نہیں بھلا سکتا کہ وہ میڈیسن کے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے مر گئے یہ اعزاز ان کی قبر پر خرید کر پھول ڈالنے کے کام بھی نہیں آ سکتا۔ نہ یہ ایوارڈ ان کی جدوجہد کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے جو وہ اپنے ملک کی قوم کے لیے کر رہے تھے۔ ان کی زندگی کشمیر کے مسلمانوں کی خواتین کی چادر اور چار دیواری کی حفاظت کے متعلق مضامین لکھتے ہوئے گزری مگر مرتے دم ان کے پاس کفن کے پیسے نہیں تھے۔ یہ ایوارڈ ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے دیا گیا کیا ہی اچھا ہوتا اگر ان کی زندگی میں اس دھات کے برابر انہیں پیسے دیے جاتے مگر کسی اخبار میں ان کے کالم کو جگہ نہیں ملتی تھی اور کیوں ملتی اس پرانے فرسودہ ایشو پر لکھے گئے بلکہ ضائع کیے گئے الفاظ کو۔ اور وہ شخص بھی مرتے دم اپنا لہو کشمیر کے لفظ پر لگا کر گیا۔ میرے اور میرے والد کے لیے اس لہو زدہ کشمیر سے بڑا کوئی اعزاز نہیں۔ رہی میڈیا کوریج تو مجھ سے بہتر کون جانتا ہے۔ کیسے ان رہتا ہے۔ آج کل تو ویسے بھی شادیاں، طلاقیں، علم نجوم اور دوستی کے بھوت سروں پر سوار ہیں ایک شو کی اتنی ڈیمانڈ ہوتی ہے کہ بس کیا کریں۔ ہماری عوام خوشحال بھی تو بہت ہے بھی تو بے گانی شادیوں میں دیوانے ہوتے ہیں۔ کسی لیڈر کی سائیڈ لے کر دوسرے کی پگڑی اچھال کر تیسرے کو لڑوانا اتنا مشکل نہیں میرے لیے۔ میرے باپ کے پاس صرف کشمیر تھا میرے پاس پورا پاکستان ہے۔ بیچنے کو اتنا بک چکا ہے مگر اب بھی باقی ہے۔ سب کا فرض ہے کار خیر میں شرکت کریں۔ بچانے والا وہ اوپر بیٹھا ہے اور زمین پر جاگتی آنکھیں لیے خاردار تاروں کے ساتھ محافظ کھڑے ہیں۔ وہ کافی ہیں نہ کشمیر کو نہ پاکستان کو نہ بلکتی انسانیت کو کسی میڈیا کی ضرورت نہیں۔ آپ سب کی ضرورت صرف آپ کے محب وطن سیاست دانوں کو ہے یاد رکھیں آپ کچھ بھی کرلیں کشمیر پاکستان کا تھا، ہے اور رہے گا شکریہ۔'' سحر چغتائی میڈیا نمائندوں کو ہٹا کر اپنی لینڈ کروزر میں خاموشی سے اس شہر خاموشاں میں نظیر چغتائی سے مخاطب تھی۔

''مجھے معاف کر دیں بابا! تھوڑی سی بے ایمانی کرتی ہوں میں بھی ان بے ضمیروں میں شامل ہوں مگر پھر بھی کوشش کر رہی ہوں میری کتاب سے کشمیر کا باب بند نہ ہو۔'' خاموش آنسو بہاتی وہ نظیر چغتائی کی قبر پر لکھے کتبے کو پڑھ رہی تھی۔ جس پر واضح شعر لکھا تھا۔

''عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن
یہ اور بات دفنائیں گے مگر اعزاز کے ساتھ''

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

شازیہ مصطفیٰ عمران

سلسلے وار ناول

تیسری قسط

زندگی پھول محبت خوشبو

''میں یہاں سے ہی چلا جاؤں گا۔''
''یہاں سے جانے کی بات کی تو یاد رکھنا اپنی اور تمہاری جان ایک کردوں گی۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کے تیز لہجے

میں اسے دھمکی دی۔

''آخر آپ کو اس طرح ملتا کیا ہے؟''

''سکون......! کیونکہ جب تک تمہیں نہیں دیکھ لیتی مجھے بے چینی رہتی ہے آئی لو یو۔''

''واٹ......!'' وہ تو اچھل گیا۔

''پیار محبت تو سمجھتے ہی ہو اور تم جانتے ہی ہو میں کتنی ضدی اور جنونی ہوں۔''

''واٹ ربش......! کیا کیا آپ بولے جا رہی ہیں؟ آپ کی شکایت میں منیب انکل سے کروں گا۔'' اس کے تو پسینے چھوٹ گئے گھبراہٹ الگ ہوگئی۔ ماہا نڈر اور پراعتماد ضرور تھی مگر اس حد تک یہ سوچ کے اس میں ہلچل مچ گئی۔

''کردینا مجھے جانتے ہی ہو میں بابا سے کہوں گی تم بھی مجھے پسند کرتے ہو۔''

''آپ کو اللہ کا واسطہ کیوں میری عزت کی دشمن بن گئی ہیں۔'' اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

"میری بے بسی کا فائدہ نہیں اٹھائیے۔"

"میں کب کہہ رہی ہوں میں فائدہ اٹھا رہی ہوں۔" وہ آنکھوں میں خمار لیے اس کا گریبان اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے گویا ہوئی۔

شہزیل کو اس کی یہ خود ساختہ حرکت نہایت ہی ناگوار گزری اس نے اپنا گریبان جھٹکے سے چھڑایا۔

"آپ یہاں سے چلی جائیں۔" اس نے سخت اور درشت لہجے میں کہا۔

"میں یہاں سے ساری رات نہیں ٹلنے والی بس تمہارے ساتھ رہوں گی۔" وہ اس کے بیڈ پر پھیل کے لیٹ گئی۔ شہزیل نے بےزاری سے اسے دیکھا اور دانت پیسنے لگا۔

"میں ہی جا رہا ہوں۔"

ماہا سرعت سے اس کے آگے دروازے سے لگ کے کھڑی ہو گئی۔ بلیک کلر میکسی، سرخ وسفید شہابی رنگت میں وہ دمک رہی تھی۔

"میں تمہیں جانے ہی نہیں دوں گی۔"

"آخر آپ کی ان سب حرکتوں اور باتوں کا مطلب کیا ہے۔" وہ جھنجھلا گیا۔

پورا دن اس نے باہر ہی گزارہ تھا تھکن سے برا حال تھا دل کر رہا تھا آنکھیں بند کر کے لیٹ جائے۔

"یہی کہ آج میں تمہارے قریب رہنا چاہتی ہوں۔"

"لاحول ولا قوۃ، کیا بول رہی ہیں۔" وہ اس کی اس بات پر اچھل گیا۔

"اتنی سی تو بات ہے دیکھو میں خود کہہ رہی ہوں۔"

"ماہا! میں ایسا ویسا بالکل نہیں ہوں کیوں آپ میرے نفس کا امتحان لینے پر تلی ہیں۔" وہ غصے میں آ گیا۔

"ارے میں تو صرف تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں لگتا ہے تم نے دادی جان کی باتوں کو دل پر لے لیا ہے۔"

ماہا یہی بات تو اس سے کرنے آئی تھی اور پھر اسے یہ بھی فکر تھی وہ پورا دن کہاں تھا۔

"دادی جان نے ایسا بالکل بھی غلط نہیں کہا آپ یہاں سے نکلیے اور آئندہ یہاں آنے کی کوشش بھی نہیں کیجیے گا۔" اس نے ماہا کا بازو پکڑا اور دروازہ کھول کے باہر کیا اور بند کر لیا۔

ماہا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ شکر تھا کوئی تھا نہیں۔ وہ تو محض شہزیل کو تنگ کرنے کے لیے ایسا بول رہی تھی۔ جانتی تھی وہ کتنا کردار کا مضبوط ہے اور اسے جائز ناجائز کا بھی پتا ہے وہ اس گھر کے رہنے والوں کی پرواہ بھی کرتا تھا ماہا کو اس کا یہ انداز ہی اچھا لگا تھا جو نہ محسوس طریقے سے وہ شہزیل کو سوچنے لگی تھی وہ دل میں جگہ بناتا جا رہا تھا۔ وہ بھی حیران تھی کیسے وہ محبت کے چکر میں پڑ گئی لاابالی اور لاپرواہ سی تو تھی۔

☆......☆

فہر کو وہ فسوں خیز آنکھوں والی لڑکی بھولتی ہی نہیں تھی جس کی آنکھوں میں اسے ایسا لگ رہا تھا اداسی تھی۔ وہ کبھی صنف نازک سے ایسے متاثر نہیں ہوا مگر جانے کیوں وہ حواس باختہ ہرنی جیسی گھبراہٹ لیے چاروں طرف دیکھے جا رہی تھی۔ وہ جب بھی لیتا چھم سے وہ لڑکی اس کے دل ودماغ میں آ جاتی تھی۔

بڑے ماموں اس کا سامان لے آئے تھے مگر اسے یہ تعجب ہو رہا تھا ماموں جان ہی کیوں لائے ڈرائیور سے کیوں نہیں کہا۔

"بیٹا! دیکھ لو تمہارا پورا سامان ہے۔"

"ماموں جان! یہ دو سوٹ میں نے امی اور آپی کے لیے خریدے تھے۔ بیگ وہاں کہیں بدل گیا تھا۔" فہر کی خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے بات کو کور کرے مگر شکیل احمد نارمل انداز میں بیٹھے چائے کے سپ لے رہے تھے۔

"بھائی صاحب یہ سامان اس لڑکی کا ہے۔" زہرہ نے بیگ لا کے دیئے۔

"ڈرائیور آ جائے تو خود لے جائے گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" زہرہ ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

فہر کا دماغ تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ کسی طرح وہ پری پیکر پھر سے مل جائے اتنی بے چینی بے قراری وہ خود حیران تھا ایسا کیوں ہو رہا تھا۔

"ماموں جان! سامان آج ہی بھجوا دیں کہیں ان کا ضروری نہ ہو۔" فہر نے قدرے توقف کے بعد ان سے کہا۔

"ہاں کہتا ہوں۔"

فہر کا دماغ تو اس پر لگا تھا کس طرح ڈرائیور کا تعاقب کر کے اس لڑکی تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

"ہشت فہر! یہ کیا سوچ رہا ہے تو ایسا کب سے سوچنے لگا لڑکیوں کے پیچھے لگنے لگا۔" اس نے خود کو ہی لعن طعن کی۔ فہر کی یہ ہمت نہیں ہو رہی تھیں وہ لڑکیاں تھی کون۔

"لگتا ہے ماموں جان آپ کا ڈرائیور اپنے رشتے داروں کو گاڑی میں گھماتا پھراتا ہے۔" وہ کسی طرح بھی جاننا چاہ رہا تھا۔

"میں نے پابندی نہیں لگائی گاڑی وہ اپنی ضرورت کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے۔" انہوں نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

شکیل احمد کو جانے کیوں ایسا لگ رہا تھا فہر اور زہرہ اس کے چہرے پر لکھا سب جان رہے ہیں۔

"یہ بتاؤ تمہاری جاب کیسی چل رہی ہے؟"

"الحمدللہ، بہت اچھی۔" اس نے فخر سے بتایا۔

"زہرہ! تم بھی لڑکے کے ہاتھ پیلے کر دو۔"

"یہ لڑکا ٹک کے بیٹھے تو کروں۔" وہ جھٹ بولیں۔

"ماموں جان! مجھ سے بڑا تو ضیاء ہے اس کی ہونی چاہیے۔" فہر نے کہا۔

"ضیاء کو تو اس کی ماں قابو کرے گی کب تک پھرے گا ایسے۔" وہ ہنسے۔

"میرا بیٹا تو میرے قابو میں ہی نہیں۔" زہرہ نے دہائی دی۔

"امی کیسی بات کر رہی ہیں۔" فہر جھینپ گیا۔

"رحمان علی کہاں ہیں؟"

"انہیں کسی سے ملنا تھا، گئے ہوئے ہیں۔"

فہر کو امی کی بات اچھی نہیں لگی تھی وہ چپ ہو کے بیٹھ گیا۔ شکیل کچھ دیر اور بیٹھے اور چلے گئے تھے۔

"امی! آپ نے ایسی بات کیوں کی؟ میں قابو میں نہیں ہوں۔"

"ارے میں نے ایسے ہی کہہ دیا بیٹا۔" وہ اس کے ناراض ہونے پر مسکرانے لگی تھیں۔

"آخر آپ ماؤں کو بیٹوں کی شادی کا اتنا شوق کیوں ہوتا ہے جب کہ پتا ہے آنے والی آتے ہی آپ کا بیٹا ترا کے لے جاتی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"یہ بیٹوں پر منحصر ہے وہ کیسے رہیں کہ انہیں آنے والی توڑ سکیں۔"

"امی! رہنے دیں آپ ہی پھر شکوہ کرتی رہیں گی۔" اس نے بات کو اڑایا۔

"بیٹا جی! تم نے جتنا آزاد پھرنا ہے پھرو، لگام تو تمہیں ڈالنی ہی ہے۔"

فہر کی نگاہوں میں وہ لڑکی گھوم رہی تھی جس سے ملنا ناممکن ہی تھا۔

"ثناء کے بارے میں کیا سوچا؟"

"پلیز امی! آپ ثناء کا پیچھا چھوڑ دیں مجھے نہیں کرنی اس سے شادی۔" وہ چڑ گیا تھا۔

زہرہ ٹیبل سے لوازمات کے برتن سمیٹنے لگی تھیں۔

"گھر کی لڑکی تھی میں تو اس لیے کہہ رہی تھی۔"

فہر نے لب بھینچ لیے۔ شاپرز اور بیگ اٹھائے۔

"امی! یہ آپی کو بھجوا دیجیے گا ورنہ پھر بولیں گی تم جھوٹ بول رہے تھے حیدر آباد سے کچھ نہیں لائے۔"

"ہاں میں خود جاؤں گی مہاد کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بھی اٹھ گیا۔

"ہو سکتا ہے بھائی جان کا ڈرائیور آئے تم دھیان رکھنا میں اندر اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" وہ اسے ہدایت دیتی ہوئی چلی گئیں۔

فہر چونک گیا کسی طرح بھی وہ اس لڑکی تک پہنچنا چاہتا تھا مگر کیسے ممکن ہوگا ڈرائیور سے کیسے بولے گا۔

☆......☆

وہ حنین کی جاب کی دعائیں کر رہی تھی مگر لگتا تھا اوپر والے نے اس کے لیے کچھ اور ہی سوچ رکھا ہے اریکہ کو پورا یقین تھا حنین کو اچھی جاب ملے گی وہ اس کے لیے دعا گو تھی۔

"اریکہ آج مشین لگا کے کپڑے ہی دھو لو بیڈ شیٹ بہت جمع ہو گئی ہیں۔" امی نے اسے سوچوں میں غلطاں دیکھا۔

"جی اچھا۔" وہ سنبھل گئی بلیک لینن کے پرنٹڈ کپڑوں میں اس کی شہابی رنگت دمک رہی تھی۔

"امی! پانی کا مسئلہ ہو رہا ہے آنٹی سے پوچھنا پڑے گا مشین لگالوں یا نہیں کیونکہ پچھلے ایک ہفتے سے پانی کم آرہا ہے آپ جانتی تو ہیں پچھلے ہفتے لائٹ بھی نہیں تھی اور پانی بھی ختم ہو گیا تھا۔" اریکہ کو وہ سب یاد آنے لگا حنین سے اس کا جھگڑا بھی تو ہوا تھا۔

"نمرہ کو بھیج دو وہ پوچھ آئے گی۔" ناہید میلے کپڑے اسٹور سے نکال کے جمع کرنے لگی تھیں۔

نمرہ پڑی سو رہی تھی اتوار ہونے کی وجہ سے اس کے دیر تک سونے کے مزے ہوتے تھے۔

"امی نمرہ سو رہی ہے اور دس گھنٹے لگاتی ہے اٹھنے میں۔"

"تم ہی چلی جاؤ اچھا ہے جلدی مشین لگ جائے گی تو کھانا بھی جلدی پک جائے گا۔"

اریکہ دوپٹہ شانوں پر برابر کرتی آہستگی سے سیڑھیاں اتر کے آ گئی۔ گھر میں خاموشی سی لگ رہی تھی برآمدے میں بھی کوئی نہیں تھا اس وقت عموماً حنین ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے اخبار پڑھتا تھا۔

"آنٹی...... آنٹی۔" اس نے پکارا۔

"امی کی طبیعت خراب ہے۔" حسن کی آواز عقب سے ابھری وہ اچھل گئی۔

"کیا ہوا خیریت۔" اریکہ کو تشویش ہوئی۔

"بلڈ پریشر ہائی ہو گیا تھا رات بہت زیادہ طبیعت خراب ہو گئی تھی۔"

"اچھا تم بتا ہی دیتے۔" وہ امی کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

"بھائی نے کہا کہ ضرورت نہیں کیونکہ امی دوائی کھا کے سو گئی تھیں۔"

حنین کوریڈور میں مل گیا نظروں کا تصادم ہوا مگر جھٹ نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"مم...... میں...... آنٹی کی طبیعت پوچھنے آئی ہوں۔" وہ گھبرا بھی گئی۔

"امی اندر ہیں شاید سو رہی ہیں۔"

"میں ان سے مل لوں۔" اریکہ کو اسے دیکھتے ہی گھبراہٹ ہونے لگتی تھی وہ گھورتا جو غصیلے انداز میں تھا۔

"ہوں۔" وہ بس اتنا بولا تھا۔

"اریکہ تو حیران رہ گئی آج کوئی طنزیہ بات ہی نہیں کی وہ اندر آ گئی۔

حرا ان کا سر دبا رہی تھی۔ امی کی آنکھیں بند تھیں۔

"سو رہی ہیں آنٹی؟ اب کیسی طبیعت ہے۔" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"حرا! امی کو ناشتے کے بعد کی ٹیبلٹ دے دو۔" حنین کو یاد آیا تو وہ اندر آ کر بولنے آ گیا۔

وہ اریکہ کے بالکل قریب ہی کھڑا تھا۔ وہ دو قدم پیچھے ہو گئی۔ حنین کے کپڑوں سے مخصوص کلون کی مہک اس کے حواسوں پر چھانے لگی تھی۔

"بیٹا اور کتنی گولیاں کھلاؤ گے۔" امیہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ سوتی جاگتی کیفیت میں تھیں۔

"امی یہ ضروری ہے۔" حنین نے ٹیبلٹ نکال کے سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔

"اور ہاں روٹیاں میں بازار سے لے آؤں گا آپ کو کچن میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں بنا دوں گی روٹیاں وغیرہ۔" اریکہ نے جھٹ اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

"روٹیوں کے ساتھ سالن بھی بنتا ہے۔" اس نے اریکہ کے خوب صورت سراپے پر گہری نگاہ ڈالی تو وہ پزل ہو گئی۔

"سالن بھی بنا دوں گی۔"

"اریکہ باجی سالن ہے، رہنے دیں روٹیاں تو بھائی بازار سے لے ہی آئیں گے۔" حرا کو اچھا نہیں لگا تھا۔ اکثر جب بھی امی کی طبیعت خراب ہوتی تھی اریکہ آ کے کھانا وغیرہ بنا کے چلی جاتی تھی اور جواب میں حنین کی بھی سنتی تھی۔

"ارے کوئی بات نہیں۔" وہ بولی۔

"اریکہ بیٹا رہنے دو تمہیں اپنے بھی کام ہوتے ہیں۔" امیہ نے بھی کہا۔

"آنٹی کوئی کام نہیں ہوتے آپ آرام کریں میں سب کر لوں گی۔" وہ مسکرائی۔

حنین، امیہ کی دوائیاں چیک کر رہا تھا کون سی لانی ہیں۔

"سنو! اب آ ہی گئی ہو تو ناشتا بھی بنا دو ہم نے تو نہیں کیا امی کو میں نے کروا دیا تھا۔"

"جی اچھا۔" وہ اٹھ گئی۔

اریکہ تو جس کام سے آئی تھی وہ تو بھول ہی گئی تھی۔ اس نے حنین اور حسن کے لیے پراٹھے بنائے اور ناشتا ٹیبل پر لگا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"لڑکی بڑی پھرتیلی ہے کتنی جلدی سارا کام کر لیتی ہے۔" حنین پراٹھوں سے انصاف کرنے لگا۔

"ویسے اس کے ہاتھ میں ذائقہ بھی ہے ہر چیز مزیدار بھی بناتی ہے۔"

"تھینکس اریکہ باجی! مجھے بہت زوروں کی بھوک لگی تھی آپ نے پراٹھے بنا دیے۔" حسن ٹیبل پر پراٹھے دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"آپی...... آپی۔" اوپر سے نمرہ کی آواز آئی تو وہ چونک گئی اسے کافی دیر ہو گئی تھی آئے ہوئے۔

"آرہی ہوں۔" اس نے اوپر دیکھا۔ حنین نے دیکھا وہ کچھ گھبرائی ہوئی بھی تھی آنٹی سے تو پوچھنا مناسب نہیں تھا وہ بیمار تھیں۔ حنین سے پوچھنا اسے جوئے شیر لانے کے مترادف لگ رہا تھا

"وہ اگر پانی ہو تو ہم مشین لگالیں ہمارے کافی کپڑے جمع ہو گئے ہیں۔" ڈرتے جھجکتے اس نے پوچھا۔ حسن ناشتہ کر کے جا چکا تھا۔

"جی ہاں لگالو۔" اس نے کہا۔

"جی تھینکس۔" وہ تیزی سے پھر اوپر کی جانب سیڑھیاں چڑھ گئی کہ آگے سے وہ کچھ اور نہ بول دے کے یا منع نہ کر دے۔ حنین کے لب مسکرا دیے ڈری سہمی سی وہ آج ہو رہی تھی۔

"کبھی کسی کام کو منع نہیں کرتی ہیں ہر کام کر دیتی ہیں۔" حرا اس کی تعریفوں میں رطب اللسان رہتی تھی۔

"یہ اس کی مجبوری ہے کیونکہ ہمارے ہاں کرائے پر رہتی ہے۔" وہ بولا حرا نے اسے دیکھا جو بیسن پر ہاتھ دھو رہا تھا۔

☆......☆

"کیا بنا تمہاری جاب کا؟" امی نے پوچھا۔ رمعنہ روز ہی انٹرویو دینے جاتی رہتی تھی۔

"دعا کریں کہیں سے تو کال آجائے۔" وہ بہت افسردہ اور اداس ہو گئی۔

"تمہارے ابو کا آج چیک اپ بھی ہونا ہے۔"

"ہاں وہ تو بہت ضروری ہے۔" رمعنہ کی پوری کوشش تھی وہ جلد از جلد ٹھیک ہو جائیں بھائی کے گھر سے جانے کے بعد گھر کی ذمہ داری اس پر بھی پڑ گئی تھی۔

نوید احمد کو گزشتہ سال فالج کا اٹیک ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ کوئی بھی کام کرنے کے قابل نہیں رہے تھے وہ تو گورنمنٹ جاب تھی اس کی پنشن آتی تھی مگر پنشن کے پیسے بھی ناکافی ہی ہوتے تھے۔ اتنی مہنگائی کے دور میں نمرہ کے اسکول کی فیس اور اسجد اس کا بھی کالج شروع ہو گیا تھا اس کی بھی فیس کی ضرورت ہوتی تھی ایسے میں رمعنہ جاب ڈھونڈ رہی تھی پچھلی جاب اس کی فرم بند ہونے کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔

"مگر پیسے اتنے نہیں ہیں کہ ڈاکٹر کی فیس اور دوائی آسکے تمہیں پتا ہے فزیوتھراپی بھی ہوتی ہے۔" نگہت فکرمندی سے گویا ہوئی تھیں۔

"ایسا کرو اس دفعہ رہنے دو۔"

"امی آپ کیسی بات کر رہی ہیں میرے پاس ہیں کچھ پیسے ابو کا چیک اپ ہو ہی جائے گا۔" رمعنہ نے انہیں تسلی دی۔ نگہت کی آنکھوں میں آنسو آگئے انہیں اپنی بیٹی پر بہت ترس آتا تھا جس نے باپ کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہی گھر کی ذمے داریوں کو سمجھ لیا تھا۔

"آج شہزیل ہوتا تو یہ سب تمہیں نہیں کرنا پڑتا۔"

"بھائی کو بھی پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا جو گھر سے نکل گئے۔" رمعنہ کو یہ ہی دکھ اور افسوس تھا۔

"میرا بچہ ایسا نہیں تھا کبھی بھی اپنے باپ کی ڈانٹ کا اتنا برا تو نہیں مناتا تھا۔" وہ شہزیل کو یاد کرتی رہتی تھیں۔

"تمہارے ابو کو بھی یہ ہی دکھ و ملال ہے اس پر وہ نہ سختی کرتے اور نہ وہ نکل کے جاتا۔"

"امی! ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ بھائی کو کسی نے اغواء کر لیا ہو۔" رمعنہ کے دماغ میں یہ بھی اکثر آتا رہتا تھا۔

"ہاں مگر میرا دل اکثر گھبراتا رہتا ہے جانے میرا شہزیل کہاں ہوگا اور ہوگا یا نہیں۔"

"ارے امی! ایسی باتیں نہیں کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی ہمارے پاس آئیں گے کبھی نہ کبھی۔ مجھے یقین ہے یہ بس ایک آزمائش ہے جس پر سے ہمیں گزرنا ہے۔" اس نے اپنی ماں کو تسلی اور اطمینان دلایا اس نے امید پر ہی تو سب کو زندہ رکھا ہوا تھا جانے کیوں اسے یقین تھا شہزیل ایک دن اچانک سے مل جائے گا دنیا گول ہے اور اللہ نے کسی مصلحت کے تحت ہی اسے دور کیا ہوگا کیونکہ ہر ایک کو سزا تو ملنی ہوتی ہے اپنے کیے کی۔ اس کے بھائی کو باپ کی باتوں کا برا ماننے کی اور باپ کو اولاد پر اتنی سختی کرنے پر۔

"آپ اٹھیے ابو کو تیار کروائیے چھ بجے کی اپائنمنٹ ہے۔" نگہت نے آنکھوں کے گوشے آنچل سے صاف کیے۔

"اسجد کو ساتھ لے کر جانا۔"

"جی۔" وہ بھی سر ہلاتی ہوئی اٹھی۔

"اسجد کوچنگ سے آگیا؟"

"آتو گیا تھا ہو سکتا ہے باہر نکل گیا ہو۔" وہ ابو کے لیے کھانا لینے کے لیے کچن میں جانے لگی تھیں۔

"آجائے گا خود ہی اسے پتا ہے ابو کو آج چیک اپ کے لیے جانا ہے۔" رمعنہ نے بھی اپنی الماری کھولی چھوٹا سا ان کا گھر تھا جو ابو کی وجہ سے ہی ملا تھا۔ وقت سے پہلے ہی وہ ریٹائر ہو گئے تھے اگر یہ بیماری ان پر حملہ نہیں کرتی تو ان کے حالات اتنے خراب نہیں ہوتے پرچون کی دکان کھولنے کی کوشش کی تھی مگر اس میں بھی کوئی نفع نہیں ہوا تو وہ بھی بند ہو گئی ریٹائرمنٹ کے بعد جو پیسہ ملا وہ ابو نے سیو کر لیا تھا مگر بیماری کی وجہ سے وہ بھی خرچ ہوتا گیا لے دے کہ ان کا ایک یہ ہی گھر تھا جو انہوں نے کرائے کا چھوڑ کے خرید لیا تھا۔

رمعنہ جب تک تیار ہوئی تھی اسجد بھی آگیا تھا۔ ابو کی تمام رپورٹس وغیرہ اس نے فائل کروائی تھیں۔

وائٹ شلوار پرنٹڈ دوپٹہ قمیض میں رمعنہ کی سادگی میں خوب صورتی اور نمایاں ہوتی تھی اس میں وقت سے پہلے ہی سنجیدگی اور بردباری آگئی تھی وہ اپنے آپ کو گھر کا بڑا بیٹا ہی سمجھتی تھی۔

اس نے اپنے پرس میں ہاتھ ڈالا تیرہ سو روپے تھے آٹھ سو امی نے دیے تھے۔ تین ہزار کا خرچہ تھا باقی کے ایک ہزار کا سمجھ نہیں آرہا تھا کہاں سے لائے وہ ابو اور امی پر بالکل اپنی پریشانی ظاہر نہیں کرتی تھی ورنہ وہ اس سے زیادہ پریشان ہو جاتے۔

"ارے ڈھنگ سے کھانا پینا تو کر لیا کر۔" دادی جان کب سے اس کی جلد بازیاں دیکھ رہی تھیں۔ شہزیل بھی وہیں بیٹھا تھا اس نے میگزین سامنے سے ہٹا کے شہیر پر نگاہ ڈالی جو سینڈوچ کے ساتھ چائے بھی پی رہا تھا۔

"آج ہی میرا دوسرے ہاسپٹل میں ٹرانسفر ہوا ہے جلدی پہنچنا ہے۔ ڈاکٹر ذاکر کے ساتھ میری میٹنگ ہے۔" وہ ڈائننگ ٹیبل سے اٹھا۔

"تمہارا ٹرانسفر کب ہوا؟" شہزیل نے چونک کے پوچھا۔

"یار! لاسٹ ویک ہی لیٹر ملا تھا اس ہاسپٹل میں کچھ ڈاکٹرز کی کمی ہے اس لیے مجھے آغا خان سے وہاں بھیج دیا۔" شہیر کو نئی جگہ پر جانے کی وجہ سے کچھ پریشانی بھی ہو رہی تھی کیونکہ سارا اسٹاف ہی نیا ہوگا اور پھر سب کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سمجھنا یہ ایک مشکل ترین مرحلہ تھا۔

''تین بجے شہزیل تو اسے چھوڑ آنا۔''

''دادی جان! میں اپنی گاڑی میں جارہا ہوں اور شہزیل ایسا فارغ بندہ نہیں ہے ابھی اسے کال آجائے سیدھا بھاگ کھڑا ہوگا۔'' شہیر نے اپنا بیگ اٹھایا۔ رخشندہ نے اس کا بیگ اور چابیاں دی تھیں۔

''امی! رات کو دیر ہوسکتی ہے کیونکہ آج فزیوتھراپی بھی دیکھنی ہوگی۔'' اس نے کہا۔

''ارے یہ چھوڑ دے گا۔'' دادی جان کی اپنی ہی گردان تھی۔ شہیر، شہزیل کے شانے پر تھپکی دے کے نکل کھڑا ہوا۔

''کیا تھا جو تم چھوڑ آتے۔'' دادی جان کو تو موقع ملنا چاہیے تھا شہزیل کے پیچھے لگنے کا۔

وہ خجل ہی ہوگیا۔ ''اماں جی! شہیر روز ہی خود جاتا ہے شہزیل کو دسیوں کام ہوتے ہیں۔''

''پتہ نہیں اس موئے کو کتنے کام ہوتے ہیں۔'' وہ بڑبڑا کے رہ گئیں۔ شہزیل کے لب مسکرانے لگے وہ روٹھ کے جو بیٹھ گئی تھیں۔

''اتنا سر پر نہیں چڑھایا کرو دوسرے کی اولاد کو۔''

''اماں جی! کیسی بات کرتی ہیں۔'' رخشندہ کو ان کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔ شہزیل نے شروع سے دادی جان کی آنکھوں میں اپنے لیے ناپسندیدگی ہی دیکھی تھی۔ وہ بڑی تھیں بزرگ تھیں اس لیے وہ ان کی شان میں کوئی گستاخی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا ان کے بیٹوں کے ان پر احسان ہی تھے جو انہوں نے اسے جگہ جگہ بھٹکنے سے بچالیا تھا۔ منیب احمد اور نصیر احمد نے اس کی پڑھائی لکھائی کا پورا خرچہ اٹھایا تھا اور پھر وہ ایم بی اے کرنے کے بعد منیب احمد کے بزنس میں ہاتھ بٹانے لگا۔ منیب احمد مہینے پر اسے معقول تنخواہ بھی دیتے تھے اس نے کتنا منع کیا تھا مگر وہ نہیں مانے تھے۔

''انکل! آپ مجھے شرمندہ کررہے ہیں مجھے پڑھایا لکھایا عزت دی اور کیا چاہیے۔'' اس نے سر جھکا کے ان کی قدر کو عزت کی نگاہ سے ہی دیکھا تھا۔

''یہ ہم نے نہیں اوپر والے نے تمہیں پڑھایا لکھایا عزت دی ہم تو بس ذریعہ بنے ہیں۔'' منیب احمد کو شہزیل کی خودداری بہت اچھی لگی تھی۔

''یہ تمہیں لینا ہوگا کیونکہ تم کہیں اور بھی تو جاب کرتے تو تنخواہ لیتے سمجھ لو تم کہیں اور جاب کرتے ہو اور تمہیں تنخواہ مل رہی ہے۔''

''پھر ٹھیک ہے تنخواہ پر تو ماں کا حق ہوتا ہے آنٹی نے مجھے ماں کی محبت بھی دی ہے اور یہ آنٹی کا حق بنتا ہے۔'' اس نے لفافہ بشریٰ کے ہاتھ میں تھمایا۔

''ارے شہزیل! ایسے کیسے بیٹا یہ تمہارا حق ہے۔''

''میری ماں ہوتی تو میں تنخواہ انہی کے ہاتھ میں رکھتا سمجھئے میں نے اپنی ماں کو دی ہے۔'' وہ آنکھوں میں نمی لیے بولا۔

''نہیں بیٹا ایسی بات نہیں کرو تم رکھو تمہارے اپنے بھی خرچے ہوتے ہیں۔''

''میرے خرچے انکل پورے کر تو دیتے ہیں۔ مجھے ضرورت ہی نہیں۔''

''پھر ٹھیک ہے اس تنخواہ کا ایک حصہ تمہارے اکاؤنٹ میں جمع ہوگا اور ایک حصہ تم خرچ کرو گے۔'' بشریٰ بھی ایک ذمہ دار اور حساس خاتون تھیں۔ منیب احمد کو ان کی سمجھداری پر رشک آیا۔

''میری دعا ہے تمہارے گھر والے تمہیں مل جائیں یہ سارے پیسے تم ان کے ہاتھ پر رکھنا وہ بہت خوش ہوں گی۔''

''پتا نہیں ملیں گے بھی یا نہیں۔'' وہ افسردگی سے گویا ہوا۔ منیب احمد نے اس کے شانے پر تھپکی دی جو آنسو پونچھ رہا تھا۔

''کہاں کھو گئے بیٹا؟''

''جی۔'' وہ چونک گیا۔ خیالوں میں اتنا کھو گیا تھا اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ منیب احمد اس کے سامنے کھڑے ہیں اس نے پشت پھیر کے آنکھوں کی نمی صاف کی۔

''میرے روم میں آؤ۔'' منیب احمد شاید اس کی کیفیت سمجھ گئے تھے وہ اندر اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ گئے تھے۔

☆......☆

بیگ سے جو کچھ برآمد ہوا تھا وہ اسے ہلا کے رکھ گیا۔ ڈرائیور ایک شاپر دے کے گیا تھا کہ یہ سامان اسی نے بھیجا ہے جس سے بدل گیا تھا۔

''کبھی مل سکتی ہیں آپ۔''

''بدتمیز کیا سمجھ کے اس نے یہ لکھ کے بھیجا ہے۔'' نیل فر کا تو غصے کے مارے برا حال تھا پرچے کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا اسے یہ بھی پتا تھا کہ زہرہ پھپھو کا بیٹا ہے اور فہد نام ہے۔

''اف......! ابو کو پتا چل گیا تو کیا ہوگا۔'' وہ گھبرائی ہوئی تھی۔

''ارے یہ کیا تم ادھر سے ادھر گھومے جارہی ہو۔'' شہوار کی فہمائشی نگاہیں اس پر تھیں۔

جواب میں نیل فر نے اسے بھی بتادیا۔

''واہ جی! لوگ تو آپ کے حسن میں پاگل ہورہے ہیں۔'' وہ معنی خیزی سے مسکرا کے اسے چھیڑنے لگی۔

''فضول مت بولا کرو تم جانتی ہو وہ زہرہ پھپھو کا بیٹا ہے۔''

''ارے اچھی بات ہے نا کسی طرح تو تمہیں اس گھر میں جانا ہے زہرہ پھپھو کی بہو بن کے ہی سہی۔''

''شہوار کیا بکواس کررہی ہو۔'' وہ جھینپ گئی۔

''ویسے نیل فر بندہ ہینڈسم اسمارٹ اور ڈیشنگ ہے۔ میں تو کہہ رہی ہوں سیٹنگ کرلو۔''

''اپنی ہانکے جاؤ اچھا میری نہیں سننا۔'' وہ غصے میں آنکھیں نکال کے اس کے سامنے تن کے کھڑی ہوگئی۔

''کیا سنوں تمہاری؟'' وہ ہنسی کیونکہ نیل فر حواس باختہ سٹپٹائی گھبرائی ہوئی ہورہی تھی۔

''میں اس شخص کا منہ توڑنا چاہتی ہوں۔''

''بس بس آرام سے بیٹھ جاؤ ابھی سامنے آگیا تو بے ہوش ہوجاؤ گی۔'' اس نے استہزائیہ لہجے میں تمسخر ہی اڑایا۔

''جاؤ تم یہاں سے دفع ہوجاؤ پتا نہیں کیسی دوست اور بہن ہو میرا مذاق اڑائے جارہی ہو۔'' وہ خفگی سے گویا ہوئی اور اپنے کام میں لگ گئی۔

''اچھا یار سوری! تم مجھے یہ بتاؤ کیسے منہ توڑو گی۔'' شہوار سنجیدہ ہوگئی۔

''تم خود سوچو اگر ابو کو خبر ہوگئی کتنی بری بات ہوگی۔ وہ کیا سوچیں گے اگر کبھی میرا اور اس کا سامنا ہوگیا تو؟''

''تم سے کس نے کہا انکل کو بتاؤ۔'' وہ بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

”بے وقوف کبھی کہیں سامنا ہو گیا اور اس نے مجھ سے شناسائی ظاہر کردی تو؟“
”ہوں...... یہ تو ہے۔“ شہوار بھی سوچ میں پڑ گئی۔
”ایسا کرتے ہیں تو اس سے مل۔“
”کبھی نہیں۔“ وہ تو سوچ کے ہی پسینے پسینے ہو گئی۔
”اچھا پھر ایسا کرو پرچے پر اس کا سیل نمبر تو لکھا ہے اس سے بات تو کر سکتی ہو۔“
”مگر میں نے پرچہ پھاڑ دیا ہے۔“ وہ پرچے کے پرزے کی طرف اشارہ کرنے لگی۔
”اٹھاؤ تو۔“ سارے پرزے جمع کیے شکر تھا نمبر نہیں پھٹا تھا۔ شہوار نے جلدی سے اسے دوسرے کاغذ پر لکھا۔
”چل سیل اٹھا اپنا کال کرو۔“
نیل فر نے نمبر پریس کیا۔ بیل جا رہی تھی دل دھک دھک بھی کر رہا تھا آج تک کبھی صنف مخالف سے وہ مخاطب نہیں ہوئی تھی۔ ایک واحد شکیل احمد یا پھر اس کے اساتذہ تھے جن سے اس کی شناسائی تھی۔
”نہیں اٹھا رہا۔“ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔
”ویٹ کرو۔“ شہوار نے اسے رکھنے کو کہا۔
”ہیلو فہر کالنگ۔“
”آ...... آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھے یہ سب بھیجنے کی۔“ نیل فر اس کی آواز سنتے ہی پھٹ پڑی اس سے پہلے کے اس کے حواس ساتھ چھوڑتے۔
”کون محترمہ؟“ وہ شاید سمجھا نہیں تھا یا پھر انجان بن رہا تھا۔
”کیا سوچ کے مجھ سے ملنے کی بات کی؟“
”اوہ...... تو آپ ہیں زہے نصیب کہیے کیسی ہیں؟“ وہ خوش ہو گیا تھا۔
”آپ کی ہمت کیسے ہوئی۔“
”دیکھیے محترمہ آپ سلام کی بھانجی ہیں۔“
”واٹ سلام کی بھانجی۔“ نیل فر چونک گئی۔
”وہی سلام جس کی گاڑی میں بیٹھ کے گھومتی ہیں سلام میرے ماموں جان کا ڈرائیور ہے۔“
”جی۔“ نیل فر کو ایسا لگا اندر کچھ ٹوٹا ہو۔
شکیل احمد نے اپنی بیٹی کو ڈرائیور کی بھانجی ظاہر کیا تھا اور یہ اس کے لیے رونے کا ہی مقام تھا۔ اس کی کیا حیثیت تھی اور کیا حیثیت بنا دی تھی۔
”ہیلو...... ہیلو۔“ اور نیل فر نے سیل زور سے دیوار پر مارا تھا۔ چہرہ تکیے میں چھپا کے رونے لگی۔
”نیل فر، نیل فر کیا کہا اس نے بولو۔“ شہوار گھبرا گئی تھی۔ وہ روئے جا رہی تھی۔
زبیدہ نے اسے مشکلوں سے سنبھالا وہ اس کی ساری سوچیں اور خیالات سمجھتی تھیں ان کی بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ نیل فر نے ابھی تک اصل بات نہیں بتائی تھی۔ شہوار کو یہی دکھ تھا سیل اس کا ٹوٹ چکا تھا جو شہوار نے سمیٹ کے دراز میں رکھ دیا تھا۔

☆......☆

جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔ امی کو فریش سا برآمدے میں بیٹھے دیکھا تھا ناہید آنٹی ان کی طبیعت پوچھنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

آئی ہوئی تھیں۔ حنین نے جھٹ انہیں سلام کیا تھا۔
”جیتے رہو خوش رہو۔“ انہوں نے حنین کو سلام کے جواب کے ساتھ دعا بھی دی۔
”میں تو بیٹا چائے لے کے آئی تھی۔“ ناہید شاید حنین کے مزاج سے واقف تھیں اس لیے ساتھ ہی وضاحت بھی دینے لگی تھیں۔
”اریکہ نے چائے بنا کے بھیجی ہے دوپہر کو روٹی بھی بنا کے بھیج دی تھی۔“ انیسہ نے بھی بتایا حنین شرمندہ ہی ہو گیا۔
”آنٹی اتنے تکلف کی ضرورت کیا تھی میں بازار سے لے آتا۔“
”بیٹا! بیماری ہر انسان کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ یہ کوئی احسان اور تکلف کی بات نہیں ہے۔ انیسہ باجی میری بہنوں جیسی ہے اور میں اپنی بہن کا خیال کر رہی ہوں اور کچھ نہیں۔“ ناہید بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”پھر بھی آنٹی یہ تو تنگ کرنے والی بات ہوئی آپ کے بھی کام ہوتے ہیں۔“ حنین نے کہا۔
”میری بچی کاموں سے نہیں گھبراتی ہے اور اگر ایک دن کام کر دیا تو کون سا انسان گھس جاتا ہے۔“
”جی بالکل۔“ وہ ان کی بات پر سر ہلاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
”میں کچھ زیادہ ہی روکھائی برت جاتا ہوں کتنے تو اچھے لوگ ہیں جب سے یہاں آئے ہیں۔ امی کا بھی کتنا خیال رکھتے ہیں اور اریکہ کیسے ہمارے گھر کے کام کر جاتی ہے حالانکہ میں کتنی اس کی بے عزتی بھی کر دیتا ہوں۔“ وہ اپنے روم میں آ کے سوچنے لگا۔ اسے اریکہ اور اس کے گھر والوں سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ ہاں بس وہ کسی سے زیادہ فرینک نہیں ہوتا ہے اور امی کو بھی منع کرتا تھا مگر کہتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنی عادت سے باز نہیں آتے یہی عادت اریکہ میں تھی وہ پھر بھی بلا جھجک اور تر دو ان کے گھر کے کام کر دیتی تھی جب کہ وہ چڑ چڑا رہتا تھا اس لیے بھی کہ اس کی جاب کا مسئلہ اٹکا ہوا تھا۔
امی کی طبیعت اکثر ہی خراب رہنے لگی تھی گھر کی ذمہ داری اس پر تھی اس کی پوری کوشش تھی جاب اس کی لگ جائے۔
”بھائی جان چائے پئیں گے۔“ حرا دروازہ ناک کر کے اندر آ گئی۔
”چائے! ہاں تھکن تو بہت ہو رہی ہے۔“ وہ سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔
”اریکہ باجی نے سینڈوچ بھی بنا کے بھیجے ہیں۔“
”ہوں...... تمہارے تو مزے آ گئے۔“ حنین تو اس وقت واقعی بہت بھوک لگ رہی تھی سینڈوچ کے نام پر تو اور ہی چمک گئی تھی۔
”میرے کیا، ہم سب کے ہی مزے آ گئے ہیں دوپہر میں فرائیڈ رائس بھی بنا کے بھیجے تھے۔“
”اچھا سب کھا لیے۔“ وہ پوچھنے لگا۔
”حسن بھائی نے ہی سارے چٹ کر لیے مجھے تو تھوڑے سے ہی ملے تھے۔“ وہ منہ بسور کے بتانے لگی۔
”جھوٹی تم نے اس کے لیے چھوڑے ہوں گے تو اس نے کھائے ہوں گے۔“ حرا کے سر پر چپت لگائی۔
”چلو تم میں فریش ہو کے آتا ہوں چائے بھی نکال کے رکھنا اور سینڈوچ کے ساتھ کیچپ ضرور رکھنا۔“ اس نے ہدایت دی۔
”میں ٹیبل پر لگاتی ہوں۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"سنو! ناہید آنٹی چلی گئیں؟" اس نے اسے روک کے پوچھا۔
"ابھی ابھی گئی ہیں نمرہ بلانے آئی تھی۔"
"او کے تم جاؤ اور ہاں امی کا پرہیزی کھانا بنے گا۔"
"معلوم ہے اریکہ باجی نے کم تیل اور مرچ کا سالن دوپہر میں بنا دیا تھا۔"
"واؤ بڑی عقل مند لڑکی ہے۔" وہ اس کی سلیقہ مندی کا قائل ہو گیا تھا۔
"مجھے کہہ رہے ہیں۔" حرا جاتے جاتے پلٹی۔
"ارے تم تو جاؤ میں آرہا ہوں۔" کپڑے لے کے واش روم میں گھس گیا۔
اس دن کے بعد سے اریکہ بہت لاپرواہ ہو گئی تھی۔ صبح بھی ڈرتے ڈرتے ہی اس سے بات کر رہی تھی۔
"حنین خان اتنا بھی چڑنا اچھا نہیں ہوتا کہیں بعد میں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں۔" اسے اندر سے کوئی لعنت ملامت کر رہا تھا۔
فریش ہو کے وہ کرتے قمیض شلوار میں ملبوس باہر آ گیا مغرب کی اذان ہو گئی تھی۔ ایبہ تخت پر ہی نماز پڑھ رہی تھیں۔
اریکہ نے سینڈوچ بڑے مزیدار بنائے تھے جو وہ چائے کے ساتھ مزے لے کے کھا رہا تھا۔
"جس گھر بھی جائے گی سسرال والے گن گائیں گے۔" وہ مسکرا کے سوچنے لگا۔
"اگر یہ اسی گھر میں آجائے۔" حنین کے اندر سے کوئی بولا۔
"جاب سے پہلے تو ایسا سوچنا تک عبث ہے۔" وہ کھانے سے فارغ ہو کے اوپر نگاہ کر کے دیکھنے لگا ابھی تک بھی اس کی جھلک تک نظر نہیں آئی تھی۔ لگتا تھا اس دن کی باتوں کا زیادہ ہی اثر لے لیا تھا جو سامنے نہیں آرہی تھی۔

☆......☆

چھٹا نمبر تھا اس نے ویل چیئر پر ابو کو بٹھایا ہوا تھا۔ وارڈ بوائے انہیں اندر لے گیا تھا رمعنہ بھی ان کے ساتھ ہی تھی۔
سامنے بیٹھے شخص نے حیرانگی سے اس ناراض لڑکی کو دیکھا جو اس دن اس کی گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔
رمعنہ نے ڈاکٹر ذاکر کو سلام کیا اسجد باہر ہی رک گیا تھا۔
نوید احمد کو اٹھا کے بیڈ پر لٹایا تھا۔ دو وارڈ بوائے اندر ہی مریضوں کی ہیلپ کے لیے گئے تھے۔ رمعنہ سامنے والی چیئر پر بیٹھی تھی۔ شہیر کی پرشوخ نگاہوں نے اس کا احاطہ کیا ہوا تھا۔
رمعنہ شاید اسے پہچان نہیں پائی تھی یا پھر وہ جان کے بھی انجان بنی ہوئی تھی۔
"ڈاکٹر شہیر یہ ہمارے پرانے پیشنٹ ہیں۔ انہیں فالج کا اٹیک ہوا تھا لیکن اب یہ خاصے بہتر ہیں۔ پہلے ان کا یہ لیفٹ ہینڈ موو نہیں کرتا تھا مگر فزیوتھراپی اور دوائیوں سے یہ موو کرنے لگا ہے۔" ڈاکٹر ذاکر نوید احمد کے متعلق تفصیل بتانے لگے۔ شہیر کی اب توجہ نوید احمد کی جانب تھی۔
"سر! ایک بات کہوں؟" اس نے بھی نوید احمد کی رپورٹس دیکھنے کے بعد کہا۔
رمعنہ ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔
"یہ تو وہی گاڑی والا ہے۔" رمعنہ کا ذہن یہی تو سوچ رہا تھا اسے یہاں دیکھا ہے۔
"جی بولیے۔"
"سر! ان میں جلدی امپرومنٹ آسکتی ہے اگر فزیوتھراپی روز ہو جائے۔"
"ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر ان کے کچھ پرسنلو پرابلم ہیں۔ یہ روز لا نہیں سکتی ہیں۔" رمعنہ نے ان کے سامنے اپنے کسی ذاتی میٹر کو ڈسکس نہیں کیا تھا وہ انہیں یہ بھی نہیں بتاتی تھی پیسوں کا مسئلہ ہے۔
"ایسے بھی کیا پرسنلو پرابلم مریض سے بڑھ کے تو نہیں۔" اس نے خاموش بیٹھی رمعنہ پر نگاہ ڈالی۔
"ایکسکیوزمی میں کچھ عرصے بعد انہیں روز لے کے آؤں گی مگر ابھی ممکن نہیں۔" رمعنہ نے مداخلت کی۔
"دیکھیے مس آپ کے والد جلدی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔"
"جی میں جانتی ہوں۔" اس نے سر ہلایا۔
نوید احمد صرف سن رہے تھے وہ رمعنہ کو جانتے تھے بہت خود دار رہے، کبھی بھی اپنی مجبوریوں کو بتا کے کسی کو ترس کھانے نہیں دینا چاہتی تھی۔
"ڈاکٹر شہیر یہ ان کا مسئلہ ہے آپ ایسا کیجئے گا نیکسٹ ٹائم آپ ہی انہیں ڈیل کریں گے اور ان پر خاص توجہ بھی دینی ہے یہ آپ کا سمجھیے امتحان ہے ہم دیکھیں گے آپ اپنا کام کتنی ذمے داری سے کر رہے ہیں۔"
ڈاکٹر صاحب! آپ ابو کو نہیں دیکھیں گے۔" رمعنہ ڈاکٹر ذاکر سے خاصی مطمئن تھی کیونکہ انہوں نے ابو کو علاج کے لیے راضی کیا تھا ورنہ وہ تو اپنی بیماری سے مایوس ہو گئے تھے۔
"بیٹا! میں بھی چیک اپ کروں گا لیکن یہ ہمارے اسٹاف میں نیو ہیں پیشنٹ کی ہسٹری بنانا ضروری ہوتا ہے۔" وہ اسے سمجھانے لگے تھے۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد نوید احمد کو باہر لے آئے تھے۔ رمعنہ کو اس کی آنکھوں سے گھبراہٹ ہی ہو رہی ہے جو گا ہے بگاہے اسے دیکھے جا رہا تھا۔
"اسجد تم ٹیکسی لے آؤ۔" اس نے اسجد کو کہا جو ویٹنگ روم میں بیٹھا تھا۔
"ڈاکٹر ذاکر اور شہیر روم سے باہر آ گئے تھے۔ دونوں کوئی بات ڈسکس کر رہے تھے۔
"مس! آپ یہ رپورٹس مجھے دے دیں تا کہ میں دیکھ لوں، مجھے آگے پرابلم نہیں ہو۔" اس نے رمعنہ کو مخاطب کیا۔
اس نے رپورٹس اسے دے دی تھیں دونوں کے ہاتھ مس ہوئے وہ نروس ہو گئی۔
"فزیوتھراپی ویک میں چار دفعہ ہوں گی۔"
"ابھی تو ہم نہیں کروا سکتے۔" وہ جھٹ بولی۔
"محترمہ ان کے لیے ضروری ہے۔"
"آپ کیا پیچھے ہی لگ گئے ہیں، یہ اسپتال آپ کا ہے جو پیسے نہیں لگتے ابھی ہم افورڈ نہیں کر سکتے فزیوتھراپی کی فیس۔" وہ چڑ کے گویا ہوئی۔ شہیر لب بھینچ کے رہ گیا وہ اس کے تناؤ کی وجہ اب سمجھا تھا۔
"فیس کا مسئلہ چھوڑیے آپ انہیں کل سے لے کے آئیے گا۔"
"سوری ہمارے پاس جب پیسے ہوں گے لے آئیں گے۔" وہ نوید احمد کے سامنے یہ سب باتیں کرنا نہیں چاہتی تھی مگر شہیر پیچھے ہی پڑ گیا تو اسے صاف گوئی سے بتانا پڑ گیا۔
"زیادہ رحم اور ترس کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اسجد آ گیا تھا۔ وہ ابو کو لیے نکل گئی تھی۔ شہیر اس ناراض سی لڑکی کو جاتے ہوئے حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔ کیسے اسے سنا گئی تھی کتنی پر اعتماد تھی۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

قرۃ العین سکندر

ناولٹ

ذرا ادھر سن کہنا

''فاطمہ آپی! نیچے امی آپ کو بلا رہی ہیں''۔ فروا نے کمرے میں جھانکتے ہوئے اطلاع دی۔ فاطمہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔ اس بلاوے کا مطلب تھا کہ تائی اماں کو آج پھر اس کی خدمات کی اشد ضرورت

پیش آ گئی تھی۔

اور فاطمہ جو مصروف انداز میں تیزی سے سلائی مشین پر کپڑے سلائی کرنے میں محو تھی اس اچانک بلاوے پر دل مسوس کر رہ گئی۔

''فروا بیٹا! سب خیریت تو ہے ناں؟'' عمارہ بیگم نے پوچھا۔

''جی چچی جان! سب خیریت ہے، اصل میں آج آسیہ خالہ آ رہی ہیں ناں''۔ فروا نے موڑھے پر بیٹھتے ہوئے اطلاع دی۔

''اور آپ کو معلوم ہے ناں سدرا آپی تو کسی کام کو ہاتھ تک نہیں لگاتیں، کس قدر کام چور ہیں اور میرا کل ٹیسٹ ہے کالج میں، میں اب اکیلی تو یہ سب کام نمٹا نہیں سکتی''۔ فروا نے وضاحتی انداز میں بتایا تو عمارہ بیگم سر ہلا کر رہ گئیں۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھیں کہ حسب معمول ایک پر لطف دعوت کے لئے جیٹھانی کو ذائقہ دار ہاتھوں کی لذت کی چاہت کی طلب تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کے ہاتھوں میں واقعی بہت لذت رکھی تھی کہ کھانے والا تعریف کئے چلا جاتا تھا اور بھوک نہ ہونے کے باوجود بھی کھاتا چلا جاتا تھا۔

''جاؤ بیٹا! نیچے تائی اماں انتظار کر رہی ہوں گی،

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

باقی کپڑے میں خود سلائی کرلوں گی"۔ سلمٰی بیگم نے فاطمہ کو قطعیت بھرے انداز میں کہا۔

"مگر اماں! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ نے تو بالکل بھی مشین کو ہاتھ نہیں لگانا، میں خود ہی آ کر سارا کام نمٹا دوں گی"۔ فاطمہ نے ازحد پریشانی سے ماں کی بے لوث محبت میں کہا تو عمارہ بیگم اس کے انداز محبت پر مسکرا کر رہ گئیں۔

"اچھا بیٹا! نہیں کرتی میں کام، تم خود ہی آ کر کر لینا، اب تو جاؤ نیچے"۔ فاطمہ سر پر دوپٹہ پھیلاتے ہوئے فروا کے ساتھ نیچے آ گئی۔ تائی اماں تیز لہجے میں ملازمہ کو ڈانٹ رہی تھیں۔

"اس قدر سست روی سے ہاتھ کیوں چلا رہی ہو؟ جیسے ہاتھوں میں جان ہی نہ ہو۔ تنخواہ کس بات کی لیتی ہو تم اور تنخواہ لینے تو کیم سے ہی سر پر مسلط ہو جاتی ہو اور آئے دن کے تقاضے الگ"۔ ملازمہ لفظ "تنخواہ" سن کر جا بکدستی سے صفائی میں جت گئی۔ ہر انسان کو پیٹ کی مجبوری نے باندھ رکھا ہے۔

"السلام علیکم تائی اماں!" فاطمہ نے سلام کیا۔ جس کا جواب انجم بیگم نے محض سر کی جنبش سے دیا۔

"اب آ گئی ہو تو ذرا کچن کو تو دیکھ لو، کام تو ایسا کچھ خاص نہیں ہے، پھر یہ فروا ہے ناں یہ تمہاری ہیلپ کرا دے گی"۔ بنا احسان لئے بولیں۔

"جی تائی اماں!" فاطمہ جانتی تھی کہ تائی اماں گدھوں کی طرح کام کروانے کے بعد بھی لفظ احسان سے نابلد ہی رہتی تھیں۔ احسان جتانے والوں میں سے تو تھیں مگر احسان کو قبول کرنا ان کی سرشت میں ہی نہ تھا۔

"بریانی بنا لو، فریدوں کو بے حد پسند ہے۔ ساتھ کوفتے اور کڑاہی کا سالن، دو طرح کے سلاد اور فرنی میٹھے میں بنا لینا اور ہاں ٹرائفل بھی"۔ انجم بیگم لحظہ بھر کے لئے رک کر پر سوچ انداز میں دیکھنے لگیں۔

"ہاں یاد آیا، کباب تو فریدوں کو تمہارے ہاتھ کے بہت پسند ہیں، وہ تو لازمی بنانا۔ بچہ اتنے دنوں بعد گھر آ رہا ہے جب سے کاروبار میں لگا ہے وقت ہی نہیں کہ خالہ سے آ کر مل لے اور دیکھو یہ سارے کام شام سے پہلے پہلے نمٹا دو، ایسا نہ ہو ان کاموں میں ہی شام کر دو"۔ انجم بیگم کی بات پر فاطمہ فقط ان کو دیکھ کر رہ گئی۔

فروا اسے لاتے ہی نجانے کہاں گم ہو گئی تھی۔ فاطمہ اتنا کچھ بنانے کے تصور سے ہی تھکان سی محسوس کر رہی تھی، مگر یہ سب کرنا اس کی مجبوری تھی۔ مجبوریوں کا راستہ انسان خود منتخب نہیں کرتا، بسا اوقات مجبوری کی راہ چننے کے علاوہ کوئی راہ باقی ہی نہیں رہتی۔ یہ مجبوری انہوں نے اُس دن گرہن لے لی تھی جب ان کے واحد دنیاوی سہارے اس کے باپ نے ہمیشہ کے لئے آنکھ بند کر لی تھی۔ خوشیوں کے بدلے لازوال دکھوں کا سودا اُسی دن ہو گیا تھا۔ ہر نیا طلوع ہونے والا دن ایک نئی اذیت کا تحفہ ان کی جھولی میں ڈال دیتا تھا، وہ سوچوں کے بھنور میں الجھی کبھی ایک اور کبھی دوسری دیگچی میں چمچ چلا رہی تھی۔

"آج پھر فریدوں آ جائیں گے، ان کا سامنا کس قدر تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ میں ایک بے بس لڑکی ان اچھوتے رنگوں کی طلبگار کیسے بن جاؤں، جن پر شاید میرا نام رقم ہی نہیں ہے۔ مجھے جلد کام ختم کر کے اوپر چلے جانا چاہیے، ان سے سامنا ایک نئی سوچ دے جاتا ہے، مجھے ان کے سامنے جانا ہی نہیں چاہئے"۔ فاطمہ نے دل میں حتمی فیصلہ کیا اور کام میں جت گئی۔

کباب بناتے وقت اسے یاد آیا کہ ایک دفعہ فریدوں نے اسے ذومعنی انداز میں کہا تھا۔

"فاطمہ! یہ کباب تمہارے ہاتھ کے مجھے بے حد پسند ہیں، بعد میں بھی بنا دیا کرو گی ناں"۔ اور وہ حیرت سے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی تھی۔ سوچوں کے گرداب میں الجھی وہ کاموں میں مگن رہی۔

سب کام تقریباً شام سے پہلے ہی مکمل ہو چکے تھے جب فروا بک تھامے کچن میں آن ٹپکی۔

"ارے واہ بڑی زبردست خوشبوئیں آ رہی ہیں"۔ فروا نے لمبی سانس کھینچتے ہوئے خوشبو کے احساس کو محسوس کیا۔ فاطمہ فروا کے انداز پر ہولے سے مسکرا دی۔

"ہاں کھانا تیار ہو گیا ہے، میں اب اوپر جا رہی ہوں"۔ فاطمہ نے جواباً کہا۔ تبھی لاؤنج میں اچانک گہما گہمی کا سا سماں پیدا ہو گیا۔

"لگتا ہے آسیہ خالہ آ گئی ہیں، آؤ آپی سلام کر کے آئیں"۔ فروا نے پرجوش انداز میں کہا تو وہ بھی فروا کے پیچھے ہی باہر چل دی۔ فاطمہ کا اب یہاں ٹھہرنا یوں بھی عبث تھا۔

ملازمہ سے ہی انجم بیگم نے کھانا سرو کرانا تھا۔ انہیں پسند نہ تھا کہ کوئی ان کے کھانے پر نظر رکھے۔ سامنے لاؤنج کا منظر بے حد واضح تھا۔ اتنی دیر سے گم سدرا اس وقت اپنی پوری آب و تاب اور حشر سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ سرخی مائل سفید رنگت اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اور خوب بناؤ سنگھار نے اس کے حسن کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔ وہ فریدوں کی آمد پر ہمیشہ یوں ہی دل لگا کر تیار ہوا کرتی تھی۔ آراستہ و پیراستہ۔ نہ ہی تائی جان نے کبھی اس پر کوئی روک ٹوک کی تھی۔ جوں ہی فاطمہ پر فریدوں کی نگاہ پڑی تو جیسے فریدوں کی سرمئی نگاہوں میں کوئی شعلہ سا کوندا ہو۔ نگاہیں فاطمہ کے چہرے پر آن کے ٹک سی گئی تھیں۔ سفید کڑھائی پر بنے گلابی پھولوں کی شرٹ میں فاطمہ اس قدر کھل رہی تھی یا شاید فاطمہ کو دیکھ کر اس کے دل کی کلی اسی طرح کھل جایا کرتی تھی۔ فاطمہ کی گہری ڈارک براؤن آنکھوں میں رقم حزن و ملال کی کیفیت میں آج تھکان کی آمیزش بھی گھلی تھی، جو فریدوں کے لئے تشویش کا باعث بن رہی تھی، اس کا بس چلتا تو فاطمہ کے تمام آنسو چن لیتا اور مسرتوں کے انمول پھول اس پر نچھاور کر دیتا۔ تائی اماں نے فریدوں کی نظروں کے تعاقب میں فاطمہ کا عکس دیکھ لیا تھا۔ جہاندیدہ تھیں، یوں بھی اپنے اکلوتے بھانجے پر تو ان کی خاص الخاص نظر تھی۔

فاطمہ نے آسیہ خالہ کو سلام کیا تو انہوں نے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی، وہ انجم بیگم کے برعکس بہت حلیمی طبیعت کی مالک تھیں۔

"کام ختم ہو گیا فاطمہ؟" انجم بیگم نے سرد لہجے میں فاطمہ سے دریافت کیا۔

"جی"۔ فاطمہ نے سعادت مندی سے کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم جاؤ باقی کا کام خانساماں دیکھ لے گا، اور ہاں کھانا میں اوپر ہی بھجوا دوں گی، کھانے کے لئے چکر مت لگانا"۔ تائی اماں نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا تو فاطمہ کو اپنی کم مائیگی کا احساس سب کے سامنے بے وقعت اور کم مایہ کر کے رکھ گیا تھا۔ اس سے وہاں کھڑے ہونا دشوار ترین ہو گیا تھا۔ ایک پل کو تو چاہا کہ تائی جان کو کوئی سخت سا جواب دے مگر اگلے ہی پل تائی جان کی گز بھر لمبی زبان کے خوف کے سائے سے ہراساں وہ خاموشی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کمرے میں آ گئی اور بستر پر ڈھے گئی۔

"ہونہہ... پہلے تو ہم جیسے ان کا دیا ہوا کھاتے ہیں۔ صبر بسا اوقات کس قدر اذیت ناک ہو جایا کرتا ہے مگر صبر کا پھل اس اذیت ناک پل کو مٹا دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انعام کے طور پر وہ رب العزت اپنے بندے کو ودیعت کرتا ہے"۔

دو گرم سیال آنسو اس کے گالوں کو نم کر گئے۔ وہ کافی دیر تک اپنی قسمت پر ماتم کناں رہی اور نیچے گاہے بہ گاہے قہقہوں کی آواز گونجتی رہی۔ تبھی عمارہ بیگم کمرے میں آئیں تو فاطمہ نے جھٹ اپنے آنسو پونچھ ڈالے، وہ اپنی کم مائیگی کا عکس اپنے چہرے پر عیاں نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ مبادا اس کی اماں بی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پریشان نہ ہو جائیں۔

''ہو گیا سارا کام ختم فاطمہ؟'' عمارہ بیگم نے پوچھا۔

''جی اماں بی!'' تبھی دروازے پر دستک دے کر فریدوں اندر داخل ہو گیا۔

''السلام علیکم آنٹی! کیسی ہیں آپ؟'' فریدوں نے شائستگی سے پوچھا۔

''وعلیکم السلام۔ جیتے رہو۔ ماشاء اللہ کیسے ہو؟'' عمارہ بیگم نے فریدوں کو دیکھا تو بے انتہا خوشی سے بولیں۔ سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی اور حال احوال دریافت کرنے لگیں۔ فاطمہ خاموشی سے بیٹھی سنتی رہی۔

''فاطمہ بیٹا! جاؤ فریدوں کے لئے چائے بنا کر لاؤ''۔ عمارہ بیگم نے فاطمہ کو کہا تو فاطمہ اٹھنے لگی۔

''نہیں آنٹی! رہنے دیں، فاطمہ پہلے ہی بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہے''۔ فریدوں کی بات پر فاطمہ نے پزل سا ہو کر فریدوں کو دیکھا، اب وہ اس کے احساسات کو بھی بخوبی سمجھنے لگا تھا۔ پھر وہ فاطمہ کے لئے تو یہاں تک آیا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوبارہ نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ پھر وہ باتوں میں لگ گئے۔

''بیٹا! تم نے جس خوبی سے بھائی جی کے ساتھ کاروبار سنبھالا ہے وہ قابل تحسین ہے''۔ عمارہ بیگم توصیفی انداز میں بولیں۔

''اچھا ٹھہرو مجھے تو یاد ہی نہیں رہا، میں نے تمہارے لئے اپنے ہاتھوں سے سویٹر بنا ہے''۔ عمارہ بیگم کو فریدوں میں اپنا بیٹا نظر آتا تھا وہ اس قدر اطاعت شعار تھا اور پھر اس کو دیکھ کر ہمیشہ اُن کے دل میں ایک آرزو سر ابھارتی تھی کہ کاش وہ فاطمہ کا جیون ساتھی بن جائے مگر وہ جانتی تھیں کہ انجم بھی ایسا نہیں ہونے دیں گی۔

عمارہ بیگم کے جاتے ہی فریدوں نے گہری نظروں سے فاطمہ کو دیکھا۔ فاطمہ کو شدید الجھن نے گھیر لیا۔

''کبھی تم بھی کچھ بن دیا کرو اپنے ہاتھوں سے میرے لئے''۔ فریدوں نے شرارتی انداز میں کہا۔

''میرے پاس نہ تو فالتو وقت ہے اور نہ ہی میرا دماغ خراب ہے''۔ فاطمہ نے بدلحاظی میں اپنے جذبات کو چھپانے کی سعی کی جو فریدوں کے سامنے آتے ہی سر اٹھانے لگتے تھے، سارے دیدہ و نادیدہ جذبات جن کو وہ تھپک تھپک کر سلا دیا کرتی تھی فریدوں کے سامنے آتے ہی دوبارہ بے ہنگم شور مچاتے ہوئے دل میں اتھل پتھل مچانے لگتے تھے۔

''اچھا... میں تو سمجھتا تھا خاصا فالتو وقت ہے جو تم نیچے جا کر اپنے ہاتھوں کا ہنر دکھاتی رہتی ہو یا پھر وہ سب تم نے میری چاہت میں بنایا ہے''۔

فاطمہ کا دل چاہا کہ کوئی سخت سا جواب دے مگر عمارہ بیگم سویٹر لے کر آ چکی تھیں، وہ بس لب بھینچ کر رہ گئی اور فریدوں اس کو دیکھ کر مسکراتا رہا۔

☆......☆......☆

انصار بزمی اور افتخار بزمی دو بھائی بزنس گروپ آف کمپنیز کے مالک تھے۔ انصار بزمی بڑے تھے اور افتخار بزمی چھوٹے تھے۔ چھوٹے بھائی کے انتقال کے بعد ساری ذمہ داری انصار بزمی کے کندھوں پر آن پڑی تھی جس کو وہ بخوبی سنبھال رہے تھے۔ ساتھ ہی یتیم بھتیجی فاطمہ اور بھابی عمارہ کی کفالت بھی بخوبی کر رہے تھے۔

عمارہ بیگم بیوگی کی چادر اوڑھے اکثر تنہائی میں گریہ وزاری کرتی پائی جاتی تھیں۔ کوئی تسلی و تشفی ان کے لازوال غم کا مداوا نہ کر سکتی تھی۔ مگر انصار بزمی ایک خدا ترس اور نیک انسان تھے۔ وہ حتی الوسع کوشش کرتے تھے کہ اپنے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کریں مگر وہ صبح کے گئے شام کے بعد ہی گھر آتے اور بے حد وسیع کاروبار میں اس قدر بزی رہتے تھے کہ پیچھے گھر میں انجم ان کی بھابی اور یتیم بھتیجی کے ساتھ کیسا ناروا سلوک روا رکھتی وہ جان ہی نہ پاتے تھے۔

انصار بزمی ایک شریف النفس انسان تھے، ان کی راتیں ذکر الٰہی سے منور تھیں، یہی وجہ تھی کہ وہ رزق حلال کمانے کے قائل تھے۔ وہ نہایت عبادت گزار نمازی اور پرہیز گار تھے۔ اس قدر مال و دولت نے ان کی نفسانی خواہشات نے ان کو اپنا غلام نہیں بنایا تھا۔ مگر ان کا اکلوتا بیٹا شعیب جو سدرا سے چھوٹا مگر فروا سے بڑا تھا ایک سطحی ذہن کا مالک تھا۔ وہ فقط مطلب پرست اور کینہ پرور ہی نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجے کا دھوکے باز بھی تھا، اگرچہ گھر میں دولت کی ریل پیل تھی مگر جب منہ کو عیاشی کی لت لگ جائے تو پھر جتنی بھی دولت کی فراوانی ہو وہ کم پڑ ہی جاتی ہے۔ وہ اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے گناہوں کی دلدل میں دھنسا گوشت پوست کا انسان تھا۔ درحقیقت گناہوں سے لبریز وجود لئے وہ انسان کہلانے کا بھی مستحق نہ تھا۔ شعیب جلد از جلد جائیداد کی تمام منتقلی اپنے نام پر دیکھنے کا خواہاں تھا۔ شعیب کو بارہا انصار بزمی نے بزنس میٹنگ اٹینڈ کرنے اور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے کا مشورہ دیا مگر شعیب بہت آرام طلب تھا۔ وہ آسائشات کا عادی تھا۔ محض باپ کی کمائی پر عیش کرنا جانتا تھا۔ شعیب مے نوشی اور جوئے کی لت میں اس قدر آگے نکل چکا تھا کہ گھر میں باپ کی کوئی بھی نصیحت اس پر اثر انداز نہ ہوتی تھی۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ انسان کے گھر میں شیطان۔ یہاں وہ معاملہ تھا۔

ایک دن انصار بزمی نے شعیب کو رنگے ہاتھوں ان کے لاکر میں سے نوٹوں کا بنڈل نکالتے دیکھ لیا تھا۔ وہ ہر ماہ ایک معقول رقم لیا کرتا تھا، پھر انجم اس کی ہر جائز و ناجائز خواہش کے لئے رقم فراہم کر دیا کرتی تھیں مگر جوئے کی لت نے اسے اس گھناؤنے عمل پر مجبور کر دیا تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہو شعیب! اپنے ہی گھر میں نقب زنی کر رہے ہو''۔ انصار بزمی نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''کیا کر رہا ہوں ڈیڈ! فقط اپنا حق ہی تو لے رہا ہوں۔ جو سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلا تو انگلیاں ٹیڑھی کرنی پڑ ہی جاتی ہیں اور یوں بھی ڈیڈ یہ سب آپ کے بعد میرا ہی تو ہے۔ اب اگر آپ شرافت سے تمام پراپرٹی اور شیئرز میرے نام کر دیں تو مجھے کیا ضرورت ہے یوں رقم لینے کی۔ آپ تمام جائیداد میرے نام کر دیں اور خود اللہ اللہ کریں۔ یوں بھی اب آپ کے آرام کرنے کے دن ہیں اور میں آپ کو موقع فراہم کر رہا ہوں کہ آپ اپنی دقیانوسی عبادتوں میں اپنی زندگی بسر کریں''۔ شعیب نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ شرمندگی کا کوئی شائبہ تک نہ تھا اس کے لب و لہجے میں۔

''شرم کرو شعیب! کچھ تو پاس لحاظ رکھا ہوتا، کہ تم اپنے باپ سے مخاطب ہو اور کیا کہا تم نے؟ تمہارے نام کر دوں میں یہ ساری پراپرٹی، تاکہ تم یہ سب جوئے میں اڑا دو، یہ سب میری محنت کی کمائی کا ثمر ہے، تمہاری عیاشیوں پر اڑانے کے لئے نہیں ہے اور عبادت الٰہی کا لطف بھلا تم کیا جانو، جو شخص رات کے پچھلے پہر اپنے رب کریم کو گریہ وزاری سے پرسوزی کی کیفیت میں سرگوشیوں میں پکارتا ہے تو اس کی وہ صدا رب ذوالجلال تک آسمان کی وسعتوں تک جاتی ہے اور وہ اپنے رب کریم سے باتیں کرتا ہے اور وہ رب العزت جو سمیع بھی ہے سنتا ہے مگر شعیب تم یہ سب نہیں سمجھ سکتے کیونکہ تمہاری راتیں تو کلبوں اور قمار خانوں میں مے نوشی کرتے ہوئے بسر ہوتی ہیں۔ مجھے تو شرم آتی ہے کہ تم میرے بیٹے ہو، میرا سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ ابھی بھی وقت ہے شعیب توبہ کا دروازہ ہر انسان کے لئے وا کر رکھا ہے رب کریم نے''۔ شعیب نے یہ سارا لیکچر بے زاری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

سے سنا اور نوٹوں کی گڈی کو چوم لیا۔
''ڈیڈ! میرا تو سب کچھ بس یہی ہے روپیہ ہے تو سب کچھ ہے۔ اب چھوڑیں میرا راستہ مجھے اس وقت مے نوشی کی شدید طلب ہو رہی ہے''۔ شعیب نے ڈھٹائی سے کہا تو سخت طیش کے عالم میں انصار بزمی اسے مارنے کو لپکے تھے مگر عین وقت پر انجم بیگم نے بیچ بچاؤ کروایا اور شعیب رقم تھامے باہر کی جانب بھاگ گیا اور انصار بزمی صاحب دکھ کے گہرے پاتال میں ڈھے سے گئے۔

یہ سب انجم بیگم کی ڈھیل کا ہی نتیجہ تھا۔ فریدوں نے اگر انصار بزمی صاحب کے ساتھ کاروبار کو نہ سنبھال لیا ہوتا تو سارا کاروبار ٹھپ ہو جاتا کیونکہ انصار بزمی صاحب کی آئے دن طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ فریدوں انصار بزمی کے ساتھ ان کے وسیع کاروبار میں ان کی ہیلپ کروانے کے ساتھ ساتھ اپنا ذاتی کاروبار بھی سنبھال رہا تھا۔

بسا اوقات وہ اس قدر نادر مشورے فراہم کرتا کہ فریدوں کی دوراندیشی کے وہ شدت سے قائل ہو جاتے تھے اور وہ فریدوں کے احسان مند بھی تھے کیونکہ انصار بزمی دنیاداری کے لئے نہ بنے تھے، ان کا بس چلتا تو تاعمر سجدے میں پڑے رہتے، وہ سجدہ جو سجدہ زیست کا کل ہوتا ہے وہ نصیب والوں کو ہی ملتا ہے۔ انجم بیگم بھی فریدوں کے اس طرح کاروبار میں شامل ہونے پر بے حد خوش تھیں کیونکہ وہ سدرا کے لئے فریدوں کو گھر داماد بنانے کا خواب دیکھتی رہتی تھیں۔

انجم بیگم نے اشارے کنائے میں کئی مرتبہ اپنی بڑی بہن آسیہ سے سدرا کی شادی کے سلسلے میں پریشانی کا ذکر چھیڑا تھا تاکہ وہ فریدوں کے حوالے سے ازخود بات کریں مگر آسیہ بیگم لب بستہ ہی رہتی تھیں۔ تسلی و تشفی کے دو بول ادا تو کر دیتی تھیں مگر فریدوں کے حوالے سے سدرا کے لئے اشارہ قبول کرنے کے لئے تیار نظر نہ آتی تھیں۔ اگرچہ انجم اور آسیہ دونوں سگی بہنیں تھیں مگر بیٹیوں کے معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کبھی اپنے دل کی بات زبان پر نہیں لا پاتا۔ بیٹی کا معاملہ اتنا ہی نازک ہوا کرتا ہے کہ لاکھ بھرم رکھنے پڑتے ہیں ان معاملات کو سنبھالنے کے لئے۔

☆.........☆.........☆

''کیا پکا رہی ہو ڈیئر کزن؟'' فاطمہ دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھی جب شعیب دندناتا ہوا کچن میں چلا آیا۔ فاطمہ نے گھبرا کر پلٹ کر دیکھا اور جلدی جلدی کام کی طرف اپنا دھیان لگا دیا۔
''چلو اب اچھے بچوں کی طرح میرے لئے ایک کپ چائے بنا دو، سر بہت بھاری ہو رہا ہے''۔ شعیب نے آرڈر دیا تو وہ بادل نخواستہ چائے بنانے لگی۔
''کیا کرتی رہتی ہو آج کل نظر ہی نہیں آتیں؟'' فاطمہ کو شعیب کی آمد کی وجہ سے سخت کوفت نے گھیر رکھا تھا۔
''جی پڑھتی رہتی ہوں''۔ فاطمہ نے سرسری سا جواب دیا۔
''ہونہہ... کیا کرنا ہے تنا پڑھ لکھ کر، آنا تو تم نے میرے پاس ہی ہے''۔ شعیب کی بات پر فاطمہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ نیچے گر گیا اور کانچ کے ٹکڑے ہر جانب بکھر گئے۔
''حواس کہاں ہیں تمہارے، کام بناتی کم بگاڑتی زیادہ ہو''۔ انجم بیگم نجانے کس وقت کانچ کے ٹوٹنے کی آواز پر کچن میں آموجود ہوئی تھیں اور اب کینہ توز نظروں سے فاطمہ کو گھور رہی تھیں۔
فاطمہ بے حد ہراساں ہو گئی تھی۔ کیا بتاتی کہ ان کے بیٹے کی گندی نگاہوں کی اور گندی سوچ کی بدولت اس کا کام بگڑ گیا ہے۔
''تم کیا کر رہے ہو یہاں، باہر نکلو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے''۔ انجم کے پیچھے پیچھے شعیب بھی کچن سے نکل گیا تو فاطمہ نے سکھ کا سانس لیا اور کانچ کے ٹوٹے ٹکڑے سمیٹنے لگی۔
''یہ کیا کہہ رہے تھے شعیب بھائی۔ خدا نہ کرے کہ کبھی ایسی نوبت آئے''۔ فاطمہ نے بے حد گھبرا کر خالق حقیقی سے دعا مانگی۔

☆.........☆.........☆

''فاطمہ آپی! آج آرٹ فیسٹیول ہے اور آپ کو میرے ساتھ لازمی چلنا ہے اور یہ کیا چوبیس گھنٹے کچن میں ہی موجود پائی جاتی ہیں، چلیں نکلیں یہاں سے پہلے''۔ فروا نے فاطمہ کو کندھوں سے تھاما اور باہر لے آئی۔
''اب یہاں بیٹھیں''۔ فروا نے فاطمہ کو صوفے پر لاکر بٹھا دیا۔
''میں نے امی سے، چچی جان سے اجازت لے لی ہے فریدوں بھائی بس آنے والے ہیں ہم دونوں کو پک کرنے اور میں جا رہی ہوں تیار ہونے، آپ بھی تیار ہو جائیں''۔ فروا نے کہا تو وہ سر پکڑ کر رہ گئی۔
''یہ فروا بھی کچھ پوچھتی نہیں اپنے فیصلے مسلط کر دیتی ہے بالکل اپنی ماں کی طرح''۔ فاطمہ نے بے دلی سے سوچا۔ کمرے میں الماری کھول کر کھڑی ہو گئی۔
''اب کیا پہنوں؟'' پرپل کلر کی لانگ فراک کے ساتھ پاجامہ اس نے سلیکٹ کیا۔
پھر شاور لینے کے بعد زیب تن کیا۔ جلدی جلدی سے بالوں میں کچر لگایا ابھی نیچے سے فروا کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ جلدی سے امی کو سلام کر کے نیچے آگئی۔
فریدوں تائی جان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کسی بات پر مسکرا کر جواب دے رہا تھا۔
عمارہ بیگم کی نگاہ فاطمہ پر پڑی تو جیسے شکنوں کا ایک جال سا ماتھے پر بن گیا ہو۔
''تم بھی ساتھ جاؤ گی کیا؟'' تائی اماں نے خاصی سرد نگاہوں سے فاطمہ کو یوں بن ٹھن کے تیار دیکھ کر استعجاب سے پوچھا۔ فروا جو ساتھ ہی تائی اماں کے کندھے پر سر ٹکائے بیٹھی تھی جھٹ بول اٹھی۔
''جی امی! میں نے ہی فاطمہ آپی سے کہا ہے، فاطمہ آپی آپ کس قدر خوبصورت لگ رہی ہیں، واؤ بہت ہی خوبصورت''۔ فروا نے خوشی سے چہک کر کہا۔
وہ ماں کے چہرے کے تاثرات کو بھانپ ہی نہ سکی تھی جو فاطمہ کا طائرانہ نظروں سے جائزہ لینے کے بعد سخت آف موڈ میں بیٹھی تھیں۔
فریدوں کی نگاہوں میں فاطمہ کے لئے ستائش کے گہرے رنگ ان سے چھپے نہ رہ سکے تھے۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ فاطمہ کو جانے سے روک دیں مگر موقع کی نزاکت دیکھ کر خاموش رہ گئیں کہ وہ اپنے اکلوتے بھانجے کی نظروں میں بری نہیں بننا چاہتی تھیں۔
پھر سب گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ فریدوں کن انکھیوں سے فاطمہ کو بیک ویو مرر سے دیکھ رہا تھا اور فاطمہ اپنے نازک سے سراپے سمیت اس کے دل پر دستک دیئے چلی جا رہی تھی۔ فاطمہ نے بھی فریدوں کی عمیق نگاہوں کی گہرائی میں چھپی لازوال محبت کے انوکھے رنگ دیکھ لئے تھے مگر وہ ان سب کا جواب دینے سے گریزاں تھی۔ امید آس و نراس کے کئی رنگ فریدوں کے چہرے پر ہویدا ہو کر معدوم ہو گئے تھے۔ فاطمہ نے گھبرا کر اپنا رخ ہی موڑ لیا۔
''اب موصوف نے چھچھوروں والی حرکتیں شروع کر دی ہیں یا خدایا''۔ فاطمہ نے دل کی آواز کو دبانے کی خاطر فریدوں کو دل ہی دل میں کوسنا شروع کر دیا اور شیشے سے پار دیکھنے لگی۔ گاڑی اپنے رستے پر رواں دواں تھی۔
''فروا! میں سوچ رہا ہوں واپسی پر ہم ڈنر ساتھ ہی کریں گے اور آئس کریم بھی کھائیں گے''۔ فریدوں کا موڈ بے حد خوشگوار تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''اوہ... سونائس فریدوں بھائی! پھر تو بہت مزہ آئے گا، یہ ایک یادگار سہانی شام ہوگی''۔فروا نے جوش سے کہا تو فریدوں مسکرا دیا۔فروا کا جوش اور مسرت دیدنی تھا۔

''ہاں بالکل ایک یادگار، سہانی شام''۔فریدوں کا لہجہ خاصا بھاری اور جذبات کی شدت سے مغلوب تھا۔ جسے فروا نے تو محسوس بھی نہ کیا مگر فاطمہ بے حد نروس ہوگئی تھی۔باقی کا راستہ بے حد خاموشی سے کٹا اور منزل مقصود پر پہنچ کر فاطمہ نے سکھ کا سانس لیا۔

رنگ و بو کا جیسے سیلاب امڈ آیا ہو۔باذوق افراد کا ہجوم تھا۔خاصی تعداد میں گیدرنگ تھی، نامی گرامی شخصیات بھی یہاں مدعو تھیں، مزاح و ادب کے مختلف نوعیت کے پروگرامز کا سیشن ہوا۔ ادب کے ان لازوال یادگار پرفارمنس نے ان کے دل و دماغ پر ایک گہری چھاپ چھوڑی۔پھر نغمگی کے بنا تو ہر شے ادھوری رہ جاتی ہے۔

جب کسی مشہور فنکارہ نے غزل چھیڑی تو فضا میں بالکل سکوت چھا گیا۔سب دم بخود سے اس پرسوز آواز میں سحر زدہ ہوکر کھو سے گئے۔

آنسوؤں میں ڈھل گئی ہے ساری رات
یونہی اکثر خود کو سزا دیتے رہو
وہ سنیں یا نہ سنیں یہ اُن کی مرضی ہے
تم ستمگر کو یونہی مسلسل صدا دیتے رہو

آخری شعر پر فریدوں اور فاطمہ کی نگاہوں کا تصادم ہوا تو کچھ لمحات تک فریدوں کی نگاہوں میں لکھی تحریر پڑھ کر فاطمہ ساکت رہ گئی۔ بسا اوقات انسان کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ جاتا ہے۔اکثر اس کا چہرہ اس کے جذبات کا آئینہ دار بن جایا کرتا ہے۔

پورا ہال تالیوں کی گونج سے شوریدہ تھا۔فروا بے پناہ خوش تھی۔ وہ اپنی پسندیدہ شخصیات کے ساتھ فوٹو سیشن میں مصروف تو کبھی اپنی آٹوگراف بک پر ان سب سے آٹوگراف لیتی ادھر اُدھر اٹھکیلیاں کرتی پھر رہی تھی۔واپسی پر فاطمہ بہت خاموش تھی۔

''فریدوں بھائی! اپنا وعدہ یاد ہے ناں کھانا کھلانے کا''۔فریدوں نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔

پھر انہوں نے بہت اچھے سے ریسٹورنٹ میں ڈنر کیا۔ بے حد لذیذ کھانا تھا۔واپسی پر فروا پیش آنے والے واقعات پر سیر حاصل تبصرہ کرتی گئی۔

جب وہ لوگ واپس آئے تو رات کے دس بج رہے تھے۔وہ سب لاؤنج میں داخل ہوئے تو سامنے ہی انصار بزمی اور انجم بیگم بیٹھے تھے۔

''اتنا وقت ہوگیا ہے اور تم لوگ اب لوٹ رہے ہو''۔انصار بزمی صاحب کی آواز میں تشویش نمایاں تھی۔

''جی انکل! میں فروا اور فاطمہ کو کھانا کھلانے کے لئے رک گیا تھا''۔فریدوں کی بات پر وہ لب بھینچ کر رہ گئے۔فریدوں نے فاطمہ کے پل پل بدلتے تاثرات دیکھ لئے تھے۔وہ اپنی تائی اماں سے ہراساں تھی اور فریدوں چاہتا تھا کہ اگر کوئی ناگوار بات ہو تو اس کی وضاحت کر دے اور بات یہیں ختم ہو جائے۔ آج اس نے فاطمہ کو اپنے دل کے بے حد قریب محسوس کیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ خوش کن احساس کسی ور ناخوشگوار احساس تلے دب جائے۔ پھر معاملہ جب معمول پر آگیا تو وہ واپس لوٹ گیا۔

فاطمہ رات کے پچھلے پہر جب سونے کے لئے لیٹی تو اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دی تھیں۔

دو سرمئی آنکھیں اس سے شکوہ کناں تھیں۔ وہ آنکھیں فریدوں کی تھیں۔

''تو کیا میں بھی اس راہ کی مسافر بن گئی ہوں جہاں صرف دکھ کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا''۔ فاطمہ نے آزردگی سے سوچا اور نم چہرہ لئے سونے کی سعی کرنے لگی۔

☆............☆............☆

''دیکھو بیٹا! میں تو پہلے ہی اس بات کے حق میں ہوں کہ فاطمہ ہمارے ہی گھر کی بہو بنے۔ پھر یہ بھی تو طے ہے کہ فاطمہ کے حصے کی ساری جائیداد بھی ہمارے ہی پاس آ جائے گی''۔ انجم بیگم نے اپنے لاڈلے سپوت شعیب سے کہا۔

''امی! میں بھی چاہتا ہوں میری بیوی بے زبان بکری کی طرح میری ہر بات بلاچوں چرا مان جائے، مگر پھر بھی میرا دل چاہا تو میں دوسری شادی بھی ضرور کروں گا امی''۔شعیب نے کہا تو انجم مسکرا دی۔

''ہاں صدقے جائے کر لینا شادی اور بھی۔ بس اب تم کوشش کرو کہ فاطمہ کو اپنی مٹھی میں کرلو، پھر تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تمہارے ابا نے صرف فاطمہ کے کہنے پر ہی اس کا رشتہ کر دینا ہے''۔ انجم نے کہا تو شعیب گہری سوچ میں پڑ گیا۔

☆............☆............☆

مسلسل بیل بج رہی تھی اور فریدوں کال ریسیو کیے بنا بار بار کاٹ رہا تھا۔ وہ جتنا سدرا سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا سدرا اتنا ہی پیچھے آتی تھی۔ جب ساتویں بار کال آئی تو فریدوں نے بے زاری اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں کال بیک کرلی۔

''کیا بات ہے سدرا؟''فریدوں سخت لہجے میں بولا۔

''کیا ہوا؟ ایسے کیوں بول رہے ہو تم؟'' سدرا نے بھی دوبدو جواب دیا۔

''سدرا! کیوں کہ میرے پاس اس وقت بات کرنے کا ٹائم نہیں، تم نے جو کہنا ہے دو لفظوں میں کہہ دو''۔فریدوں نے کہا۔

''تم آج کل گھر بھی نہیں آتے۔ خاصے دن ہو گئے ۔ اس دن تم فاطمہ اور فروا کے ساتھ گئے مجھے بھول گئے ساتھ لے جانا''۔سدرا نے شکوہ کیا۔

''تم گھر میں تھی ہی نہیں، شادی میں گئی تھیں اپنی دوست کی تو میں تمہیں کیسے ساتھ لے جاتا۔ ویسے خالہ جان کو تمہیں اس طرح دوستوں کے گھر جانے کی اجازت نہیں دینی چاہئے''۔فریدوں نے بے لاگ تبصرہ کیا۔

''ہونہہ... تو اپنا حق جتا رہے ہو''۔سدرا ایکدم بات کا رخ پلٹ کر بولی۔

''غلط فہمی ہے تمہاری، مجھے کوئی شوق نہیں ہے تم پر حق جتانے کا''۔فریدوں نے کہا۔

''اور ہاں سدرا! تم پلیز مجھے فون مت کیا کرو، تم میرے لئے ایک کزن سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہو۔ آئی ہوپ تم میری بات کو بخوبی سمجھ رہی ہوگی''۔ فریدوں نے آج دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ دوسری طرف مہیب خاموشی چھا گئی تھی اور پھر فون بند کیا۔

☆............☆............☆

وہ آج بہت بور ہو رہی تھی کالج میں اس کی عزیز دوست نہیں آئی تھی اور جس ٹیسٹ کی خاطر وہ کالج آئی تھی وہ بھی آج نہیں ہوا تھا۔ وہ آف ٹائم کالج سے باہر آئی تو فریدوں کو سن گلاسز لگائے گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑے دیکھا۔ وہ وجیہہ صورت تو تھا ہی ازل سے، آج بہت تیار سا لگا۔ فاطمہ نے اس کو ان دیکھا کر کے گزر جانا چاہا مگر فریدوں نے اس کو آواز دے ڈالی۔

''فاطمہ! آج میں تمہیں پک کرنے آیا ہوں، انکل نے بھیجا ہے''۔فریدوں کی بات پر فاطمہ نے ایک خاموش نگاہ فریدوں پر ڈالی اور پھر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''مجھے دیکھ کر بھی تم ان دیکھا کیوں کر گئیں؟'' فریدوں نے شکوہ کر ڈالا۔

''یوں جیسے کسی بلا کو دیکھ لیا ہو''۔

''آپ کون سا بلا سے کم ہیں''۔بے ساختہ فاطمہ کے لبوں سے نکلا۔

''اچھا تو آج تمہیں زبان بھی مل گئی ہے''۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

فریدوں نے بے جھجکی سے طنزیہ کہا۔
''ہاں مل گئی ہے، کہتے ہیں تو نہیں بولتی''۔ فاطمہ نے نروٹھے پن سے کہا۔
''نہیں اچھا لگا تمہارا یوں بولنا۔ یہ بتاؤ کہ آج موڈ اتنا آف کیوں ہے تمہارا''۔ فریدوں مسکرایا۔
''میرا موڈ آف ہے مگر آپ کو کیسے معلوم؟'' فاطمہ حیرت سے بولی۔
''تمہارے چہرے کے کچھ جگنو کم ہو جاتے ہیں ناں جب تمہارا موڈ آف ہوتا ہے''۔ فریدوں نے جذب کے عالم میں اس کا چہرہ تکتے ہوئے بتایا تو فاطمہ اپنی جگہ جز بز ہو کر رہ گئی۔
''میں نے آج بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے۔ آج میں نے امی سے بات کی ہے انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہر انسان کو اپنی منزل متعین کرنے کا حق حاصل ہے۔ میری منزل کی راہ تم سے ہو کر تم ہی تک جاتی ہے اور اب پلیز تم اتنا احسان کرنا کہ جب امی تم سے پوچھنے کے لئے آئیں گھر تو پلیز ہاں ہی کرنا''۔ فریدوں نے آج ہر بات کہہ ڈالی دل کی۔
''آپ کیوں بضد ہیں، آپ کو تو بہت اچھی اچھی لڑکیاں مل سکتی ہیں۔ پھر سدرا بھی تو ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ آپ کے لئے کس قدر پوزیسو ہے؟'' فاطمہ نے آج صاف بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
''اوہ... تو تمہاری اس ناراضی کا سبب سدرا ہے۔ مگر فاطمہ جب میرے دل میں سدرا کے لئے کوئی اچھوتا جذبہ بیدار ہی نہیں ہوتا تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اور پھر اس طرح نہ تو میں خود کو خوش رکھ سکتا ہوں اور نہ ہی میں اس کو یا کسی بھی ایکس وائی زیڈ کو خوش رکھ سکتا ہوں۔ تم جانتی ہو میرے دل پر صرف تمہارا نقش پا ثبت ہے''۔ فریدوں نے سادگی سے اپنے صاف وشفاف جذبات کو عیاں کر دیا۔
اب فاطمہ اس کو اور کیا بتاتی کہ وہ تائی اماں کے لمبے طعنوں اور گز بھر لمبی زبان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اس دن کے بعد سے تائی اماں کا رویہ اس کے ساتھ سخت تضحیک آمیز ہو چکا تھا۔ وہ جانتی تھی اس کا قصور محض اتنا سا تھا کہ وہ فریدوں کی آنکھوں کا خواب تھی اور پھر یہ آنکھیں بھی عجیب ہی ہوتی ہیں۔ بنا اجازت طلب کیے کسی کی بھی ہمرائی کے خواب بن لیتی ہیں۔ پھر انسان اس میں محو ہو کر کسی کام کا نہیں رہتا۔ محبت از خود ایک ایسا لاوا ہے جو دہکتا رہتا ہے اور پورے وجود کو خاکستر کر ڈالتا ہے اور کبھی کسی شبنمی قطرے کی مانند پاکیزہ جو دل پر گرے تو دکھوں کے ہر غبار کو دھو ڈالتا ہے۔ فریدوں کی شبنمی محبت بھی فاطمہ کے لئے اسی طرح خاص الخاص تھی۔ وہ اس محبت کو اگر پا نہیں تو کم از کم اس محبت کے احساس کو تو دل میں ایک خوش کن یاد کی مانند سجا کر رکھ ہی سکتی تھی۔
''فریدوں! میں کوشش کروں گی کہ آپ کو آپ کا من چاہا جواب مل جائے''۔ گھر کے قریب اترتے وقت کئی دھنک رنگ فاطمہ کے چہرے کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔ فریدوں کی اداس سرمئی رنگ نگاہوں میں کئی خواب لو دیتے ہوئے لہرائے تھے۔ اس پل قدرت اس عہد وپیماں پر مسکرائی تھی۔
فاطمہ جوں ہی گھر میں داخل ہوئی تو تائی اماں کی خشمگیں نگاہوں کا سامنا کرنا پڑا۔
''کس کے ساتھ آ رہی ہو فاطمہ؟'' اگرچہ تائی اماں فریدوں کو دیکھ چکی تھیں مگر پھر بھی سوال کر ڈالا۔
''جی میں فریدوں کے ساتھ آئی ہوں''۔ فاطمہ نے ڈٹ کر سامنے کھڑے ہو کر آنکھوں میں آنکھیں ملا کر جواب دیا تھا۔
''اچھا اب تم چوری بھی کرو گی اور پھر سینہ زوری بھی کرو گی، واہ کیا تربیت کی ہے تمہاری ماں نے تمہاری''۔ تائی اماں نے بدلحاظی کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے تھے۔

''واہ اگر میں فریدوں کے ساتھ آؤں تو میری ماں کی تربیت میں کمی آ جاتی ہے اور اگر میری جگہ سدرا آ جاتی تو آپ اس کی بلائیں لیتیں، ہے ناں''۔ فاطمہ نے بھی آج دوبدو جواب دیا اور پھر مسکرا کر دل جلانے والے انداز میں تائی اماں کو ہونق کھڑا چھوڑ کر سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔
یہ خوف اب اس کے دل سے ناپید ہو چکا تھا کہ کوئی اسے فریدوں سے جدا بھی کر سکتا ہے۔ جو ایک خوف تھا کہ شاید اس کی امی آسیہ بیگم حامی نہ بھریں وہ بھی آج مٹ گیا تھا۔ یہ طاقت یہ ہمت اس کو محبت نے ودیعت کی تھی۔

☆..............☆..............☆

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ انجم بیگم یہ کیسے ممکن ہے، تم شعیب کی حرکتیں نہیں دیکھتی جو ایسی بات کہہ رہی ہو''۔ انصار بزمی صاحب نے حیرت سے انجم بیگم کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔
''تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ گھر کا دیکھا بھالا بچہ ہے پھر فاطمہ کہیں دور بھی نہیں جائے گی، گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے گی اور یوں عمارہ بھی تنہا نہیں ہوگی۔ میں نے تو اچھا ہی سوچا ہے اور پھر شعیب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ شادی کے بعد یہ سارے کام چھوڑ دے گا اور پھر آج کل اس نے آفس بھی تو آنا شروع کر دیا ہے ناں''۔ انجم نے وضاحت کی۔
''اب مجھے سمجھ میں آیا کہ اچانک شعیب آفس کیوں آنا شروع ہو گیا ہے مگر انجم بیگم میری ایک بات یاد رکھنا، بے شک شعیب میرا بیٹا ہے، لیکن میں پہلے فاطمہ کا سوچوں گا۔ اس کی مرضی میرے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ جہاں وہ رشتہ کے لئے رضامندی ظاہر کرے گی وہیں اس کا رشتہ طے کر دوں گا۔ میں بھائی کو آخرت میں کیا منہ دکھاؤں گا کہ اس کی ایک امانت جو میرے پاس رب تعالیٰ کا انعام ہے میں اس کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔ اب تم دوبارہ مجھے اس معاملے میں کچھ مت کہنا نہ ہی اصرار کرنا۔ میں جہاں بھی مناسب سمجھوں گا وہیں اپنی بھتیجی کی شادی کر دوں گا''۔ انصار بزمی کے حتمی فیصلے کو سن کر انجم بیگم کا موڈ بے حد آف ہو چکا تھا۔ انہی کے کہنے پر شعیب نے کاروبار کی دیکھ بھال کے لئے آفس جانا شروع کیا تھا مگر اس نیک وراستی کی راہ پر چلنے کا بھی کچھ فائدہ ملتا دکھائی نہ دے رہا تھا، انجم بیگم اب کچھ اور ہی سوچ رہی تھیں قبل اس کے کہ دیر ہو جائے فاطمہ کو راستے سے ہٹانا ہی ٹھیک ہوگا۔

☆..............☆..............☆

فاطمہ جونہی کالج کے مین گیٹ سے باہر نکلی تو سامنے ہی شعیب کھڑا اسی کا منتظر تھا۔ فاطمہ نے بے حد ناگواری سے شعیب کو دیکھا۔ شعیب کی نازیبا حرکتوں کی بدولت فاطمہ ہمیشہ ہی ایک حد پر قائم کردہ فاصلے سے شعیب سے بات کیا کرتی تھی۔
''آؤ فاطمہ! آج میں تمہیں گھر ڈراپ کر دیتا ہوں''۔ شعیب نے کہا۔
''نہیں میں خود چلی جاؤں گی''۔ فاطمہ اندر سے بہت ڈر گئی تھی مگر بظاہر ہمت سے کھڑی انکار کرنے لگی۔
''دیکھو شرافت سے گاڑی میں بیٹھ جاؤ ورنہ تمہیں اٹھا کر بھی بٹھا سکتا ہوں۔ پھر میں کوئی غیر تو نہیں ہوں تمہارا کزن ہوں، تمہارے ساتھ ایک ہی گھر ایک ہی چار دیواری میں پروان چڑھا ہوں۔ تم تو یوں ظاہر کر رہی ہو کہ جیسے مجھے جانتی ہی نہیں ہو''۔ شعیب کا پارہ ایکدم گھوم گیا تھا، اس کا غصہ دیدنی تھا۔
''جانتی تو ہوں تبھی تو گریزاں ہوں''۔ فاطمہ نے سوچا مگر کہنے کی ہمت خود میں نہ پائی۔
''میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا صرف تم سے دو باتیں کرنی ہیں اور بس''۔ شعیب کی بات پر وہ فکرمندی سے دھڑکتے دل کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ دل ہی دل میں رب کریم کو پکارتی ہوئی وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

خاصی ڈری سہمی تھی۔ شعیب نے مسکرا کر فاتحانہ انداز میں گاڑی اسٹارٹ کر دی اور گاڑی اپنے راستے پر رواں دواں ہوگئی۔

"میں دوٹوک صاف بات کرنے کا قائل ہوں، تم آج ہی گھر جا کر ڈیڈ سے کہو کہ تم مجھ سے شادی کرنے کی خواہاں ہو اور میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ یوں بھی اب کچھ دنوں بعد تم تعلیم سے بھی فارغ ہو جاؤ گی اور پھر مجھ سے اچھا جیون ساتھی تمہیں کہاں ملے گا۔ اس فریدوں بھئے تو میں بہت ہی اچھا ہوں جس کے ساتھ ہر وقت مکھوے اڑاتی پھرتی ہو۔ مجھ میں کیا کمی ہے؟ اگر چاہو تو آزما کر دیکھ لو"۔ شعیب نے آخری جملہ نہایت واہیات انداز میں آنکھیں میچ کر ادا کیا، فاطمہ کا دل چاہا کہ ایک تھپڑ جڑ دے اس خبیث انسان کے منہ پر۔

"مجھے ابھی اور اسی وقت گاڑی سے نیچے اتار دیں ورنہ میں شور مچا دوں گی"۔ فاطمہ کا حلق سوکھے ہوئے کانٹے کی مانند خشک ہو رہا تھا۔ کسی ان ہونی کے ہونے کے ڈر سے وہ پتے کی مانند لرزیدہ تھی۔

"چلو یہ حسرت بھی پوری کر کے دیکھ لو"۔ شعیب نے قہقہہ لگایا۔

وہ ایسے صیاد کی مانند نظر آنے لگا تھا جس کے ہتھے شکار لگ جاتا ہے۔ شعیب جابر صیاد کی مانند بے حسی کی انتہا پر تھا۔ گاڑی کو انجانے راستوں پر گامزن دیکھ کر فاطمہ بے ساختہ رو دی۔

"یہ کہاں لے جا رہے ہیں مجھے؟" فاطمہ نے بے بسی سے روتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بے بی گھبرا کیوں رہی ہو۔ پہلے ہی اتنی سی جان ہے۔ ہم دونوں ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں فقط ہم ہوں گے اور پھر مولوی صاحب ہمارا نکاح پڑھائیں گے اور اگر تم نے چوں چراں کی تو گھر پر چچی جان اکیلی ہیں۔ ان کے ساتھ میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ یہ دیکھو ذرا"۔ شعیب نے لمبا سا خنجر نکال فاطمہ کی نگاہوں کے سامنے لہرایا۔

اچانک نجانے فاطمہ کو کیا ہوا اس نے خنجر شعیب کے ہاتھ سے چھین لیا مگر یوں کہ اس کا ہاتھ لہو رنگ ہو گیا شعیب کی قوت بھی رائیگاں گئی۔ کیونکہ ماں کے لفظ پر فاطمہ جیسے ایکدم اپنے حواسوں میں لوٹ آئی تھی۔ اس نے خنجر پکڑ لیا تھا۔

"مجھے ابھی اسی وقت نیچے اتاریں ورنہ میں یا تو خود کو مار دوں گی یا یہ خنجر آپ کے گلے پر پھیر دوں گی"۔ فاطمہ زخمی شیرنی کی مانند چیخ کر بولی۔

شعیب ایکدم ٹپٹا کر رہ گیا تھا۔ معاملہ ہاتھوں سے نکلتا ہوا محسوس ہوا تو اس نے گاڑی ایک سنسان سی راہ پر سائیڈ پر کر کے روک دی۔ فاطمہ نے یہ منظر دیکھا تو خنجر شعیب کے پیٹ میں گھونپ دیا، تیز دھار خنجر شعیب کی کمر میں گھستا چلا گیا تھا، فاطمہ اچانک ساکت رہ گئی۔ سرخ سرخ خون میں اس کے ہاتھ ڈوبے ہوئے تھے اور شعیب بے یقینی کے عالم میں فاطمہ کو دیکھ رہا تھا۔ فاطمہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے خنجر کو چھوڑ دیا اور گاڑی سے نیچے اتر آئی۔

اس کے کندھے سے اس کا بیگ لگا تھا۔ اس نے جلدی سے موبائل فون نکالا اور تیزی سے فریدوں کا نمبر ڈائل کیا، دوسری طرف مسلسل بیل جا رہی تھی۔

"ہیلو! فاطمہ خیریت تو ہے ناں۔ میں کہیں کوئی حسین خواب تو نہیں دیکھ رہا"۔ فریدوں کی دلکش خوشی سے لبریز آواز سنائی دی اور فاطمہ کی سسکیاں نکل گئیں۔ وہ بے ساختہ ہچکیوں سے رو دی۔

"کیا ہوا فاطمہ؟" فریدوں بے حد پریشانی سے بولا۔ تو فاطمہ نے اٹک اٹک کر ساری صورتحال اسے بتا دی۔

"تم گھبراؤ مت، میں آ رہا ہوں۔ تم وہیں ٹھہرو"۔ فریدوں نے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

پھر فاطمہ فون بند کر کے وہیں گاڑی کے پہیے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ اس کا پورا وجود اس وقت زلزلوں کی زد میں تھا۔

"یہ میں نے کیا کر دیا؟" فاطمہ رو رہی تھی۔ بے انتہا خوف اور احساس جرم نے اسے گھیر لیا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ لال خون سے رنگین تھے۔

جو بھی ہوا تھا نادانستگی میں ہوا تھا مگر کون فاطمہ کا یقین کرے گا۔ وہ کس کس کو اپنی بے گناہی کا یقین دلائے گی۔

تبھی دور سے فریدوں کی گاڑی آتی دکھائی دی، وہ سمٹی ہوئی بے حد ہراساں سی رو رہی تھی۔ سہمی سہمی فاطمہ کو دیکھ کر فریدوں کے دل پر جیسے گھونسا سا لگا ہو۔ اس نے تیزی سے پاس آ کر فاطمہ کو اٹھایا۔

"فاطمہ! ہوش کرو، ابھی تو اس طرف کوئی نہیں آیا، تھوڑی دیر میں کوئی آ بھی سکتا ہے، تم جلدی سے جا کر میری گاڑی میں بیٹھو"۔ فریدوں نے فاطمہ کو کہا تو وہ لرزتے قدموں کے ساتھ فریدوں کی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔ پھر فریدوں نے اپنے ایک سب انسپکٹر دوست کو کال ملائی۔ اس کو مختصراً ساری بات بتائی۔

اس وقت فریدوں نے یہی مناسب سمجھا تھا، فوراً پولیس موبائل آ گئی۔ انسپکٹر شہریار فریدوں کا گہرا دوست تھا۔

"یار! تم پلیز اس معاملے کو سنبھال لینا"۔ فریدوں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"تم فکر مت کرو، بھابی کا نام کہیں نہیں آئے گا اور شعیب بزمی بے ہوش ہوا ہے صرف۔ ابھی اس کو ایمبولینس لے گئی ہے، ٹریٹمنٹ ہوگی"۔

"بہت شکریہ"۔ فریدوں نے احسان مندی سے کہا۔

"دوست بھی کہتے ہو اور احسان مندی والی باتیں بھی کرتے ہو"۔ شہریار نے ناراضی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

فریدوں فاطمہ کو پہلے اپنے ایک فلیٹ پر لے گیا کیونکہ فاطمہ کا لباس خون سے رنگین الگ ہی کہانی سنا رہا تھا۔ راستے میں فریدوں نے فاطمہ کو ساری بات بتا دی تھی۔ شعیب کی زندگی کی نوید سن کر فاطمہ بلک بلک کر رو دی تھی ورنہ وہ تائی اماں اور تایا جان کا کس طرح سامنا کر پاتی۔

"بس اب تم اس واقعے کو بھول جاؤ، تمہارا نام اس سارے معاملے میں کہیں بھی نہیں آئے گا۔ شعیب کو شہریار خود ہی سمجھا دے گا، وہ بھی اتنا پاگل نہیں ہے کہ تمہارا نام لے دے۔ یوں بھی وہ کئی ایک معاملات میں ملوث رہا ہے۔ صرف انکل کے نام کی وجہ سے کسی نے آج تک شعیب کو اریسٹ نہیں کیا ورنہ اس کے کرتوت تو ایسے ہیں کہ وہ جیل میں ہی سڑتا رہے"۔ فریدوں نے تفصیل سے اسے بتایا تو وہ کچھ مطمئن دکھائی دینے لگی تھی۔

فریدوں نے شعیب کے ہاسپٹل میں ہونے کی اطلاع گھر دے دی تھی۔ اس لئے تائی اماں اور تایا جان کا تو گھر ہونے کا امکان ہی نہ تھا۔ وہ ایسے موقع پر خود فاطمہ کو گھر چھوڑ آیا تھا۔ فاطمہ کو فریدوں نے ایک ریڈی میڈ سوٹ لے دیا تھا جو اس نے فلیٹ پر ہی تبدیل کر لیا تھا اور خون آلود ہاتھوں کو بھی دھو ڈالا تھا۔

گھر آ کر بھی فاطمہ خاصی دیر تک سہمی سہمی رہی تھی۔ شام کو تائی اماں گھر آئیں تو ان کا رویہ فاطمہ کے ساتھ بے حد بدلا بدلا سا تھا۔ اچانک وہ فاطمہ کے پاس آئیں، اسے گلے سے لگایا اور رونے لگیں۔

"فاطمہ! ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ میں نے آج شعیب سے کہا تھا کہ تمہارا قصہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دے اور دیکھو قدرت کو میری بات کتنی بری لگی کہ میرا بچہ آج زخمی حالت میں ہاسپٹل میں پڑا ہے۔ یہ نئی زندگی ملی ہے اسے لیکن میں ہی نہیں شعیب بھی ازحد شرمندہ ہے۔ پلیز تم ہم دونوں کو معاف کر دو۔ میرے بچے کو کوئی بددعا نہ لگے۔ میرا تو ایک ہی بیٹا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی گُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

ہے"۔ تائی اماں رونے لگی تھیں۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں تائی اماں! مجھے معاف کر دیں اگر میں نے بھی کبھی دل دُکھایا ہو آپ کا"۔ فاطمہ نے کہا اور تائی اور بھتیجی گلے لگ کر بے ساختہ رو دی تھیں۔

کچھ دنوں بعد شعیب صحت مند ہو کر گھر لوٹ آیا تھا مگر وہ فاطمہ سے نظریں چراتا پھرتا تھا۔ اس حادثے کے بعد شعیب میں بہت نمایاں تبدیلی آئی تھی۔ وہ اب اکثر وقت گھر میں ہی رہتا تھا۔ جب جب اپنے عمر رسیدہ بوڑھے باپ کو سجدہ ریز دعا گو دیکھتا تو اسے اپنے بے پناہ گناہ یاد آ جاتے تھے۔ یہ ساری دعائیں جو رقت و گریہ زاری سے اس کے باپ نے اُس کے لئے کی تھیں، وہ قبولیت کا درجہ پا گئیں تھیں۔

میرا دعویٰ خدا خالی ہاتھ لوٹاتا نہیں
تو دعاؤں میں گریہ وزاری لا تو سہی

اور یہی وجہ تھی کہ انصار بزمی کی گریہ وزاری کو قبولیت کا درجہ مل گیا تھا۔ اس لئے شعیب کا دل پلٹ گیا تھا۔ اب اسے برائی واقعی برائی لگنے لگی تھی۔ اس کے اندر کوئی کہتا تھا کہ اب بھی وقت ہے سجدہ کر۔ مگر وہ خود کو اس قدر آلودہ پاتا تھا کہ سجدے کے قابل نہ سمجھتا تھا۔

پھر ایک دن وہ فاطمہ کے پاس آیا۔ فاطمہ کچن میں کھانا بنا رہی تھی۔

"فاطمہ..." شعیب کی آواز میں درد تھا۔ فاطمہ نے پلٹ کر دیکھا۔

"فاطمہ! مجھے معاف کر دو تاکہ رب بھی مجھے معاف کر دے، میں نے ایک پاکدامن لڑکی پر عیب لگانا چاہا تو رب العزت نے مجھے ہی میرے عیب دکھا دیئے۔ میرا اصل مکروہ چہرہ میرے سامنے لا کھڑا کیا"۔ شعیب کی آنکھوں میں آج حرص و ہوس کی بجائے ندامت کے آنسو جگمگا رہے تھے۔

فاطمہ فقط اتنا ہی کہہ پائی "معاف کیا"۔

☆............☆............☆

وہ ایک بہت ہی سنہری سی شام تھی جب سدرا بزمی سدرا آفاق بن گئی تھی۔ آناً فاناً ہی سدرا کے لئے ایک مل اونر کا رشتہ آیا تھا۔ سدرا بے حد خوش تھی، اُس نے جان لیا تھا کہ فریدوں ایک سراب سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور سراب کے پیچھے اندھا دھند بھاگنے کی بجائے اس نے اپنی نئی منزل پالی تھی۔

اسی شام انصار بزمی صاحب اور آسیہ بیگم نے فریدوں اور فاطمہ کی منگنی کر دی تھی۔ یہ سب بڑوں کی رضامندی اور خوشنودی سے ہوا تھا۔ سب بے حد خوش اور سرشار تھے مگر عمارہ بیگم سب سے زیادہ خوش تھیں۔ انہوں نے ہمیشہ ہی فریدوں کو تصور میں فاطمہ کے سنگ دیکھا تھا۔ وہ ماں تھیں، سمجھ گئی تھیں کہ فاطمہ کے دل میں بھی فریدوں کا عکس ثبت ہے۔ آج رب العزت نے ان کی یہ آرزو پوری کر دی تھی تو وہ بے حد مسرت محسوس کر رہی تھیں۔

فاطمہ شرمائی ہوئی فریدوں کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ اس کی مخروطی انگلیوں میں فریدوں کے نام کی انگوٹھی جگمگ کر رہی تھی۔

"فاطمہ! تم خوش تو ہو ناں"۔ فریدوں نے فاطمہ کے کان میں سرگوشی کی۔ فاطمہ جو اپنے ہی خیالات میں کھوئی تھی ایکدم چونک سی گئی اور فریدوں کے سوال پر مسکرا دی۔

"بے حد خوش ہوں"۔ فاطمہ نے آج دل کی بات بے ساختہ ہی کہہ دی تھی۔ فریدوں کو اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

"کیا کہا ذرا پھر سے کہنا"۔ فریدوں نے مسخرے پن سے حسرت نما لہجے میں کہا تو فاطمہ ہنس دی۔ اور اس کی ہنسی میں ہی فریدوں کی ہنسی کی آمیزش بھی گھل مل گئی تھی۔

☆............☆............☆

مقبول خواتین رائٹرز کے شاہکار ناول شائع ہو گئے ہیں
بن مانگی دُعا — مصنفہ: عفت سحر طاہر — قیمت: 1000/- روپے
دُکھ کا دریا سُکھ کا ساگر — مصنفہ: آسیہ مرزا — قیمت: 1000/- روپے
جامِ آرزو — مصنفہ: مہوش افتخار — قیمت: 600/- روپے
برف کے آنسو — مصنفہ: نازیہ کنول نازی — قیمت: 500/- روپے
اے مژگانِ محبت — مصنفہ: نازیہ کنول نازی — قیمت: 600/- روپے
وہی اِک لمحہ زیست کا — مصنفہ: فاخرہ گُل — قیمت: 600/- روپے
کتابیں خوبصورت سرورق بہترین کمپوزنگ وطباعت کے ساتھ شائع ہوگئی ہیں
القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ، چوک اُردو بازار لاہور
فون: 042-37668958 — 37652546

WWW.PAKSOCIETY.COM

عائشہ ذوالفقار

افسانہ

[illegible]

آج ایک بار پھر سے مجھے اس وقت کا سامنا کرنا تھا جو تقریباً ہر پانچ چھ ماہ بعد مجھ پر آتا تھا۔ میں نے بہت بار اس لمحے سے منہ چھپانے کی کوشش کی، بہت دفعہ خود کو اس لمحے کے سامنے آنے سے روکا مگر وقت

گوشت پوست کا انسان نہیں ہوتا کہ اسے روک دیا جائے۔

وقت آنے کے لئے ہوتا ہے اور ہم اسے روک نہیں سکتے۔

وقت جانے کے لئے ہوتا ہے اور ہم اسے روک نہیں سکتے۔

گاڑی جیسے ہی پولیس اسٹیشن کے دروازے تک پہنچی چوکیدار نے گیٹ کھول دیا، گاڑی اندرونی دروازے سے ذرا فاصلے پر جا کر رک گئی، میں فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلا، دوسری طرف سے انسپکٹر عادل باہر نکل گیا، میں نے ہاتھ کے اشارے سے سپاہیوں کی پوزیشنز سیٹ کیں۔ عمارت کی دیواروں پر، چھت پر، بیرونی دروازے کے دونوں طرف، گاڑی کے اطراف میں اور گاڑی سے بیرونی دیوار کی درمیانی روش کے دونوں طرف سپاہی بندوقیں تان کر کھڑے ہو گئے۔ ہر طرف سے مطمئن ہو کر میں نے عادل کو اشارہ کیا، وہ گاڑی کی پچھلی طرف بڑھا، میں اندرونی دروازے کے سامنے کھڑا تھا، عادل نے پچھلا دروازہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کھولا، میرا دل ایکدم زور سے دھڑکا، تو بالآخر وہ وقت آ گیا تھا۔

وہ وقت جس کا مجھے کبھی اندازہ نہیں تھا۔

وہ وقت جو مجھے اذیت کی بھٹی میں جھونک دیا کرتا تھا۔

وہ وقت جو مجھے مجبور کر دیتا تھا۔

''باہر آؤ''۔ عادل کی آواز آئی تھی اور پھر وہ نیچے اترا، سپاہیوں کی بندوقیں اس پر تن گئیں، اس کے ہتھکڑی لگے ہاتھ پیچھے کو بندھے ہوئے تھے، نیچے اتر کے اس نے اپنی بے خوف آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر مسکرایا۔

''اتنا اہتمام، وہ بھی میرے لئے''۔ کہتے ہوئے وہ روش پر چل پڑا۔ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر آ کر وہ رک گیا اور پھر اس نے مجھے انہی نظروں سے دیکھا جو مجھے لاجواب کر دیتی تھیں، جو مجھے رول کر رکھ دیتی تھیں۔

''مبارک ہو اے ایس پی، ترقی کا ایک اور چانس ملنے پر''۔ وہ میرا نام بھی لینا گوارا نہیں کرتا تھا، میں نے اندر کی طرف اشارہ کر دیا، وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ عادل نے کوٹھڑی کا دروازہ کھولا اور اس کی ہتھکڑی کھول کر اسے اندر کر دیا، اس نے مڑ کر میری طرف دیکھا پھر دونوں بازو اوپر اٹھا کر انگڑائی لی۔

''ویسے تمہارا بہت شکریہ اے ایس پی! کیونکہ مجھے گہری نیند سوئے کافی عرصہ ہو گیا تھا، اب دو دن سکون سے سوؤں گا''۔ کہہ کر ہنستے ہوئے وہ فرش پر لیٹ گیا۔

یہ تھا وہ وقت جو میرے ٹکڑے کر دیا کرتا تھا، اس 26 سالہ لڑکے کو ہتھکڑی لگانے کا وقت جو اس علاقے کا سب سے خطرناک مجرم تھا، مگر دکھ یہ تھا وہ میرے پچھلے 23 سالوں کا دوست تھا۔

☆..........☆..........☆

کہانی نہ تو یہاں سے شروع ہوئی ہے اور نہ یہاں پر ختم، کہانی شاید تب شروع ہوئی تھی جب ضوریز نے پہلی بار میرا ہاتھ تھاما تھا، اس کا مزاج شروع سے ہی گرم تھا اور میرا ٹھنڈا۔ اسی لئے ہم دونوں کی بنتی تھی، میں صرف ''خود'' کو ٹھیک کرنے کی بات کرتا تھا مگر وہ ''سب'' کو ٹھیک کرنا چاہتا تھا۔ میری والدہ گاؤں کا واحد اسکول، گاؤں والوں کی سخت مخالفت کے باوجود چلاتی تھیں، جبکہ ضوریز کا خاندان بہت غریب تھا، اس کی دو بڑی بہنیں تھیں اور باپ شاہ ولی داد کی زمینوں پر مزارع تھا۔ میں شاید اپنی والدہ کی امیدوں پر پورا اترنے کے لئے یا پھر صرف اپنی ذات کے لئے پڑھ رہا تھا، مگر ضوریز اپنے پورے گاؤں کے لئے پڑھ رہا تھا۔ اٹھویں کے بعد سے ہی اس نے اپنا بوجھ خود اٹھانا شروع کر دیا، کیونکہ باپ نے صاف منع کر دیا تھا۔

کالج تک آتے آتے ضوریز اور نکھر گیا۔ کھلے عام شاہ ولی داد اور اس کے آدمیوں کے خلاف بولنے لگا، اس گاؤں کی سرزمین میں بھی دشمنی کے بیج بہت زیادہ تھے، شاہ ولی داد کے چار بیٹے تھے اور وہ چاروں آئے روز فساد پھیلائے رکھتے تھے۔ شاہ ولی کا سب سے بڑا دشمن اسفندیار خان تھا اور وہ ہمیشہ دب جاتا تھا، کیونکہ اس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ ضوریز کی سب سے زیادہ نوک جھونک شاہ ولی کے ساتھ ہوتی تھی جو آہستہ آہستہ لڑائیوں کی صورت اختیار کر گئی، اس گاؤں کے لوگوں کا جس قدر استحصال اُس نے کیا تھا یہ بھی جانتے تھے۔ حد سے زیادہ ظالم انسان تھا، اچھا اسفندیار بھی نہیں تھا مگر بہت برے انسان کے آگے برا انسان ہمیشہ چھپ جاتا ہے۔

یونیورسٹی تک جاتے جاتے ضوریز، شاہ ولی کا اچھا خاصا دشمن بن گیا، جتنے دن وہ گاؤں سے باہر رہتا شاہ ولی کو سکھ کا سانس آیا رہتا، شاہ ولی پر اس نے ایک قیامت یہ ڈھائی کہ یونیورسٹی میں تعلقات بنا کر آئے دن اس کی کوئی نہ کوئی خبر چھپوائے رکھتا اور شاہ ولی کا سارا نزلہ اس کے باپ پر گرتا، آئے دن اس کے باپ کی ہڈیاں ٹوٹی رہتی تھیں، کیونکہ ضوریز تو اس کے ہاتھ آتا نہیں تھا، ضوریز چاہے جیسا بھی تھا مگر میرا دوست تھا اور میں ہمیشہ اس کا ساتھ دیتا تھا۔

☆..........☆..........☆

کہانی جب بھی لکھی جاتی ہے ہیروئن ضرور ہوتی ہے، اب اس کہانی کی ہیروئن میری تھی یا ضوریز کی، یہ تو میں نہیں جانتا تھا مگر آ ضرور گئی تھی۔ میں اور ضوریز ڈپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھے اسائنمنٹ بنا رہے تھے جب وہ گاڑی سے اتری تھی، میری اور ضوریز کی نظر اس پر ایک ساتھ پڑی تھی، سراپا حیا کا عکس تھی وہ۔ ضوریز کے ہاتھ سے بال پوائنٹ گر گیا۔ میں اور وہ ایک ساتھ کھڑے ہوئے تھے، مگر میں حیرانی سے اور ضوریز بے خودی سے، مجھے بالکل یقین نہیں تھا کہ میں اسے یہاں دیکھوں گا، ہم دونوں کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے ایک نظر ہم دونوں پر ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔ میں آج بھی پورے یقین سے کہتا ہوں کہ ضوریز وہیں دل ہار گیا تھا۔

میں نے اس کا کندھا ہلا کر اسے ہوش دلایا۔

''کون ہے یہ؟'' وہ ایکدم بولا۔

''اسفندیار خان کی بیٹی، اسائنمنٹ بناؤ اب''۔ مگر اب ضوریز کی اپنی ہی اسائنمنٹ بن جانی تھی۔ اہم بات یہ نہیں تھی کہ میں اس کی طرف کیوں گیا، اہم بات یہ تھی کہ ضوریز جیسا لڑکا جس نے اب تک کسی لڑکی کو منہ نہیں لگایا تھا اس کی طرف کھنچ گیا، اسفندیار کی بیٹی ہونے کی وجہ سے اور دوسرے اس کی ریزرو طبیعت کی وجہ سے لڑکیاں اس سے زیادہ دوستی نہیں کرتی تھیں اس لئے رفتہ رفتہ ہم تینوں کی تکون بن گئی۔ میں، ضوریز اور الم نشرح۔

ضوریز کچھ جانے، کچھ سمجھے بغیر اس سے عشق کرتا چلا گیا، مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے سر رضوی سے بات کر کے میں جیسے ہی کلاس روم میں واپس آیا، دروازے میں ہی ٹھٹک گیا، کلاس روم خالی تھا، ضوریز الم نشرح کے اتنا قریب تھا کہ اس کی سانسیں الم نشرح کے چہرے کو چھو رہی تھیں، ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھامے، دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھے وہ اسے دھیرے دھیرے بورڈ پر لکھنا سکھا رہا تھا، دھیمی سی مسکان الم نشرح کے ہونٹوں کو چھو رہی تھی اور ضوریز گم ہوتا جا رہا تھا، میں پلکیں نہ جھپک سکا۔ اس دن اس بات پر مہر لگ گئی تھی کہ ضوریز الم نشرح سے محبت کرنے لگا تھا، سر رضوی کے کچھ سیاسی دوست ڈپارٹمنٹ کے کسی فنکشن میں آئے ہوئے تھے، چھیڑنے والے کو اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کسے چھیڑ رہا ہے، بات شروع تو اس نے کی مگر ختم اب ضوریز نے کرنی تھی۔ اس کی بلند سے بلند ہوتی آواز سر رضوی کو پریشان کر رہی تھی۔

''شاہ نور! اسے خاموش کراؤ یار!'' وہ میرے پاس آ کر بولے، مگر میں جانتا تھا کہ ضوریز اب میرے قابو میں آنے والا نہیں تھا، اس لئے میں نے جوا کھیلنے کا فیصلہ کر لیا الم نشرح کی خوبصورت آنکھوں پر۔

''جاؤ نشرح! اسے لے جاؤ یہاں سے، جاؤ''۔ میں نے زبردستی سہمی ہوئی الم نشرح کو ضوریز کی طرف بھیجا۔

''ضوریز...!'' اس نے پاس جا کر دھیمے سے کہا۔

''ایک منٹ ٹھہرو''۔ کہتے ہوئے ضوریز نے الم نشرح کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

''ضوریز! مجھے گھر جانا ہے، مجھے ڈر لگ رہا ہے''۔ اب کے نشرح نے ضوریز کا بازو تھاما تھا۔

''رکو تو سہی...'' کہتے ہوئے وہ مڑا تھا اور میں جیت گیا، ضوریز الم نشرح کی پانیوں بھری آنکھوں کے آگے ہار گیا، ایکدم بھول گیا کیا بول رہا تھا، بس

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

المِ نشرح کے ساتھ کھنچتا چلا گیا، المِ نشرح کی خوبصورت آنکھیں اگر سندھ کی گہرائیوں جتنی نہیں تھیں تو ان سے کم بھی نہیں تھیں، ضوریز کیسے نہ ڈوبتا، پھر بالآخر وہ بات ہوگئی جو شاید ایک نہ ایک دن ہو ہی جانی تھی، اس دن ضوریز میرے گھر آیا تھا، دروازے کو ہولے سے کھٹکھٹاتا ہوا وہ سیدھا اندر آیا اور صحن کے وسط میں آکر ساکت ہوگیا۔ المِ نشرح کے دونوں بازو میری گردن میں پروئے ہوئے تھے اور ہاتھ میں پکڑا لڈو وہ زبردستی میرے منہ میں ٹھونس رہی تھی۔ اس کا دوپٹہ کندھے پر ڈھلک رہا تھا اور میری والدہ دور بیٹھی ہنس رہی تھیں۔ میں اور المِ نشرح ہنستے ہوئے ضوریز کے بالکل سامنے آکر ٹھٹک گئے، ضوریز کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں، وہ عشق کے اس مقام پر تھا کہ ذہن سب سے پہلے منفی سوچتا ہے سو میں نے اس کے دماغ میں اٹھتی ہر سوچ کا گلا دبا دیا۔

''سوری یار ضوریز! مجھے تجھے بتا دینا چاہئے تھا، المِ نشرح میری بہن ہے''۔ ضوریز کی ساکت آنکھیں حیران رہ گئیں تھیں۔

☆............☆............☆

جی ہاں، اسفندیار خان کا وہ اکلوتا بیٹا جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ شاہ ولی کے آگے جھک جاتا تھا، میں تھا۔ شاہ نور خان۔ اصل کہانی شائد تب شروع ہوئی تھی جب اسفندیار خان نے میری والدہ سے پسند کی شادی کی تھی، وہ ٹرپ کے ساتھ یہاں سیر کرنے آئی تھیں، اسفندیار خان کو پسند آگئیں اور ہر کوشش کر کے انہوں نے ضوفشاں کو پالیا مگر شادی کے بعد ضوفشاں کو اندازہ ہوگیا کہ ان میں اور اسفندیار خان میں صرف ایک بات مشترک تھی اور وہ یہ کہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ باقی ہر بات الٹ تھی، ضوفشاں نے بہت کچھ سدھارنے کی کوشش کی مگر ناکام رہیں، ان میں اور اسفندیار خان میں تضاد بڑھتے چلے گئے، میری پیدائش کے کچھ عرصہ تک سب نارمل رہا مگر پھر ایک اور مسئلہ کھڑا ہوگیا۔ اسفندیار خان کے چھوٹے بھائی یعنی میرے چاچو سے قتل ہو گیا، اسفندیار خان نے بھائی کو بچانا مناسب سمجھا اور پھپھو کو ونی کر دیا، ضوفشاں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا مگر پھپھو کو ونی ہونے سے نہ بچا سکیں۔ آخر پھپھو اور میری والدہ ایک ساتھ اس حویلی سے باہر نکلیں۔

''ضوفی! رک جاؤ''۔ اسفندیار خان ان کے پیچھے دروازے تک آئے۔

''ضوفشاں کو روک رہے ہو یا اپنے بیٹے کی ماں کو؟'' اسفندیار نے میرا ہاتھ ضوفشاں کے ہاتھوں میں دے دیا۔

''اپنا بیٹا لے جاؤ مگر یاد رکھنا کہ میں نے ضوفشاں کو روکا تھا''۔ میری والدہ حویلی سے تو آگئیں مگر واپس بھی نہ گئیں، کسی کھرے انسان کا خون تھیں اس لئے یہیں اسکول کھول لیا اور سدھار کی امید آنکھوں میں لے کر علم کی روشنی پھیلانے لگیں، اسفندیار نے دوسری شادی کر لی تھی خاندان والوں سے مجبور ہو کر، المِ نشرح مجھ سے چار سال چھوٹی تھی۔

☆............☆............☆

ضوریز کو میں نے بڑی مشکل سے منایا۔ وہ مجھ سے شرمندہ بھی تھا، میرے ہی سامنے میری بہن سے عشق کی پینگیں بڑھا رہا تھا، پھر وقت نے ضوریز کے الٹے کاموں کا صلہ اس کی جھولی میں ڈال دیا، شاہ ولی پورا ایک دن سلاخوں کے پیچھے گزار کر بپھر گیا۔ ضوریز گاؤں میں نہیں تھا، اس کی دونوں بہنوں کا تماشا گاؤں کی ہر گلی نے دیکھا، اس کے باپ کی ہر ہڈی ٹوٹ گئی، میری والدہ نے انہیں بچانے کی کوشش میں خود زخم کھا لئے، اس کی دونوں بہنیں گاؤں کی گلیوں میں ہی دم توڑ گئیں، باپ میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اپنی جوان بیٹیوں کی لاشوں کو دفنا دیتا، المِ نشرح نے مجھے اطلاع کی تو میں نے ضوریز کو بتایا۔ پاگلوں کی طرح وہ گاؤں واپس آیا، گاؤں کا کوئی فرد اس کے گھر کے قریب جانے کو تیار نہیں تھا۔

''جاؤ جا کر شاہ ولی سے کہو ضوریز آگیا ہے، جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لے''۔ اس نے چلا کر کہا تھا، روتے ہوئے اپنی بہنوں اور باپ کی لاش کو دفنایا تھا اس نے اور پھر میرے منع کرنے کے باوجود شاہ ولی کی حویلی کی طرف چلا گیا۔

''میری بات کان کھول کر سن لو شاہ ولی! جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا وہ پھر سب کچھ کرتا ہے اور تم نے میرے پاس کچھ نہیں چھوڑا''۔ ضوریز حویلی کے بالکل سامنے کھڑا تھا، شاہ ولی اوپر ریلنگ کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''نہیں لڑکے ابھی تمہارے پاس ایک چیز ہے، اسفندیار خان کی بیٹی''۔ اور یہ بھی ضوریز سے جلد ہی چھن گئی۔

☆............☆............☆

شاہ ولی داد کا بڑا بیٹا قتل ہوگیا تھا، پورا گاؤں جانتا تھا کہ قتل میں نے نہیں کیا مگر الزام مجھ پر تھا، ثبوت میرے خلاف تھے، اس کے بیٹے کے سینے میں اتری گولیاں جس رائفل کی تھیں اس کا لائسنس میرے نام پر تھا، شاہ ولی داد مقدمہ پنچائت میں لے گیا۔

''بیٹے کے بدلے بیٹا، مجھے اسفندیار کا بیٹا چاہئے''۔ مگر اسفندیار کسی صورت بیٹا قربان کرنے کو تیار نہیں تھا۔

''میں نے اس دن کے لئے شاہ نور کو پال پوس کر بڑا کیا تھا اسفند کہ یہ قربان ہو جائے''۔ ضوفشاں اسفندیار سے سوال کر رہی تھیں۔

''تمہارا بیٹا قربان نہیں ہوگا ضوفی! میری بیٹی قربان ہوگئی''۔ المِ نشرح کے آنسوؤں نے حویلی کے تمام دروازے بھگو دیئے۔ ضوفشاں دہل گئیں، انہوں نے بازو سے پکڑ کر مجھے اسفندیار خان کے سامنے کر دیا۔

''نہیں اسفند! اس معصوم کو قربان مت کرو، یہ تمہارا بیٹا بھی ہے تمہارا سر اونچا یہ ہی کرے گا''۔ میں خود اپنی اور ضوریز کی 23 سالہ دوستی پر قربان ہونے کے لئے تیار تھا مگر اسفندیار اپنے بیٹے کو غلام بنانے کے لئے تیار نہیں تھے، ایک بار پھر وہ اپنے بیٹے، اکلوتے بیٹے کے لئے جھک گیا، ضوریز سے اس کی آخری چیز بھی چھن گئی۔ ضوفشاں اپنی بیٹی کو نہ بچا سکیں اور المِ نشرح ونی ہوگئی، شاہ ولی داد نے پورے گاؤں کے سامنے ضوریز کو کھڑا کر کے المِ نشرح سے نکاح کیا، ضوریز ٹوٹ کر بکھر گیا۔

''اب کہو لڑکے کہ تمہارے پاس کچھ نہیں بچا، اب کرو جو کرنا ہے''۔ ضوریز نے پورے گاؤں کو دیکھا تھا۔

''سن لو شاہ ولی داد کہ کتنے بیٹے ہیں تمہارے، پہلے وہ اور پھر تم، وعدہ کرتا ہوں کہ میری آخری سانسوں سے پہلے تمہیں آخری سانس آئے گی''۔ ضوریز اس رات گاؤں سے نکل گیا، میری والدہ نے اسکول بند کر دیا۔ المِ نشرح شاہ علی داد کی حویلی میں گم ہوگئی۔

پولیس جوائننگ کے کچھ عرصہ بعد میری اسی گاؤں میں پوسٹنگ ہوگئی، ضوریز کو گئے کافی عرصہ ہو گیا تھا، بالآخر اس نے اپنا وعدہ پورا کرنا شروع کر دیا۔ شاہ ولی داد کا سب سے چھوٹا بیٹا قتل ہوا تو وہ چلاتا ہوا میرے آفس آکر مجھ پر چڑھ گیا۔

''میرے بیٹے کا قاتل تمہارا دوست ہے، پکڑو اسے''۔ میں نے بہت تحمل سے اسے جواب دیا۔

''جب تم نے اس کی دونوں بہنوں کو ان گلیوں میں گھمایا تھا وہ تب بھی دوست تھا میرا، تب تو تم نے مجھ سے نہیں پوچھا، اب کیوں پوچھ رہے ہو؟''

پھر سلسلہ شروع ہوگیا۔ مجھ پر جب دباؤ زیادہ ہو جاتا تھا تو میں ضوریز کو گرفتار کر لیتا تھا مگر وہ بھی یہاں صرف سونے آتا تھا، دو دن بعد ہی رہا ہو جاتا تھا، میرے اور ضوریز کے بیچ بہت فاصلہ آگیا، میری

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پوسٹنگ کے چار سالوں تک وہ شاہ ولی داد کے تینوں بیٹوں کو قتل کر چکا تھا، اب شاہ ولی داد کی باری تھی۔

ضوریز نے ہمیشہ اپنے لئے سیدھا اور سچا راستہ چنا مگر شاہ ولی داد نے اسے زبردستی غلط رستے پر چلنے کے لئے مجبور کر دیا۔ اس نے اس گاؤں کے لوگوں کے لئے ہمیشہ اچھا سوچا مگر کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا، آخر وہ پورے گاؤں کے لئے دہشت بن گیا، بہت بڑا کرمنل بن گیا، جو قوم خود اپنے لئے اچھا نہیں سوچتی ان پر کوئی نہ کوئی مسلط ہو جاتا ہے، اس گاؤں پر بھی ضوریز کا نام مسلط ہو گیا۔

☆............☆............☆

ایک بار میں نے الم نشرح پر جوا کھیلا تھا اور جیت گیا تھا۔

اس بار شاہ ولی داد نے اس پر جوا کھیلا اور...

مجھے مہرہ بنا کر اس نے الم نشرح کو جیت لیا تھا، اب الم نشرح کو مہرہ بنا کر اسے ضوریز کو جیتنا تھا۔

اس نے الم نشرح کو ضوریز کے نام سے نہیں بلکہ میرے نام سے بلیک میل کیا۔

''اسے فون کرو الم نشرح! بلاؤ یہاں اسے، ورنہ آج ہی پنچایت بلا کر تمہیں واپس کر کے تمہارے بھائی کو مانگ لوں گا، اس کا یونیفارم اتروا کر گھسیٹتے ہوئے یہاں لے آؤں گا، ایک بیٹے کے قتل کا الزام اس پر لگ سکتا ہے تو چاروں کا بھی لگ سکتا ہے''۔ الم نشرح سن رہ گئی۔

''میں ضوریز کو ہارنے نہیں دوں گی''۔ وہ بولی تھی۔

''تو ٹھیک ہے اپنے بھائی کو ہارتا ہوا تو دیکھ لو گی ناں''۔ مگر الم نشرح مجھے بھی ہارتا ہوا نہ دیکھ سکی۔ وہ جانتی تھی کہ شاہ ولی داد کے لئے ضوریز کو گولی مارنا ناممکن مگر مجھے گولی مارنا آسان ہے۔ شاہ ولی داد کا جوا چل گیا۔ پورے چار سالوں بعد ضوریز الم نشرح کی آواز سن کر بے خود ہو گیا۔

''ضوریز...!'' وہ صرف اتنا بولی تھی۔

''آ جاؤ ضوریز...!'' ضوریز منع نہ کر سکا۔ اس سے کوئی سوال نہ کر سکا، صرف اتنا بولا۔

''کہاں...؟'' الم نشرح کی آنکھیں بہہ نکلیں۔

''میرے پاس، صرف میرے پاس''۔ اور ضوریز محبت کے آگے ہار گیا۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر الم نشرح کی آنسوؤں بھری آواز میں کھو کر شاہ ولی داد کی حویلی چلا گیا۔ شاہ ولی داد نے الم نشرح کا وجود تار تار کر رکھا تھا۔

''ضوریز...!'' وہ ضوریز کی طرف آئی۔

''مجھ سے بہت محبت کرتے ہو ناں، ہے ناں''۔ ضوریز کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ پوچھ رہی تھی۔

''میں تم سے محبت نہیں کرتا''۔ الفاظ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔

''نہیں، تم مجھ سے محبت کرتے ہو''۔ الم نشرح کے ڈولتے وجود کے ساتھ وہ نیچے فرش پر بیٹھا تھا۔

''مجھ سے محبت کرتے ہو تم''۔ الم نشرح اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ضوریز صرف اس کے گرد بانہیں ہی پھیلا سکا۔

''مجھے لے جاؤ ضوریز! مجھے یہاں سے لے جاؤ''۔ اس سے پہلے کہ ضوریز کچھ بولتا، میں نے اس کی کنپٹی پر پستول رکھا تھا، ضوریز نے خالی آنکھوں سے الم نشرح کی طرف دیکھا۔

''تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو الم نشرح، ہے ناں''۔ الم نشرح بول نہ سکی۔

شاہ ولی داد نے الم نشرح پر جوا کھیلا اور جیت گیا، ضوریز ہار گیا۔

☆............☆............☆

''اس نے میرے گھر میں گھس کر میری بیوی کے ساتھ زیادتی کی''۔ شاہ ولی داد مقدمہ پھر پنچایت میں لے گیا، ضوریز خاموش تھا، پولیس کیس میں بھی وہ مجرم تھا، پنچایت کی نظر میں مجرم الم نشرح بھی تھی مگر اسے کوئی قبول ہی نہیں کر رہا تھا، شاہ ولی داد کا کہنا تھا کہ وہ اسفندیار خان کی بیٹی ہے جبکہ اسفندیار خان کا کہنا کہ وہ اپنی بیٹی کو ونی کر چکا تھا، پنچایت نے اس کو بدکردار قرار دے دیا تھا، ضوریز کو بھی پنچایت کی طرف سے موت کی سزا ہو گئی تھی، فی الحال وہ حوالات میں بند تھا، میں خود جا کر الم نشرح سے ملا مگر وہ صرف رو رہی تھی۔

''میں اسے بچاؤں گی تو تم کھو جاؤ گے شاہ نور! اور اگر تم ختم ہو گئے تو تمہارے ساتھ اور بہت لوگ ختم ہو جائیں گے، اس لئے بہتر ہو گا کہ میں تمہیں بچا لوں، کیونکہ اس کے ختم ہونے سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا سوائے میرے''۔

اور پھر میری ہزار کوششوں کے باوجود الم نشرح کچھ نہ بولی۔ ضوریز کو موت کی سزا ہو گئی۔ مرنے سے پہلے اس نے صرف ایک بار مجھ سے ملنے کا کہا۔ میں جب اس سے ملنے گیا تو بولا کچھ نہیں۔ 23 سال کی دوستی تھی، میں نے اس کی آنکھیں پڑھ لیں۔

''مجھ سے اس لئے بات نہیں کر رہے کہ میرا نام لینا پڑے گا''۔ میں بولا۔

''نہیں اے ایس پی! دیکھ رہا ہوں کہ پچھلے 23 سالوں کا دوست میری آخری خواہش جان پاتا ہے یا نہیں''۔ نام اس نے پھر بھی نہ لیا اور میں نے اس کی آخری خواہش جان لی۔

☆............☆............☆

شاہ ولی داد الم نشرح کو جان بوجھ کر ساتھ لے کر آیا تھا ضوریز کی موت کا تماشا دکھانے۔ ضوریز کو اس کی حویلی کے سامنے گولی ماری جانی تھی، شاہ ولی، الم نشرح کے ساتھ حویلی کے دروازے پر کھڑا تھا، ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، اس کے لوگ ضوریز کو صحن کے بالکل وسط میں لے آئے، پولیس کے آدمی بہت کم تھے، میں ایک طرف ہو کر کھڑا تھا اور پھر وہ ہوا جو شاید ہونا تھا، الم نشرح نے ایک دم شاہ ولی داد کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا اور ضوریز کی طرف بھاگی تھی۔

''تم جھوٹ بولتے ہو ضوریز! کہو کہ تم مجھ سے پیار کرتے ہو، کہو کہ تم نے صرف مجھے چاہا ہے''۔ وہ رو رہی تھی۔

''ہاں میں نے صرف تمہیں چاہا ہے، میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں''۔ کہتے ہوئے ضوریز نے شاہ ولی کے دل میں گولی اتاری تھی، لمحوں کا کھیل تھا۔

''تم صرف میری ہو''۔ پستول کی دوسری گولی اس نے الم نشرح کے سینے میں اتار دی اور لمحوں میں شاہ ولی داد کے آدمیوں نے اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا۔

''میں نے وعدہ پورا کر دیا شاہ ولی! میں جیت گیا''۔ مجھے آج بھی یاد ہے کہ گردن پہلے شاہ ولی کی ڈھلکی تھی۔

☆............☆............☆

میں نے اس روز ضوریز کی آنکھوں میں یہ ہی خواہش پڑھی تھی، مرنے سے پہلے شاہ ولی کو مار دینے کی خواہش، مگر میں آج بھی سوچتا ہوں کہ میں نے اس پستول میں دو گولیاں کیوں ڈالیں؟ آنکھیں بند کرتا ہوں تو مبہم سا جواب نظر آتا ہے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ الم نشرح خودکشی کرے اور یہی ضوریز مجھے بتانا چاہتا تھا، جاتے جاتے وہ الم نشرح کو خودکشی کی موت سے بچا گیا، اپنی محبت کا الزام خود پر لے گیا۔

شاید ضوریز زندہ رہتا اگر اس نے محبت نہ کی ہوتی، کیونکہ میں نے محبت نہیں کی اور میں زندہ ہوں۔ یہ سچ ہے کہ محبت طاقتور بناتی ہے مگر...

یہ محبت ہی ہے جو بے خوف کر دیتی ہے۔

محبت کرنے والا ہمیشہ ہار جاتا ہے، لیکن محبت خود کبھی نہیں ہارتی۔

اسی لئے تو انمول کہلاتی ہے۔

☆............☆............☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پھول اور کانٹے ایسے دوست ہیں جن کا تعلق ازل سے ہے۔ پھول جتنا خاموش کھلکھلاتا ہے اور خوشبولٹاتا ہے۔ کانٹا اتنا ہی چپ خاموش اور ساکت رہتا ہے۔ پھول کی نرماہٹ اور خوب صورتی کو دیکھ کر انسان دانتوں تلے انگلی دبانے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس طرح کانٹے کی نوکیلی تراش دیکھ کر ہر ذی روح اپنی انگلی بچانے پر مجبور کانٹا پھول کی حفاظت کرنے کے لیے اپنی زندگی تک داؤ پر لگا دیتا ہے اور پھول پر آنچ نہیں آنے دیتا، کیونکہ جب بھی کوئی ہاتھ پھول کو توڑنے کے لیے آگے بڑھتا ہے تو پہلے اسے کانٹے کی تکلیف برداشت

پھول اور کانٹے

بسمہ شانزے پارس نواب

افسانہ

کرنی ہوتی ہے کیونکہ کانٹا پھول کی زندگی کے لیے اپنا وجود ٹہنی سے جدا کر کے ان ہاتھوں میں پیوست کر دیتا ہے جو پھول کی طرف بڑھتا ہو اور اس طرح ان ہاتھوں سے بہتے خون سے غسل کر کے کانٹا ہمیشہ کے لیے مٹی میں گم ہو جاتا ہے۔

ایک عورت بھی پھول ہی کی طرح نازک اور دلکش ہوتی ہے اور پھول ہی کی طرح اللہ عزوجل نے بہت سے رشتے اس کی حفاظت کے لیے تخلیق فرمائے ہیں۔ یہ رشتے کبھی باپ، بھائی، شوہر اور کبھی بیٹے کی صورت کانٹے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ بظاہر تو ہر رشتہ کانٹا ہی لگتا ہے مگر جب بندہ گہرائی سے سوچے تو اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگے کہ یہ رشتے اس کے لیے بڑی نعمت ہے۔ انہی رشتوں کی وجہ سے ہر عورت کی عزت محفوظ ہے جس عورت کے ساتھ یہ رشتے نہ ہوں تو انسان نما درندے اسے منٹوں میں نگل لیتے ہیں۔ بہت سی عورتیں خود اس دلدل میں پھنستی ہیں اور اس وقت اندھیرے کا راستہ چنتی ہیں جب ان کے اپنے ان کو صحیح راستے پر چلنے کے لیے ان پر سختی کرتے ہیں مگر یہ سختی انہیں بہت ناگوار لگتی ہے اور یہ گہری کھائی میں قدم رکھ دیتی ہیں۔

میری لڑکیوں سے گزارش ہے کہ یہ کانٹوں کو برا نہ جانیں کیوں کہ انہی کی وجہ سے آپ بری نگاہوں سے بچی ہوتی ہیں۔ میں آپ کو اپنے اوپر گزری قیامت کا بتاتی ہوں۔ شاید عقل شریف میں کچھ سما جائے۔

"میرا نام عشوہ ہے۔ مجھے نت نئے فیشنز اور خوابوں کی دنیا میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ اپنے بہن بھائیوں میں پانچویں نمبر پر ہوں مجھ سے بڑی تین بہنیں اور دو بھائی ہیں اور مجھ سے چھوٹے دو جڑواں بھائی ہیں۔ کہنے کو تو یہ دونوں مجھ سے کافی چھوٹے ہیں مگر حکم ایسا چلاتے ہیں جیسے یہ نہیں میں ان سے تین سال چھوٹی ہوں۔ میرے ابا معمولی کلرک تھے۔ وہ چند سال پہلے ہارٹ اٹیک کی وجہ سے لقمہ اجل بن گئے۔ (جب میں ساتویں میں تھی) اور اماں بے چاری گھریلو عورت ہیں۔ میری اماں نہایت صابرو شاکر ہیں۔ کہتے ہیں بیٹی میں ماں کا عکس ہوتا ہے لیکن یہ کون جانے کہ بیٹی پر کبھی کبھی ماں کی صحبت سے زیادہ معاشرے کی صحبت کا بھی اثر پڑتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میری بڑی تینوں بہنیں پرائمری پاس اور شادی شدہ ہیں۔ دس سال کی عمر سے اماں نے بہنوں کو ہر چیز سکھانی شروع کردی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پندرہ سال سے بھی چھوٹی عمر میں تینوں ہرفن مولا بن گئیں اور ان کی شادی اماں نے دور پرے کے رشتے داروں میں ایک ہی دن کردی۔ ایک کا شوہر ٹیکسی ڈرائیور، دوسری کا کسی گارمنٹس کمپنی میں ہیلپر، تیسری کا اسکول میں ٹیچر ہے۔
اب آتی ہے بھائیوں کی باری۔ ابا کے انتقال کے بعد بڑے بھائی کو ابا کی جگہ کلرک کی نوکری مل گئی۔ اس سے چھوٹا مکینک ہے۔ دونوں نے نوکری کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی ہوئی ہے۔ بڑا ایم اے فائنل ایئر میں چھوٹا I.Com کے فائنل ایئر میں ہے۔ میں میٹرک میں جب کہ دونوں چھوٹے 6th میں زیر تعلیم ہیں۔
اماں مجھے بڑی بہنوں کی طرح ہرفن مولا بنانا چاہتی ہیں۔ پر میرے تو بڑے بڑے خواب ہیں۔ جسے پورا کرنا چاہتی تھی۔ میرے بہت سے خواب تھے مگر سرفہرست ماڈل بن کر دنیا میں نام کمانا تھا۔ میں بہت زیادہ فیشن کی دیوانی تھی۔ ہر وہ فیشن کرتی جو ان ہوتا، بھلے مجھ پر اچھا لگے نہ لگے۔ ہر دن اماں کے کان کھاتی اماں مجھے یہ چاہیے، وہ چاہیے اور اماں میری منہ زور خواہشوں کو کسی نہ کسی طرح پوری کرتیں پر میرے چاروں بھائی بڑبڑاتے رہتے۔ کوئی کہتا ڈھنگ کے کپڑے پہنو، کبھی کوئی کہتا اتنا ڈارک میک اپ کرکے مت رکھا کرو۔ کبھی دوپٹہ صحیح نہ اوڑھنے پر لمبا سا لیکچر دیتے مگر میں ایک کان سے سنتی دوسرے سے نکال دیتی۔ ان کی باتوں کو میں کبھی اہمیت نہ دیتی۔ حالانکہ دونوں بڑے بھائی میری ہر بات پوری کرتے شاید اسی لیے میری طبیعت میں بدحرامی اور ضدی پن شامل تھا۔ ہر جاتے دنوں کے ساتھ ساتھ مجھ میں بھی اپنی مرضی کرنے کی عادت بڑھتی جارہی تھی۔

☆......☆

میں نے ایک اخبار میں پڑھا کہ ایک فیشن میگزین کو نئے چہروں کی تلاش ہے۔ میں نے فوراً ایڈریس اور موبائل نمبر نوٹ کیا اور بستر پر لیٹ کر پلان بنانے لگی کہ پیر والے دن گھر سے کیا بہانا کرکے نکلا جائے۔
''اماں! جانے دو نا، نور کے گھر تو جارہی ہوں۔ پڑوس میں جو خالہ ہیں نا انہوں نے بتایا ہے کہ نور کی طبیعت ناساز ہے۔ اماں ایک ڈیڑھ گھنٹے میں آجاؤں گی۔'' اجازت ملتے ہی بڑی سی چادر میں اپنے آپ کو ڈھانپا (جسے میں اوڑھنے میں اکثر چڑچڑ کرتی) اور بس اسٹاپ پر تھوڑی کم بھیڑ کی جگہ پر جاکر چادر اتار کر پرس میں ڈالی اور مطلوبہ بس کے آتے ہی بس میں چڑھ گئی۔ فیشن میگزین کے آفس پہنچنے میں بہ مشکل 35 منٹ لگے تھے۔ اپنی باری آنے پر اعتماد سے چلتے ہوئے جیسے ہی آفس میں قدم رکھا، سامنے بیٹھے فیشن میگزین کے ایڈیٹر کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں اور ایکسرے مشین کی طرح گنجے کی آنکھیں میرے وجود کا معائنہ کرنے لگیں۔
آفس سے نکلتے وقت مجھے اچھی طرح اپنی خوب صورتی کا اندازہ ہوگیا تھا۔ گھر آکر بھی مجھے اس گنجے کی آنکھیں اپنے وجود سے چپکی محسوس ہورہی تھیں۔ اب مجھے شدت سے اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کا انتظار تھا۔ جب میگزین میرے ہاتھوں میں آتا اور میں بغیر پروں کے ہوا میں پرواز کرکے شہرت کی بلندی کو چھوتی، لیکن یہ کیا میگزین میرے ہاتھوں میں آنے سے پہلے بھائی کے ہاتھ لگ گیا اور میگزین کے سرورق پر جب میری نظر پڑی تو مجھے احساس ہوا کہ آسمان کی بلندی تک تو مجھے پہنچنے ہی نہیں دیا اور اڑان بھرنے سے پہلے ہی مجھے زمین پر پٹخ دیا گیا اور جب بھیا نے بیچ کا صفحہ کھول کر میری نظروں کے سامنے کیا تو میرے قدموں کے نیچے سے زمین سرک گئی۔ میری آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا۔ جب میں اپنے ہوش وحواس میں آئی تو تاریک کمرے میں پڑی تھی۔ میری نظروں کے سامنے میرا وہ وجود تھا جو میرا تھا ہی نہیں مگر دنیا والوں کو کیا پتا جس سر کے نیچے جو

WWW.PAKSOCIETY.COM

نیم برہنہ وجود ہے وہ عشوہ کا ہے ہی نہیں۔ میں اپنے اونچے خوابوں کی وجہ سے نہ زمین کی رہی نہ آسمان کی۔ میری آنکھوں میں فیشن میگزین کے دفتر میں گزارے لمحے کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔ جن کی وجہ سے میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھنے لگی تھی۔ (حالانکہ مجھے غصہ آنا چاہیے تھا کہ مقابل بیٹھا شخص میرے وجود کے بخیے ادھیڑ رہا ہے)۔ اس بڈھے کے جملے جو اس نے میرے ہاتھ تھام کر کہے تھے وہ بھی مجھے برے نہیں لگے۔ ''عائشہ (ایڈیٹر کو میں نے اپنا نام عائشہ بتایا تھا) تمہاری آنکھیں بہت خوب صورت ہیں۔ تمہیں پتا ہے کہ تمہاری ان بادامی آنکھوں میں جو ٹھہرا پانی ہے نا یہ آنکھوں کو اور زیادہ خوب صورت بنا رہا ہے۔ تمہارا مناسب قد وقامت، تمہاری رنگت سب کچھ ایک دم پرفیکٹ ہیں۔ تم بہ مشکل اٹھارہ سال کی ہوں گی۔ یہ سب سے اچھی بات ہے کیوں کہ اس عمر میں لڑکیوں کے چہروں پر بہت معصومیت ہوتی ہے اور معصوم معصوم سی حسینائیں جب اپنا جلوہ دکھاتی ہیں تو دیکھنے والے عش عش کراٹھتے ہیں۔''
میرا دل چاہا کہ اس گنجے کی آنکھیں نوچ لوں جس سے وہ میری تعریف کررہا تھا لیکن باہر کس منہ سے جاتی میری تو اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں اپنے پیاروں کا سامنا کروں۔ پھر باہر والوں کی تیر برساتی نظروں کا کیسے سامنا کرسکتی ہوں۔ کافی دیر تک اپنے برے انجام پر ماتم کرتے کرتے میرے مفلوج ذہن میں ایک سوچ ابھری اور شاید اس سوچ پر عمل کرکے میرے برے کام کا انجام ہوتا لیکن یہ تو آغاز ہے کیوں کہ خودکشی کرنے والوں کا دوسری دنیا میں پھول کی پتیاں برسا کر تو استقبال نہیں ہوتا۔

☆......☆

''اب تم فضول باتیں اپنے دماغ سے نکال دو اور اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔ جو گھر والے کہتے ہیں وہ کرو ہوسکتا ہے تمہارے لیے احمر کا ساتھ اچھا نہ ہو۔'' اس نے اپنی سفید بے داغ چادر سے لیہا کے آنسو صاف کیے۔ لیہا کے دماغ میں احمر سے شادی کرنے کا بھوت سوار تھا۔ جب کہ اس کے گھر والے اس کے چچازاد سے اس کی شادی کروانا چاہتے تھے۔ گھر والوں کے نہ ماننے پر لیہا ضدی پن پر اتر آئی اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی کی نہیں مانے گی اور احمر سے کورٹ میرج کرلے گی لیکن جب اس نے یہ بات احمر کو بتائی تو احمر نے یہ کہہ کر اسے ہری جھنڈی دکھادی کہ جب تک تمہارے گھر والے نہیں مانتے میں تم سے شادی نہیں کرسکتا۔ لیہا جانتی تھی کہ اس کے گھر والے نہیں مانیں گے۔ اس لیے کورٹ میرج کا کہہ رہی ہے۔ لیکن احمر نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کردیا کیونکہ وہ خود لیہا سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ لیہا کو یہ سب جان کر بہت دکھ ہوا۔ اس نے ایک دن یہ ساری باتیں اپنی دوست سے شیئر کیں اور یہ بھی بتادیا کہ وہ احمر کی باتوں سے بہت دلبرداشتہ ہوئی ہے اور وہ خودسوزی کرنا چاہتی ہے۔ عشوہ نے اسے بہت سمجھایا لیکن لیہا نہ مانی مجبوراً عشوہ کو اپنے اوپر بیتی دکھ بھری داستان اس کے گوش گزار کرنی پڑی۔

☆......☆

''پھر پھر اس کے بعد کیا ہوا؟'' لیہا نے مزید جاننا چاہا۔
پھر اسی وقت کمرے میں بڑے بھائی داخل ہوئے اور انہوں نے مجھے پہلے تو بڑا کرارا سا تھپڑ مارا، کچھ دیر بیٹھے رہے اس کے بعد ڈانٹا بھی بہت پھر دنیا کی اونچ نیچ سمجھا کر کمرے سے چلے گئے۔'' عشوہ انگلی سے قمیص پر بنے ڈیزائن کو ادھیڑتے ہوئے پوری کہانی سنا کر چپ ہوگئی۔ ''اس کے بعد تمہارے بھائیوں، اماں اور پڑوسیوں کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا رہا؟'' لیہا نے بے چینی سے پوچھا۔
بھائی جانتے تھے وہ تصویریں فیک ہیں اور یہی بات انہوں نے گھر والوں کو سمجھائی۔ رہی بات محلے داروں کی تو میک اپ سے میرا چہرہ کافی چینج ہوگیا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اور نام بھی میرا عائشہ لکھا تھا اسی لیے کوئی پہچان نہیں پایا، اب پھر؟

پھر بھائی نے مجھے عالمہ کا کورس کرنے کے لیے مدرسے میں لگا دیا لیکن پھر بھی میری اذیت کم نہ ہوئی جیسے جیسے دین کا مطالعہ کرتی ہوں اپنی حرکت پر پشیمان ہوتی ہوں حالانکہ تین سال ہو چکے ہیں اس واقعے کو لیکن اب بھی حالت یہ ہے کہ روزانہ سکون آور گولیاں پھانکتی ہوں پر نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہوتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو موتیوں کی لڑیوں کے مانند پھسلتے چلے جاتے ہیں۔ پوری رات صحرا میں پیاسی بھٹکتی رہتی ہوں۔ اب سب تمہارے سامنے ہے۔ دن رات پروردگار سے دعا کرتی ہوں کہ اس اذیت سے نجات دے دے۔

لیبا، عشوہ کے پرنور چہرے کو سفید لٹھے میں لپٹے دیکھ کر سسک پڑی۔ لیبا کو جب علم ہوا کہ رمضان شریف کی بابرکت ستائیسویں شب کو عبادت میں مشغول عشوہ کا سر سجدے سے نہ اٹھا تو وہ وہیں سکتے میں آ گئی مگر جب اس کی نظر چارپائی پر پڑے وجود پر پڑی تو بچھاڑیں مارنے لگی۔ عشوہ کی رشتے دار خواتین اپنا غم بھول کر اس چھوٹی سی لڑکی کو تڑپتا دیکھنے لگیں۔ ان عورتوں کو کیا پتا کہ اس کا رشتہ عشوہ سے دوستی سے کہیں آگے کا ہے۔ ان کا ساتھ بیس سال کا ہے نہ کہ بیس دن کا، اس کا رشتہ اس لاش کی رشتے دار خواتین کی طرح نہ تھا جو سالوں میں ایک آدھ چکر کاٹتی ہیں۔ اس کا رشتہ تو غمگسار کا بھی تھا۔ جسد خاکی کے پاس موجود نفوس کو کون بتاتا کہ اس چراغ نے ہی اسے روشنی سے نواز کر اندھیری راہ پر بھٹکنے سے بچایا تھا جو اس وقت بجھا پڑا تھا۔ لیبا کو شدت سے وہ الفاظ یاد آنے لگے جو گزشتہ روز عشوہ نے لیبا سے کہے تھے کہ "ہر پریشانی کا حل موت نہیں بلکہ پریشانی کا اس طرح سامنا کرو کہ پریشانی کی موت واقع ہو جائے۔"

☆

"ردا" کے بغیر
مشرق کی بیٹی
نا مکمل ہے

اکیسویں صدی کا منفرد ماہنامہ
نئے اور پرانے
افسانہ نگاروں کی تحریریں
اردو ادب سے بہترین انتخاب
مختلف سلسلے اور سلسلے وار ناول
ماہنامہ
رِدا ڈائجسٹ
کراچی
PH: 4557951
4535726

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

WWW.PAKSOCIETY.COM

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

رابعہ ولی

افسانہ

میں ہاری

''ارے ریشم بیٹی! خالہ کے لیے ایک کپ چائے بنالاؤ۔'' فاطمہ بیگم کے آواز دینے پر وہ کمرے سے باہر آئی خالہ کو (جو اماں کی دوست تھی) سلام کیا اور چائے بنانے کے لیے کچن میں گھس گئی۔

''ہائے فاطمہ! ریشم کے لیے ابھی تک کوئی رشتہ نہیں آیا؟'' خالہ پیر چارپائی پر رکھتے ہوئے بولیں۔

''نہیں رضیہ! ہم غریبوں کی اتنی اچھی قسمت کہاں، 32واں سال بھی ختم ہونے کو ہے۔'' فاطمہ بیگم پریشانی سے بولیں۔

''بے چاری کب تک بیٹھی رہے گی۔ باپ کا بھی تو کچھ صحیح روزگار نہیں ہے۔ بیچارہ سارا دن ٹھیلا چلاتا رہتا ہے۔ میری مانو تو کسی پیر بابا سے تعویز کرالو۔ تیرے گھر کے حالات بھی سنور جائیں گے اور بیٹی کو بھی بیاہ لے گی۔'' رضیہ کے مشورے پر فاطمہ بیگم سوچ میں پڑ گئیں۔

''لیکن...... مجھے تو کوئی جگہ بھی معلوم نہیں ہے۔'' فاطمہ بیگم بولیں۔

''میری نظر میں ایک پیر ہے اگر کہو تو کل ہی چلے جاتے ہیں۔'' ریشم بھی چائے لے کے آئی اور چائے رضیہ کو تھما کے واپس چلی گئی۔

''ہاں رضیہ تم ٹھیک کہتی ہو، ہم کل ضرور جائیں گے۔''

☆......☆

دونوں ہی رکشے میں بیٹھ کر پیر صاحب کے آستانے پہنچیں، صحن میں بہت ساری عورتیں انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں بھی ایک تختے پر جا کے بیٹھ گئیں۔

تقریباً آدھا گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد ان کا نمبر آیا تو وہ دونوں ایک کمرے کے اندر گئیں پیر صاحب موجود تھے۔ دیواروں پر مزاروں اور عاملوں کی تصویریں لگی ہوئی تھیں، زمین پر کالے کٹورے رکھے ہوئے تھے۔ جن میں سے ایک میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ سامنے ہی بڑی داڑھی اور بالوں والا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس نے سر پہ ہری ٹوپی اور ہاتھ میں بڑی سی تسبیح پکڑی ہوئی تھی۔ فاطمہ بیگم کو وہ آدمی کچھ ٹھیک نہیں لگا لیکن بیٹی کا معاملہ تھا اس لیے بیٹھ گئیں۔

''بتاؤ بی بی کیا مسئلہ ہے؟'' پیر پوچھنے لگا۔

''وہ پیر صاحب! ان کی بیٹی کے رشتے کا مسئلہ ہے یہ چاہتی ہیں کہ اس کی بیٹی کی جلد از جلد شادی ہو جائے اور گھر کے حالات بھی کچھ ٹھیک نہیں ہیں۔ اس لیے بہت پریشان ہے بے چاری۔'' رضیہ بولیں۔

''اب تمہاری پریشانیاں دور ہو جائیں گی، میرا ایک تعویز ہی تیرا گھر خوشیوں سے بھر دے گا۔ ایک ہی مہینے میں تیری بیٹی کی شادی ہو جائے گی وہ بھی نہایت اچھے گھرانے میں۔ تو اسے پورے مال و

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اسباب کے ساتھ رخصت کرے گی اور تیرے گھر کے حالات ایسے سنور جائیں گے کے تو روپوں، پیسوں میں کھیلے گی۔" پیر جھوٹی پٹی پڑھاتے گئے اور فاطمہ بیگم اسے سچ سمجھ کر خوش ہوتی گئیں۔

"لیکن اس کے لیے تجھے میری فیس دینی پڑے گی۔" پیر اصل بات پر اب آئے۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں، آپ بتائیں کتنی فیس دینی پڑے گی۔" فاطمہ بول پڑیں۔

"صرف پچاس ہزار روپے۔" پیر نے پچاس ہزار بڑے اطمینان کے ساتھ کہا۔

"پچاس ہزار......" فاطمہ بیگم کا تو منہ ہی کھل گیا۔

☆......☆

وہ چارپائی پہ پریشان بیٹھی تھیں جب رضیہ پھر آگئی۔

"فاطمہ! کیا سوچا تو نے اس پیر والی بات کے بارے میں؟"

"سوچنا کیا ہے میں اتنے پیسے کہاں سے لاؤں گی؟ اور ریشم کے ابا بھی نہیں مانیں گے۔" فاطمہ کا دوبارہ جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"سوچ پگلی تیرا گھر خوشیوں سے بھر جائے گا۔ اور بیٹی بھی اپنے گھر کی ہو جائے گی۔" رضیہ نے اسے پھر اسی سمت لے جانا چاہا۔

"تو میں اتنے پیسے کہاں سے لاؤں گی؟"

"میں بتاتی ہوں تجھے، لیکن تجھے جو بھی کرنا ہے ریشم اور اپنے شوہر سے چھپ کے کرنا ہے۔ ورنہ وہ تجھے کچھ بھی کرنے نہیں دیں گے۔" رضیہ نے سرگوشی کی۔ فاطمہ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

☆......☆

وہ دونوں بینک کے باہر رکشے کے انتظار میں کھڑی تھیں۔ پچاس ہزار روپے ان کے پرس میں تھے اور ان کی اگلی منزل پیر صاحب کا آستانہ تھا۔

رضیہ نے فاطمہ بیگم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی شادی کے زیور بینک میں گروی رکھ دے اور پیر صاحب کے تعویز سے اس کے پاس پیسہ ہی پیسہ ہوگا تو وہ پیسے بینک والوں کو لوٹا کر اپنے زیور واپس لے لے گی اور فاطمہ بیگم اس کے احمقانہ مشورے پر عمل کر چکی تھیں۔ وہ دونوں شاید پیر کے تعویذ کو الا دین کا چراغ سمجھ بیٹھی تھیں۔ آستانے پہنچ کر فاطمہ نے پیسے پیر کو تھما دیے۔ پیر صاحب کی آنکھیں تو جیسے چمک اٹھی تھیں۔

"میں تمہاری بیٹی کے لیے خاص تعویذ کروں گا۔ تین دن بعد آنا اور تعویذ لے جانا۔" پیر صاحب کی نظریں پیسوں پر تھیں۔

"لیکن میرا کام تو ہو جائے گا نا؟" فاطمہ پوچھنے لگیں۔

"سو فیصد ہو جائے گا۔" پیر صاحب بولے اور دونوں اپنے گھر کے لیے چل دیں۔

☆......☆

تین دن بعد رضیہ گھر پر نہیں تھی لیکن فاطمہ بیگم سے صبر نہیں ہوا تو وہ اکیلے ہی آستانے کی طرف روانہ ہو گئیں۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو آستانے پر تالا لگا ہوا تھا۔

"بھائی صاحب! یہ آستانے پر تالا کیوں لگا ہوا ہے؟" فاطمہ بیگم نے راہ چلتے آدمی سے پوچھا۔

"ارے ماں جی وہ تو ڈھونگی بابا نکلا۔ کئی عورتوں کے پیسے لے کر رفو چکر ہو گیا۔" فاطمہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور سر گھومنے لگا۔ فاطمہ وہیں بیٹھ گئیں۔

"ارے ماں جی کیا ہوا؟" وہ آدمی یک دم فاطمہ کے پاس پہنچا۔ فاطمہ کچھ دیر بیٹھی رہیں اور پھر خالی خالی قدموں سے گھر کے لیے روانہ ہو گئی۔

......☆......

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔

✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رِژیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی گتب کی مکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

WWW.PAKSOCIETY.COM

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

گل مہر

افسانہ

جھوٹا جال

شارق اپنے دوست سے مل کر گھر آرہا تھا، گاڑی کو ایک موڑ سے کاٹ کر وہ سڑک پر آیا ہی تھا کہ وہ اچانک اس کی گاڑی سے ٹکرا کر نیچے گری تھی۔ شارق نے بریک لگائے اور کار سے اتر کر اس کے قریب چلا

Downloaded From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

آیا۔ وہ زمین پر گری تکلیف سے کراہ رہی تھی، شکر تھا کہ اس وقت سناٹا تھا۔ ورنہ مسئلہ ہو جاتا۔ شارق نے اس سے معذرت کرتے ہوئے اسے سہارا دے کر اٹھایا مگر اس سے کھڑا نہ ہوا گیا تو اس نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر گاڑی میں بٹھایا اور قریبی کلینک لے آیا۔ اس کے گھٹنے بمپر سے ٹکرائے تھے اسی لئے اس سے کھڑا نہ ہوا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے بینڈج اور ضروری دوائیوں کے بعد اسے فارغ کر دیا۔

''کہاں جا رہی تھیں آپ؟'' شارق نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اب روشنی میں اس کا چہرہ، ستارہ آنکھیں پریشان زلفیں جنہوں نے اس کے چہرے کے گرد ہالہ بنا رکھا تھا وہ سیدھی شارق کے دل میں اتر گئی۔ بے حد پریشان لہجے میں اس نے جواب دیا۔

''میں اپنی دوست کے گھر جا رہی تھی، وہ میرا سوٹ کیس تو روڈ پر ہی رہ گیا۔'' وہ گھبرا کر بولی۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد شارق اسے واپس لایا تو سوٹ کیس غائب تھا۔

''محترمہ معذرت کے ساتھ آپ مجھے اپنی دوست کا پتہ بتا دیجئے تاکہ میں آپ کو وہاں ڈراپ کر دوں۔'' وہ نرمی سے بولا۔

''آپ مجھے یہیں اتار دیجیے۔'' وہ دھیمے سے بولی وہ چونکا۔

''دماغ درست ہے آپ کا؟ اس حالت میں آپ سے کھڑا ہوا جائے گا؟'' وہ ڈپٹ کر بولا۔

''وہ مجھے ڈھونڈنا پڑے گا اس کا گھر آپ پہلے ہی میری وجہ سے پریشان ہو چکے ہیں۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔

''ہائے محترمہ! اب کیا کہوں سوائے اس کے کہ بعض چہرے ملتے اور بچھڑتے وقت پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔'' اس نے سرد آہ بھر کر سوچا، پھر بولا۔ ''ایسا کیجیے فی الحال میرے گھر چلیے، صبح چلی جایئے گا دوست کے گھر۔''

وہ گھبرا گئی۔ بھلا ایک اجنبی پر کیسے اعتبار کر لوں۔

''نو تھینکس آپ مجھے کسی مناسب ہوٹل کا پتہ بتا دیں میں وہاں ٹھہر جاؤں گی۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولی شارق نے اسے غصے سے دیکھا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی وہ اسے اپنے گھر لے آیا تھا۔

''چپ چاپ اتر آیئے۔'' اسے سہارا دے کر گاڑی سے باہر نکالا، پھر اسے بیڈروم تک لے آیا۔

''وہاں باتھ روم ہے جا کر فریش ہو جایئے۔ میں آپ کے لیے کھانا لاتا ہوں۔'' کہتا ہوا وہ کمرے سے نکل گیا۔ وہ ہونقوں کی طرح کھڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ٹرے میں کھانا سجائے واپس آیا تو اسے اسی حالت میں پایا جیسے چھوڑ کر گیا تھا۔

''ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی دیہاتی شہر میں پہلی بار آیا ہے اور بتیاں دیکھ کر حیران ہو رہا ہے۔'' وہ اسے چھیڑتا ہوا بولا۔

''محترمہ! یہ بیڈروم کہلاتا ہے۔'' وہ جھینپ گئی پھر فریش ہو کر آ گئی۔ وہ وہیں بیٹھ گیا بیڈ پر اس کے سامنے۔

''آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کیا مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔

''میں بے انتہا معذرت خواہ ہوں میری وجہ سے آپ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

''مصیبت اتنی حسین ہو تو اسے ہر کوئی گلے لگانے کا تیار رہتا ہے اور ضروری ہے کہ مصیبت کہ ساتھ معذرت کا دم چھلا لگایا جائے، کیا آپ کو معلوم ہے کہ سابقہ اور لاحقہ کسے کہتے ہیں۔ اگر پتہ ہے تو مجھے بتا دیجیے مجھے بالکل بھی نہیں معلوم، جب میں کلاس فورتھ میں تھا تو لاحقے کو لاحقہ پڑھتا تھا اور جب ہماری ٹیچر ہمیں اردو گرامر میں سابقہ اور لاحقہ پڑھاتی تھیں تو قسم سے میں یہی سمجھتا تھا کہ بچوں سے پینے والا حقہ منگوا رہی ہیں یہ کہہ کر کہ لاحقہ۔'' وہ معصومیت سے بولا تو وہ پریشانی کے باوجود مسکرا دی۔ ''ہائے اللہ'' وہ دل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا۔

''کچھ خاص نہیں آپ کی مسکراہٹ سے لگا آس پاس قوس و قزح کے رنگ بکھر گئے۔'' وہ شوخی سے بولا۔

''شٹ اپ بہت فضول بولتے ہیں۔'' وہ جھینپی وہ واقعی بے انتہا باتونی اور شوخ تھا۔

''محترمہ! آپ نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا اور نہ مجھ سے میرا نام پوچھا۔'' وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

''میرا نام حیا ہے۔'' اس نے دھیمے سے کہا۔

''مجھے شارق کہتے ہیں اب کھانا شروع کر بھی دیجیے جب ٹھنڈا برف ہو جائے گا تب کھائیں گی کیا؟'' وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔ وہ آہستہ آہستہ کھانے لگی۔ جب کھانے سے فارغ ہوئی تو ایک سوبری خاتون ٹرے میں چائے کے کپ سجائے اندر داخل ہوئیں۔ حیا نے انہیں سلام کیا۔ وہ جواب دے کر اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

''ماشاء اللہ بیٹے یہ تو چاند کا ٹکڑا ہے۔'' وہ اسے پیار سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''مما! یہ چاند کا ٹکڑا میری گاڑی کے بمپر سے ٹکرایا تھا بمپر میں ڈینٹ پڑ گیا ہے خدا کی قسم یہ روڈ پر ایسے چل رہی تھیں، ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جیسے کیٹ واک کر رہی ہوں۔ پھر بھاگ کر میری گاڑی سے ٹکرا گئیں مجھے لگا رضیہ غنڈوں میں پھنس گئی۔'' وہ بے تکان بولا۔

''چپ کر جا کتنا فضول بولتا ہے؟ میری بچی تھکی ہوئی پریشان ہے اور تو اس کا دماغ پی رہا ہے۔'' انہوں نے اسے لتاڑا۔

''مما! یہ اتنی تھکی ہوئی بھی نہیں، کلینک میں ایک گھنٹے بیٹھیں اب یہاں ایک گھنٹے سے تشریف فرما ہیں، کھانا بھی تناول فرما چکیں اب تو ان کے اندر انرجی بھر چکی ہے، اب آپ ان سے پوچھیے یہ کہاں سے آئیں اور کہاں جانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ جلدی سے شروع ہو جایئے ورنہ یہ کھانا کھایا ہے نا آپ نے اس کا بل ایک ہزار روپے وصول کر لوں گا۔'' وہ اسے دھمکی دیتا ہوا بولا۔

''شٹ اپ کتنا بولتے ہیں میرا دماغ پی گئے۔'' وہ تپ کر بولی۔

''یہاں آؤ ادھر میرے پاس میں دیتی ہوں تمہیں ایک ہزار روپے۔'' اس کی والدہ نے اسے بلایا۔ وہ خوش خوش آ گیا۔

''لاؤ ہاتھ آگے کرو۔'' اس نے ہاتھ آگے کیا تو انہوں نے پیر میں سے چپل اتاری اور اس کے ہاتھ پر مار دی۔

''مل گئے پورے ہزار چلو اب یہ برتن اٹھاؤ اور یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔'' وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

''مما! جی یہ زیادتی ہے۔'' وہ دہائی دیتا کمرے سے نکل گیا۔

''میری بچی اب بتا کہاں سے آئی ہے اور کہاں جانا ہے؟ اتنی رات گئے شریف لڑکیاں گھروں سے باہر نہیں نکلتی ہیں۔ بیٹے میں تمہاری ماں کی طرح ہوں اگر مناسب سمجھو تو مجھے بتا دو ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں مناسب مشورہ بھی دے دوں اور تمہاری مدد بھی کر سکوں۔'' وہ اسے سینے سے لگاتے ہوئے بولیں اندازہ تو لگا لیا تھا کہ شریف گھرانے کی ہے یقیناً کسی مجبوری کے تحت گھر سے نکلی ہے، ان کے سینے سے لگ کر اسے محسوس ہوا کہ وہ ٹھنڈی چھاؤں میں آ گئی ہے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی انہوں نے اسے رونے دیا تاکہ دل کا غبار نکل جائے۔ جب وہ چپ ہوئی تو انہوں نے اسے پانی پلایا۔ پانی پینے کے بعد وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی۔

''آنٹی! میں حیدرآباد سے آئی ہوں۔ حیا وقار نام ہے میرا۔ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی جب میں نے گریجویشن کیا تو والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا میں بھری دنیا میں تنہا رہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گئی یہ تو غنیمت تھا کہ مکان ہمارا اپنا تھا ورنہ کرائے کے گھروں میں رہنا آسان نہیں تھا۔ گزر بسر کے لیے میں نے فیکٹری میں جاب کرلی جہاں آٹھ ہزار ماہانہ ملنے لگے وہیں فیکٹری میں میرے پیچھے شاکر نامی شخص ہاتھ دھو کر پڑ گیا۔ وہ ایک نمبر کا آوارہ، بدمعاش، شرابی تھا درجنوں لڑکیوں کو بھگا چکا تھا۔ حیا بے انتہا خوبصورت تھی اس لیے شاکر کی رال اس پر ٹپکنے لگی مجھے بہکانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ میں نے اسے بری طرح دھتکار دیا تھا۔ شاکر نے قسم کھائی تھی کہ چاہے کچھ بھی کرنا پڑے وہ مجھے حاصل کر کے رہے گا۔ اب اس نے دوسرا ہتھکنڈا استعمال کیا، وہ میرے محلے میں آنے جانے لگا اور محلے کے لڑکوں سے اپنے عشق کی جھوٹی داستانیں سنانے لگا، میں اس بات سے بے خبر تھی۔ پھر شاکر اور آگے بڑھا اس نے محلے کے بچوں کے ہاتھ لو لیٹر بھیجنے شروع کر دیے محلے میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں میں بری طرح بدنام ہو چکی تھی لیکن بے خبر تھی ایک دن پڑوس کی فاطمہ چاچی میرے پاس آئیں اور مجھ سے شاکر کے بارے میں پوچھا۔ میں نے ان سے کہا۔

"چاچی! وہ جھوٹ بول رہا ہے میں اس آوارہ شرابی پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔" میں نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"بیٹے اس نے پورے محلے میں تجھے بدنام کردیا ہے۔" فاطمہ چاچی نے مجھے آگاہ کیا۔

"چاچی! آپ محلے کے بزرگوں کو بلایئے میں ان کے سامنے صاف کہہ دوں گی کہ میرا اس شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے کیا آپ سب مجھے جانتے نہیں ہیں؟" میں بے بسی سے بولی۔

دوسرے دن سب میرے گھر کے صحن میں موجود تھے۔ شاکر بھی ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میں نے سب کے سامنے صاف صاف کہا کہ میرا شاکر سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ شخص مجھے بلاوجہ بدنام کر رہا ہے۔" میں نم آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"یہ جھوٹ بول رہی ہے۔" وہ چیخا۔

"یہ میرے ساتھ گھومتی ہے تحفے وصول کرتی ہے اور اب انکار کر رہی ہے۔" وہ ڈھٹائی سے سفید جھوٹ بولتے ہوئے چیخا محلے کے بزرگ گھبرا گئے کہ کس کو سچا سمجھیں۔

"تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اپنی سچائی کا۔" رئیس چاچا نے اس سے پوچھا۔

"ثبوت تو کوئی نہیں لیکن میں بڑی سے بڑی قسم کھانے کو تیار ہوں آپ قرآن منگوایئے میں ابھی اس پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاؤں گا اور اس سے کہیں کہ یہ بھی حلف اٹھائے۔" وہ بے شرمی کی حدوں کو چھوتا ہوا بولا۔

"ذلیل انسان خدا کا خوف کر اس گھٹیا بات میں قرآن پاک کو کیوں لا رہا ہے؟" میں غصے سے سرخ ہوتی چیخی تھی۔

"اگر تم سچی ہو تو کھالو قرآن کی قسم۔" وہ ڈھٹائی سے بولا۔ قرآن پاک لایا گیا میں گم صم کھڑی تھی عقل دنگ تھی۔ اس شخص کی بے خوفی پر شاکر نے جلدی سے قرآن پاک جھپٹا اور اس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"میں حلفیہ قسم کھاتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ گھومتی رہی ہے اور محبت کے دعوے بھی کرتی رہی ہے۔ اب سب کے سامنے مکر رہی ہے۔" فاطمہ چاچی نے اس کے ہاتھ سے قرآن پاک لے لیا۔ رئیس چاچا بولے۔

"حیا اب کہنے کو کچھ باقی نہیں رہا۔ کوئی شخص جھوٹا قرآن نہیں اٹھا سکتا۔ اب تم اس مقدس کتاب کی حرمت کا لحاظ کرو اور اپنے نام کی حرمت کا پاس کرو۔ تمہارے پاس دو راستے ہیں یا تو یہ گھر چھوڑ کر کہیں اور چلی جاؤ تاکہ یہاں کا ماحول خراب نہ ہو یا پھر اس شخص کو اپنا لو۔" انہوں نے دوٹوک فیصلہ سنا دیا۔ وہ سکتے کی کیفیت میں کھڑی تھی۔

"رئیس چاچا میں اس سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔ آپ ابھی قاضی کو بلوایئے۔" شاکر نے فوراً اپنی خدمات پیش کردیں کہیں حیا بازی نہ الٹ دے فوراً ہی قاضی کا بندوبست کیا گیا اور زبردستی اس سے نکاح نامے پر سائن کروائے گئے۔ سب رخصت ہوگئے تھے میں اور شاکر گھر پر رہ گئے تھے۔ وہ کسی فاتح کی طرح بڑے طمطراق سے کمرے میں داخل ہوا کتنے جتن کرنے پڑے تھے اسے حاصل کرنے کے لیے وہ اپنی کامیابی پر نازاں تھا۔ ساری رات اس نے اپنی مشقتوں کا خراج وصول کیا۔ میں مردہ روح اور جسم کے ساتھ ساکت پڑی سوچتی رہی۔ آسمان کیوں نہ پھٹا اس شخص کے سر پر زمین کیوں نہ شق ہوئی کہ یہ جھوٹا حلف اٹھانے پر اس میں دھنس جاتا۔

میں نے شادی کے تیسرے دن فیکٹری جانا شروع کردیا۔ شاکر نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہ کیا۔ اس نے مجھ سے شادی صرف میری خوبصورتی کی بناء پر نہیں کی تھی بلکہ اس کی نظر میری تنخواہ اور مکان پر تھی۔ میں 8 ہزار ماہانہ کما رہی تھی اور مکان بارہ پندرہ لاکھ روپے کی مالیت کا تھا۔ شاطر شاکر نے میری تنخواہ اور مکان دونوں پر ہاتھ صاف کرنے کا منصوبہ بنالیا تھا۔

آج سیلری ملنا تھی۔ وہ کیشیر کے پاس گئی۔

"حیا صاحبہ! آپ کی سیلری آپ کے شوہر لے جاچکے ہیں۔" کیشیر نے اسے بتایا وہ دنگ ہوگئی یہ سن کر۔

"آپ نے میری اجازت کے بغیر کیسے دے دی سیلری؟" وہ برہم ہو کر بولی۔

"انہوں نے آپ کا حوالہ دیا تھا کہ وہ آپ کے شوہر ہیں اور آپ نے ان سے کہا تھا کہ میری سیلری وصول کرلینا۔" کیشیر نے واضح کیا۔ وہ کھول گئی یہ سن کر سیدھی باس کے روم میں بھی گئی اور انہیں شاکر کی چالاکیوں سے آگاہ کردیا۔ باس نے کیشیر کو بلا کر سختی سے تاکید کردی۔

"آئندہ سیلری ان کے ہاتھ میں دینی ہے۔"

اس کی شادی کو دو مہینے گزر گئے وہ بار بار اس سے مکان کے کاغذات کا پوچھتا رہتا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" میں ہر بار اسے ٹالتی اس کی گھٹیا فطرت سے آگاہی کے بعد میں نے اپنے مکان کے کاغذات اور اپنے ڈاکومنٹس اپنے شریف النفس باس کے پاس امانتاً رکھوا دیے تھے۔

☆......☆

آج مہینے کی پہلی تاریخ تھی۔ شاکر نے کیشیر سے اپنی سیلری وصول کرنے کے بعد حیا کی سیلری مانگی۔

"مسٹر شاکر! محترمہ حیا کی سیلری ان ہی کو دی جائے گی۔ یہ باس کا آرڈر ہے۔" کیشیر نے اسے ٹکا سا جواب دیا۔

"مجھے میری بیوی نے بھیجا ہے۔" وہ مرچیں چباتا ہوا بولا۔

"تو آپ کل انہیں لے آئیں۔ وہ کہہ دیں گی تو میں ان کی سیلری آپ کو دے دوں گا۔" کیشیر نے بات صاف کردی۔ وہ اپنا منہ لے کر رہ گیا۔ گھر آکر وہ مجھ سے خوب لڑا۔

"بے حیا تو اکیلی ذات قبر میں لے کر جائے گی اتنا پیسہ۔" وہ پھنکارا۔

"میں تو یہیں چھوڑ جاؤں گی تم اپنے ساتھ لے جانا۔" میں نے تڑخ کر جواب دیا۔ شاکر کے آگ لگ گئی میری بات سن کر اس نے مجھے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔

"زبان چلاتی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے حیا پر تھپڑوں کی بارش کرتے ہوئے کہا۔

"بتا مکان کے کاغذات کہاں ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" آج میں بھی مقابلے کی ٹھانے بیٹھی تھی۔ رات کا وقت تھا دونوں کی آواز

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سارے محلے میں گونج رہی تھی۔

''تجھے کل میرے ساتھ چلنا ہے۔'' شاکر نے مجھے ٹھوکر رسید کرتے ہوئے کہا۔

''کیشیئر کے پاس بھی۔''

''میں نہیں جاؤں گی۔'' میں ضدی لہجے میں بولی۔

''جائے گی کیسے نہیں؟ تیرا تو باپ بھی جائے گا نہ جانے کا انجام جانتی ہے؟'' وہ خوفناک لہجے میں پھنکارا۔

''کیا کرلو گے تم؟'' میں بپھر کر بولی۔

''تجھے طلاق دے دوں گا۔'' وہ کف اڑاتا ہوا بولا۔

''دے دو۔'' میں نے اسے سلگایا۔

''طلاق لے گی مجھ سے اور وہ جو میں نے تجھے حاصل کرنے کے لیے اتنے جتن کیے ان کا کیا ہوگا؟ تجھے جان بوجھ کر محلے میں بدنام کیا کس لیے؟ تیرے مکان اور تیری کمائی اڑانے کے لیے کیشیئر کے پاس تو کل جائے گی ہی ابھی مجھے محلے سے کسی سے پانچ سو روپے کی بھیک مانگ کر لا کر دے مجھے شراب کی بوتل لانی ہے۔'' وہ دہاڑا۔

''میں کسی سے بھیک نہیں مانگوں گی تمہاری طرح بے غیرت نہیں ہوں۔'' میں نے دوٹوک جواب دیا۔ ہر بات میں نا سن کر شاکر کا پارہ چڑھ گیا۔ وہ شرابی تھا نشہ نہ ملنے سے اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔ اس لیے آپے سے باہر ہوتے ہوئے بولا۔

''اگر پانچ سو روپے نہیں لائی تو تجھے کھڑے کھڑے طلاق دے دوں گا۔ تجھے اتنا بدنام کر چکا ہوں کہ کوئی تھوکے گا بھی نہیں تجھ پر، جا روپے لے کر آ۔'' وہ دہاڑتے ہوئے بولا۔

''نہیں جاؤں گی کسی سے مانگنے۔'' وہ بھی چیخی۔

''نہیں جائے گی تو، تجھے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔'' یہ الفاظ اس نے دس بارہ مرتبہ دہرائے۔

''جب تجھ سے مجھے مال نہیں مل رہا تو تو میرے کس کام کی؟ اسی لیے تجھ سے نکاح کیا تھا۔ اب تجھ پر تھوک کر جا رہا ہوں۔'' وہ اس پر تھوکتا ہوا بولا۔ پھر جیسے دروازہ کھولا جانے کے لیے تو ساکت رہ گیا دروازے پر پورا محلہ جمع تھا اور اس کی ساری بکواس سن چکا تھا۔ رئیس چاچا آگے بڑھے۔

''اگر اب ادھر نظر آیا تو تیری ٹانگیں تڑوا دوں گا۔'' وہ انہیں گھورتا ہوا نکل گیا۔ رئیس چاچا اور فاطمہ چاچی آگے بڑھیں۔

''ہمیں معاف کردو بیٹی!'' وہ شرمندگی سے بولیں۔ اس کا دل میلا ہو چکا تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے پھر بھی بولی۔

''کوئی بات نہیں چاچی! میرے نصیب میں لکھا تھا یہ سب۔'' اس کی طلاق کو چار مہینے گزر چکے تھے۔ اب وہ یہاں سے جانے کا سوچنے لگی کچھ کیش پاس تھا۔ اس نے ضروری سامان اور چند جوڑے بیگ میں ڈالے اور کراچی جانے والی کوچ میں بیٹھ گئی اس نے فاطمہ چاچی کو بتا دیا تھا کہ وہ اپنی رشتہ دار کے پاس کراچی جا رہی ہے۔

''چاچی! میرے گھر کا خیال رکھیے گا۔'' اس نے دوست کو رشتہ دار ظاہر کیا اور کراچی آگئی وہ بھٹکتی پھر رہی تھی۔ سہیلی کا مکان نہیں مل رہا تھا اس اثناء میں وہ شارق کی کار سے ٹکرا گئی۔ وہ اپنی دکھ بھری داستان سنا کر چپ ہوگئی وہ آبدیدہ ہوگئیں اتنی سی عمر میں کتنا ظلم سہہ کر آئی تھی۔

''بیٹی اس نے زبانی طلاق دی تمہیں تحریری نہیں کل کو وہ پھر دعویدار بن کر آ گیا تو کیا کرو گی؟'' شارق کی والدہ نرمی سے بولیں۔ وہ دہل گئی یہ سن کر۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

''وہ جھوٹا حلف اٹھا چکا تھا آنٹی آپ ہی بتائیے اب میں کیا کروں؟'' وہ روتے ہوئے ان کے سینے سے لگ کر بولی۔

''فی الحال یہ کرو سب بھول جاؤ اور یہیں رہو۔ یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے تم مجھ

پر بھاری نہیں پڑو گی میں تمہیں زمانے کے ستم اور ٹھوکریں کھانے کے لیے نہیں چھوڑ سکتی اور میری بچی سہیلی بھی کب تک ٹکائے گی تمہیں؟'' وہ پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔ بات تو ان کی معقول تھی اس نے یہاں رہنے کی حامی بھرلی۔ باہر کھڑے شارق نے اطمینان کی سانس خارج کی۔ اس کی مما نے اس کے دل کی بات کہہ دی تھی وہ باہر کھڑا سب سن چکا تھا۔ دوسرے دن دونوں لنچ کے بعد مال چلے گئے۔

شاکر اب پچھتا رہا تھا۔ ''اس نے جلد بازی سے کام لیا، کیا ضرورت تھی طلاق دینے کی اب بھگت پیار سے بہلا پھسلا کر مطلب کھرا کر لیتا۔'' وہ خود سے بڑبڑاتا مخاطب ہوا۔ سالی غائب ہوگئی چھوڑوں گا نہیں تجھے۔'' اس نے محلے والوں سے سن گن لینے کی کوشش کی کہ حیا کہاں ہے؟ لیکن ناکام رہا۔ پھر محلے کے ایک دس سالہ بچے نے بتا دیا کہ حیا آپی کراچی چلی گئیں۔ اس بچے نے اپنے گھر میں سنا تھا تو کراچی روانہ ہوگیا۔ یہاں وہ اپنے دوست کے گھر ٹھہرا تھا۔ وہ روز کراچی کی سڑکوں کی خاک چھانتا تھا کہ کبھی تو کہیں تو اس سے ٹکراؤ ہوگا لیکن ابھی تک ناکام تھا آخر اس نے دو مہینے سڑکوں کی خاک چھاننے کے بعد واپس حیدرآباد جانے کا فیصلہ کرلیا اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ آج آخری بار سڑکوں کا راؤنڈ لگا کر واپس چلا جائے گا۔

''بھاڑ میں جائے وہ۔'' وہ بائیک اڑاتا سوچ رہا تھا۔ اب وہ طارق روڈ پر آگیا تھا۔ وہ بوتیک سے نکلی تو شاکر نے بیس فٹ کے فاصلے سے اسے پہچان لیا۔ وہ اور نکھر گئی تھی۔

''اچھا تو یہ عیش چل رہے ہیں۔'' اس نے جل کر سوچا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ بے انتہا خوش بھی تھی اور پریشان بھی۔ ہر دم یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں شاکر عین موقع پر بوتل کے جن کی طرح نمودار نہ ہوجائے۔ اس کی خوشیوں کو غارت نہ کردے، انجانے خدشے سے اس کا دل بار بار دھڑک اٹھتا تھا۔

''شاکر خدا تمہیں غارت کرے۔'' اس کے دکھی دل سے دعا نکلی اور سیدھی عرش معلیٰ تک جا پہنچی۔

☆......☆

شارق کے رشتے دار آگئے تھے۔ مغرب کے بعد اس کا نکاح تھا حیا کے ساتھ۔ باہر کھڑا شاکر لوگوں سے پوچھ رہا تھا۔

''بھائی صاحب! خیریت تو ہے یہاں رش کس لیے ہو رہا ہے؟'' اس نے معصوم صورت بنا کر سوال کیا۔ وہ کل شارق کا گھر دیکھ گیا تھا۔

''ارے صاحب خیریت ہے۔ دراصل آج میرے بھانجے شارق کا نکاح ہو رہا ہے۔'' شارق کے ماموں نے اسے بتایا۔

''کیا وہ ان کے آفس میں کام کرتی ہیں مس فائزہ سے نکاح ہو رہا ہے کیا؟'' اس نے نام جاننے کے لیے ہوا میں تیر اچھالا۔

''فائزہ نہیں حیا نام ہے لڑکی کا۔'' شارق کے ماموں جواب دے کر آگے بڑھ گئے اور وہ ڈھٹائی سے اندر آ گیا۔

''مجھے مسٹر شارق سے ملنا ہے۔'' اس نے سب کے سامنے کہا۔

''کون ہو تم؟ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ میں ہی شارق ہوں۔'' شارق نے آگے بڑھ کر اس سے سوال کیا۔

''مسٹر شارق آپ ایک شادی شدہ لڑکی سے نکاح کیسے کر سکتے ہیں۔ حیا بیوی ہے میری۔ شاکر نام ہے میرا آپ بلائیے اسے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''بے غیرت انسان تو اسے طلاق دے چکا ہے۔ اب تیرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔'' شارق غصے سے بولا۔ وہ حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

''یہ جھوٹ ہے آپ اسے بلائیے اور کہیے اس سے کہ وہ ثبوت پیش کرے طلاق کا۔'' وہ ڈھٹائی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سے شارق کی آنکھوں میں گھستا ہوا بولا۔

''پورے محلے والوں نے سنا تھا تم نے دس بارہ مرتبہ اسے طلاق دی تھی، اب تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ جاؤ یہاں سے۔'' شارق پھنکارا۔

''کون محلے والے؟ آپ میرے ساتھ چلیے حیدرآباد اور وہاں جا کر خود تصدیق کر لیجیے۔'' وہ جانتا تھا کہ حیدرآباد کوئی برابر میں تو ہے نہیں بھلا کون جائے گا، اسی لئے اتنے اطمینان سے آفر کر دی تھی جانے کی۔

''دفعہ ہو جاؤ یہاں سے ورنہ پولیس کو بلا لوں گا۔'' شارق نے اسے دھمکی دی۔

''تو بلا لو پولیس کو میں تمہیں اندر کرا دوں گا نکاح کے جرم میں تم حیا سے بولو طلاق نامہ پیش کرے اگر وہ سچی ہے۔ میں بڑی سے بڑی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ وہ میری بیوی ہے۔'' ایک بار پھر وہ قرآن پاک کو بیچ میں لے آیا۔ شارق کانپ اٹھا۔

''یا اللہ! تو نے اس شخص کی رسی ڈھیلی کیوں چھوڑ رکھی ہے۔'' اس نے لرزتے ہوئے سوچا۔ شارق کے ماموں فوراً آگے بڑھ کر بولے۔

''بیٹے اگر یہ قرآن پاک کی قسم کھا لے تو یقیناً سچا ہوگا۔''

''ماموں یہ جھوٹا ہے یہ پہلے بھی یہ کر چکا ہے۔'' وہ دکھ سے بولا۔

''شارق بیٹے! اسے قسم کھانے دو اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو خود بھگت لے گا۔ وہ اوپر والا انصاف کرنے والا ہے۔'' یہ کہہ کر اس کے ماموں قرآن پاک لے آئے اور ایک بار پھر شاکر تیار ہو گیا جھوٹا حلف اٹھانے کے لیے۔ وہ دین سے دور تھا۔ وضو اور غسل تک سے واقف نہیں تھا۔ اس نے ڈھٹائی سے قرآن پاک کو تھاما اور بولا۔

''میں اس کتاب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حیا کو طلاق نہیں دی۔ وہ اب بھی میری بیوی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو کل کا دن دیکھنا نصیب نہ ہو مجھے۔'' اطمینان سے قسم کھا کر اس نے قرآن پاک شارق کے ماموں کو واپس دے دیا۔ شارق دنگ تھا اس کی بے خوفی پر۔

''شارق بیٹے! یہ سچ بول رہا ہے یہ نکاح نہیں ہو سکتا۔'' ماموں نے دو ٹوک کہا۔ شارق نے بے بسی سے ہتھیار ڈال دیے۔

''مسٹر شارق! میں رات نو بجے آ کر حیا کو لے جاؤں گا۔ اس سے کہیے گا تیار رہے۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا جانتا نہیں تھا کہ قہر خداوند جوش میں آ گیا تھا۔ کاتب تقدیر نے اس کی زندگی پر موت کی سیاہ لکیر کھینچ دی تھی۔ فرشتہ اجل اسے اچکنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ شارق کا گھر ڈیفنس میں تھا جہاں ٹرک اور بسوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ شاکر بنگلے سے باہر نکلا تو اس کے ساتھ شارق کے کچھ رشتہ دار بھی تھے۔ وہ سڑک پر آ گیا۔ اچانک سڑک پر دھند چھا گئی شاکر ٹپٹایا۔ اسے آگے کا منظر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے قدم پیچھے ہٹانے چاہے۔

''ارے یہ کیا؟ یہ میرے قدم زمین نے جکڑ لیے کیا؟'' اس نے گھبرا کر سوچا۔ اچانک دھند میں سے روشنی نمودار ہوئی پھر یہ روشنی قریب آتی گئی تو پتہ چلا یہ ٹرک تھا جو شاکر کو کچلتا ہوا دھند کے دوسری طرف غائب ہوا پھر دوسرا ٹرک نمودار ہوا سڑک پر پڑے شاکر کے وجود کے ٹکڑے اڑاتا ہوا دھند میں غائب ہو گیا۔ سب نے اپنی آنکھوں سے یہ دل دہلانے والا منظر دیکھا اور سمجھ گئے کہ شاکر قہر خداوندی کا شکار ہوا۔ جھوٹا حلف اٹھانے والے شاکر کا وجود ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔ اور اوپر والے نے آج اس کی رسی کھینچ لی تھی۔ سڑک پر موجود لوگوں نے اندر جا کر شارق کو بتایا۔ حیا سچی ثابت ہو گئی تھی۔ قاضی صاحب بھی آ گئے تھے۔

''قاضی صاحب نکاح پڑھوایئے۔'' شارق کے ماموں نے کہا۔ شارق نے سکون کا سانس لیا حیا کو بھی سب پتہ چل گیا وہ سجدہ شکر بجا لائی۔

......☆......

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔
✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
We Are Anti Waiting WebSite
واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سمعیہ زریں عباسی

اندھیروں کے حصار میں

اس نے خوفزدہ نظروں سے ایک بار پھر چاروں اطراف کا جائزہ لیا تھا۔ کینٹ اسٹیشن پر ہر طرف اجنبی چہرے تھے۔ کوئی بھی تو نہیں تھا جو اسے اپنا سا لگتا۔ وہ جو اپنے گھر والوں کے بغیر ایک قدم بھی تنہا نہیں چل سکی تھی۔ آج اجنبی لوگوں کی اس بھیڑ میں اکیلی تھی۔ رات کے اندھیرے کے ساتھ اس کے اندر کا خوف بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ امید کی ایک کرن اس کے من میں اب بھی روشن تھی کہ اس کے پاپا اسے لینے ضرور آئیں گے۔ لیکن کب؟

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے پاپا! جلدی سے مجھے لینے آجاؤ ناں۔" اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

مکمل ناول

"ہو سکتا ہے پاپا مجھے مین گیٹ پر ڈھونڈ رہے ہوں۔" وہ خود ہی اپنے دل میں سوچ کر مین گیٹ کی سمت بھاگی تھی۔ ایک انجانے سے خوف کے حصار میں۔ وہاں بھی اسے کوئی اپنا نہ دکھا۔ وہ ایک بار پھر اندر آگئی۔ اور اپنی اسی بینچ پر بیٹھ گئی۔

ایک خوفزدہ چڑیا کی طرح وہ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ لگتا تھا ہر شخص اسے ہی دیکھ رہا ہے۔ اس نے اپنے دوپٹے کو اچھی طرح اپنے اردگرد لپیٹا۔ تھکن کا احساس اسے شدت سے ہو رہا تھا۔ اس نے بینچ کا سہارا لے کر آنکھیں موند لیں۔

"ربا بیٹا! اپنا سامان پیک کر لو۔ ملیر اسٹیشن آنے ہی والا ہے۔" پاپا ہر کام وقت سے پہلے کرنے کے عادی تھے۔

"کیا ہے پاپا! ہم ہر دفعہ ملیر اسٹیشن پر ہی کیوں اترتے ہیں؟ اس دفعہ ہم کینٹ اسٹیشن پر اتریں گے۔" میں نے پاپا سے شکوہ کیا۔

"ربا بیٹا! آپ سمجھتی نہیں ہو۔ کینٹ اسٹیشن سے ہمارا گھر دور پڑتا ہے۔ اور پھر وہاں سے سواری بھی بہت مہنگی ملتی ہے۔"

"کہا تو پاپا نے ٹھیک ہے۔ ہمارے پاس پیسے اتنے فالتو ہیں کیا، جو ہم ان رکشہ ٹیکسی والوں کو دیتے پھریں۔ لینے کو تو ہمیں فراز بھائی بھی آجاتے۔ مگر اس وقت وہ اپنے آفس میں ہوں گے۔ اس لیے پاپا نے انہیں خبر نہیں دی۔" وہ خود سے ہمکلام تھی۔ اور یہ اس کی خاصی پرانی عادت تھی۔

"امی سارا سامان رکھ چکی تھیں اور ساتھ میں مجھے بھی اپنا سامان سمیٹنے کی ہدایت کر رہی تھیں۔

"امی دیکھیے ناں، حسیب بھائی نے مجھے جو پریزنٹ دیا تھا، وہ نہیں مل رہا ہے۔" میں پریشان ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ ملیر اسٹیشن آچکا تھا۔ اور ٹرین رک چکی تھی۔ امی اور پاپا سارا سامان اٹھا کر گیٹ کی طرف چلے گئے۔

"ربا! جلدی کرو بیٹا!" پاپا نے نیچے اتر کر مجھے آواز دی۔ ملیر اسٹیشن پر گاڑی صرف پانچ منٹ تک رکتی ہے۔ اب پاپا کو میری فکر ہونے لگی۔ امی الگ مجھ پر غصہ ہو رہی تھیں۔

"یہ لڑکی تو ہمیشہ سے ہی لاپرواہ ہے۔ کہا بھی تھا اپنی ساری چیزیں دیکھ کر رکھ لو۔ مگر وہ ربا ہی کیا جو سن لے۔" امی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بڑبڑانے لگیں۔

''اوہو! آجائے گی۔ آپ کیوں پریشان ہورہی ہو؟ ہر وقت میری بیٹی پر غصہ کرتی رہتی ہو۔'' پاپا نے فوراً میری حمایت کی۔

''آپ ہی کے بے جا لاڈ پیار نے اس کا یہ حال کیا ہے۔'' امی کی بات پر پاپا زیر لب مسکرائے تھے کہ حقیقت بھی یہی تھی۔

''پاپا! میں نے سیٹ کے نیچے نہیں دیکھا۔ بس میں یہاں دیکھ لوں پھر آتی ہوں۔'' ٹرین سلو رفتار سے چلنے لگی۔ میں نے بہت دیکھا۔ مگر وہ گفٹ شاید وہیں رہ گیا ہو۔

''ہائے حبیب بھائی نے کتنے پیار سے دیا تھا۔'' اس نے سوچا۔

اب میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ گھبرائی ہوئی دروازے کی طرف بھاگی تھی۔ ٹرین اب اسپیڈ پکڑتی جارہی تھی۔

''پاپا! میرا ہاتھ پکڑو۔'' میں نے پاپا کو آواز دی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑنے آرہے تھے کہ اچانک......

''اے بھائی! مرنا ہے کیا؟ دکھائی نہیں دیتا۔'' کسی نے پاپا کو بہت اسپیڈ سے پیچھے کی طرف کھینچا تھا۔ اور دوسرے لمحے اس پٹری پر ٹرین آچکی تھی۔ جہاں پاپا کچھ دیر پہلے کھڑے میرا ہاتھ پکڑ رہے تھے۔

''نہیں...... پاپا! مجھے چھوڑ کر مت جانا۔ پاپا!'' میں پوری قوت سے چیخی تھی۔ لیکن میری آواز میرے ہی گرد گونج کر دم توڑ گئی تھی۔ ٹرین کی آواز بہت تیز تھی۔ پاپا میری نظروں سے اوجھل ہوگئے اور میں ان سے بہت دور جاچکی تھی۔ ٹرین کی آواز میرے سر پر کسی ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔

''نہیں پاپا! مجھے آپ چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔'' میں بے خودی کے عالم میں کہے جارہی تھی۔ نجانے کب میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں یکدم سیدھی ہو بیٹھی۔ اسٹیشن پر کھڑی آخری گاڑی بھی اب جاچکی تھی۔ میں نے اپنی تمام تر ہمت یکجا کی اور اپنے آنسو پونچھے۔

''یوں روتا دیکھ کر کوئی بھی مجھے مجبور سمجھ کر......'' میں جھرجھری سی لے کر رہ گئی۔ دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ میں نے ارد گرد نظر ڈالی۔ چند ایک لوگ اپنی اپنی معروفیات میں کوشاں تھے۔ مگر اس کونے میں کھڑا وہ نوجوان جس کی نظر اب بھی مجھ پر لگی ہوئی تھی۔ میں اپنی جگہ بہت احتیاط سے بیٹھ گئی۔

مجھے عجیب الجھن ہورہی تھی۔ خود پر مرکوز دو گہری نظروں کا احساس مجھے بخوبی محسوس ہورہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں مجھے ایک ٹک دیکھے جارہا ہے؟ میں سر جھکائے بیٹھی تھی کہ ایک انجانے احساس کے تحت نظریں اٹھائیں تو وہ لڑکا بالکل میرے سامنے کھڑا تھا۔

''آپ کو۔ میرا مطلب ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی پرابلم ہے کیا؟'' وہ میرے قریب چلا آیا۔

''جی نہیں۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''دیکھیے۔ میں بہت دیر سے آپ کو یہاں پر اکیلا بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اور آپ کو روتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔'' وہ بول کر کچھ دیر خاموش سا ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔

''آپ کے ساتھ جو بھی مسئلہ ہے۔ پلیز مجھے بتایئے۔ شاید میں آپ کی کچھ مدد کرسکوں۔ اور ویسے بھی بس تھوڑی دیر میں میں گیٹ بند ہوجائے گا۔ یہ لوگ آپ کو باہر نکال دیں گے۔ پھر آپ کہاں جاؤ گی۔''

''میں...... میں کہیں بھی چلی جاؤں گی۔ اگر مجھے کوئی مسئلہ ہوا تو میں پولیس سے مدد لوں گی۔ مجھے آپ کی مدد کی قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس آپ جائیں یہاں سے۔'' میں نے سختی سے کہا۔ مگر وہ بھی ایک ڈھیٹ تھا۔ اب بھی کھڑا میرا چہرہ تک رہا تھا۔

''ایک بات کہوں آپ سے؟'' اس کا لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا۔ دوستانہ، مخلصانہ۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''آپ کا جہاں دل چاہے وہاں چلی جانا۔ لیکن پلیز، آپ پولیس اسٹیشن مت جانا، کیونکہ وہاں کا ماحول اچھا نہیں ہوتا۔ آپ اکیلی لڑکی ہو۔ پتا نہیں وہ آپ کے ساتھ کیسا بی ہیو کریں۔ اس لیے بس آپ پولیس اسٹیشن مت جانا۔'' وہ بات ختم کرکے جاچکا تھا۔ میری نظروں نے بہت دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

''اگر وہ اچھا آدمی نہ ہوتا تو میرے ساتھ زبردستی بھی کرسکتا تھا۔ میں کمزوری بے بس لڑکی کیا کرلیتی۔'' میں صحیح معنوں میں اس کی شرافت سے متاثر ہوئی تھی۔ ''اور پھر ٹھیک ہی تو کہا ہے اس نے۔ پولیس والوں کا کیا بھروسہ۔''

''میں کہیں بھی نہیں جاؤں گی۔ یہیں بیٹھ کر پاپا کا انتظار کروں گی۔'' اسے اب بھی یقین تھا کہ اس کے پاپا اسے لینے ضرور آئیں گے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ کیا؟ یہ تو وہ خود نہیں جانتی تھی۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

''پاپا! میں بہت دیر سے آپ کا انتظار کررہی ہوں۔ اب تو میں خود بھی گھر نہیں آسکتی۔ مجھے کسی پر اعتبار نہیں۔ میرے پاس تو پیسے بھی نہیں ہیں جو میں گھر پر فون کرلیتی۔ میں نے اپنا ہینڈ بیگ پہلے ہی پاپا کو تھما دیا تھا۔ میں کیا کروں یا اللہ! میری مدد کیجیے۔'' میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اسٹیشن پر اب سناٹا ہوچلا تھا۔ میں خود میں سمٹی جارہی تھی۔

''اے لڑکی! چلو باہر جاکر بیٹھو۔'' وہ کوئی پولیس والا تھا جو مجھے باہر جانے کو کہہ رہا تھا۔

''دیکھیے مجھے یہیں بیٹھا رہنے دیجیے پلیز۔ میرے گھر والے آئیں گے تو میں خود ہی چلی جاؤں گی۔'' میں نے اس سے التجا کی۔

''یہ تیرے باپ کا گھر نہیں ہے۔ چل اٹھ۔ گیٹ بند ہو رہا ہے۔ باہر تو تجھے جانا ہی پڑے گا۔'' اس کی بات پر میرے آنسو نکل آئے۔ جنہیں دیکھ کر اس کے چہرے پر خباثت اتر آئی۔

''اور یہ تو بتا تو ہے کون؟ کہاں سے آئی ہے؟ میں تجھ جیسی لڑکیوں کو خوب جانتا ہوں۔ گھر سے بھاگ کر آئی ہے ناں تو؟'' وہ بدتمیزی کی عروج پر پہنچ گیا۔ اس کی بات سن کر میں دم بخود رہ گئی۔

''نہیں۔ آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں راستہ بھول گئی ہوں۔ اور اپنے پاپا کا انتظار کررہی ہوں۔'' میں نے خوفزدہ ہو کر کہا۔

''اچھا تو، تو مجھ سے جھوٹ بولتی ہے۔ چل تھانے۔ سیدھا سیدھا پولیس کیس بنے گا تجھ پر گھر سے بھاگنے کے الزام میں۔'' اور پھر آگے بڑھ کر اس نے میرا بازو پکڑا اور گھسیٹتا ہوا مجھے مین گیٹ کی طرف لے جانے لگا۔

''نہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ میں تھانے نہیں جاؤں گی۔'' میں رو رو کر التجا کررہی تھی۔ مگر وہ ظالم انسان مجھے کھینچتا لے گیا۔ اس دن میرے بڑھائے ہوئے لمبے ناخن میرے کام آئے۔ میں نے اپنے دوسرے ہاتھ کے ناخن سے اس کے ہاتھ نوچ ڈالے اور ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر آگے کی طرف بھاگی، کہ یکدم میں کسی چیز سے بہت زور سے ٹکرائی تھی، یا پھر وہ مجھ سے ٹکرائی تھی۔ بہرحال کچھ بھی تھا میرے چودہ طبق روشن کردینے کے لیے کافی تھا۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔ پھر مجھے کسی کے مضبوط بازوؤں نے تھام کر سنبھالا تھا۔

''آپ کے کہیں لگی تو نہیں؟ آر یو آل رائٹ؟'' اور جب میں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئی تو وہ میرے سامنے کھڑا تھا۔ وہی شخص جو کچھ دیر پہلے مجھ سے میری مدد کرنے کو کہہ رہا تھا۔

''وہ...... وہ مجھے تھانے لے جائے گا۔ وہ پولیس والا میرے پیچھے پڑا ہے۔ خدا کے لیے مجھے بچالو۔'' میں بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اور کچھ ہی دیر میں وہ پولیس والا میرے بہت قریب آگیا۔ میں اتنی ڈری ہوئی تھی کہ ایک ہی لمحے میں، میں اس اجنبی کے پیچھے جا چھپی۔

''اے لڑکی! بھاگ کر کہاں جائے گی۔ تجھے میں چھوڑوں گا نہیں۔'' وہ بہت جلال میں تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''ایک منٹ۔ آپ کو تمیز نہیں ہے، کہ لیڈیز سے کس طرح بات کی جاتی ہے۔'' وہ نہایت سنجیدگی سے بولا۔

''اوئے اتو کون ہے؟ یہ لڑکی گھر سے بھاگ کر آئی ہے۔''

''اے مسٹر! آپ کو شرم آنی چاہیے، کسی پر اتنا گھٹیا الزام لگاتے ہوئے۔ آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے؟ بولیے؟'' وہ غصے سے بولا تھا۔

''تو اس کا کون ہے جو اتنی حمایت لے رہا ہے؟ اچھا تو تو بھی اس جرم میں برابر کا شریک ہے۔ تیرے ہی ساتھ بھاگ رہی ہے ناں یہ۔'' اس کی بات پر میں شرم سے گڑھ کر رہ گئی۔

''جسٹ شٹ اپ!'' وہ یکدم دھاڑا تھا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس پولیس والے کو دکھایا۔

''یہ میری کزن ہیں۔ اور میں انہیں لینے آیا ہوں۔'' اس نے کارڈ واپس اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے سر! آپ اس لڑکی کی ذمے داری لیتے ہیں تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی مسئلہ ہوا تو اس کے ذمے دار بھی آپ ہوں گے۔'' پولیس والا خجل سا ہو کر اپنے پیشہ ورانہ بول بول کر جا چکا تھا۔ میں جو اس تمام وقت اس کے چوڑے شانوں کے پیچھے چھپی کھڑی تھی۔ اس کے جانے کے بعد بھی اسی طرح سہی ہوئی کھڑی رہی۔

''سنیے، وہ جا چکا ہے۔'' اس کی مدھم آواز سن کر مجھے خیال ہوا تو میں شرمندہ ہوتی ہوئی اس سے الگ ہو گئی۔

''اب کیا ارادہ ہے آپ کا؟'' وہ بغور مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں کبھی تنہا گھر سے نہیں نکلی۔ اس لیے میں یہاں سے اپنے گھر کا راستہ نہیں جانتی۔ میرے گھر سے اب تک کوئی مجھے لینے نہیں آیا۔ بس مجھے ان کا انتظار ہے۔'' میں نے اب کے ساری بات اسے بتا دی تھی۔

''آپ مجھے اپنے ایریے کا نام بتائیں۔ میں وہاں تک لے جاتا ہوں۔ پھر تو آپ اپنے گھر کا ایڈریس جان جائیں گی ناں؟'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے حل پیش کیا۔

''نہیں میں کسی اجنبی کے ساتھ رات کو گھر نہیں جا سکتی۔ میں چاہتی ہوں میرے پاپا خود مجھے لینے آئیں۔''

''تو کب تک آپ اپنے پاپا کا انتظار کرو گی؟'' اس نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ دوڑائی۔

''جب تک وہ آنہیں جاتے۔'' میں نے معصومیت سے جواب دیا۔

''دیکھو، آپ کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ آپ اکیلی ہو۔ رات زیادہ ہو چکی ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔'' اس نے کچھ بیزار ہوتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میں کیا کروں؟'' میری آنکھوں میں بے بسی سے آنسو امڈ آئے۔ مجھے روتا دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا۔

''پلیز آپ پریشان مت ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے ساتھ میرے گھر چلیں۔ میرا گھر یہیں قریب ہی ہے۔'' اس نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

''نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گی۔'' میں نے دوپٹے سے اپنے آنسو صاف کیے۔

''دیکھو۔ آپ مجھے غلط مت سمجھو۔ میں خود ایک بڑی فیملی سے بلونگ کرتا ہوں۔ چھ بہن بھائی ہیں میرے۔ اور میری نظر میں آپ کی بھی اتنی ہی عزت، اتنا ہی احترام ہے، جتنا میرے اپنے گھر والوں کا۔ وہاں آپ کو کوئی پریشانی، کوئی خوف نہیں ہوگا۔ رات کی بات ہے۔ صبح آپ اپنے گھر چلی جانا۔'' وہ بہت پیار سے سمجھا رہا تھا۔ انداز و لہجہ ایسا کہ سیدھا دل میں اتر جائے۔ میں سوچ میں پڑ گئی۔

''اس کی بات بھی ٹھیک ہی تھی۔ میرا یہاں رہنا بھی ٹھیک نہیں اور پھر اس نے میری عزت بچائی ہے۔ عزت بچانے والا خود برا نہیں ہو سکتا۔'' بس یہی سوچ کر میں نے اس کے ساتھ جانے کی ہاں کر لی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنی بائیک لیے میرے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ بائیک پر بیٹھنا کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ پر مرتی کیا نہ کرتی، مجبوری تھی بیٹھنا پڑا۔

کچھ دیر بعد ہم ایک سات منزلہ فلیٹ کے آگے کھڑے تھے۔ تھرڈ فلور پر اس کا فلیٹ تھا۔ اس نے لاکڈ دروازہ کھولا۔ اندھیرے میں ڈوبا منظر میرے سامنے تھا۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ''کہیں میں غلطی تو نہیں کر بیٹھی۔ میرے اچھے اللہ تعالیٰ! میری مدد کرنا۔''

اس نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی۔ سارا فلیٹ روشن ہو گیا اور ہر منظر صاف۔ اس کے اور میرے سوا گھر میں کوئی موجود نہ تھا۔ چاروں طرف مکمل سناٹے کا راج تھا۔

''آپ یہاں بیٹھ جاؤ۔'' اس نے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا اور خود کہیں چلا گیا۔ دو کمروں کا فلیٹ دیکھنے میں بہت ہی خوبصورت تھا۔ دروازے سے اندر آتے ہی رائٹ سائیڈ پر واش روم اور باتھ روم ساتھ ساتھ بنے تھے۔ کارنر پر بنا جدید قسم کا اسٹائلش سا کچن، جو نہایت خوبصورتی سے سیٹ کیا ہوا تھا۔ لیفٹ سائیڈ پر دو کمرے ساتھ ساتھ بنے تھے۔ درمیان میں کشادہ لاؤنج، جو بیک وقت ٹی وی لاؤنج، ڈائننگ ہال کا کام دیتا ہوگا، کیونکہ اس کے سینٹر میں ڈائننگ ٹیبل اور کارنر پر فل سائز ٹی وی رکھا تھا۔

''میں نے بیٹھے بیٹھے پورے فلیٹ کا جائزہ لے لیا۔ کمروں کے دروازے بند تھے۔ مجھے بہت خوف آ رہا تھا۔ اس کے چھ بہن بھائی کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ''کیا اس نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے؟'' میں ایک انجانے خوف سے لرز کر رہ گئی۔

''یہ لیجیے۔'' وہ چائے کا مگ لیے میرے سامنے موجود تھا۔

''نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' میں نے انکار کر دیا۔

''دیکھو۔ آپ میرے گھر مہمان ہو۔ اور میں میزبان۔ پلیز.....'' اس نے ایک بار پھر مگ میرے سامنے کیا تو میں نے تھام لیا۔

وہ ہر بات نہایت سلیقے سے کرتا تھا۔ بہت دلکش انداز تھا اس کا۔ میری نظریں چائے کے مگ پر جمی تھیں اور اس کی میرے چہرے پر۔

''مجھے آپ کو ایک بات بتانی ہے؟'' وہ مجھ سے مخاطب ہوا تو میں دیکھنے لگی۔

''سوچ رہی ہوں گی کہ میرے گھر میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں۔ مطلب میرے بہن بھائی، میرے پیرنٹس، دراصل وہ لوگ یہاں پر نہیں رہتے۔ یہ تو صرف میرا گھر ہے۔ یہاں میں اور میری بڑی سسٹر رہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میری بڑی سسٹر کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا۔ تو انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی یعنی مجھے گود لے لیا۔ اور مجھے بالکل سگی اولاد کی طرح پالا۔ میں آج جس مقام پر بھی ہوں ان کی وجہ سے ہوں۔''

میں نے دیکھا، اپنی بہن کے لیے احترام اور پیار اس کی آنکھوں سے صاف واضح تھا۔

''میری سسٹر شادی کے چھ سال بعد ہی بیوہ ہو گئیں۔ جب سے آج تک میں اور وہ تنہا اس گھر میں رہتے ہیں۔ میرے باقی بہن بھائی اور میری امی دوسرے گھر میں رہتے ہیں۔ اس وقت آپی گھر میں نہیں ہیں۔ وہ کچھ دن کے لیے امی کے پاس گئی ہیں۔ اگر وہ ہوتیں تو میں آپ کو ان سے ملواتا۔ شی از آ نائس لیڈی۔ خیر، آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو آپ مجھ سے کہنا۔'' میں بالکل خاموش بیٹھی اسے سن رہی تھی۔

''اگر آپ کہیں تو میں آپ کے لیے کھانا لگا دوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

''نہیں۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔'' میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔

''اوکے۔ ایز یو وش۔ آپ آرام کرلو۔''

''یہاں آپ بالکل آرام سے سو جاؤ۔'' اس نے ایک کمرہ کھولتے ہوئے کہا۔

''چاہیں تو دروازہ لاکڈ کر لیجیے گا۔'' وہ کہہ کر باہر چلا گیا۔

میں نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ کمرے میں سہولت کی ہر شے موجود تھی۔ نہایت ویل فرنشڈ روم۔ میں بیڈ پر لیٹ گئی۔ اور نرم گداز گدے نے فوراً تھکن کا احساس دلا دیا۔ اور چند منٹوں میں، میں نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی۔

''ارے یہ لڑکی ابھی تک سو رہی ہے۔ زریشہ بیٹا! اٹھاؤ اسے۔'' امی حکم دے کر جا چکی تھیں۔

''ربا! اٹھ جاؤ ناں۔ ابھی پورے گھر کی صفائی بھی کرنی ہے۔'' عیشہ آپی نے مجھے بلایا۔

''تو آپ کر لو ناں صفائی۔'' میں نے لحاف سے منہ نکال کر کہا۔

''اچھا چندا رانی! مہمان تو آپ کے لیے آ رہے ہیں۔ اور صفائی کریں ہم۔ اب آپ ایک منٹ میں بستر چھوڑ دو، ورنہ میں امی کو بلاتی ہوں۔ وہ ہی آپ کی اٹھنے میں مدد کریں گی۔'' امی کی دھمکی کام آئی اور مجھے بستر چھوڑنا ہی پڑا۔

آج پھپھو کے سسرال والے آ رہے تھے۔ بڑی پھپھو نے اپنے دیور شرجیل کے لیے مجھے پسند کیا تھا۔ اور آج وہ لوگ فائنل کرنے آ رہے تھے۔ چائے کا مگ ہاتھ میں لیے میں ناشتے کے آخری مراحل پر تھی، جبکہ عیشہ آپی کمروں کی جھاڑو لگا رہی تھیں۔

''اب آپ کی یہ چائے کب ختم ہو گی؟'' وہ مجھے گھورتے ہوئے بولیں۔

''زیادہ نہیں، بس ایک گھنٹے میں۔ اور جب تک آپ صفائی بھی کر لیں گی۔'' میں نے شرارت سے کہا تو عیشہ آپی جھاڑو لے کر میرے پیچھے بھاگی تھیں۔

اور پھر ہم دونوں نے مل کر پورے گھر کی صفائی کی۔ لیکن ہماری یہ محنت بیکار گئی، کیونکہ میرے سسرال سے ایک عدد بڈھا یعنی میرے ہونے والے سسر آئے تھے۔

''امی بڈھے کو ہی آنا تھا تو کم از کم بیٹا تو دیتے۔'' میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تو آپ کو کس کے آنے کی امید تھی چندا!'' وہ شرارت سے بولیں۔ مجھے سخت غصہ آ رہا تھا۔ بھلا یوں بات فائنل کی جاتی ہے۔

''دیکھو تو ذرا، بڈھے کے پاؤں قبر میں لٹکے ہیں، اور آئے ہیں بہو پسند کرنے۔ مجھے تو لگتا ہے بڈھا اپنے ہی چکر میں آیا ہے۔ بیٹے کا تو بس بہانہ ہے۔'' میں غصے سے بڑبڑائے جا رہی تھی۔

''خدا کے لیے، ربیشہ! اپنا منہ بند کر لو۔ امی نے سن لیا ناں تو تیرا گلا دبا دیں گی۔'' عیشہ آپی نے میرے بازو پر چٹکی بھری۔

''تو پھر تو شرجیل صاحب شادی سے پہلے ہی بیوہ ہو جائیں گے۔'' میں نے تاسف سے کہا۔

''کیا؟ کیا کہا بیوہ؟'' عیشہ آپی نے میری بات دہرائی اور پھر ہم دونوں ہی کو ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا۔

پھپھو کے سسر میرے لیے ہاں کہہ کر چلے گئے۔ اور میرا رشتہ شرجیل سے پکا ہو گیا۔ میری منگنی کے بعد پاپا نے زریشہ آپی کی بات بھی فائنل کرنے کا سوچا۔ عیشہ آپی حسیب بھائی کو پسند کرتی تھیں۔ حسیب بھائی دور کے رشتے سے ہمارے کزن لگتے ہیں۔ ہمارے فیملی ٹرمز ایک دوسرے کے ساتھ کافی اچھے تھے۔ حسیب بھائی نے اپنا بزنس اسلام آباد میں ہی سیٹ کر لیا تھا، کیونکہ ان کا گھر بھی وہیں تھا۔ مگر وہ کراچی آتے رہتے تھے۔ اور باقاعدگی سے خط ضرور لکھتے تھے۔ ارے مجھے نہیں میری آپی کو اور فون کالز بھی آتی رہتی تھیں۔ حسیب بھائی کی امی نے زریشہ آپی کو بہت پہلے ہی پسند کر لیا تھا۔ بس ہمارے جواب کی منتظر تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''عیشہ آپی! میں، پاپا اور امی کے ساتھ اسلام آباد جانے والی ہوں۔'' میں نے پرجوش انداز میں انہیں اطلاع دی۔

''کیوں وہاں جا کر کیا کرنا ہے؟'' آپی جان کر انجان بن گئیں۔

''ارے جناب! آپ کو کیا پتہ کہ آپ کا عشق سب میں پھیل چکا ہے۔ پاپا کا حکم ہے کہ اس سے پہلے کہ لڑکی ہاتھوں سے نکل جائے اسے قید کر ڈالو۔ اسی لیے ہم اسلام آباد جا رہے ہیں آپ کی منگنی کرنے۔'' میں نے شرارت سے ان کے گالوں کو نوچا۔ جو خوشی سے چمک اٹھے تھے۔ آپی کے ہر ہر انداز سے خوشی عیاں تھی۔ میں نے دل میں ان کی خوشیوں کی سلامتی کی دعا مانگی۔ کہ حسیب بھائی مجھے خود بہت عزیز تھے۔

گھر میں ایک ہنگامہ کھڑا تھا۔ امی اور پاپا نے اپنی ساری تیاری مکمل کر لی تھی۔ بس میری تیاری ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ میں شروع سے ہی لاپرواہ تھی۔ کام کرتی کم اور پھیلاتی زیادہ تھی۔ مجھے تو اپنا ہوش نہیں رہتا تھا، نہ کہ چیزوں کا۔ اور پھر عیشہ آپی نے میری ساری پیکنگ کر کے دی۔ جانے کا وقت قریب آیا تو میں عیشہ آپی کے گلے لگ گئی۔ فراز بھائی نے بھی مجھے گلے لگا کر پیار کیا۔ مجھے اپنے بہن بھائی بہت عزیز تھے۔ ان سے ایک ہفتے کی دوری کا سوچ کر ہی میرا دل اداس ہو رہا تھا۔

فراز بھائی ہمیں اسٹیشن تک چھوڑنے آئے۔ وہ نہیں جا رہے تھے۔ کچھ آفس کی مصروفیات اور پھر زریشہ آپی کا اکیلا پن۔ میں خاصی اکسائیٹڈ بھی تھی کہ مجھے ٹرین کا سفر بے حد پسند ہے۔ ٹرین چلنا شروع ہوئی۔

اور جب ٹرین چلی تو پھر چلتی ہی گئی۔ نہ تو امی کہیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اور نہ ہی پاپا کہیں نظر آ رہے ہیں۔ میں اکیلی اور بہت گھبرا گئی۔ ٹرین کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔

''پتہ نہیں میں کہاں ہوں؟'' میں نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا۔ خوف کی وجہ سے میرا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ مجھے کچھ ہوش آیا تو یاد آیا۔

میں...... میں تو اس کے گھر میں ہوں جو میری عزت بچا کر مجھے اپنے گھر لے آیا تھا۔ مجھے اکیلے کمرے میں خوف آ رہا تھا۔ میرا دم گھٹنے لگا تو میں ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور دروازہ کھول کر باہر کی طرف بھاگی۔ اس کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ میں نے بنا کچھ سوچے سمجھے اس کا دروازہ پیٹ ڈالا۔

''کیا بات ہے؟ آپ ٹھیک تو ہو ناں؟'' اس نے دروازہ کھولا اور پریشان سا ہو کر مجھ سے پوچھنے لگا۔

''مجھے وہاں اکیلے میں ڈر لگ رہا ہے۔'' میری آواز میں خوف کی واضح لغزش موجود تھی۔

''لیکن آپ اکیلی کہاں ہو؟ میں، میں ہوں ناں آپ کے ساتھ۔ میرا مطلب ہے کہ میں یہیں پر ہوں۔'' اس نے سنبھل کر کہا۔

''کام کرنا ہے مجھے بہت سارا۔ میں جاگ رہا ہوں۔ آپ بے فکر ہو کر سو جاؤ۔ آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔'' وہ مجھے سمجھا رہا تھا۔ جیسے کسی ضدی بچے کو پیار سے سمجھایا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح، وہ مجھے ٹریٹ کر رہا تھا۔ مگر میں نے کمرے میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ آپ میرے، میرا مطلب ہے میرے کمرے میں بیٹھ جاؤ۔'' اس نے کچھ ڈرتے ہوئے کہا۔ اور میں کچھ کہے بغیر کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھ گئی۔

کمرے میں موجود ہر شے اس کے مالک کی طرح انوکھی اور خوبصورت تھی۔ کمرے میں ڈیپ ریڈ کلر کا قالین بچھا تھا، اور اس کے ہم رنگ قیمتی اسٹائلش سے صوفے اپنی شان بڑھا رہے تھے، درمیان میں رکھی شیشے کی میز، کمرے کے آدھے حصے میں کارپٹ پر وائٹ کلر کی چادر بچھی تھی، اور اس پر ریڈ کلر کے کشنز اور بڑے بڑے تکیے کسی شاہی انداز سے سجائے گئے تھے۔ وائٹ اور ریڈ کمبینیشن کے بھاری پردے بہت حسین لگ رہے تھے۔ ایک کارنر پر رکھا کمپیوٹر جس کے سامنے وہ بیٹھا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھا۔

''نجانے کیا بات تھی کہ میں نے اب تک اس سے نظر ملا کر بات نہیں کی تھی۔ شاید میں اس سے خوفزدہ تھی۔

لیکن یہ تو بہت اچھا اور گریٹ بندہ ہے۔ دھیمے لہجے میں بات کرنے والا۔ اور اس کی نظروں میں عورتوں کے لیے کتنا احترام اور توقیر ہے۔''

میری نظر اس پر ٹھہری گئی۔ بکھرے بکھرے بال، گورا رنگ اور اس پر ہلکی ہلکی بڑی ہوئی شیو، جو اس کی خوبصورتی کو مزید نکھار رہی تھی، دراز قد، اور شانے اس قدر چوڑے کہ مجھ جیسی لڑکی با آسانی اس کے پیچھے چھپ سکتی تھی، بارعب چہرے پر چھائی سنجیدگی، وہ بلاشبہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہوسکتا ہے۔

میں بہت دیر سے اس کی شخصیت کا جائزہ لے رہی تھی، کہ اچانک اس نے گردن موڑ کر میری طرف دیکھا۔ اور میں جو بہت دیر سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ میری چوری پکڑی گئی۔ میں نے شرمندہ ہو کر نظریں جھکا لیں۔

''گڑیا! ایک بات بولوں آپ سے.....'' اس نے مجھے گڑیا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ مگر وہ کیا کہنے والا ہے۔ میں سوچ میں پڑ گئی۔

''سنیے۔ میں آپ سے کہہ رہا ہوں۔'' اس نے مجھے پھر مخاطب کیا تھا۔

''جی بولیں۔ میں سن رہی ہوں۔''

''وہ کیا ہے کہ جب مجھے بھوک لگتی ہے ناں، تو مجھ سے کام نہیں کیا جاتا۔ دوپہر کو میں نے کھانا کھایا تھا۔ لیکن رات کا اس لیے نہیں کھایا۔ کیونکہ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ ہماری مہمان بھوکی رہے اور ہم کھانا کھالیں۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ کہیں تو ہم کھانا کھائیں؟ آپ کو بھی تو بھوک لگ رہی ہوگی ناں؟''

میری وجہ سے اس نے بھی نہیں کھایا۔ مجھے عجیب سا گلٹی فیل ہوا۔ میں نے فوراً ہاں کہہ دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں اس نے ٹیبل پر کھانا لگا دیا۔

''یہ کھانا میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ میرے دوست کہتے ہیں میرے ہاتھوں میں بہت ذائقہ ہے۔ آپی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی اسی لیے سارے گھر کا کام میں خود کرتا ہوں۔ اور یہ میں نے اپنی سسٹر ہی سے سیکھا ہے۔'' وہ مسلسل بولے جا رہا تھا۔ میں خاموش بیٹھی حیرت سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

'وہ اتنا سب کچھ کیسے کر لیتا ہے، ورنہ آج کل کے لڑکے تو اٹھ کر پانی نہ پئیں۔

''کیسا لگا آپ کو میرے ہاتھ کا کھانا؟'' اس نے ایکدم ہی مجھ سے پوچھا۔

''بہت اچھا۔'' میں نے مختصراً کہا۔ کھانا واقعی بہت لذیز تھا۔

''اس کے علاوہ میں اور بھی بہت کچھ کر لیتا ہوں۔ مثلاً اپنے کپڑے بھی دھو لیتا ہوں، برتن بھی دھونے پڑیں تو دھو لیتا ہوں، اور گھر کی صفائی، ڈسٹنگ وغیرہ اور اب تو مجھے عادت پڑ چکی ہے۔ ایک دوبار سوچا تھا کہ ماسی رکھ لیں۔ لیکن کوئی راضی ہی نہیں ہوتی۔ دراصل میں گھر میں زیادہ تر اکیلا ہوتا ہوں ناں۔ مگر اب آپ بتائیں کیا میں شکل سے غنڈا، بدمعاش یا کوئی چھچھورا لگتا ہوں؟'' اس نے بہت معصومیت سے منہ بنا کر پوچھا۔

''نہیں تو۔'' میں دھیرے سے مسکرا دی۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ کافی بنا کر لے آیا۔ ایک مگ میری طرف بڑھاتا، وہ وہیں میرے سامنے بیٹھ گیا۔

''میں آپ کو گڑیا کہہ رہا ہوں۔ آپ کو برا تو نہیں لگ رہا؟'' اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔'' میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔

''دراصل مجھے آپ کا نام نہیں پتہ۔ اور ویسے بھی آپ گڑیا جیسی ہی ہو۔ بہت معصوم اور پیاری سی۔'' اس کی بات پر میں نے یکدم نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''میرا مطلب ہے کہ ہر لڑکی گڑیا جیسی ہی ہوتی ہے ناں۔ پیاری اور نازک سی۔'' اپنی بات پر خود خجل سا ہو کر، اس نے مگ ہونٹوں سے لگا لیا۔

''کیا آپ میرا ایک کام کر دیں گے؟'' مجھے یکدم کچھ یاد آیا۔

''کیا کام ہے بولو؟'' اس نے بہت اپنائیت سے کہا۔

''وہ میری فون پر پاپا سے بات کروا دیجیے؟''

''سوری گڑیا جی! میرے گھر کا فون ڈیڈ پڑا ہوا ہے۔ نیچے فلیٹ کا P.C.O ہے۔ لیکن اس وقت تو وہ بھی بند ہوگا۔'' میں نے گھڑی میں ٹائم دیکھا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ مجھے سخت مایوسی ہوئی۔

''گڑیا! آپ فکر نہیں کرو۔ میں صبح آپ کو لے چلوں گا۔ آپ اپنے گھر بات کر لینا۔'' اس نے مجھے تسلی دی تھی۔ شاید میری آنکھوں میں اترتی نمی دیکھ لی تھی۔

صبح میں اس کے ساتھ P.C.O گئی۔ لیکن میرا نصیب کہ وہ بند پڑا تھا۔ پتہ چلا کہ آج تو سنڈے ہے۔ اس نے کہا کہ کہیں اور ٹرائی کرتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی تو کھلا ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ دوبارہ بائیک پر بیٹھنے کا سوچ کر ہی میں نے انکار کر دیا۔

ہم دوبارہ اوپر آ گئے۔ مجھے خود پر رونا آ رہا تھا۔ اپنے گھر والوں سے دور۔

''گڑیا! آپ اتنی سی بات کے لیے رو رہی ہو۔ دیکھو میرے پاس اپنا پرسنل سیل ہے جو میں نے سروس کے لیے دیا تھا۔ میں آج ہی لے آتا ہوں۔ آپ بات کر لینا۔'' وہ مجھے روتا دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

''گڑیا! میں جلدی واپس آ جاؤں گا۔'' وہ کہہ کر چلا گیا۔ میں بوجھل قدموں سے چلتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔

میں بیڈ پر لیٹ گئی۔ اور پھر لیٹتے ہی سو گئی۔ نجانے کتنی دیر سوتی رہی۔ مجھے اندازہ ہی نہ ہوا۔ اور جب میری آنکھ کھلی تو شام کے چار بج رہے تھے۔ سر اب بھی بھاری ہو رہا تھا۔ میں نے اٹھنا چاہا۔ لیکن میری ہمت جواب دے گئی اور میں چکرا کر پھر سے بیڈ پر گر گئی۔ اور ارد گرد سے بالکل بے خبر ہو گئی۔

ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کے قطرے میرے چہرے کو بھگو رہے تھے۔ میں نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ تو وہ میرے سامنے بیٹھا تھا۔

''گڑیا! کیا ہوا؟ آر یو آل رائٹ؟'' وہ پریشانی سے گویا ہوا۔

میں نے اٹھنا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ عجیب تھکن سی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھ دیا۔ مجھے بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

''آپ کو ٹمپریچر ہے۔'' وہ ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا۔ ''جسٹ اے منٹ۔'' وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ جب آیا تو اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس اور ٹیبلٹس تھیں۔

''آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ یہ پی لو۔ پھر یہ ٹیبلٹس لے لینا۔'' مگر میں نے کچھ بھی کھانے پینے سے انکار کر دیا۔

''گڑیا! تھوڑا سا پی لو۔ خالی پیٹ دوا کیسے کھاؤ گی۔'' وہ مجھے سمجھانے لگا۔

''نہیں۔ میرا کسی چیز کو دل نہیں چاہ رہا۔'' میں بچوں کی طرح ضد کرنے لگی۔

''آپ دوا نہیں لو گی تو پھر ٹھیک کیسے ہوگی؟ کیا آپ ٹھیک ہونا نہیں چاہتیں؟ اور پھر آپ کو گھر بھی تو جانا ہے۔'' وہ بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

رسانیت سے سمجھا رہا تھا۔
گھر کا نام آتے ہی میں نے ضد چھوڑ دی۔ دوا کھا کر میں پھر سے لیٹ گئی۔ وہ میرے کمرے سے جا چکا تھا۔ مجھے اپنا گھر اور اپنے گھر والے بہت شدت سے یاد آرہے تھے۔ مجھے ذرا سا بھی کچھ ہو جاتا تو پورا گھر پریشان ہو جاتا تھا۔ اور میں بھی الٹی الٹی ضدیں کرتی اور سب سے خوب لاڈ اٹھواتی تھی۔ فراز بھائی بیچارے، کبھی میرے لیے کیا لاتے، کبھی کیا۔ اور عیشہ آپی بھی تو کچن میں گھسی میری فرمائشیں پوری کرتی رہتیں۔ امی، پاپا الگ میرے نخرے اٹھاتے تھے۔
میں بہت دیر تک اپنے گھر والوں کو یاد کرتی رہی۔ تب اچانک کچھ یاد آنے پر میں اٹھ کر باہر آگئی۔
''ہمیں اور جینے کی چاہت نہ ہوتی
اگر تم نہ ہوتے، اگر تم نہ ہوتے''
آڈیو سسٹم پر سلو آواز میں گانا چل رہا تھا۔ اور خود وہ رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔
''کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟'' اس نے پوچھا۔
''جی۔ اب کچھ بہتر ہے۔'' میں دھیرے سے مسکرائی۔
''آپ یہاں بیٹھ جاؤ ناں۔'' اس نے ایک کرسی میری طرف کرتے ہوئے کہا۔ میں خاموشی سے اس کے مقابل بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ میں بہت خوبصورت سی ڈائری تھی۔ جسے وہ کچھ دیر پہلے لکھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ڈائری بند کر دی تھی۔ میں کچھ کہتی کہ وہ بول پڑا۔
''گڑیا جی! یہ میں آپ کے لیے لایا تھا۔'' اس نے وائٹ کلر کا شاپنگ بیگ میری طرف بڑھایا۔
''ہو سکتا ہے آپ کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ لیکن پھر بھی مجھے اچھا لگا تو میں نے آپ کے لیے خرید لیا۔'' وہ بیگ میرے سامنے ٹیبل پر رکھ کر جا چکا تھا۔
میں ایک ٹک بیگ کو دیکھے جا رہی تھی۔ میری آنکھوں میں بے بسی سے آنسو آگئے۔
''مجھے ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو بس اپنے گھر جانا ہے۔ اپنے لوگوں میں۔ نہیں چاہیے مجھے کچھ بھی۔'' میں سسک پڑی۔ نجانے کب وہ میرے پیچھے آ کھڑا ہوا۔
''گڑیا جی! میں آپ کو ایک چیز دینا بھول گیا۔ یہ لیجیے۔'' اس نے موبائل میری طرف بڑھایا۔ میں تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
''ایک بات کہوں۔ آپ رویا مت کرو۔'' اس نے کچھ عجیب سے انداز میں کہا۔ ''اور اب جلدی سے اپنے گھر کا نمبر لگاؤ۔'' وہ ایک بار پھر سے میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے جلدی جلدی نمبر پش کیے۔ دوسری ہی بیل پر ریسیور اٹھا لیا گیا تھا۔
''ہیلو۔ میں ایمر بات کر رہا ہوں۔ آپ کون ہو؟'' پھپھو کے پانچ سالہ احمر نے فون اٹھایا تھا۔
''احمر بیٹا! آپ کس کے ساتھ آئے ہو؟''
''ممی کے ساتھ۔'' اس نے پرجوش انداز میں بتایا۔
''اچھا پھر ممی کو بلاؤ۔''
''وہ تو نہیں ہیں۔'' اس نے پریشانی سے کہا۔
''تو پھر آنٹی کو بلاؤ۔'' اب کے میں الجھ کر بولی۔ اب اتنے سے بچے کو کیا سمجھاتی۔
''نہیں۔ آپ مجھ سے بات کرو۔'' وہ ضدی پن سے بولا۔
''بیٹا! میں آپ سے بعد میں بات کروں گی۔ پہلے آنٹی کو بلاؤ۔'' میں اسے سمجھانے لگی۔
''پھر آپ پرامس کرو ناں؟''
''اوکے۔ پرامس۔ اب جلدی سے عیشہ آپی کو بلاؤ۔'' میں بہت بے قرار ہو رہی تھی۔
''اچھا ٹھیک ہے۔'' اور پھر احمر فون رکھ کر جا چکا تھا۔ میں انتظار کرتی رہی۔ مگر فون پر کوئی نہ آیا۔ شاید وہ جا کر کھیل میں لگ گیا ہو۔ تقریباً آدھا گھنٹہ میں انتظار کرتی رہی اور پھر مایوس ہو کر لائن کٹ کر دی۔ میرا چہرہ اتر سا گیا۔ دل چاہا پھوٹ پھوٹ کر رو دوں۔
''کیا ہوا؟ ایوری تھنگ از رائٹ؟'' اس نے میری رونی صورت دیکھ کر کہا۔
''اتنی مشکلوں سے فون کیا۔ وہ احمر میری پھپھو کا چھوٹا بیٹا ہے۔ ریسیور رکھ کر نجانے کہاں چلا گیا۔'' مجھے اس احمر کے بچے پر بہت غصہ آرہا تھا۔
''تو پریشان کیوں ہو رہی ہو آپ؟ دوبارہ ملا لو۔ بچے تو بچے ہوتے ہیں ناں۔ اور شرارتی بھی ہوتے ہیں۔ پتہ ہے، بچپن میں، میں بھی بہت شریر تھا۔ سب کو ستاتا تھا۔ مگر اب دیکھیں۔ میں بالکل بدل گیا ہوں۔'' اس نے میرا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔
اور پھر میں کتنی ہی مرتبہ وقفے وقفے سے فون ملاتی رہی۔ مگر فون انگیج رہا۔ ''تو کیا گھر میں کسی کو ریسیور سائیڈ میں رکھا نہیں دکھ رہا؟ کوئی تو اٹھا کر اسے کریڈل پر رکھ دے۔'' میں آپ ہی آپ بڑبڑانے لگی۔ رات پونے ایک بجے تک میں ٹرائی کرتی رہی۔ مگر ناکام رہی۔ اب میری پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔
کھڑکی سے آتی روشنی میرے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ میری آنکھ کھلی تو گھڑی صبح کے نو بجا رہی تھی۔ میں نے فوراً بستر چھوڑ دیا اور منہ ہاتھ دھو کر کمرے سے باہر آگئی۔
سینڈرا کی مسحور کن مہک پورے گھر میں پھیلی تھی۔ اور وہ لاؤنج میں لگے آئینے کے سامنے کھڑا بہت دیر سے اپنے سیاہ گھنے بالوں کو سنوار رہا تھا۔ میری نظر اس پر ٹھہر گئی۔ بلیک جینز اور اسکائی بلیو کلر کی شرٹ پہنے وہ بہت ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ میں بہت دیر تک اسے دیکھتی رہی، کہ وہ بالوں سے فارغ ہو کر پیچھے مڑا۔
''ارے آپ؟ میں نے سوچا آپ دیر سے سو کر اٹھو گی۔ اس لیے آپ کو ڈسٹرب نہیں کیا۔'' وہ کہتا ہوا بالکل میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ سینڈرا پرفیوم کی خوشبو اب مجھے بہت قریب محسوس ہو رہی تھی۔
''چلو اچھا ہے آپ اٹھ گئی ہو۔ اب ہم ساتھ ناشتہ کر لیں گے۔ آپ بیٹھو میں ناشتہ لگاتا ہوں۔'' وہ میرے یوں اٹھ جانے پر بہت خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔
نجانے کیوں؟ میری نظر اب بھی اس پر ٹکی تھیں۔ وہ کسی سلیقہ مند خاتون کی طرح کچن میں مصروف تھا۔ اور میں لڑکی ہو کر جب بھی کچن میں گھستی تھی تو ایک کام کرتی اور پورا کچن پھیلا دیتی۔ جس پر عیشہ آپی ہاتھ جوڑ کر مجھے باہر بھیج دیتی تھیں۔
''گھر والوں سے بات ہوئی آپ کی؟'' وہ ناشتے کی ٹرے لیے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔
''میں نے رات میں دو مرتبہ اٹھ کر فون ملایا۔ مگر فون مسلسل انگیج رہا۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔
''بہت یاد آرہی ہے آپ کو گھر والوں کی؟'' اس نے بغور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
''ہاں۔ بہت زیادہ۔'' میں نے شدت سے کہا۔
معصوم اور اداس چہرہ، بھرپور اداسی لیے اس کی خوبصورت آنکھیں، بنا کسی میک اپ کے سادہ، دھلا دھلایا چہرہ لیے، وہ اس کے سامنے نظریں جھکائے بیٹھی تھی، اسٹیپس میں کٹے بالوں کو کیچر سے قابو کیا گیا تھا، مگر پھر بھی چند ایک آوارہ لٹیں اس کے چہرے پر جھولتی شرارت کر رہی تھیں۔ وہ اسے بہت اپنی اپنی دل کے قریب محسوس ہوئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

''بہت پیار کرتے ہیں آپ کے گھر والے آپ سے؟'' اس نے بہت گہری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ بہت زیادہ۔'' میں نے مسکرا کر اپنا سابقہ جواب دہرایا۔ اور اپنی نظریں ہاتھ میں تھامے مگ پر جما دیں۔

''گڑیا! آپ بہت خوش نصیب ہو۔ آپ کے فیملی ممبرز آپ کی امی، ابو، بہن، بھائی آپ سے اتنا پیار کرتے ہیں۔'' اس کی بات پر میں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''وہ تو سب کے گھر والے کرتے ہیں۔'' میں سوچ کر رہ گئی۔ مگر وہ کہہ رہا تھا۔

''کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ان رشتوں سے محروم رہتے ہیں۔ میں چھ سال کا تھا جب میری مسٹر مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئیں۔ میں اپنے بہن بھائیوں سے دور ہو گیا۔ حالانکہ میری بہن مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ بالکل اولاد کی طرح۔ لیکن پھر بھی ایک احساس میرے دل میں رہتا ہے۔ میں بہت اکیلا ہو گیا ہوں۔ میری بہن اب ایجڈ ہو گئی ہیں۔ اور پھر بیمار بھی رہتی ہیں۔ اس لیے وہ زیادہ تر امی کے گھر ہی رہتی ہیں۔ میں آفس چلا جاتا ہوں تو پیچھے سے کوئی خیال کرنے والا نہیں ہوتا۔ اس لیے میں خود بھی انہیں یہاں نہیں لاتا۔ گڑیا! جب میں آفس سے گھر لوٹتا ہوں ناں تو یہ گھر مجھے بالکل تنہا ملتا ہے۔ میں سارا دن بہت مصروف رہتا ہوں مگر جونہی قدم چوکھٹ پر رکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔''

اس نے تمام تر اداسیوں کے ساتھ کہا تھا۔

''میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں گھر آؤں تو کوئی مجھے اپنا منتظر ملے۔ میرے لیے کھانا گرم کرے، مجھے چائے بنا کر دے۔ میرا کچن دیکھو۔ اس میں ہر شے موجود ہے لیکن کوئی کام کرنے والا، خیال رکھنے والا نہیں۔ میرا کیا ہے۔ جب موڈ ہوتا ہے پکا لیتا ہوں۔ اور جب دل نہیں چاہتا تو باہر سے کھا لیتا ہوں۔ فریج میں ہر وقت فروٹ موجود رہتا ہے۔ لیکن کبھی اتنا ٹائم ہی نہیں ہوتا کہ سکون سے بیٹھ کر انہیں کھاؤں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ کوئی میرے سامنے بیٹھ کر مجھے فروٹ کاٹ کر دے اور میں کھاؤں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کوئی میرے نخرے اٹھائے، میرا خیال رکھے۔ اس گھر میں ہر چیز ہے۔ بس کمی ہے ایک اچھے ساتھی کی۔'' وہ بہت اداس لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''مجھ سے کسی کو دکھ میں نہیں دیکھا جاتا۔ میں آپ کو جب روتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔'' وہ نجانے آج کیا کہہ رہا تھا۔ مجھے اپنے چہرے پر اس کی نگاہوں کی تپش صاف محسوس ہو رہی تھی۔

''گڑیا! میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ آپ جلدی سے اپنے گھر چلی جاؤ۔ یہ دعا میں صرف آپ کی خاطر کرتا ہوں، جبکہ آپ کے جانے سے میں اور میرا گھر ایک بار پھر تنہا ہو جائیں گے۔'' نجانے اس کے لہجے میں کیا تھا۔ میری نظریں خود بخود اس کی طرف اٹھی تھیں۔ کوئی بھی انہیں دیکھ لیتا تو ان کے سحر میں کھو جاتا۔ میں بھی اس ساحر کی سحر زدہ نگاہوں میں کھونے لگی کہ یکدم میں نے پلکیں جھکا لیں۔

''گڑیا جی! ایک بات کہنی تھی آپ سے۔'' اس نے مگ خالی کرتے ہوئے کہا۔

''جی بولیں؟'' میں نے اب بھی نظریں نہیں اٹھائیں۔

''وہ میں دو دن سے آفس نہیں گیا۔ اگر آپ کہو تو میں آج آفس چلا جاؤں۔ میں جلد ہی واپس آ جاؤں گا، کیونکہ آئی نو کہ آپ اکیلے میں ڈر جاتی ہو۔'' وہ دلکشی سے مسکرایا۔ میں شرمندہ سی ہو گئی۔

اور پھر میرے کہنے پر وہ آفس چلا گیا اور میں بالکل اکیلی رہ گئی۔

صبح کی روشنی میں اس کا پورا فلیٹ کسی شفاف آئینے کی طرح چمک رہا تھا۔ میرے قدم بے اختیار اس کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر قرینے سے رکھی تھی۔ میری نظر کمپیوٹر پر پڑی۔

''کتنا شاندار لگ رہا تھا وہ اس کے سامنے بیٹھا۔ مصروف سا۔ خوب۔'' میں نے سوچا۔ کمپیوٹر ٹیبل پر کچھ کتابیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ اور ان کے ساتھ رکھی وہ ڈائری جسے کل رات ہی میں نے اسے لکھتے دیکھا تھا۔ میں نے یونہی ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا لیا۔

To

Gul Sher Khan

From Faisal Raza

یہ فیصل رضا نے اسے یہ ڈائری دی تھی۔ اور اس کا نام گل شیر خان ہے۔ آج پہلی بار مجھے اس کا نام معلوم ہوا۔

''ہوں گل شیر خان۔'' میں نے زیر لب نام دہرایا۔

''بالکل صحیح نام ہے۔'' میرے ذہن میں آیا۔ اور پھر فوراً ہی اس کا گورا چٹا، لمبا چوڑا سراپا میری نظروں میں گھوم گیا۔ ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو۔

''لوکنگ وائز تو واقعی پٹھان ہی لگتا ہے۔'' میں نے سوچا۔

''ہو سکتا ہے پٹھان ہی ہو۔ مگر اردو تو بالکل صاف بولتا ہے۔'' خود ہی خود میں سوال و جواب کیے گئی۔ نام معلوم ہوا تو اور کچھ جاننے کے لیے میں نے پہلا صفحہ ٹرن کیا۔

''گیارہ مارچ۔ میری سالگرہ کا دن۔ میرے دوستوں نے مجھے برتھ ڈے پارٹی دی۔ جو میرے لیے سرپرائز گفٹ تھا۔ مجھے یہ دن ہمیشہ یاد رہے گا۔''

میں نے اگلا صفحہ ٹرن کیا۔

''آج مجھے یہ احساس ہوا کہ مجھے محبت ہو گئی ہے۔ میری تایا زاد ملائکہ جو مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے۔ بس اسے دیکھے جاؤں۔ کبھی میں نے سوچا اسے اپنے دل کے حال سے آگاہ کر دوں۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ ایک جھجک تھی میرے اور اس کے درمیان۔ میرے بھائی زوہیب سے اس کی بہت اچھی دوستی تھی۔ میرا دل چاہا میں اپنے بھائی کے ذریعے اسے بتا دوں۔ مگر میں ایسا بھی نہیں کر سکا۔ میں شروع ہی سے محبت کے معاملے میں پیچھے رہا ہوں۔ میں ملائکہ کو بتا ہی نہیں سکا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں......''

میرے اندر تجسس سا بیدار ہوا۔ میں نے تیسرا پیج پلٹا۔

''آج میں کسی کام سے مارکیٹ گیا۔ وہاں مجھے ایک سوٹ پسند آیا۔ اتنا کہ میں نے وہ فوراً ہی خرید لیا۔ اور جب میں نے وہ سوٹ ملائکہ کو دیا تو وہ بہت خوش ہوئی۔ اور میں اسے دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔ اور پھر اکثر ایسا ہوتا۔ میں جب بھی مارکیٹ جاتا اور مجھے جو پسند آتا۔ فوراً ملائکہ کے لیے لے لیتا۔ کتنے ہی گفٹ میں نے اسے دیے۔ اتنی شاپنگ تو میں نے کبھی اپنے لیے بھی نہیں کی تھی۔''

اور پھر میں صفحے پلٹتی چلی گئی۔

''آج میری بہن سے مجھے پتا چلا کہ وہ ملائکہ کے گھر جانے والی ہیں رشتے کے سلسلے میں۔ جو کام میں نہ کر سکا وہ ملائکہ نے کر دیا۔ یعنی اپنے گھر والوں کو بتا دیا۔ میں آج بہت خوش ہوں۔ اور میرے گھر والے بھی بہت خوش تھے۔ میں فوراً مارکیٹ گیا۔ ملائکہ کو گفٹ دینے کے لیے کچھ اچھا سا لینے۔ وہاں مجھے جیولر کی دکان پر کنگن پسند آئے تھے۔ کنگن بہت مہنگے تھے۔ میں سیدھا بینک گیا۔ اور اپنے اکاؤنٹ سے پیسے نکالے، کہ مجھے ملائکہ بہت عزیز تھی۔ اور وہ کنگن جنہیں ملائکہ کے لیے پسند کیا تھا خرید ہی لیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اور جب میں نے وہ کنگن اسے دیئے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ وہ اس قیمتی تحفے کو پا کر بہت خوش تھی۔ خوش تو میں بھی بہت تھا۔ میرا دل چاہا میں اسے بتا دوں کہ مجھے اس سے محبت ہے۔ مگر میں ایسا کرنے سے باز رہا۔ یہ سوچ کر کے محبت اظہار نہیں مانگتی۔ وہ تو عیاں ہو جاتی ہے خود بخود۔ جس طرح ملائکہ جان گئی ہے میری محبت کو بغیر بتائے۔ ایک لڑکا جب کسی لڑکی کو اتنے قیمتی گفٹس دیتا ہے تو اس کا مطلب صاف واضح ہوتا ہے۔"

میں بہت انہماک سے اس کی ڈائری کا مطالعہ کر رہی تھی۔

"مگر ملائکہ، وہ سب کچھ جان کر بھی انجان بنی رہی۔ کیا اسے ایک بار بھی میرے رویے سے، میری باتوں سے احساس نہیں ہوا کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں۔ یہاں آ کر میرا دعویٰ غلط ثابت ہوا کہ محبت اظہار نہیں مانگتی۔ محبت اظہار مانگتی ہے۔ جب آپ کا محبوب ملائکہ جیسا ہو۔ جو جان کر بھی انجان ہو۔ یا شاید واقعی آنکھوں کی زبان نہ سمجھتا ہو۔

وہ خوش تھی۔ بہت خوش اور اس کی خوشی کی وجہ میں نہیں بلکہ میرا بھائی زوہیب تھا۔ وہ اسے پسند کرتی تھی۔ اور شاید زوہیب بھی۔ مگر میں کیوں بے خبر رہا جبکہ سب باخبر تھے۔ اسی لیے تو امی نے خوشی خوشی اسے زوہیب کے لیے تایا سے مانگ لیا۔

کچھ ہی دن بعد ان دونوں کی منگنی بہت دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ منگنی والے دن ملائکہ نے میرے ہی دیئے ہوئے کنگن اپنی کلائیوں میں بہت شان سے سجا رکھے تھے۔ میں نے جسے اتنا ٹوٹ کر چاہا۔ وہ میرے سامنے میرے بھائی کی ہو گئی۔ میرا دل درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہوا تو میں نے لاتعداد نیند کی گولیاں اپنے حلق سے نیچے اتار لیں۔

آٹھ دن تک میں موت اور زندگی کی کشمکش میں رہا۔ کسی کو بھی میرے بچنے کی امید نہیں تھی۔ مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ پروردگار نے مجھے نئی زندگی بخشی۔ میں پھر سے صحت یاب ہو کر گھر آ گیا۔ وہاں زوہیب اور ملائکہ کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور پھر وہ میرے بھائی کی دلہن بن کر میرے گھر آ گئی۔ میں جب بھی امی اور گھر والوں سے ملنے گھر جاتا تو وہ دشمن جاں میرے سامنے ہوتی۔

بس پھر میں نے گھر جانا ہی چھوڑ دیا اور اپنے گھر میں تنہا زندگی گزار رہا ہوں۔

"چاہا تھا اس کو روح کی گہرائیوں کے ساتھ
زندہ ہوں اپنی ذات کی تنہائیوں کے ساتھ
بچھڑنے لگا تو اس کو روکا بھی نہیں تھا
اپنی وفا پہ ناز تھا سچائیوں کے ساتھ"

میری سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ وہ اپنے سینے میں اتنا دکھ لیے پھرتا ہے اور کسی پر ظاہر بھی نہیں ہونے دیتا۔ اتنی ہمت، اتنا حوصلہ۔ مجھے اس کا دکھ اپنا لگ رہا تھا۔ میں افسردہ سی ڈائری کے صفحے پر لکھے خوبصورت ہینڈ رائٹنگ میں اس شعر کو دیکھے جا رہی تھی۔ اس سے آگے کے کچھ صفحے خالی تھے۔ پھر ایک پیج پر لکھا تھا۔

"آج پہلی بار مجھے یہ احساس ہوا کہ زندگی بہت ہی حسین شے ہے۔ اور یہ نیا احساس مجھے اس لڑکی کو دیکھ کر ہوا جو میرے سامنے بیٹھی ہے۔

بہت ہی معصوم سی
شام کی طرح اداس
اور رات کی طرح خاموش سی لڑکی

جب وہ ہنستی ہو گی تو شفق کے تمام خوبصورت اور حسین رنگ اس کے صبیح چہرے پر بکھر جاتے ہوں گے۔ وہ قدرت کی خوبصورتی کا حسین پیکر ہے۔ میرا دل چاہتا ہے اس کی تمام تر اداسیاں اپنے اندر سمیٹ لوں۔ اور اپنی تمام خوشیاں اسے دے دوں......"

میری کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ نجانے کس لڑکی کا تذکرہ تھا۔ یہ گمنام لڑکی کون تھی؟ میں سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس سے آگے پوری ڈائری خالی تھی۔ میں نے ڈائری بند کر دی۔

پھر اچانک مجھے کچھ یاد آیا۔ اس کی ڈیٹ آف برتھ۔ میں نے پھر سے ڈائری کھولی اور ڈیٹ دیکھی۔ "11 مارچ" میں نے احتیاط سے ڈائری بند کی اور اس کی جگہ پر رکھ دی۔

"مارچ کا مہینہ تو چل رہا ہے۔ یا اس کی سالگرہ آنے والی ہے یا آ چکی ہے۔" میں اس کے بارے میں سوچتی اس کے کمرے سے باہر آ گئی۔ باہر آتے ہی میری نظر اس بیگ پر پڑی جو اس نے کل مجھے دیا تھا۔ وہ اب تک وہیں رکھا تھا۔ میں نے بیگ کھولا۔ بہت ہی خوبصورت سا سوٹ تھا۔ بلیو اور مارون آرگنڈی کا ڈبل شیڈ سوٹ۔ میں ایک نظر اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کی چوائس یقیناً بہت عمدہ تھی۔ میں نے وہ سوٹ اپنے کمرے میں صوفے پر لا کر رکھ دیا۔

مجھے نہیں پتہ تھا آج مارچ کی کون سی تاریخ ہے۔ میں نے کلینڈر دیکھا تو مجھے بہت حیرت ہوئی، کیونکہ 11 مارچ تو آج تھی۔

"مطلب آج اس کا برتھ ڈے ہے۔" مگر اس کے چہرے سے تو ایسا نہیں لگا کہ آج اس کا برتھ ڈے ہے۔ ہو سکتا ہے اسے یاد ہی نہ ہو۔ میں کافی دیر اس کے بارے میں سوچتی رہی۔ مجھے اس سے بہت ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔ صبح کے بارہ بج رہے تھے۔

میں نے پھر کسی آس سے گھر کا نمبر ملایا۔ مسلسل بیل جا رہی تھی۔ لیکن کوئی رسپانس نہیں ملا۔ میں بہت دیر تک انتظار کرتی رہی۔ مگر کسی نے فون ریسیو نہیں کیا۔ میں نے تنگ آ کر موبائل آف کر دیا۔ اس وقت فراز بھائی اور پاپا دونوں آفس میں ہوں گے۔ عیشہ آپی اور امی تو گھر میں ہی ہوں گی۔ پھر کوئی کال ریسیو کیوں نہیں کر رہا؟ میں ابھی اسی سوچ میں پڑی تھی کہ اچانک موبائل کی بپ بجی۔ میرا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔ نجانے کس کا فون ہو؟ میں نے ڈرتے ڈرتے کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔ ہیلو گڑیا!" دوسری طرف اس کی آواز سن کر میری جان میں جان آئی۔

"ہیلو۔ آپ سن رہی ہو ناں؟"

"جی۔ میں سن رہی ہوں۔"

"ہوں۔ گڑیا! آپ ٹھیک تو ہو ناں؟ اینی پرابلم؟"

"نہیں۔ کچھ نہیں۔ بس میں ڈر گئی تھی کہ پتہ نہیں کس کا فون ہو۔"

"ارے نہیں۔ آپ بے فکر رہو۔ اس پر کسی کی کال نہیں آئے گی۔ آپ نے اپنے گھر فون کیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں کیا تھا۔ مسلسل بیل ہو رہی ہے۔ پر کوئی ریسیو نہیں کر رہا۔"

"ڈونٹ وری۔ ٹرائی کرتی رہو۔ انشاء اللہ بات ہو جائے گی۔ اچھا سنو۔ میں چار بجے تک آؤں گا۔ آپ اپنا خیال رکھنا۔" اس نے بہت پیار سے کہا تھا۔ مجھے اچھا لگا۔

"گڑیا! آپ کو کچھ چاہیے تو بتا دو؟ میں آتے وقت لے آؤں گا۔" اس کی آواز پھر سے میری سماعت سے ٹکرائی۔

"جی نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" میں نے انکار کر دیا۔

"کچھ بھی نہیں؟" اس نے آہستہ سے میری بات کو دہرایا۔ میں کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ آپ کیک لے آنا۔" میں نے کہا تو وہ خوش ہو گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

''اوکے۔ اینڈ تھینکس اس اپنائیت پر۔'' اس نے مسرور سا ہو کر فون بند کر دیا۔ اور میں ریسیور ہاتھ میں لیے حیران کھڑی تھی۔ ''کتنا عجیب شخص ہے۔''

شام میں ٹھیک چار بجے وہ میرے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں کیک کا ڈبہ اور دوسرے میں خوبصورت ادھ کھلی کلیوں کا بوکے تھا۔ اس نے کیک ٹیبل پر رکھ دیا۔

''وہ۔ یہ پھول۔'' اس نے بوکے میرے آگے بڑھایا۔

میں حیرت سے کبھی اسے اور کبھی پھولوں کو دیکھنے لگی۔ شاید وہ سمجھ گیا تھا۔

''وہ مجھے یہ پھول اچھے لگے تو میں نے خرید لیے۔ آپ انہیں وہاں گلدان میں لگا دیجیے۔'' نجانے وہ کس ارادے سے کیا سوچ کر لایا تھا۔ میں نے پھول لے لیے اور ڈائننگ ٹیبل پر رکھے گلدان کی طرف مڑ گئی۔ وہ اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

میں نے کلیوں کو الگ الگ کر کے گلدان میں لگا دیا۔ پھر کچھ سوچ کر ایک کلی نکالی اور اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا جوتے اتار رہا تھا۔

''ارے رک کیوں گئیں۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔'' اس نے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

''آپ کو پتہ ہے آج کیا دن ہے؟'' میں نے اس سے سوال کیا۔

''ہاں۔ آج سنڈے ہے۔'' وہ سادگی سے بولا۔

''نہیں آج کچھ خاص ہے۔ آج اسپیشل ڈے ہے۔'' میں دھیمے سے مسکرائی۔

''کیا مطلب؟'' وہ الجھ کر مجھے تکنے لگا۔

''آج آپ کا برتھ ڈے ہے۔'' میں نے ہاتھ میں پکڑی کلی اس کی طرف بڑھائی۔

''Happy Birth day۔'' میں نے خوشدلی سے اسے وش کیا۔

''تھینکس، تھینکس آلوٹ!'' اس نے میرے ہاتھ سے سرخ گلاب لیتے ہوئے کہا۔

''گڑیا! مجھے تو یاد ہی نہیں رہا کہ آج ......!'' خوشی اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھی۔ مجھے لگا کہیں وہ خوشی سے پاگل ہی نہ ہو جائے۔

''بہت بہت تھینکس!'' اس نے کلی کو چھوتے ہوئے کہا۔

''اور وہ کیک بھی میں نے آپ کے لیے منگوایا تھا۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔ اس نے یکدم مجھے دیکھا۔

''تو پھر چلیں۔''

''کہاں؟'' میں حیرت زدہ سی اسے تکنے لگی۔

''کیک کو ذبح کرنے۔'' اس نے ہاتھ سے کچھ اس طرح اشارہ کیا کہ میں بے اختیار ہنس پڑی۔

''جب آپ نے مجھ سے کیک لانے کو کہا، تو میں آپ سے پوچھنا بھول گیا کہ آپ کو کون سا فلیور پسند ہے۔'' اس نے ایک پلیٹ میں کیک کا پیس رکھ کر میری طرف بڑھایا۔ ''میں نے سوچا کہ فون کر کے آپ سے پوچھ لوں۔ مگر یہ سوچ کر نہیں کیا کہ کہیں آپ پھر سے ڈر نہ جاؤ۔ بس پھر میں اپنی پسند سے لے آیا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ کیک میرے ہی لیے منگایا جا رہا ہے۔'' وہ کیک منہ میں ڈالتے ہوئے مسکرایا۔

''وِنس اگین گڑیا جی! تھینکس! تھینک یو سو مچ!'' وہ بار بار میرا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ مجھے بہت عجیب سا لگا۔

''ایک بات کہوں۔ آپ جو یہ بار بار میرا شکریہ ادا کر رہے ہو۔ یہ مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔ اور ہاں وہ آپ کو ایک بات بتانی تھی۔'' میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''کہیے۔ میں ہمہ تن گوش ہوں۔'' اس نے ایک ہاتھ میز پر ٹکاتے ہوئے کہا۔

''وہ میں نے آپ کے جانے کے بعد آپ کی ڈائری پڑھی تھی۔ اور اسی سے مجھے پتہ چلا کہ آپ کا نام گل شیر ہے۔ اور آپ کی ڈیٹ آف برتھ بھی مجھے اسی سے معلوم ہوئی۔'' میں نے کہہ کر نظروں کے ساتھ ساتھ سر بھی جھکا دیا۔

''اچھا۔ اور کیا کیا پتہ چلا آپ کو؟'' وہ بہت گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''وہ سب کچھ جو اس میں لکھا تھا۔ آئی ایم سوری۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' میں واقعی اس سے نظریں ملانے میں شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔

''ارے نہیں گڑیا جی! سوری کیسی؟ آپ نے میری ڈائری پڑھ لی۔ ڈونٹ وری۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ میرا دکھ آپ پر ظاہر ہو گیا۔ جسے میں نے ہمیشہ سب سے پوشیدہ رکھا۔ وہ عیاں ہو گیا۔'' اس کی بات پر بس میں اس کا چہرہ تکتی رہ گئی۔ کتنی منفرد شخصیت کا مالک ہے۔

''آج کا دن ہر لحاظ سے اچھا گزرا تھا۔ صبح اٹھتے ہی میں نے اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھا تھا۔ اسے دیکھ کر میرا خود کا موڈ بہت اچھا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر خوشی کے ہزاروں رنگ پھیل گئے تھے۔ جب میں نے اسے برتھ ڈے وش کیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اور میں جانتی ہوں اس کی اس خوشی کی وجہ صرف میں تھی۔

اور پھر خوش تو میں بھی بہت ہوں۔ اور میری خوشی کی وجہ یہ ہے کہ میں آج اپنے گھر جا رہی ہوں۔ ہاں اپنے گھر۔ کچھ دیر پہلے میں نے اپنے گھر فون کیا تھا۔ اور تیسری ہی بیل پر فون اٹینڈ کرنے والے فراز بھائی تھے۔ اور اب وہ مجھے لینے آ رہے ہیں۔ میں خوش ہوں۔ بے پناہ خوش۔ آج کا دن واقعی بہت اچھا تھا۔ 11 مارچ میرے لیے بہت لکی اور اچھا ثابت ہوا۔

''ایسا کوئی زندگی سے وعدہ تو نہیں تھا
تیرے بنا جینے کا ارادہ تو نہیں تھا''

وہ اپنے کمرے میں صوفے پر لیٹا یہ گانا سن رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ جو اتنا خوش تھا اس وقت بہت اداس اور بجھا بجھا سا لگ رہا تھا۔ ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے۔ دوسرا ہاتھ آنکھوں پر رکھا تھا۔ میں لاؤنج میں بیٹھی فراز بھائی کا ویٹ کر رہی تھی۔ وہاں سے اس کا کمرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اور میری نظریں مسلسل اس پر ٹکی تھیں۔ میں جتنی خوش تھی وہ اتنا ہی اداس دکھائی دے رہا تھا۔ مگر کیوں؟

''آ کے دروازے سے لوٹ گئے ہو
یوں بھی کوئی آئے گا سوچا تو نہیں تھا
ایسا کوئی زندگی سے وعدہ تو نہیں تھا
تیرے بنا جینے کا ارادہ تو نہیں تھا''

اس گانے نے پورے ماحول کو اداس کر رکھا تھا۔ شام کے ساڑھے چھ بج رہے تھے۔ مجھے فراز بھائی سے بات کیے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔ مگر وہ ابھی تک نہیں آئے تھے۔ اور مجھ سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ سو میں اس کے کمرے میں پہنچ گئی۔

''سنیے۔ وہ فراز بھائی ابھی تک نہیں آئے۔ آپ جا کر دیکھیے ناں۔ ہو سکتا ہے انہیں فلیٹ نہیں مل رہا ہو۔'' میں نے اس کے قریب جا کر کہا۔ میری بات مکمل ہوتے ہی وہ بنا کچھ کہے باہر نکل گیا۔

میں بہت بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد مین دروازے سے گل شیر اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے فراز بھائی۔ میرا انتظار اختتام پذیر ہوا۔ میں ان کے گلے لگ کر بے اختیار رو پڑی۔ پھر میں ایک منٹ بھی وہاں مزید رکنے کے لیے تیار نہ ہوئی۔ مجھے جلد از جلد گھر جانا تھا۔ فراز بھائی بار بار اس کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں تین دن سے اس کے گھر میں رہ رہی تھی۔ بالکل اس طرح جیسے کوئی اپنے گھر میں رہتا ہے، محفوظ اور مطمئن۔ میں اسے شاید کبھی بھول نہ پاؤں۔
فراز بھائی کی گاڑی میں بیٹھی میں اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ شاید آخری بار اسے نظروں میں بھر لینا چاہتی تھی۔ وہ فراز بھائی سے یوں باتوں میں مصروف تھا جیسے ان کا کوئی پرانا شناسائی ہو۔ پھر اس نے مجھ پر بھرپور اور گہری نگاہ ڈال کر خدا حافظ کہا اور ہم اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

گھر میں چاروں طرف سناٹا چھایا تھا۔ میرا دل ایک لمحے کو بہت زور سے دھڑکا۔ اتنا سناٹا، اتنی خاموشی تو کبھی بھی ہمارے گھر میں نہیں رہی۔ تو پھر آج کیا ہو گیا؟ مجھے عجیب وحشت سی ہو رہی تھی۔
''امی پچھلے تین دن سے ہاسپٹل میں ہیں۔'' انہوں نے میری پریشانی بھانپ لی۔
''زریشہ، امی کے پاس وہیں پر ہے۔ اور پاپا آفس گئے ہیں آج دو دن بعد۔'' انہوں نے مجھے تفصیل بتائی۔ پھر میں ایک منٹ کی بھی تاخیر کیے بغیر فراز بھائی کے ساتھ ہاسپٹل پہنچی۔
''امی کو دیکھ کر میری اپنی حالت خراب ہو گئی۔ میں ان کے گلے لگ کر بہت دیر تک روتی رہی۔ عیشہ آپی نے مجھے امی سے الگ کیا تو میں ان کے گلے لگ کر آنسو بہانے لگی۔ میری آنکھوں سے بہتا سیلاب رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ کتنے دن بعد میں نے سب کے چہرے دیکھے تھے۔ کتنا تڑپی تھی میں ان سب کے لیے۔ کتنا روئی تھی۔
میرے آنے سے امی کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ اسی لیے دو دن بعد ہی ڈاکٹرز نے انہیں ڈسچارج کر دیا۔ امی گھر آ چکی تھیں۔ اور پھر سب کچھ پہلے جیسا ہو گیا۔ سب خوش تھے۔ بالکل پہلے جیسی رونق اور خوشی ہمارے گھر لوٹ آئی تھی۔ سب مطمئن تھے...... مگر......

امی اور پاپا کے دل میں ایک ڈر چھپا تھا۔ اور وہ ڈر میرے سسرال والوں کی طرف سے تھا۔ میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ سب جانتے تھے۔ میں اب واپس آ گئی ہوں وہ اس سے بھی باخبر تھے۔ مگر پھر بھی اب تک کوئی مجھ سے ملنے نہیں آیا تھا۔
کچھ دن بعد پھپھو خود مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ اور انہی کی زبانی معلوم ہوا کہ میرے سسرال والے اب کچھ اور سوچ رہے ہیں۔ میری ساس جو میری بلائیں لیتے نہیں تھکتی تھیں۔ آج انہیں مجھے اپنی بہو بناتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ ایک ایسی لڑکی کو جو تین دن گھر سے باہر ایک اجنبی مرد کے ساتھ رہ کر آئی ہے۔ کیسے اپنی بہو بنا کر گھر لا سکتی تھیں۔
وہ لوگ جلد از جلد اس رشتے کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ پھپھو اسی سلسلے میں پاپا سے بات کرنے آئی ہوئی تھیں۔ وہ خود بہت شرمندہ اور دل گرفتہ لگ رہی تھیں۔ آخر کو میں ان کی لاڈلی بھتیجی تھی۔ شرجیل کے ابو امی تو کسی صورت راضی نہیں ہو رہے تھے۔ لیکن شاید شرجیل کے دل میں میرے لیے جگہ، کچھ نرم گوشہ باقی تھا۔
اگر شرجیل راضی ہو گیا تو پھر اس کے والدین کو راضی کرنا مشکل نہ تھا۔ شرجیل نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ مگر پاپا کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ شادی سے پہلے لڑکا، لڑکی ایک دوسرے سے یوں ملیں انہیں پسند نہ تھا۔ پھپھو بڑی دیر سے انہیں سمجھا رہی تھیں کہ یہ بیٹی کے مستقبل کا سوال تھا۔ اور پھر شرجیل جیسا لڑکا انہیں اتنی آسانی سے دوبارہ کہاں ملتا۔ کافی دیر سوچ بچار کے بعد پاپا راضی ہو گئے تھے۔
کل مجھے شرجیل سے ملنے جانا تھا۔ اور یہ حکم مجھے امی نے دیا تھا۔
''مگر امی! جب شرجیل کے گھر والے راضی ہی نہیں ہو رہے تو میں اس سے مل کر کیا کروں گی؟'' میں نے بیزاری سے کہا۔ مجھے یہ تمام سچویشن بہت ڈسٹرب کر رہی تھی۔ مگر میری بات امی کو غصہ دلا گئی۔''

''کچھ نہیں کرنا تمہیں۔ بس تم یہ کرنا کہ ساری زندگی ہمارے لیے پریشانی پیدا کرنا۔ آج ہم اگر پریشان ہیں تو وہ بھی تمہاری وجہ سے ہیں۔ خدا کے لیے ہمارے لیے اور پریشانیاں اور مصیبتیں پیدا مت کرو۔ ایک بار شرجیل سے مل کر اس کا دل صاف کر دو۔ اور بس۔'' امی بہت غصے میں تھیں۔ ان کی باتیں کسی تیر کی طرح میرے اندر چبھی تھیں۔ بے اختیار میرے آنسو بہہ نکلے۔ جنہیں وہ نظر انداز کرتی باہر نکل گئیں۔
دوسرے دن پھپھو مجھے لینے آ گئیں۔ میں پھپھو کے ساتھ لال قلعہ پہنچی تو وہاں شرجیل پہلے سے ہمارا منتظر تھا۔ پھپھو مجھے وہاں چھوڑ کر چلی گئیں۔
شرجیل میرے سامنے بیٹھا عجیب نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ میں ایک منٹ کی بھی تاخیر کیے بغیر وہاں سے بھاگ جاؤں۔ مگر میں ایسا کر نہیں سکی۔
''میں تم سے صرف تین سوال کروں گا اور میرے ان سوالوں کے جواب بالکل ٹھیک ٹھیک دینا۔'' تقریباً دس منٹ بعد وہ نہایت سنجیدگی سے مخاطب ہوا۔
''اور سنو۔ جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرنا، کیونکہ جھوٹ مجھے پسند نہیں۔''
''جھوٹ تو مجھے بھی پسند نہیں۔'' میں نے دھیرے سے کہا۔
''اوکے، دیکھ لیتے ہیں۔ پہلا سوال یہ کہ جس شخص کے ساتھ تم تین دن گزار کر آئی ہو کیا تم اسے پہلے سے جانتی تھیں؟''
اف اس کا سوال کتنا چبھتا ہوا تھا۔ میں صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئی، کہ امی کا اندازِ لہجہ مجھے اچھی طرح یاد تھا۔
''جی نہیں۔'' میں نے مختصراً کہا۔
''مگر اب تو بہت اچھی طرح پہچان اور جان گئی ہو گی۔''
''ہاں ظاہر ہے۔'' میں نے سادگی سے جواب دیا۔
''کس حد تک......؟'' وہ مجھے الجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔
''وہ نہایت شریف اور مہذب شخصیت کا مالک ہے۔ اور بس۔'' میں نے کہہ کر سختی سے دانت بھینچ کر کچھ غلط کہنے سے خود کو باز رکھا۔
''اوہ! شریف اور مہذب، واہ بہت خوب!'' وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ اس کا یہ روپ میں آج پہلی مرتبہ دیکھ رہی تھی۔
''اوکے۔ مس ربا! آپ سے میرا آخری سوال یہ ہے کہ......'' وہ کہہ کر کچھ لمحے خاموشی سے میرے چہرے کو تکنے لگا۔ مجھے اس کا اندازِ بیان بہت برا اور ناقابلِ برداشت لگ رہا تھا۔ وہ مجھ سے کسی مجرم کی طرح سوال جواب کر رہا تھا۔
''تم تین دن تک اس اجنبی کے ساتھ تنہا رہیں۔ تمہارے اور اس کے مابین تعلقات کس قسم کے تھے؟'' اس نے نہایت بے غیرتی سے کہا۔
''شرجیل! تمہیں اپنی سوچ پر خود شرم آنی چاہیے۔ تم اس قدر تنگ ذہن اور گھٹیا سوچ کے مالک ہو۔ میں نہیں جانتی تھی۔'' اپنے کردار پر اتنے گھٹیا الزام سن کر مجھے رونا آ گیا۔
''یہ آنسو بہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ الزام ہے تو اسے دور کرو۔'' وہ نہایت درشتگی سے بولا۔
''اگر تمہاری بہن کے ساتھ یہ حادثہ پیش آتا تو تم اس سے بھی ایسے سوالات کرتے؟''
''جسٹ شٹ اپ! میری بہن کو بیچ میں مت لاؤ۔'' وہ غصے کو ضبط کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا۔ اردگرد بیٹھے لوگوں کا خیال تھا۔ ورنہ وہ مجھے تھپڑ تو ضرور لگا دیتا۔
''اچھا تمہاری بہن کی بہت عزت ہے۔ اس کا نام بھی نہیں لوں۔ اور میں؟ میری کوئی عزت، کوئی توقیر نہیں؟'' میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اپنے بہتے آنسو پونچھے۔

''عزت۔ اور تمہاری۔ نہیں مس ربائشہ! تمہارے منہ سے اب عزت کا لفظ اچھا نہیں لگتا۔ تمہیں پتہ ہے عزت کیا ہوتی ہے؟ ایک لڑکی تین دن ایک غیر مرد کے ساتھ گزار کر آئی ہو اور کہے کہ وہ باعزت و باوقار ہے۔ ہونہہ! تم جیسی لڑکیوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ میں یہاں تم سے ملنے یا حال دریافت کرنے نہیں آیا تھا، بلکہ تمہیں دیکھنے آیا تھا کہ اب تم شادی کے قابل رہی بھی ہو یا نہیں۔'' اس کے منہ میں جو آ رہا تھا وہ کہے جا رہا تھا۔

''اف اتنے گھٹیا الفاظ!'' میں کانپ کر رہ گئی۔ اور سوچ کر نفرت محسوس ہوئی۔

''خدا کے لیے شرجیل! چپ ہو جاؤ۔ بند کرو اپنی یہ گھٹیا زبان!'' میں یکدم چیخ پڑی، کہ اب مزید برداشت کا اسٹیمنا نہ رہا تھا۔

''تمہارا جو دل چاہا تم نے کہا۔ میرے کردار کی دھجیاں بکھیر دیں۔ مگر اب بس میری سنو۔ زبردستی آئے ہو تم یہاں۔ کیوں؟ کیا ضرورت تھی مجھے یہاں بلانے کی؟ تم کرو گے میری زندگی کا فیصلہ۔ تم ہوتے کون ہو؟ ہاں۔ یہ زندگی میری ہے۔ اور میں خود اس کا فیصلہ کروں گی۔ اور تم ہوتے کون ہو کہ میں تمہیں وضاحتیں اور صفائیاں پیش کروں؟ تم کیا شادی سے انکار کرو گے۔ میں انکار کرتی ہوں۔ یہ رہی تمہاری انگوٹھی اور ٹوٹ گئی ہماری منگنی۔'' میں نے رنگ اس کے سامنے ٹیبل پر رکھی اور ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔ جبکہ وہ میری ہمت پر مجھے دیکھتا رہ گیا۔

میں پھپھو کے ساتھ گھر آ گئی۔ راستے میں ساری بات میں نے انہیں سچائی کے ساتھ بتا دی تھی۔ جو انہوں نے گھر آ کر امی کی سماعت کی نذر کر دی۔ تھوڑی دیر بعد امی میرے سامنے موجود تھیں۔

''کیا کہا تم نے شرجیل سے؟'' انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''امی! میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ اسی نے مجھ سے گھٹیا قسم کے سوالات پوچھے تھے۔'' ایک بار پھر اس کے پوچھے گئے سوال میرے ذہن میں گھومنے لگے۔

''اگر اس نے تم سے کچھ پوچھا تھا تو دے دیے ہوتے جواب۔ اپنی بے گناہی ثابت کر دی ہوتی۔'' امی میری بات پر چراغ پا ہو گئیں۔

''غلطی ہماری ہی ہے۔ جو تمہیں اتنا سر چڑھایا ہے۔ بے جا لاڈ پیار نے تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ بہت خودسر اور لاپرواہ ہوتی چلی گئیں۔ اور آج اسی لاپرواہی کے سبب ہماری عزت مٹی میں مل گئی۔ تم نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔'' امی نجانے کیا کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ اور میں آنسو بہاتی رہ گئی۔

''تو اب یہ بھی میرا قصور ہے۔'' میں نے سوچا۔ اس کے بعد کسی نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ بس سب کی نظروں میں، میں قصوروار ٹھہر گئی۔ اور پھر یہ خبر پورے خاندان میں جنگل میں لگی آگ کی طرح پھیل گئی، کہ ربائشہ اور شرجیل کی منگنی ٹوٹ گئی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ربائشہ عرف ربا تین دن اپنے گھر سے باہر رہ کر آئی تھی۔ اور اس بات کو پھیلانے والی تھیں شرجیل کی والدہ محترمہ۔ نجانے کس طرح لوگوں کے دلوں سے خوفِ خدا ختم ہو جاتا ہے۔

گھر کا ماحول ایک دم بدل کر رہ گیا۔ میں سارا سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتی۔ کوئی مجھ سے فالتو بات نہ کرتا۔ سب ہی مجھ سے خفا تھے۔ سوائے فراز بھائی کے وہ اب بھی میرے ساتھ پہلے جیسے تھے۔ اور میرے دکھ میں برابر کے شریک تھے۔ اور میرے لیے پریشان رہتے۔ میں جو اپنے گھر واپس آ کر بہت خوش تھی۔ میری ساری خوشی نجانے کہاں کھو گئی۔ اور میں ایک بار پھر سے اداس اور افسردہ رہنے لگی۔

''اداسیوں سے اداس رہنا

اداسیوں کا کام ہے

اداس چہرہ، اداس آنکھیں

اداسیوں کا نام ہے''

وہ بہت دیر سے اپنے کمرے میں لیٹا ایک ایک شے کو دیکھ رہا تھا۔ نجانے آج اسے وہ اداس اور خاموش لڑکی اتنی کیوں یاد آ رہی تھی؟ ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا تھا اسے یہاں سے گئے۔ کتنا آباد لگتا تھا یہ گھر اس کے یہاں رہنے سے، جبکہ وہ نہ تو زیادہ بولتی تھی اور نہ ہی ہنستی تھی۔ مگر پھر بھی اس بے رونق اور اداس گھر میں کتنی رونق اتر آئی تھی اس کے آنے سے۔

''دیوار خستہ حال ہے

در و در اداس ہے

جب سے کوئی گیا ہے

میرا گھر اداس ہے''

اور پھر اس نے وہ سوٹ اٹھایا۔ کتنے پیار سے اس کے لیے یہ سوٹ لیا تھا۔ جسے اس نے چھوا تک نہیں شاید۔ سالگرہ پر منگایا گیا کیک یونہی فریج میں بچا رکھا تھا۔ اور وہ کلی۔ جو اس نے بہت پیار اور اپنائیت سے اسے دی تھی۔ وہ بھی تو مرجھا گئی تھی۔ ... بہت دیر تک فلیٹ میں اس کی موجودگی کو محسوس کرتا رہا۔

''میں تمہیں کبھی نہیں بھول پاؤں گا۔ ہاں گڑیا! کبھی نہیں۔'' اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

''کاش ایسا ہو جاتا کہ تم ہمیشہ کی طرح میرے پاس رہ جاتیں۔

ہم اپنے آپ سے کیسے کہیں کہ یہ گڑیا

ہمیں ملی اگر ہوتی تو ہم اپنا لیتے

میرے خدا

میں تجھ سے کیا مانگوں؟ کیا چاہوں؟

بس اب کے برس

ایسا کرم کر دے،

میرے نصیب میں اسے نہ سہی،

اس کے نصیب میں مجھے لکھ دے''

وہ بہت دیر اپنے رب کے حضور دعا گو رہا۔ اور بے شک وہ رب تو بے نیاز اور سننے والا ہے۔

☆☆☆

''ربا! ذرا باہر تو آؤ۔ دیکھو کون آیا ہے۔'' وہ اپنے کمرے میں بند کسی گہری سوچ میں ڈوبی تھی کہ فراز بھائی کی آواز اسے حال میں کھینچ لائی۔ اسے اپنے سامنے دیکھا تو اپنی جگہ پر کھڑی رہ گئی۔

''ربا! تم بیٹھو۔ میں ذرا چائے کا کہہ کر آتا ہوں۔'' فراز بھائی کہہ کر چلے گئے۔

''السلام علیکم۔ کیسے ہیں آپ؟'' میں نے جھجکتے ہوئے ابتداء کی کہ اس کے اور میرے لیے کافی باتیں ہو چکی تھیں۔ شکر ہے کہ اسے علم نہیں ورنہ میں کیسے اس کا سامنا کرتی؟

''وعلیکم السلام۔ آپ کیسی ہو؟'' وہ خوشدلی سے مسکرایا تھا۔

''اچھی ہوں۔'' میں نے لبوں پر بے جان سی مسکراہٹ سجائی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"اچھی تو تم ہو۔ مگر اس اداسی کا سبب؟" وہ سوچ کر رہ گیا۔

"آنکھ ویران، دل پریشان
لب خشک، زلف برہم
اب تو کچھ اور بھی حسین
نظر آنے لگی ہو آپ"

وہ ایک نظر مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ جبکہ میں خاموش نظر جھکائے بیٹھی تھی۔ "ارے ربا! تم نے تو میرے دوست کو بور کر دیا۔" فراز بھائی کی آواز سن کر میری جان میں جان آئی۔

"بھئی! یہ جو ہماری ربا سسٹر ہیں ناں، بڑی ہی موڈی قسم کی ہیں۔ اکثر مہمان بیچارے ان کے بگڑے موڈ کی نذر ہو جاتے ہیں۔" فراز بھائی نے مجھے گھورا اور اسے دیکھ کر ہنس دیئے۔

"میں چائے بھجواتی ہوں۔" میں فوراً وہاں سے کھسک لی، کہ مجھے امی سے خوف آ رہا تھا۔ "اگر وہ آ گئیں تو....."

"فراز! کون ہے بیٹا؟" امی ادھر آئیں تو فراز بھائی نے انہیں اندر بلا لیا۔

"امی! یہ میرے دوست ہیں۔ بہت اچھے۔" فراز بھائی نے اس کا تعارف امی سے کرایا۔ اور میں اس کی اور فراز بھائی کی اتنی جلد گہری دوستی پر حیران ہوئے بنا نہ رہ سکی۔ نجانے وہ کتنی دیر تک بیٹھا رہا۔

میں نے دوبارہ جا کر نہیں دیکھا۔ میں چھت پر چلی گئی۔ اور افسردگی سے گزرے اچھے دنوں کو یاد کرنے لگی۔

"کتنی رونق ہوتی تھی اس گھر میں، اور آج اس گھر میں خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا۔" یہی وہ گھر تھا جہاں ربا نئی نئی شرارتیں کرتی پھرتی تھی۔ اسے بہت مزہ آتا تھا لوگوں کو اپنے پیچھے بھگانے میں۔ اور آج بھی ربا آگے اور زریشہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ ہوا یہ کہ اسلام آباد سے حسیب بھائی کا خط آیا تھا زریشہ کے نام پر۔ جو بدقسمتی سے ربا کے ہاتھ لگ گیا۔

"اگر میرے خط کو کچھ ہوا تو میں تیرا گلا دبا دوں گی۔" عیشہ نے پھولتی سانسوں سے کہا۔

"اگر کچھ ہو گیا تو، تو میں اس کی مرہم پٹی کر دوں گی۔ ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"ربا کی بچی! خط دے دو نے ورنہ۔"

"ورنہ..... ورنہ کیا؟ بولو؟ بولو ناں پلیز....." ربا بھی ایک ہی تھی اپنے نام کی ڈھیٹ۔ تنگ آ کر عیشہ نے ربا پر زبردست حملہ کر دیا۔ دونوں کی کھینچا تانی کے نتیجے میں خط کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

"اوہ! پھٹ گیا ناں۔ ذلیل، اب میں کیسے پڑھوں گی۔" عیشہ آپی پر صدمہ طاری ہو گیا۔ جبکہ میں اب بھی شرارت سے مسکرا رہی تھی۔

"ارے یہ تو پی بجی پھٹ گیا۔ دکھاؤ مجھے میں ایلفی لگا کر جوڑ دیتی ہوں زندگی بھر نہیں پھٹے گا۔" میں نے معصومیت سے کہا۔

"کیا کہا ایلفی سے۔ کاغذ کا خط ایلفی سے کیسے جڑے گا؟ خراب ہو جائے گا۔ تم.....تم رہنے دو خدا کے لیے۔" انہوں نے باقاعدہ میرے آگے ہاتھ جوڑے اور شہید شدہ خط کے ٹکڑے لے کر چلی گئیں۔

عصر کی اذان ہو چکی تھی اور میں اب تک خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی کہ امی کی کڑک دار آواز پر میں نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ میں آنکھیں مسلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی تھی۔ اور وہاں کا منظر دیکھ کر میری آنکھیں پوری طرح کھل گئیں تھیں۔

میرے تمام چھوٹے بڑے ٹیڈی بیئرز بہت نفاست سے ہال میں سجے ہوئے تھے اور ایک کارنر میں میری دلربا، میری کرسٹل کی گڑیا کھڑی تھی۔

"کتنی مرتبہ کہا ہے کہ ان نمونوں کو اپنے کمرے تک محدود رکھا کرو۔ ایسی چیزوں سے گھر میں فرشتے نہیں آتے۔ لیکن تمہاری سمجھ میں نہیں آتا۔" امی غصے سے مجھے گھور رہی تھیں۔ اور میری ٹھیک ٹھاک قسم کی تواضع ہو چکی تھی۔

میں ابھی اپنی صفائی میں کچھ بولنے ہی والی تھی کہ امی نے ٹیڈی بیئرز ایک ایک کر کے صوفوں پر سے پھینکنا شروع کر دیئے۔ اور میری وہ نازک سی کانچ کی گڑیا، جو مجھے بہت عزیز تھی۔ امی نے اسے بہت ہی بے دردی سے اٹھا کر پھینکا تھا۔ فرش پر گرتے ہی اس کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ اور میں دل تھام کر رہ گئی۔

امی ایک آخری غصیلی نگاہ ڈال کر جا چکی تھیں۔ اور میں اپنی گڑیا کو دیکھ کر رو پڑی۔

"کیوں؟ ربا جی! مزہ آیا؟" امی کے جاتے ہی عیشہ آپی مسکراتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئیں۔

"یونو۔ وہ خط میں نے کتنی مشکل سے پڑھا تھا۔" وہ مجھے کچھ یاد دلا رہی تھیں۔ اور پھر جیسے ساری بات میری سمجھ میں آ گئی۔

"آپ بہت بری ہو۔ آپ کی وجہ سے میری گڑیا ٹوٹ گئی یہ دیکھیں....." میں نے روتے ہوئے انہیں اپنی گڑیا دکھائی۔

"اوہ! بہت دکھ ہوا سسٹر! چلو کوئی بات نہیں۔ میں اسے گوند سے جوڑ دیتی ہوں۔"

"کانچ کی گڑیا آپ گوند سے جوڑیں گی!" میں نے حیرت سے کہا۔

"کیوں؟ جب کاغذ کا خط آپ ایلفی سے جوڑ سکتی ہو تو میں کانچ کی گڑیا گوند سے جوڑ دوں گی۔ اور Believe Me گوند سے تو ایسی جڑے گی کہ زندگی بھر نہیں ٹوٹے گی۔" وہ میرے کہے تمام الفاظ مجھے لوٹا رہی تھیں۔

"عیشہ آپی! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔" میں خطرناک تیور لیے کھڑی ہوئی اور پھر تمام کشنز اٹھا کر انہیں مارنا شروع کر دیئے۔ اس سے پہلے کہ میں انہیں کچھ اور دے مارتی، فراز بھائی درمیان میں آ گئے۔

"یہ ہو کیا رہا ہے اس گھر میں؟ تم دونوں پاگل ہو گئی ہو کیا؟" فراز بھائی ہمیں ڈانٹنے لگے۔

"دیکھیے ناں فراز بھائی! میں نے ان کا ایک خط پھاڑ دیا تھا تو انہوں نے میری کانچ کی گڑیا پھاڑ دی۔" میں نے ٹوٹی گڑیا کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا؟" فراز بھائی نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ میں نے ان کا خط توڑ دیا تو انہوں نے میری گڑیا پھاڑ دی۔" میں بھرائی ہوئی آواز میں نجانے کیا الٹا سیدھا بولے جا رہی تھی۔ مگر جب فراز بھائی اور عیشہ آپی کے مشترکہ قہقہے پر مجھے اپنی بات سمجھ آئی تو میں رونا بھول کر ہنس پڑی۔

"گڑیا پھاڑ دی۔ خط توڑ دیا۔" وہ میری بات دہرا رہے تھے۔ اور ہم تینوں کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔ کچھ دیر پہلے جو گھر جنگ کا میدان بنا ہوا تھا۔ اب اس گھر میں ہم تینوں کے جاندار قہقہے گونج رہے تھے۔

سرد ہوا کا جھونکا مجھے ایک بار پھر ماضی سے حال میں لے آیا۔ میرے چہرے پر مسکراہٹ آ کر ٹھہر گئی۔ کچھ لمحے کتنے یادگار ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم چاہیں بھی تو نہیں بھلا سکتے۔ لیکن وہ لمحے ہم سے کھو جاتے ہیں۔

"کھوئے ہوئے لمحوں کا دکھ
بہت ہی اذیت ناک ہوتا ہے
میرے بھی کچھ لمحے مجھ سے کھو گئے ہیں
اور
میں اذیتوں کی قید میں ہوں"

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

میں نے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑ ڈالا۔ مجھے کچھ یاد آرہا تھا۔ میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں آگئی۔ میں نے اپنی الماری کھولی۔ میرے سارے ٹیڈی بیئرز اپنی جگہ پر رکھے تھے۔ اور میرا ٹوائے بکس جس میں اپنے تمام قیمتی کھلونے بہت سنبھال کر رکھتی تھی۔ میں نے اسے کھولا تو میری نظر اس گڑیا پر پڑی جو بہت پہلے ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے اس بکھری گڑیا کو احتیاط سے اپنی جھولی میں بھرلیا۔ کتنی نازک تھی میری گڑیا۔ میں بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ گڑیا جیسی ہو، بہت پیاری سی۔" گل شیر خان کی آواز میری سماعت میں گونجی۔ کتنے پیار سے وہ مجھے گڑیا کہہ کر پکارتا تھا۔

"ٹھیک ہی کہتے تھے تم۔ میں گڑیا ہی تو ہوں۔ کانچ کی گڑیا جو زمانے کے بے درد ہاتھوں سے گر کر ٹوٹ چکی ہے۔ بکھر گئی ہے۔" ایک بار پھر میری آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ میں نے گڑیا کو واپس Toy Box میں سنبھال کر رکھ دیا۔

"کتنا اچھا تھا گل شیر خان۔ بے غرض، مخلص اور ہمدرد بے حد کیئرنگ، غیر ہو کر بھی اس نے مجھے کتنی عزت دی اور شرجیل تم۔

تم تو میرے اپنے تھے۔ اپنا ہو کر بھی تم نے مجھے اتنا بڑا دکھ دیا۔ جسے سہتے سہتے میں ٹوٹ کر بکھر گئی ہوں۔ رو رو کر میرا دم گھٹنے لگا تو میں اپنے کمرے سے نکل کر باہر لاؤنج میں آگئی۔ سردیوں کی سرد راتیں تھیں۔ گھر کے تمام افراد اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے۔

میں نے ریسیور اٹھایا اور غیر ارادی طور پر اس کا نمبر پش کرنے لگی۔ دوسری ہی بیل پر فون ریسیو کرلیا گیا۔

"ہیلو۔ السلام علیکم۔ گل شیر خان؟" میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"جی گڑیا! میں گل شیر خان ہوں۔" اس نے فوراً مجھے پہچان لیا۔

"گڑیا! سب ٹھیک تو ہے ناں؟ اتنی رات کو فون کیا۔" اس کی آواز میں فکر تھی۔ اب اسے کیا کہتی کہ اتنی رات کو وہ مجھے یاد آرہا تھا۔ میری خاموشی پر اس نے مجھے پکارا۔

"ہیلو گڑیا! اینی پرابلم؟"

"جی نہیں۔ No any Problem۔"

"نہیں گڑیا! میں آپ کی بات سے ایگری نہیں کرتا۔ پلیز ٹیل می۔ واٹس رانگ ود یو؟" (What's wrong with you?) اس نے بہت اپنائیت سے پوچھا تھا۔ اتنے پیار سے تو میرے اپنوں نے بھی نہ پوچھا تھا۔

اور پھر میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ میری آواز بھیگتی جارہی تھی۔ اور وہ مجھے تسلیاں دیتا رہا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ پرابلم شیئر کرلینے سے میرے دل کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو چکا تھا۔ میں وہیں لاؤنج میں رکھے صوفے پر لیٹ گئی۔

"نہ یہ تقدیر کا لکھا تھا نہ منشائے خدا
حادثے مجھ پر جو گزرے میرے حالات میں تھے"

☆☆☆

آفس سے آتے ہی فراز بھائی امی کے کمرے میں چلے گئے۔ وہ اکثر جب انہیں امی سے کوئی ضروری بات کرنی ہوتی ایسا ہی کرتے تھے۔ ابھی کسی اہم بات پر گفتگو زیر بحث تھی۔

"امی! آپ نے تو لڑکے کو دیکھا بھی ہے۔ وہ ایک بار میرے ساتھ گھر آچکا ہے۔"

"ہاں بیٹا! دیکھا تو ہے۔ مگر....." امی کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔

"مگر کیا؟"

"مگر وہ غیر لوگ ہیں بیٹا! اور....." ابھی امی کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ فراز نے ان کی بات کاٹ دی۔

"تو کیا آپ اب بھی اپنوں کے انتظار میں بیٹھی ہیں؟" فراز بھائی غصے سے بولے۔ "وہ اپنے ہی تھے۔ جنہوں نے ہمیں ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہماری ربا کے کردار پر کتنی کیچڑ اچھالی۔ امی! دیکھیے۔ بات اپنے یا غیر خاندان یا غیر برادری کی نہیں ہوتی۔ بات اچھائی کی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا اچھا ہے ہر لحاظ سے۔ پڑھا لکھا ہے۔ اچھے عہدے پر فائز ہے۔ سمجھا ہوا۔ ہماری ربا اس کے ساتھ خوش رہے گی۔" فراز بھائی بہت دیر تک امی کو سمجھاتے رہے۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اپنے پاپا سے بات کرلو۔ اور ان سے مشورہ..."

پتہ نہیں گھر میں کیا سرگرمیاں ہو رہی تھیں۔ پہلے فراز بھائی امی کے کمرے میں بیٹھے رہے اور اب پاپا بھی ان کے ساتھ موجود تھے۔ لڑکا ہر لحاظ سے اچھا تھا تو پھر پاپا کو کیا اعتراض ہوتا۔

"بس آپ ایک بار ربا سے پوچھ لیجیے۔" فراز بھائی نے امی سے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس سے پوچھنے کی۔ اب جو کرنا ہے ہمیں ہی کرنا ہے۔ پہلے کیا کم بے عزت کروایا ہے اس نے ہمیں۔" امی غصے میں بول رہی تھیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا امی آپ ربا کے معاملے میں اتنا غلط کیوں سوچ رہی ہیں؟ جو بھی ہوا اس میں اس کا کیا قصور؟ وہ تو بہت معصوم اور سادہ ہے۔" فراز بھائی نے امی کو ٹوکا۔

"آپ ایک بار ربا سے ضرور پوچھنا۔ کیونکہ یہ رشتہ ہوگا تو صرف ربا کی مرضی سے۔" فراز بھائی کہہ کر کمرے سے باہر چلے گئے۔

☆☆☆

"ربا! امی نے تمہیں بلایا ہے۔" عیشہ آپی نے میرے کمرے میں جھانکا۔

"خیریت؟" میں گھبرا گئی۔

"پتہ نہیں۔ تم خود جا کر پوچھ لو؟"

"ربا! میرے پاس آؤ۔" تھوڑی دیر میں، میں امی کے کمرے میں موجود تھی۔

"ہم نے تمہارا رشتہ طے کردیا ہے۔ فراز کا دوست ہے اور سب سے اچھی بات یہ کہ اس نے خود تم سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔" امی کی بات پر میں دم بخود کھڑی رہ گئی۔ "میرا کون سا عاشق زادہ پیدا ہوگیا۔"

"دیکھو بیٹا! لڑکا ہمیں اچھا لگا ہے۔ ہم نے ہاں کردی۔ اب بس تمہاری رائے بھی درکار ہے، تاکہ بات فائنل کی جائے۔" امی کہہ کر خاموش ہو کر میرے جواب کا انتظار کرنے لگیں۔

"ربا! جواب دو بیٹا!" میری خاموشی پر انہوں نے کہا۔

"امی! آپ لوگ جو بہتر سمجھیں وہ کریں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" امی نے پیار سے میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ تو میں بے اختیار امی کے گلے لگ گئی۔ کتنے دن سے میں گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔ آج میرا ضبط ختم ہوگیا تھا۔ میں کسی چھوٹے بچے کی طرح امی سے لگی سسک رہی تھی۔ مجھے لگا کہ آج میری آزمائش کا آخری دن ہے۔ میری دعائیں مستجاب ہوگئی ہیں شاید۔

فراز بھائی کے دوست سے میرا رشتہ طے ہو چکا تھا۔ ادھر عیشہ آپی کے سسرال والوں نے شادی کا تقاضہ کردیا۔ اور پھر تین

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

مہینے کے بعد ہی شادی کی ڈیٹ فکس کر دی گئی۔ گھر بھر میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔

دوپہر کے دو بج رہے تھے۔ سرد لیکن کی سرد اور اداس دوپہر تھی۔ عیشہ آپی اور امی کچھ دیر پہلے ہی مارکیٹ گئی تھیں۔ میں گھر میں بالکل تنہا تھی۔ لان میں لگے جھولے پر بیٹھی میں کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ فون کی بیل بہت دیر سے پکار رہی تھی۔ کچھ دیر تو میں ڈھیٹ بنی بیٹھی رہی۔ مگر مجھ سے بڑا ایک ڈھیٹ فون کے اس پار موجود تھا۔ چار و ناچار اٹھنا ہی پڑا۔

''ہیلو۔ جی کون؟''

''میں۔ گل شیر خان۔''

''گل شیر جی! آپ!'' میں حقیقی معنوں میں حیران ہوئی تھی۔

''جی میں۔ کیسی ہیں آپ؟''

''جی بالکل ٹھیک۔ پتہ ہے میں آپ ہی کو یاد کر رہی تھی۔''

''اچھا۔ وہ کیوں؟'' اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''مجھے آپ کو ایک نیوز سنانی تھی۔''

''اچھا مزے کی بات یہ کہ میرے پاس بھی آپ کے لیے ایک خبر ہے۔''

''اچھا تو پھر پہلے آپ بتایئے؟'' میں نے پہلے اس کی بات جاننا چاہی۔

''نہیں گڑیا جی! لیڈیز فرسٹ پہلے آپ؟''

''او کے۔ بات یہ ہے کہ میری انگیجمنٹ ہو چکی ہے اور تین مہینے بعد میری شادی ہونے والی ہے۔'' میں نے ایک ساتھ اسے دونوں خبریں سنا دیں۔

''مگر گڑیا جی! یہ سب باتیں تم مجھے کیوں بتا رہی ہو؟'' اس کی بات سن کر میرے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ یکدم غائب ہو گئی۔ واقعی وہ میرا ہے ہی کون جو میں اسے یہ سب باتیں بتا رہی ہوں۔

''گڑیا! آپ خاموش کیوں ہو گئیں۔ کیا ہوا؟''

''میں یہ سوچ رہی تھی کہ آپ کو میری منگنی کا سن کر خوشی نہیں ہوئی۔''

''ارے گڑیا! ایسی کوئی بات نہیں۔''

''تو پھر کیا بات ہے؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''گڑیا! پہلے آپ ایک بات بتاؤ؟ کیا آپ کو پتہ ہے آپ کی منگنی کس سے ہوئی ہے؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں۔ وہ فراز بھائی کے کوئی فرینڈ ہیں۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا، کہ مجھے اس بات میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔

''اچھا۔ تو کیا آپ اس فرینڈ کا نام جانتی ہو؟''

''جی نہیں۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ بھائی کے بہت اچھے اور کلوز فرینڈ ہیں۔ اور ہمارے گھر میں سب ہی کو پسند آئے ہیں۔''

''مطلب کہ تمہاری منگنی ہو گئی۔ شادی ہونے والی ہے۔ اور تم نام تک سے انجان ہو۔'' اس نے حیرت سے کہا۔

''گڑیا! میں سوچتا ہوں تمہارا ہوگا کیا؟'' اس نے تاسف سے کہا۔

''گل شیر جی! آپ مجھے کچھ بتانے والے تھے؟'' میں اس کی بات خاک سمجھتی، میں نے ٹاپک ہی چینج کر دیا۔

''ہاں۔ ایک نیوز تھی آپ کے لیے۔'' اس نے عجیب انداز میں کہا۔

''تو بتایئے ناں؟'' میں نے بیتابی سے کہا۔

''میری انگیجمنٹ ہوگئی ہے۔''

''کیا؟ واقعی!'' مجھے حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی۔

''اچھا بتایئے کون ہے وہ؟ آپ تو اپنی اس کا نام جانتے ہوں گے؟'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

''جی بالکل۔ وہ گڑیا ہے جس سے میری منگنی ہوئی ہے۔''

''جی! کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں بھئی! ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میری منگنی ایک بہت ہی پیاری گڑیا سے ہوئی ہے۔ اینڈ یو نو میری نظر میں ہر لڑکی ایک نازک سی گڑیا ہے۔'' اب میری سمجھ میں اس کی بات آئی تھی۔ میں نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور اسے وش کیا۔

''گڑیا! ایک بات کہوں آپ سے؟'' کچھ لمحے کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

''جی کہیے۔''

''گڑیا! میں کہنا چاہتا ہوں کہ جس سے آپ کی شادی ہو رہی ہے۔ آپ ایک بار اس کا نام ضرور پوچھ لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے اور اس کے درمیان کوئی غلط فہمی ہو جائے۔ کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ۔'' نجانے وہ کس مس انڈر اسٹینڈنگ کی بات کر رہا تھا۔

''گل شیر جی! میرے اور اس کے درمیان کسی قسم کی کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ تو ہو ہی نہیں سکتی۔ یو نو، اس نے خود مجھ سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ مجھے اپنانا چاہتا ہے۔ وہ جو کوئی بھی ہے مجھے اس سے کوئی گلہ، کوئی شکوہ ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ تو میرے دل میں بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔ اس نے مجھے ان اذیتوں کی قید سے نکالا ہے۔ آج اگر گھر میں سب خوش ہیں تو صرف اس کے سبب۔ وہ چاہے جیسا بھی ہو مجھے دل و جان سے قبول ہے۔'' میں نے اپنی تمام فیلنگز اسے بتا دیں۔

''او کے گڑیا! ٹیک کیئر اینڈ گڈ بائے۔'' اور پھر فون بند ہو گیا۔ اور پھر میں کتنی دیر تک یوں اچانک فون بند کیے جانے پر سوچتی رہی۔ مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں لگا۔

☆☆☆

مہینے ہفتے اور ہفتے دن بن کر گزرتے گئے۔ اور بالآخر وہ دن بس ایک رات کے فاصلے پر رہ گیا۔ جب میری شادی ہونی تھی۔ میرے ہاتھوں میں مہندی لگ چکی تھی۔ بلکہ اب تو سوکھ کر جھڑنے لگی تھی۔ جبکہ عیشہ آپی اب تک بیوٹیشن کے آگے ہاتھ پھیلائے مہندی لگوا رہی تھیں۔ جبکہ میں اپنی کزنز کے ساتھ بیوٹیشن کے لائے ہوئے میگزین پر تبصرے کر رہی تھی، کہ فراز بھائی نے اشارے سے مجھے باہر بلایا۔

''تمہارا فون آیا ہے۔'' انہوں نے ریسیور میری جانب بڑھایا۔ 11 بج رہے تھے۔ میں نے اپنے ہاتھوں میں لگی مہندی کو دیکھا اور احتیاط سے ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو کون؟''

''میں۔ گل شیر۔'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''گل شیر! آپ اس وقت؟'' مجھے حیرت ہوئی۔

''جی۔ بہت شکریہ آپ کا لائن پر آنے کا۔ میں تو سمجھا آپ انکار کر دو گی۔ اتنی دیر لگا دی!'' اس نے شکوے کے ساتھ ہلکا سا طنز بھی مارا۔ میں نے واقعی بہت سوچ کر فون اٹھایا تھا۔ میں اس اپنائیت بھرے شکوے پر مسکرا دی۔

''آئی ایم سوری۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ دراصل میرے ہاتھوں پر مہندی لگی ہوئی تھی بس اسی لیے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

''اوہ! پھر تو مجھے سوری کہنا چاہیے کہ میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔''

''ارے نہیں۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔''میں شرمندہ ہوگئی۔

''اچھا گڑیا جی! پتہ ہے، میری گڑیا کے ہاتھوں پر بھی آج ہی مہندی لگی ہے، کیونکہ کل وہ ہمیشہ کے لیے میری ہو جائے گی۔'' اس کی آواز سے میں اس کی خوشی کا اندازہ لگا سکتی تھی۔ مگر مجھے شدید حیرت کا جھٹکا لگا۔

''کل!''

''ہاں کل۔ کل میری شادی ہے ناں۔''اس نے اطمینان سے کہا۔

''مگر کل تو میری شادی بھی ہے۔''میرا سر چکرانے لگا۔

''تو کیا ہم دونوں کی شادی ایک ہی دن نہیں ہو سکتی۔'' وہ کچھ شرارت سے بولا۔ جبکہ مجھے غصہ آنے لگا تھا۔ عجیب چکرانے والی باتیں تھیں اس کی۔

''گل شیر جی! ایک بات بتائیں جو میرے ساتھ ہوتا ہے وہی آپ کے ساتھ کیوں ہوتا ہے؟ میری انگیجمنٹ ہوئی تو آپ کی بھی ہوگئی۔ آج میرے ہاتھوں میں مہندی لگی تو آپ کی دلہن نے بھی آج ہی مہندی لگائی۔ اور اب جبکہ کل میری شادی ہو رہی ہے تو آپ کی شادی بھی کل ہی ہے۔ آخر یہ سب کیا ہے؟ آئی ایم ویری کنفیوزڈ۔''میری بات کے جواب میں ماؤتھ پیس پر اس کا خوبصورت مردانہ قہقہہ گونجا تھا۔

''چکرو کر تو کچھ نہیں ہے۔ بس ایک چھوٹی سی بات ہے۔ جو آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔''اس نے ہنسی کو کنٹرول کیا۔

''بات، کون سی بات؟''میں یکدم الرٹ ہوگئی۔

''آپ نے اب تک اس کا نام معلوم نہیں کیا ناں؟'' اس نے مجھے سرزنش کی، تو ایک پل کو میں شاکڈ رہ گئی۔''تو کیا......؟''میں سوچ کر رہ گئی۔

''گل شیر جی! اب میں جاؤں؟''میں نے اس سے اجازت مانگی کہ میں مینٹلی اپ سیٹ ہو چکی تھی۔

''او کے جاؤ۔ کل آپ کی شادی میں آؤں گا تو پھر ملاقات ہوگی۔''اس نے آہستگی سے کہا۔

''مگر کل تو آپ کی بھی شادی ہے ناں۔ تو پھر؟''میں نے کچھ کھوجنا چاہا۔

''تو کیا ہوا؟ میں بارات لے کر آپ کے گھر آ جاؤں گا۔''وہ پھر شرارت سے بولا۔

''اف اللہ! مجھے لگا میں پاگل ہو جاؤں گی۔''فون بند کرتے ہی میں نے اپنی کزن حوریہ کو پکڑ لیا۔ اور کافی منت سماجت اور ستانے کے بعد اس نے مجھے اس کا نام بتا دیا۔ اور نام سن کر میرے تمام خدشے دور ہوگئے۔ ہسبان جہانگیر سے کل میری شادی ہونے والی تھی۔ میں اس خوبصورت سے نام کو سن کر، اس میں اس کی شخصیت کو ڈھونڈنے لگی۔

☆☆☆

زریشہ آپی کی بارات تو اسلام آباد سے دوپہر ہی کو آ گئی تھی۔ اب صرف میری بارات کی آمد کا انتظار تھا۔

''مبارک ہو۔ بارات بمعہ دلہا آ چکی ہے۔''حوریہ کمرے میں چہکتی ہوئی داخل ہوئی۔

''قسم سے ربا! بالکل شہزادہ لگ رہا ہے۔ زبردست! اے اللہ مجھے بھی اتنا اچھا دلہا دینا۔''اس نے باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ میرے دل کی دھڑکنوں نے انوکھا ساز بجایا تھا۔

کچھ دیر بعد میرا نکاح ہوگیا اور میں ربائیشہ ہسبان جہانگیر بن گئی۔ جسے دیکھا نہیں اپنی پوری زندگی اس کے نام لکھ دی۔ صرف اللہ کے بھروسے پر۔

ہم دونوں کو جوتا چھپائی کے لیے اسٹیج پر دلہاؤں کے سامنے لے جایا گیا۔ میں حسیب بھائی کے اور زریشہ آپی میرے دلہا کے

سامنے موجود تھیں۔ میرے چہرے پر ہلکا سا گھونگھٹ تھا۔ میں چاہتی تو نظر اٹھا کر اسے دیکھ سکتی تھی۔ مگر میری حیا نے مجھے ایسا کرنے نہ دیا، حالانکہ کسی کی نظروں کی تپش مجھے واضح محسوس ہو رہی تھی۔

سرخ رنگ کا چوڑی دار پاجامہ اور اسی سے ہم رنگ اوپن شرٹ، جو گولڈن کام سے آراستہ تھی، اور بھاری کامدار دوپٹہ اوڑھے، بھاری زیورات پہنے میں خاصا ان ایزی فیل کر رہی تھی۔ مگر بقول حوریہ کے، کہ وہ تو شہزادہ لگ رہا ہے۔ مگر میں بھی کسی شہزادی سے کم نہیں لگ رہی۔ میں نے نظریں جھکائے جھکائے جوتا چھپائی کی رسم کی اور اسٹیج سے نیچے اتر گئی۔

رخصتی کا وقت آیا۔ اور میں ڈھیروں دعاؤں اور ڈھیر سارا پیار لے کر، اپنا گھر چھوڑ کر، اس انجان جیون ساتھی کے ہمراہ اس کے گھر آ گئی۔ میرا بہت لمبا گھونگھٹ گرا دیا گیا۔ کسی کی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

''دلہن کو اب صرف دلہا ہی دیکھے گا۔''

اور پھر چند رسومات کے بعد مجھے میرے کمرے میں لے آیا گیا۔ کسی نے میرا گھونگھٹ اور لمبا کر دیا۔ مجھے لگا کہ جیسے مجھے سزا دی جا رہی ہے۔ جتنا بڑا گھونگھٹ اتنی زیادہ سزا۔ اور پھر سب مجھے چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اور میں کمرے میں تنہا رہ گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے میں پہلے اس جگہ آ چکی ہوں۔ ایک پل کو سوچا گھونگھٹ اٹھا کر کمرے کا جائزہ تو لوں۔ ابھی سوچ کو عملی جامہ پہنانے ہی والی تھی کہ دروازے پر آہٹ سن کر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ چند لمحوں بعد وہ میرے سامنے بیٹھا تھا۔

''السلام علیکم۔''اس نے نہایت مہذب انداز میں سلامتی بھیجی۔

''اس کی آواز......''میں بہت زیادہ کنفیوژن کا شکار ہو رہی تھی۔

''کیا ہوا؟ آر یو آل رائٹ؟''میرا جواب نہ پا کر وہ تشویش سے بولا۔

''ارے! یہ آواز تو گل شیر خان کی...... مگر وہ یہاں کیسے؟ یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟''میں اپنی ہی سوچ میں الجھ گئی۔

''افوہ بھئی! یہ لڑکی تو بول ہی نہیں رہی ہے۔''اس نے آگے بڑھ کر میرا گھونگھٹ اٹھایا۔

اور پھر جیسے میں سکتے میں آ گئی۔ میرے سامنے وہی تو بیٹھا تھا۔ ہاں گل شیر، اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟''میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''گڑیا! میں نے آپ کو کہا تھا ناں کہ ایک بار اس کا نام پوچھ لو۔''اس نے میری حیرت زدہ شکل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''مم۔ میں نے پوچھا تھا۔ وہ تو ہسبان جہانگیر، اور نکاح نامے پر بھی...... اور آپ گل شیر۔''میری تو آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔

''ہاں تو میرا نام ہسبان جہانگیر ہی ہے بھئی! گل شیر خان تو بس میرے دوست کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں، میں لُک وائز بالکل پٹھانوں جیسا لگتا ہوں۔ اسی لیے وہ مجھے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ اور پھر آپ بھی اسی نام سے پکارنے لگیں۔'' وہ دھیرے سے مسکرایا۔

''مگر یہ سب ہوا کیسے؟''میں اب تک شاکڈ سی کیفیت میں تھی۔

''میں نے آپ کے بھائی سے خود بات کی تھی۔ فراز اچھا اور سلجھا ہوا انسان ہے۔ اس نے میری خواہش کا احترام کیا۔ اور میرے پروپوزل کو قبول کر لیا۔ میں بہت خوش ہوا تھا۔ اور اس میں میری دعاؤں کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اور ویسے بھی اگر نیت اچھی ہو تو انسان اپنی ہر چاہت ضرور حاصل کر لیتا ہے۔''اس نے بات مکمل کی۔

''ارے یہ کیا گڑیا! آپ رو کیوں رہی ہو؟''مجھے یوں روتا دیکھ کر وہ تڑپ ہی تو گیا۔

''پلیز یار! وجہ تو بتاؤ؟ آخر ہوا کیا ہے؟''میرے رونے میں مزید شدت آ گئی۔

''لو، پانی پیو۔''اس نے گلاس میرے آگے کیا۔ جسے میں نے تھام لیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سامنے موجود تھیں۔ میرے چہرے پر ہلکا سا گھونگھٹ تھا۔ میں چاہتی تو نظر اٹھا کر اسے دیکھ سکتی تھی۔ مگر میری حیا نے مجھے ایسا کرنے نہ دیا، حالانکہ کسی کی نظروں کی تپش مجھے واضح محسوس ہو رہی تھی۔

سرخ رنگ کا چوڑی دار پاجامہ اور اسی سے ہم رنگ اوپن شرٹ، جو گولڈن کام سے آراستہ تھی، اور بھاری کام دار دوپٹہ اوڑھے، بھاری زیورات پہنے میں خاصا ان ایزی فیل کر رہی تھی۔ مگر بقول حوریہ کے، کہ وہ تو شہزادہ لگ رہا ہے۔ مگر میں بھی کسی شہزادی سے کم نہیں لگ رہی۔ میں نے نظریں جھکا لیے جھکائے جوتا چھپائی کی رسم کی اور اسٹیج سے نیچے اتر گئی۔

رخصتی کا وقت آیا۔ اور میں ڈھیروں دعاؤں اور ڈھیر سارا پیار لے کر اپنا گھر چھوڑ کر اس انجان جیون ساتھی کے ہمراہ اس کے گھر آ گئی۔ میرا بہت لمبا گھونگھٹ کرا دیا گیا۔ کسی کی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"دلہن کو اب صرف دلہا ہی دیکھے گا۔"

اور پھر چند رسومات کے بعد مجھے میرے کمرے میں لے آیا گیا۔ کسی نے میرا گھونگھٹ اور لمبا کر دیا۔ مجھے لگا کہ جیسے مجھے سزا دی جا رہی ہے۔ جتنا بڑا گھونگھٹ اتنی زیادہ سزا۔ اور پھر سب مجھے چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اور میں کمرے میں تنہا رہ گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے میں پہلے اس جگہ آ چکی ہوں۔ ایک پل کو سوچا گھونگھٹ اٹھا کر کمرے کا جائزہ لوں۔ ابھی سوچ کو عملی جامہ پہنانے ہی والی تھی کہ دروازے پر آہٹ سن کر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ چند لمحوں بعد وہ میرے سامنے بیٹھا تھا۔

"السلام علیکم۔" اس نے نہایت مہذب انداز میں سلامتی بھیجی۔

"اس کی آواز......" میں بہت زیادہ کنفیوژن کا شکار ہو رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ آر یو آل رائٹ؟" میرا جواب نہ پا کر وہ تشویش سے بولا۔

"ارے! یہ آواز تو گل شیر خان کی...... مگر وہ یہاں کیسے؟ یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟" میں اپنی ہی سوچ میں الجھ گئی۔

"اُفو بھئی! یہ لڑکی تو بول ہی نہیں رہی ہے۔" اس نے آگے بڑھ کر میرا گھونگھٹ اٹھایا۔

اور پھر جیسے میں سکتے میں آ گئی۔ میرے سامنے وہی تو بیٹھا تھا۔ ہاں گل شیر، اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"گڑیا! میں نے آپ کو کہا تھا ناں کہ ایک بار اس کا نام پوچھ لو۔" اس نے میری حیرت زدہ شکل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"م۔ میں نے پوچھا تھا۔ وہ تو ہسبان جہانگیر، اور نکاح نامے پر بھی...... اور آپ گل شیر۔" میری تو آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔

"ہاں تو میرا نام ہسبان جہانگیر ہی ہے بھئی! گل شیر خان تو محض میرے دوست کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں، میں لونگ وائز بالکل پٹھانوں جیسا لگتا ہوں۔ اسی لیے وہ مجھے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ اور پھر آپ بھی اسی نام سے پکارنے لگیں۔" وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"مگر یہ سب ہوا کیسے؟" میں اب تک شاکڈ کی سی کیفیت میں تھی۔

"میں نے آپ کے بھائی سے خود بات کی تھی۔ فراز اچھا اور سلجھا ہوا انسان ہے۔ اس نے میری خواہش کا احترام کیا۔ اور میرے پرپوزل کو قبول کر لیا۔ میں بہت خوش ہوا تھا۔ اور اس میں میری دعاؤں کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اور ویسے بھی اگر نیت اچھی ہو تو انسان اپنی ہر چاہت ضرور حاصل کر لیتا ہے۔" اس نے بات کلیئر کی۔

"ارے یہ کیا گڑیا! آپ رو کیوں رہی ہو؟" مجھے یوں روتا دیکھ کر وہ تڑپ ہی تو گیا۔

"پلیز یار! وجہ تو بتاؤ؟ آخر ہوا کیا ہے؟" میرے رونے میں مزید شدت آ گئی۔

"لو، پانی پیو۔" اس نے گلاس میرے آگے کیا۔ جسے میں نے تھام لیا۔

"اچھا، اب تو بتا دو کیا بات ہے پلیز؟" اس نے میرے آنسو پونچھے اور گلاس لے لیا۔

"گل شیر! میں اس قابل تو نہ تھی کہ آپ جیسے شخص کی شریک حیات بنتی۔ آپ نے مجھ سے شادی کی مجھے لگا کہ آپ نے ترس کھا کر مجھ سے شادی کی ہے۔" میں نے بمشکل یہ الفاظ ادا کیے اور پھر رو دی۔

"مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے اس بات پر۔ گڑیا! تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا؟" وہ بہت دکھ بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیتا ہوں۔" وہ اٹھا، اور دراز سے وہی ڈائری جو میں پہلے پڑھ چکی تھی ایک بار، لے کر آیا اور پڑھنا شروع کیا۔

"آج مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ زندگی بہت ہی حسین چیز ہے۔ اور یہ نیا احساس مجھے اس لڑکی کو دیکھ کر ہوا۔ جو میرے سامنے بیٹھی ہے۔ بہت ہی معصوم سی، شام کی طرح اداس، اور رات کی طرح خاموش سی لڑکی۔ جب وہ ہنستی ہو گی تو شفق کے تمام خوبصورت اور حسین رنگ اس کے صبیح چہرے پر بکھر جاتے ہوں گے۔ وہ قدرت کی خوبصورتی کا حسین پیکر ہے۔ میرا دل چاہتا ہے، اس کی تمام تر اداسیاں اپنے اندر سمیٹ لوں اور اپنی تمام خوشیاں اسے دے دوں۔" اس نے ڈائری بند کی اور مجھے دیکھنے لگا۔

"یہ میں پڑھ چکی ہوں۔ تو کیا یہ سب میرے لیے......!" میں حیران تھی اس راز پر۔

"جی ہاں۔ صرف اور صرف تمہارے لیے۔ کہو۔ کیا یقین نہیں میری بات کا؟ میری محبت کا؟ کہو میری آنکھوں میں دیکھ کر بولو؟" وہ بہت جذباتیت سے کہہ رہا تھا۔ اور میری نظریں بے اختیار اس کی نظروں سے ٹکرائیں۔ جہاں صرف سچائی تھی، محبت تھی۔ وہ محبت جو کسی پر ترس کھا کر نہیں بلکہ ٹوٹ کر کی جاتی ہے۔

"میں تو کب کی ریزہ ریزہ ہو چکی تھی
تم نے مجھے سمیٹا تمہاری عنایت ہے"

میں ایک ٹک اسے دیکھے گئی۔

بلیک کلر کی شیروانی پر گولڈن اور ریڈ کمبینیشن کی ہلکی سی امبرائڈری، اور ریڈ کلر کا گلے میں پڑا صافہ، اس کی شخصیت کو مزید شاندار بنا رہا تھا۔ واقعی وہ تو شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔ میں اس کے سحر میں کھو سی گئی۔

"کیوں؟ جناب! تعریف تو خیر سب ہی نے کی۔ مگر لگتا ہے اب تو نظر اتروانی ہی پڑے گی مابدولت کو۔" اس نے شرارت سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ شرم سے میری نظریں یکدم جھک گئیں۔ مگر وہ اب بھی میرے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔

"ہائے! مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ میرے سامنے بیٹھی یہ پیاری سی گڑیا، ہمیشہ کے لیے میری ہو چکی ہے۔" اس نے شرارت سے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اے گڑیا جی! تم ہی کہہ دو ناں؟" اس نے جھک کر کہا۔

"کیا؟" میں نے یکدم مژگان اٹھائیں۔

"یہی کہ تم صرف گل شیر خان کی گڑیا اور ہسبان جہانگیر کی دلہن ہو۔" اس نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ اور اس بار میں نے پلکوں کے ساتھ گھونگھٹ بھی گرا لیا۔ اب مجھے صرف اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جو بہت زور سے ہنسا تھا۔

ہزاروں خوشیاں ہمارے گرد اپنی بانہیں پھیلائے کھڑی تھیں، کیونکہ آج کانچ کی گڑیا اذیتوں کی قید سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو چکی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ثوبیہ ملک

ناولٹ

تیری چاہت میں صنم

یخ بستہ ہوا کا تھپیڑا اسے بڑھتی ہوئی سردی کا احساس دلا گیا، کل رات چھاجوں مینہ برسنا شروع ہوا تھا جو کچھ دیر قبل تھم گیا تھا لیکن اس کے ساتھ سردی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا، وہ جو شیراز کا انتظار کرتے

کرتے گہری نیند میں ڈوب گئی تھی تیز بجتی بیل پر ہڑبڑا کر اٹھ گئی، شانوں پر دوپٹہ ٹھیک کرتی اور پاؤں میں سلیپر ڈال کر جلدی جلدی دروازہ کھولنے گئی اور اس کی توقع کے عین مطابق سامنے شیراز ہی تھا، وہ گہری سانس لیتی اسے دروازے پر ایستادہ دیکھ کر مصنوعی غصے سے دیکھنے لگی۔

''یہ آج آپ لال ٹماٹر کیوں بنی ہوئی ہیں؟''

''میری مرضی''۔ وہ لال کلر کے کپڑوں میں سوں سوں کرتی شیراز کی بات پر تپ گئی۔

''چلو چھوڑو تابی یہ بتاؤ پاپا نے میرا تو نہیں پوچھا؟''

''اگر تایا ابو پریشان بھی ہو رہے ہوں تو تمہیں کون سی فکر ہے''۔ تعبیر نے شیراز کو تاسف سے دیکھا۔

''سوری تابی!'' شیراز نے خاصی مسکین صورت بناتے ہوئے کان پکڑے۔

''او کے معاف کیا اور یہ بتاؤ کھانا کھایا یا نہیں''۔

''کھانا تو میں کھا چکا ہوں، لیکن اگر ایک کپ

WWW.PAKSOCIETY.COM
Downloaded From Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کافی مل جائے تو آپ کی مہربانی ہوگی"۔
"تم فریش ہو جاؤ میں بنا کے لاتی ہوں"۔

☆..........☆..........☆

"طحہٰ بیٹا! تم بالکل بھی اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتے، کتنی دفعہ کہا ہے کہ یہ کام بس آفس تک محدود رکھا کرو، مگر تم میری بات مانو تب ناں"۔ آسیہ بیگم قدرے خفا خفا سی بولیں۔

"مائی سوئٹ ماں جی! کیوں ناراض ہوتی ہیں بس یہ تھوڑا سا کام تھا ختم ہو گیا، آپ بتائیے ابھی تک سوئی کیوں نہیں؟"

"سونے ہی جا رہی تھی لیکن تمہارے کمرے کی لائٹ جلی دیکھی تو دیکھنے آ گئی، آپ مجھے یہ بتاؤ کہ میں نے جو کل کہا تھا اس کے بارے میں کیا سوچا پھر؟"

"ماں جی! مجھے تھوڑا سا وقت چاہئے اگر....."

جب کہ آسیہ بیگم طحہٰ کی بات کاٹتے ہوئے ناراض ہو گئیں۔

"دیکھو بیٹا! شادی تو تمہیں کرنی ہی ہے ناں اور اب خیر سے آپ 28 سال کے ہو گئے ہو، اگر اب بھی ٹال مٹول کرو گے تو کیا بڑھاپے میں کرنی ہے شادی"۔ طحہٰ ماں کی بات پر مسکرا کر رہ گیا۔

"اچھا ماں جی جیسے آپ کا حکم"۔ آسیہ بیگم بیٹے کی رضامندی جان کر کھل اٹھیں۔

☆..........☆..........☆

موسم بے حد خوبصورت ہو رہا تھا، آسمان پر چھائے بادلوں نے فضا میں خوشگوار سی ٹھنڈک پھیلا رکھی تھی۔ چھٹی کا دن تھا لہٰذا تعبیر نے ناشتہ میں خاصا اہتمام کیا تھا اور اب جب کہ وہ کھانا میز پر لگا چکی تھی تو سب ہی وہاں تھے سوائے شیراز کے۔

"تابی بیٹا! یہ شیراز ابھی تک سو رہا ہے کیا؟"

"جی تایا ابو! میں اٹھانے تو گئی تھی، اب پتا نہیں وہ سو رہے ہیں یا جاگ گئے ہیں"۔

"کتنی بار منع کیا ہے اسے کہ باہر نہ جایا کرو اتنی رات تک لیکن یہ لڑکا میری سنے تب ناں، اچھا خاصا بزنس ہے اپنا وہ سنبھالنے کے بجائے نواب صاحب نوکری کرنا چاہتے ہیں"۔

"بچہ ہے ابھی سمجھ جائے گا آپ بھی ہمیشہ ڈانٹتے رہتے ہیں، پیار سے بات کریں گے تو وہ کیوں حکم عدولی کرے گا بھلا"۔ نورین بیگم بیٹے کی حمایت میں بولیں جبکہ تعبیر خاموشی سے ان کی باتیں سننے لگی۔ اسی دوران شیراز وہاں چلا آیا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں یہاں"۔

"کچھ نہیں بیٹا! آپ ناشتہ کرو، آپ کے ابو تو ہمیشہ ہی آپ کے ہر کام میں نقص نکالتے ہیں"۔ جبکہ شیراز گہری سانس لے کر رہ گیا، وہ جانتا تھا کہ اگر وہ کچھ بولے گا تو گفتگو طویل ہو جائے گی اور اس کا نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا اور نہ ہی ابو اس کی کیفیات سمجھ سکیں گے۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو خود کچھ کرنے کے قابل ہو اسی لئے وہ آج کل نوکریوں کے لئے مارا مارا پھر رہا تھا تاکہ وہ تجربہ حاصل کرنے کے بعد اپنا بزنس سنبھال سکے۔ وہ چاہتا تو اپنے والد کا نام استعمال کر کے کوئی بھی پوسٹ حاصل کر سکتا تھا لیکن وہ یہی تو نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنی تعلیمی قابلیت کی بنا پر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔

"تعبیر بیٹا! آپ نے کب سے یونیورسٹی جانا ہے؟"

"تایا ابو بس کل یا پرسوں سے جاؤں گی"۔

"تو ٹھیک ہے آپ کو شیراز چھوڑ دے گا اور لے بھی آئے گا"۔

☆..........☆..........☆

وہ آنکھیں بند کیے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا وہ ہمیشہ سے ہی تنہائی پسند واقع ہوا تھا، اس کی زندگی میں تین عورتیں آئی تھیں، ایک اس کی ماں جس نے اسے جنم تو دیا تھا لیکن ممتا کی آغوش نہیں اس کو پیدا کرنا اس کی مجبوری تھی، وہ محض چھ برس کا تھا جب اس کی ماں اس کے باپ سے جھگڑ کر کسی امیر آدمی سے بیاہ رچا کر چلی گئی اور وہ معصوم اکیلا دادی دادا اور پھوپی کے طعنے سننے کے لئے اکیلا رہ گیا۔ باپ بھی صرف نام کا تھا جسے اس سے کوئی سروکار نہ تھا اور اس نے بھی دوسری شادی کر لی۔ آسیہ بیگم اس کے لئے حقیقی ماں سے بڑھ کر ثابت ہوئیں۔ تب طحہٰ نے جانا کہ صرف حقیقی رشتے ہی ٹھنڈی چھاؤں نہیں ہوتے بلکہ پرائے بھی اپنے ہوتے ہیں۔ آسیہ بیگم کو اسی لئے شاید خدا نے اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھا لیکن وہ مہربان عورت خدا سے کوئی بھی شکوہ کیے بغیر طحہٰ پر اپنی ممتا نچھاور کرنے لگی۔ اسی طرح زندگی کے کئی ماہ و سال نہایت سکون سے گزرتے گئے، اس کی زندگی میں شزا کے آنے سے طوفان برپا ہوا، اس وقت وہ میڈیکل کے آخری سال میں تھا جب شزا سے اس کا ٹکراؤ یونیورسٹی میں ہوا۔ وہ اس سے جونیئر تھی، انتہائی خوبصورت تھی اور اس بات سے بخوبی واقف تھی، دوسروں کو اپنی مٹھی میں قید کرنے کا ہنر جانتی تھی اور طحہٰ جو لڑکیوں سے دور بھاگتا تھا شزا پر دل و جان ہار بیٹھا۔

وہ جوگنگ کرتے کرتے شاید بری طرح تھک گئی تھی، طحہٰ جو کتابوں میں سر دیئے بیٹھا تھا اس کے پاس وہ دھڑام سے گر گئی۔

"پلیز ایک گلاس پانی مل سکتا ہے"۔ پہلے تو طحہٰ اس اچانک افتاد پر بری طرح بوکھلا گیا، پھر اپنے پاس پڑی پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھا دی۔

پانی پی کر جب سانس بحال ہوا تو شکریہ کے ساتھ بوتل واپس کر دی اور اٹھ کر ابھی دو قدم ہی چلی تھی کہ پھر واپس طحہٰ کی جانب مڑ گئی۔

"آئی ایم شزا اینڈ یو؟" اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

"طحہٰ ہوں میں"۔ طحہٰ نے یکسر اس کے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا جبکہ وہ برا مانے بغیر وہاں سے مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آتے چلے گئے جس میں زیادہ تر ہاتھ شزا کا ہی تھا۔

☆..........☆..........☆

وہ شیراز کا آدھے گھنٹے سے انتظار کر کر کے تھک چکی تھی، اس کا نمبر ڈائل کیا تو وہ بھی بند تھا، ایک تو سخت گرمی میں کھڑے کھڑے اس کے پاؤں شل ہو چکے تھے، اوپر سے کوئی بس بھی ایسی نہیں تھی جو اس کے علاقے میں جاتی، ابھی وہ رکشہ رکوانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ شیراز کی گاڑی کے ٹائر اس کے پاس آ کر چرچرائے۔ فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ تو گئی لیکن اس کا دل چاہ رہا تھا کہ شیراز کا گلا دبا دے۔

"کہاں تھے اتنی دیر سے"۔ وہ غصے سے پھولے ہوئے گالوں سے بولی۔

"سوری پلیز"۔ وہ کان پکڑتے ہوئے بولا جب کہ تعبیر کو اس کا انداز ایک آنکھ نہ بھایا۔

"اچھا اب معاف بھی کر دو، میرے پاس ایک گڈ نیوز ہے تمہارے لئے جسے سن کر تم خوش ہو جاؤ گی، تمہیں پتہ ہے میری جاب لگ گئی ہے، نہ صرف جاب بلکہ گاڑی کی بھی سہولت دی ہے"۔ وہ بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے بولا جبکہ تعبیر بھی اس کی بات پر کھل اٹھی۔

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے، تو پھر کب دے رہے ہو اس خوشی میں ٹریٹ"۔

"جب تم بولو گی بندہ حاضر ہے"۔ شیراز نے اس کا چہرہ نگاہوں میں بھر لیا، جبکہ وہ ہر بات سے بے خبر اسے مبارکباد دے رہی تھی، وہ ایسی ہی تو تھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں خوش ہونے والی اور ہلکی سی چوٹ پر بھی آنسو بہا دینے والی۔

☆..........☆..........☆

"طحہٰ! تم ابھی تک یہیں بیٹھے ہو اور میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا"۔ وہ اس کے بال بگاڑتے ہوئے بولی۔ جبکہ طحہٰ نے ناگواری سے اس کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہاتھ پیچھے کیا۔ اسے عورت کا وجود ہمیشہ سے ہی ڈھکا چھپا اچھا لگتا تھا لیکن شہزا کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا، وہ ہمیشہ وہی لباس پہنتی جو اس کے جسم کے سارے راز عیاں کرتے، طحہٰ اسے کافی بار ٹوک چکا تھا لیکن وہ اپنی ہی کرتی جبکہ طحہٰ محض سرد آہ بھر کے رہ جاتا۔ اس وقت بھی وہ اس کے جسم کے نشیب و فراز سے نظریں چراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، جو ہلکے پنک کلر میں شعلہ جوالہ بنی ہوئی تھی۔

''بولو کیا بات ہے؟''

''ارے تم بات پوچھتے ہو ایک تو تم انتہائی بور ہو، میں نے بھی کس شخص سے اپنی قسمت پھوڑ لی، تمہیں پتہ ہے ہماری یونیورسٹی میں پارٹی ہو رہی ہے''۔

''تو....؟''

''تو پھر یہ کہ تم اس میں میرے ساتھ ڈانس کر رہے ہو وہ بھی بغیر شرٹ کے''۔

''واٹ، تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے، نہ میں ڈانس کروں گا نہ تم، سمجھیں''۔

''اور اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو؟''

''تو پھر میں یہی سمجھوں گا کہ تم مجھ سے پیار نہیں کرتیں''۔

''اوکم آن طحہٰ! کیا بچپنا ہے، یہ اتنی چھوٹی سی بات پر تم یوں ضد کرو گے''۔

''شہزا! یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے بس میں نہیں چاہتا کہ سب تمہیں یوں گھور گھور کر دیکھیں، مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ تمہیں میرے سوا کوئی اور دیکھے''۔

''یعنی تم جیلس ہوتے ہو مجھ سے؟'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ جبکہ طحہٰ کوئی بھی جواب دیئے بغیر وہاں سے چل دیا۔

☆..........☆..........☆

زندگی انتہائی خوبصورت ڈگر پر چل رہی تھی، اسے لگتا تھا کہ اگر قدرت نے اس سے والدین جیسی نعمت چھینی تھی تو تایا جیسا باپ اور تائی جیسی ماں دی تھی اور شیراز جیسا دوست۔ اسے کبھی بھی کسی اور دوست کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے سارے مسائل شیراز سے ہی شیئر کرتی تھی، لیکن پھر بھی اسے لگتا تھا کہ اس کی زندگی میں کچھ ادھورا ہے مگر کیا...؟ یہ تو وہ بھی نہیں جانتی تھی۔

اس وقت بھی وہ اپنے نوٹس بنانے میں مگن تھی کہ اپنے اوپر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر کے اپنا سر اٹھایا تو سامنے شیراز کو کھڑا دیکھ کر مسکرا دی۔

''آؤ کھڑے کیوں ہو''۔

''تمہیں تو فرصت نہیں ہے سوچا ہم ہی آپ کے دربار میں حاضری دے آئیں''۔ جبکہ وہ اس کے الزام پر مصنوعی غصے سے گھورنے لگی۔

''ایسی بات نہیں ہے سمجھے، میں تو ہر روز تمہارے روم میں جاتی ہوں، لیکن تم ہمیشہ مصروف ہوتے ہو، تو مجھے اچھا نہیں لگتا تمہیں ڈسٹرب کرنا''۔

''اور اگر میں کہوں کہ مجھے اچھا لگتا ہے تمہارا ڈسٹرب کرنا تو....''

''تو میں کہوں گی کہ تم پاگل ہو''۔ وہ برا مانتے ہوئے بولی۔

''تعبیر!'' اس کی آواز میں ایسا کچھ تھا کہ وہ چونک گئی، تعبیر کچھ دنوں سے محسوس کر رہی تھی کہ شیراز کے لہجے میں اور آنکھوں میں کچھ تبدیلی آ گئی ہے، اسے دیکھ کر شیراز کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہو جاتی تھی، وہ ابھی مزید سوچوں میں گم رہتی کہ شیراز نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

''ہاں بولو تم کچھ کہہ رہے تھے''۔

''کچھ نہیں اگر کل تم بزی نہ ہو تو ہم لانگ ڈرائیو پر چلیں، کافی دن ہو گئے ہیں ہمیں اکٹھا ایک ساتھ گھومے پھرے''۔

''ایسا تو کوئی خاص کام نہیں ہے اور کل یونیورسٹی سے بھی آف ہے''۔ تعبیر اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے بولی۔

''تو پھر ٹھیک ہے اب میں چلتا ہوں ذرا امی کے پاس، سیدھا آفس سے تمہارے پاس ہی آیا ہوں''۔

''ٹھیک ہے تم چلو میں بھی آتی ہوں، پھر مل کر کھانا کھائیں گے۔ تب تک تایا ابو بھی آ جائیں گے''۔

☆..........☆..........☆

وہ شہزا کو ڈھونڈتا ڈھونڈتا فزکس ڈیپارٹمنٹ کی طرف آیا تو وہاں شہزا کو کسی لڑکے کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔

''شہزا! میں تمہیں کب سے تلاش کر رہا ہوں اور تم یہاں گپیں ہانک رہی ہو اور یہ صاحب کون ہیں؟''

''وہ طحہٰ میں تمہیں بتانا بھول گئی، یہ سعد ہے میرا فرینڈ، اسلام آباد میں ہم ساتھ پڑھتے تھے، یہ مائیگریٹ کر کے یہاں آیا ہے''۔ طحہٰ نے محسوس کیا کہ شہزا کچھ گھبرائی گھبرائی سی تھی۔

''تو پھر شہزا چلیں ہم''۔ سعد نے شہزا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا جبکہ شہزا طحہٰ سے نظریں چراتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

پھر اس کے بعد تو یہ روز کا معمول بن گیا، جب بھی طحہٰ شہزا سے ملنے کے لئے جاتا شہزا یا تو سعد کے ساتھ ہوتی یا پھر طحہٰ کو دیکھتے ہی وہاں سے غائب ہو جاتی، وہ محسوس کر رہا تھا کہ شہزا اس سے چھٹکارا پانا چاہتی ہے اسی لئے اس نے شہزا سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

''شہزا! میری بات سنو''۔

''طحہٰ! آئی ایم بزی، ہم پھر بات کریں گے''۔

''نہیں مجھے ابھی ہی بات کرنی ہے، میں تمہارے دس منٹ لوں گا اور بس''۔

''اوکے آؤ پھر باہر چلتے ہیں''۔ وہ طحہٰ کے پیچھے قدم بڑھاتے ہوئے بولی۔

''تم مجھے کیوں اگنور کر رہی ہو شہزا، تمہیں پتہ ہے ناں میں تمہارے معاملے میں کتنا پوزیسو ہوں، پھر بھی تم اس سعد کے ساتھ گھومتی ہو''۔

''اوکم آن طحہٰ! یہ تم مڈل کلاس لڑکوں کی طرح ری ایکٹ مت کرو اور رہی بات سعد کی تو میں تمہیں بتا دوں کہ ہم اگلے ہفتے منگنی کر رہے ہیں، تم ضرور آنا میں انتظار کروں گی''۔ جبکہ طحہٰ تو اس کی بات پر سن ہو کے رہ گیا اور شہزا اس کے سامنے منگنی کا کارڈ رکھ کے چل دی۔

تنہائی پسند تو وہ پہلے بھی تھا مگر شہزا کی بے وفائی کے بعد تو جیسے اپنے خول میں سمٹ کے رہ گیا۔ اداسی اس کے اندر حلول کر گئی، وہ تو پہلے ہی صنف نازک سے بھاگتا تھا، اب تو وہ سب کو ایک ہی پلڑے میں رکھتا تھا، اگر آسیہ بیگم کا وجود اس کی زندگی میں نہ ہوتا تو اب تک شاید وہ خودکشی جیسا حرام فعل انجام دے دیتا۔

موذن کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور گہری سانس لیتا وضو کرنے چل دیا، یہ تو اب اس کا روز کا معمول تھا وہ راتوں کو جاگتے ہوئے گزار دیتا گویا اس کی آنکھوں سے نیند روٹھ گئی تھی۔

☆..........☆..........☆

شیراز کافی دیر سے تعبیر کا انتظار کر رہا تھا، آخر تنگ آ کر اس نے گاڑی کے ہارن پر جو ہاتھ رکھا تو تعبیر کے آنے کے بعد ہی اس پر سے ہاتھ ہٹایا۔

''آ رہی ہوں شیراز بند کرواسے، سر میں درد کر دیا ہے تم نے تو''۔

''جو حکم آپ کا ملکہ عالیہ، آپ نے کہا اور ہم نے مان لیا''۔ شیراز نے بھرپور نظر اس پر ڈالی جو ہلکے آسمانی رنگ کی شرٹ میں بہت معصوم لگ رہی تھی۔

''کہاں چلیں تابی!''

''میرے خیال میں سی ویو چلتے ہیں مجھے بہت اچھا لگتا ہے ننگے پاؤں گیلی ریت پر چلنا''۔

''ٹھیک ہے تابی!'' وہ اگلے پندرہ منٹ میں ساحل سمندر پر موجود تھے۔

''تابی! آج میں تمہیں کسی خاص وجہ سے یہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

لایا ہوں"۔ شیراز نے کافی ڈرامائی انداز میں کہا۔

"اچھا، ایسی کیا وجہ ہے جو آپ مجھے یہاں لے کر آئے ہیں"۔

"بتا دوں کیا؟"

"اب بول بھی چکو"۔ تعبیر نے کچھ ناراضی سے کہا۔

"تابی! تمہیں پتہ ہے مجھے محبت ہو گئی ہے"۔ جبکہ تعبیر اس کی بات پر ہنس دی۔

"تمہیں اور محبت، ویسے وہ کون ہے جس کی قسمت پھوٹ گئی ہے، ملواؤ گے نہیں اس سے"۔

"ضرور ملواؤں گا بلکہ آج اسی سے ملوانے تو آیا ہوں تمہیں"۔

"تو کہاں ہے وہ اور تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا، کم از کم میں گھر سے تھوڑا تیار ہو کر آتی، یوں ہی اٹھ کر آ گئی، اچھا چھوڑو بتاؤ وہ ہے کون؟"

"بہت ہی خاص ہے وہ اور وہ کوئی اور نہیں تم ہو"۔ جبکہ تعبیر اس کی بات پر حیران رہ گئی۔

"کیا مذاق ہے شیراز!"

"میں سچ کہہ رہا ہوں تعبیر! مجھے خود بھی پتہ نہیں چلا کہ کب دل کے ایوان پر تمہاری تصویر بن گئی، اور میری دنیا تہہ و بالا ہو گئی۔ اسی لئے میں نے آج تم سے بات کرنے کا فیصلہ کیا ہے، بولو ول یو میری می؟"

"شیراز میں نے کبھی بھی تمہیں اس نگاہ سے نہیں دیکھا"۔

"تو اب دیکھ لو بلکہ جی بھر کے دیکھ لو"۔

"شیراز اب تم پٹو گے مجھ سے"۔

"میں تو ساری زندگی تمہارے ہاتھوں پٹنے کے لئے تیار ہوں، اگر تم اجازت دو تو"۔

"شیراز! میں نے اپنی شادی کا فیصلہ تایا اور تائی کے ہاتھوں میں دیا ہے، وہ جب کہیں گے اور جہاں مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

"یعنی تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے تو میں پھر آج ہی امی سے بات کرتا ہوں"۔ شیراز نے کافی بے صبری سے کہا۔

"لیکن ابھی تو میرے سمسٹر اسٹارٹ ہوئے ہیں"۔ تعبیر نے بھرپور احتجاج کیا۔

"یار! رخصتی کے بعد تم دیتی رہنا پیپرز، اب مجھ سے اور انتظار نہیں ہوتا ہے، یار پاگل کر دیا ہے تم نے"۔ شیراز نے تابی کے بالوں کی لٹ کو چھوا۔ جبکہ تعبیر کانوں کی لوؤں تک سرخ ہو گئی اور شیراز کو محض گھورنے پر اکتفا کیا۔

☆............☆............☆

"دیکھو طحہٰ! اب میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی، ان تصویروں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو ورنہ میں خود ہی کسی لڑکی کو پسند کر لوں گی"۔

"ماں جی، یہ تصویر ٹھیک ہے"۔ طحہٰ نے بغیر دیکھے ہی تصویر آسیہ بیگم کی طرف بڑھا دی اور وہ تو جیسے نہال ہی ہو گئیں اور طحہٰ کو ڈھیر ساری دعاؤں سے نواز ڈالا۔

"بیٹا اب میں چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے تمہارے بچوں کو اپنی گود میں کھلاؤں"۔

"پلیز ماں جی مرنے کی بات نہ کیا کریں، مجھ میں حوصلہ نہیں ہے کہ میں آپ کو کھو دوں"۔ طحہٰ ایک دم سے آبدیدہ ہو گیا۔

"ارے میں صدقے اپنے بیٹے کے"۔ وہی مخصوص ماؤں والا انداز۔

"بس اب میں اپنے بچے کے لئے چاند سی دلہن لاؤں گی جو میرے بیٹے کو ہزاروں خوشیاں دے گی"۔ جبکہ طحہٰ ماں کی معصومیت پر مسکراتا ہوا دوبارہ سے پی سی پر اپنا کام کرنے لگا۔

☆............☆............☆

"مما! وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی، اگر آپ فری ہوں تو"۔ شیراز نے مما کے گرد اپنے بازو حمائل کیے۔

"بولو بھی کیا بات ہے جو اتنی تمہید باندھ رہے ہو"۔

"وہ مما آپ کو تو پتہ ہے میں کوئی بھی کام آپ سے پوچھے بغیر نہیں کرتا، ہر بات میں آپ کی اجازت لیتا ہوں"۔

"یہ آج اتنا مکھن کیوں لگایا جا رہا ہے"۔ مما نے شیراز کے کان زور سے کھینچے تو وہ زور سے چلایا۔

"اف مما چھوڑیں بہت درد ہو رہا ہے، آپ مجھے ہمیشہ بچوں کی طرح ہی ٹریٹ کرتی ہیں، اب میں بڑا ہو گیا ہوں مگر آپ لوگوں کو خیال ہی نہیں کہ میرے سر پر سہرا سجانے کی فکر کریں"۔ شیراز نے منہ بسورا جبکہ مما تو ہنستی ہی چلی گئیں۔

"اچھا تو یہ بات ہے، پھر آج ہی آپ کے پاپا سے بات کرتی ہوں کہ لگام ڈالیں بیٹے کو ہاتھ سے نکلتے جا رہے ہیں صاحبزادے، وہ ہے کون جس نے میرے بیٹے کو اپنے قابو میں کر لیا ہے"۔

"او نو مما اٹس ناٹ فیئر، ان فیکٹ اسے تو پتہ بھی نہیں تھا، میں نے ہی اسے پرپوز کیا ہے"۔

"تو بات یہاں تک پہنچ بھی گئی اور ہمیں بے خبر رکھا"۔ مما کچھ خفگی سے بولیں تو شیراز جلدی سے ماں کے قریب آ گیا اور بچوں کی طرح اپنا سر ان کی گود میں رکھا۔

"ایسی بات نہیں ہے آج ہی اس کو پرپوز کیا ہے اور آج ہی آپ کے پاس آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو بھی وہ پسند آئے گی"۔

"اچھا اب پہیلیاں مت بجھواؤ اور سیدھی طرح بتاؤ"۔

"مما تعبیر ہے وہ اور مجھے پتہ ہے آپ انکار نہیں کریں گی، تو کیسی لگی میری چوائس"۔

"گڈ چوائس ہے میرے بیٹے کی، میں آج ہی آپ کے پاپا سے بات کرتی ہوں"۔ وہ مسکرائیں۔

☆............☆............☆

وہ جو بری طرح کام میں مصروف تھا لیکن کام تھا کہ ختم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی جا رہا تھا کہ اسی دوران تیز بجتی فون کی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی، تھوڑی دیر تو وہ یوں ہی فون کو گھورتا رہا پھر آخر کار اس نے فون اٹھا لیا، دوسری جانب اس کے گھر کی کام والی ماسی تھی جو آسیہ بیگم کے بے ہوش ہونے پر کافی پریشان تھی۔ وہ فوراً تمام کام چھوڑ کر اپنے منیجر کو بتاتا ہوا گاڑی میں بیٹھ گیا، آدھے گھنٹے کا سفر وہ جلد از جلد طے کرنا چاہتا تھا مگر لگتا تھا کہ آج کا دن اس کے لئے برا تھا کہ سامنے سے آتی لڑکی اس کی کار سے بری طرح ٹکرا گئی تھی، غلطی اس کی تھی کہ وہ ریش ڈرائیو کر رہا تھا۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں وہ باہر آ کر لڑکی کو ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگا، مگر اس کی تمام کوششیں بے کار گئیں، نتیجتاً انتہائی مجبوری کے عالم میں وہ اس کو گاڑی میں ڈال کر اسپتال چھوڑ آیا جہاں اس کا دوست ڈاکٹر اشعر اسے خصوصی ٹریٹمنٹ دینے لگا اور وہ وہاں سے جلدی سے نکل کر گھر کی جانب چل دیا جہاں آسیہ بیگم اب ہوش میں آ چکی تھیں۔ وہ جلدی سے ماں کی طرف آیا۔

"ماں جی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے آپ نے، منع بھی کیا ہے میں نے آپ کو اتنا کام کرنے سے لیکن آپ سنتی کب ہیں، چلیں یہ سوپ پی لیں"۔

"بس بیٹا! اب میں ٹھیک ہوں، آپ آرام کرو"۔

"میں نے ڈاکٹر کو کال کر دی ہے، وہ ابھی آتا ہی ہو گا"۔ وہ ماں کا سر اپنی گود میں رکھ کر دھیرے دھیرے دبانے لگا جبکہ وہ بیٹے کی اتنی محبت پر نہال ہی ہو گئیں جبکہ طحہٰ یکسر فراموش کر گیا کہ کوئی وجود ایسا بھی تھا جسے وہ اسپتال میں اکیلا چھوڑ آیا تھا اور وہاں ڈاکٹر اشعر طحہٰ کو کال کر کر کے تھک چکا تھا اور طحہٰ اپنا موبائل گاڑی میں بھول گیا تھا۔

☆............☆............☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"ایک تو تابی میں تم سے بہت تنگ ہوں، کھانا ابھی تک یہیں پڑا ہوا ہے اور تم ابھی تک کام میں مصروف ہو، بیٹا کام بھی ہوتا رہتا ہے لیکن صحت اچھی ہونا بھی ضروری ہے"۔

"سوری تائی! بس ابھی ختم کر رہی ہوں"۔ وہ کھانے کی ٹرے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

"بیٹا! تمہاری شادی میں صرف ایک ہفتہ رہ گیا ہے، کچھ اپنے چہرے کی بھی فکر کرو، ویسے تو تمہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی میں نے ٹائم لے لیا ہے بس جلدی سے تیار ہو جاؤ اور ڈرائیور کے ساتھ پارلر چلی جاؤ"۔

"ٹھیک ہے تائی جان! میں تیار ہو رہی ہوں، آپ ڈرائیور بابا کو گاڑی نکالنے کے لئے بولیں"۔

وہ ابھی آدھے رستے میں ہی تھے کہ گاڑی نے چلنے سے صاف انکار کر دیا۔

"بابا! آپ ایسا کریں اسے ورکشاپ لے جائیں، میں آٹو میں چلی جاتی ہوں"۔

"لیکن بیٹا اگر میڈم صاحب نے..."

"اس کی آپ فکر نہ کریں، میں انہیں بول دوں گی آپ جائیں"۔ وہ ڈرائیور بابا کو بول کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی روڈ کراس کرنے لگی کہ سامنے سے آتی کار سے ٹکرا گئی، ہوش سے بے گانہ ہونے سے پہلے اسے صرف اتنا یاد تھا کہ کسی نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر اسے پکارا تھا پھر وہ آنکھیں بند کرتی بے ہوش گئی۔

☆............☆............☆

"مما جانی! یہ تعبیر کہاں ہے؟ نظر نہیں آ رہی"۔

"بیٹا پارلر گئی ہے بس آنے والی ہوگی، کوئی کام ہے کیا مجھے بتا دو"۔

"کچھ خاص نہیں، وہ میں چاہ رہا تھا کہ اسے اس کی پسند کا گفٹ دوں مگر وہ میڈم غائب ہے"۔ شیراز کی بات ابھی تک منہ میں ہی تھی کہ ڈرائیور بابا کی آمد نے اسے اپنی جانب متوجہ کر دیا۔

"بابا! آپ اکیلے، تابی کہاں ہے؟"

"بیٹا وہ تو دو گھنٹے پہلے آٹو میں سوار ہو کر گھر آ گئی تھیں، کیونکہ گاڑی خراب ہو گئی تھی"۔

"کیا؟ لیکن وہ تو ابھی تک نہیں آئی، شیراز بیٹا کال کرو ذرا، میرا تو دل ہول رہا ہے، خدا خیر کرے آج کل شہر کے حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں"۔

شیراز مسلسل کال کر رہا تھا جہاں بیل تو جا رہی تھی مگر فون کوئی ریسیو نہیں کر رہا تھا، جس سے اس کی پریشانی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

"مما میں گاڑی نکال کر پتہ کرتا ہوں آپ پریشان نہ ہوں"۔ وہ ماں کو تسلی دیتا ہوا گاڑی نکالنے لگا۔

پتہ نہیں کتنے گھنٹے وہ سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا اور جہاں کہیں اسے امید تھی وہاں معلوم کیا مگر اسے نہ ملنا تھا اور نہ وہ ملی۔

☆............☆............☆

صبح ناشتہ کرنے کے بعد اس نے اپنا موبائل چیک کیا جہاں ڈاکٹر اشعر کی لاتعداد مس کالز تھیں، وہ جلدی سے کال بیک کرتا ہوا ماں کو خدا حافظ کرنے لگا۔

"سوری ڈاکٹر اشعر! میں گھر آ کر بالکل بھول گیا تھا، اب بتایئے کیسی ہے وہ لڑکی، ہوش میں آئی کیا"۔

"ہوش میں تو نہیں آئی بلکہ اس کی حالت بہت خراب ہے، اگر دو دن کے اندر اسے ہوش نہ آیا تو ہو سکتا ہے وہ کومے میں چلی جائے"۔

"ڈاکٹر اشعر یہ تو بہت برا ہوگا، اب کیا کرنا چاہئے ہمیں"۔ طحہٰ تو گھبرا ہی گیا۔

"خدا سے دعا کرو کہ ٹھیک ہو جائے، باقی ہم تو اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں"۔ جبکہ طحہٰ محض سرد آہ بھر کر رہ گیا کہ جو کچھ بھی ہوا تھا سب اس کی غلطی تھی۔

☆............☆............☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

دو دن گزر چکے تھے لیکن تعبیر ابھی تک نہیں ملی تھی، شیراز کی حالت تو ایسی تھی گویا اس میں تو جان ہی نہیں ہے، اوپر سے گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا اور ہر کوئی اپنے انداز میں افسوس کر رہا تھا اور کوئی صرف زخموں پر نمک چھڑک رہا تھا۔ ابھی بھی کچھ خواتین چہ میگوئیاں کرنے میں مصروف تھیں، ان کا خیال تھا کہ تعبیر اپنی مرضی سے گئی ہے بھلا شادی سے ایک ہفتہ قبل غائب ہونا وہ بھی پراسرار طریقے سے کیا معنی رکھتا ہے، اگر اس کے ساتھ کوئی حادثہ آیا ہے تو کوئی اطلاع تو ملتی۔ شیراز کا دل چاہ رہا تھا کہ جا کر ان خواتین کو ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دے جو اس کی تابی کے کردار پر انگلی اٹھا رہی تھیں لیکن وہ خاموش تھا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے ناں کہ ہمارے پاس بولنے کے لئے الفاظ ختم ہو جاتے ہیں یا پھر الفاظ تو بہت سے ہوتے ہیں مگر اسے ادا کرنے کی ہمت نہیں رہتی، ایسا ہی اس کے ساتھ ہوا تھا وہ لڑکی تو اس کے دل میں دھڑکتی تھی وہ بھلا اسے کیسے دھوکہ دے سکتی تھی، کتنے خوش تھے وہ دونوں ایک دوسرے کو پا کر لیکن لگتا تھا کہ قدرت کو ان کا ملن پسند نہیں آیا تھا یا پھر...

☆............☆............☆

"طحہٰ اس لڑکی کو ہوش آ گیا ہے"۔

"تھینک گاڈ، کیسی ہے اب وہ"۔

"اللہ کا شکر ہے کہ ٹھیک ہے لیکن وہ اپنے گھر جانا چاہتی ہے فوراً"۔

"تو ٹھیک ہے ناں میں چھوڑ آتا ہوں، اگر تم اجازت دو تو"۔

"او کے یہ کچھ میڈیسن وغیرہ ہیں یہ اسے کھلا دینا اور اسے کوئی ٹینشن نہ ہو، وہ ابھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہے"۔

تعبیر طحہٰ کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی آئی، طحہٰ جو اس کے بے ہوش ہونے پر اس پر توجہ نہ دے سکا تھا اس وقت کافی فرصت سے اسے دیکھنے لگا، لمبی گھنیری زلفیں، خمار پلکیں، دراز قد، بولتی آنکھیں، گلابی گال اور کتابی چہرہ گویا خوبصورتی کی تمام رعنائی اس میں تھی، وہ گہری سانس لیتا اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"مس سوری میری وجہ سے آپ کی یہ حالت ہوئی ہے جس کے لئے میں بہت زیادہ شرمندہ ہوں"۔ جبکہ تعبیر نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا پھر خاموشی سے نظریں جھکا لیں، اس وقت وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔

"آیئے میں آپ کو گھر پہنچا دوں"۔ وہ بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے پیچھے چلنے لگی۔

اس کے گھر کے سامنے گاڑی روک کر وہ اس کے ساتھ جب اس کے گھر میں داخل ہوا تو سامنے ہی شیراز موجود تھا۔

"تابی..." وہ بھاگ کر اس کے گلے لگا جبکہ تابی وہ تو کسی اپنے کی ہی منتظر تھی، اس کے کندھے کے ساتھ لگ کر جو رونا شروع ہوئی تو روتی ہی چلی گئی۔

"بس کرو تابی، کہاں تھیں تم اتنے دن سے، کوئی ایسے بھی کرتا ہے کیا، تمہیں پتہ ہے ناں میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر"۔ وہ اس کے چہرے کے نقوش کو چھوتا اپنی بے قراری عیاں کر رہا تھا گویا یقین کر لینا چاہتا ہو کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہا کہ سامنے سے آتی اپنی ماں کو دیکھ کر فوراً ان کے پاس چلا آیا۔

"مما دیکھئے میری تعبیر آ گئی ہے، میں نے کہا تھا ناں کہ..." ابھی اس کے الفاظ ادا بھی نہ ہوئے تھے کہ مما نے اس کا ہاتھ تعبیر کے ہاتھ میں سے نکال دیا۔

"اسے بولو یہ جہاں سے آئی ہے واپس چلی جائے، ہماری عزت کا جنازہ نکال کر اب یہ کیا کرنے آئی ہے"۔

"لیکن تائی جان میری بات تو سنیں"۔ تعبیر بمشکل اپنے قدموں پر کھڑی ہوئی تھی۔

اتنے میں طحہٰ کو بولنا ہی پڑا۔

"دیکھئے آنٹی! آپ جیسا سمجھ رہی ہیں ویسا کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

نہیں ہے، ان کے ساتھ حادثہ پیش آ گیا تھا“۔

”دیکھو لڑکے تم جو کوئی بھی ہو فوراً یہاں سے چلتے نظر آؤ اور یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے، اب ہم خود ہی نمٹا لیں گے، چلو اندر تم شیراز میں مزید اور کچھ نہیں سننا چاہتی“۔

”مما آپ غلط کر رہی ہیں، آپ تعبیر کی بات تو سن لیں“۔

”کیا بات سنوں کہ یہ پچھلے ایک ہفتے سے کس کے ساتھ تھی، ارے ہماری بھی کوئی عزت ہے، تم کیا چاہتے ہو کہ ہماری رسوائی ہو“۔

”بس تائی امی خاموش ہو جائیں، میں چلی جاتی ہوں لیکن میرے کردار پر انگلی اٹھانے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے“۔ وہ برستی آنکھوں کے ساتھ باہر نکل آئی جبکہ طٰحٰہ بھی اس کے پیچھے چلا آیا۔

”آپ کہاں جائیں گی اکیلی اس وقت، آیئے میرے ساتھ“۔ جبکہ تعبیر نے اسے نفرت سے دیکھا کہ جو کچھ بھی ہوا تھا سب اس کی وجہ سے تھا۔

”میری مرضی میں جہاں بھی جاؤں، یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے“۔ وہ بے بسی سے روتے ہوئے نیچے بیٹھ گئی۔

”دیکھیے پلیز میرے ساتھ آیئے رات کافی گہری ہو گئی ہے، یہاں ہر طرف انسان کے روپ میں بھیڑیے چھپے ہوئے ہیں، کن کن سے بچیں گی آپ۔ میں مانتا ہوں کہ میں ہی ذمہ دار ہوں اس تمام واقعہ میں لیکن خدا جانتا ہے یہ سب میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا“۔

”آپ نے ہی کیا ہے سب کچھ، آپ میرے گھر والوں کو کال بھی تو کر سکتے تھے، بتا سکتے تھے لیکن آپ کیوں کرتے آپ نے تو مجھے لاوارثوں کی طرح اسپتال میں پھینک دیا“۔ وہ غصے سے چلائی تھی تب طٰحٰہ کو یاد آیا کہ جب اس کی کار سے وہ ٹکرائی تھی تو اس کا پرس اس نے اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینک دیا تھا جس میں ضرور اس کا موبائل بھی تھا جس سے وہ اس کے گھر والوں کو باخبر کر سکتا تھا لیکن اس کے تو حواس ہی گم ہو گئے تھے۔

وہ زبردستی اس کا ہاتھ پکڑتا گاڑی میں لے آیا اور وہ احتجاج ہی کرتی رہ گئی پر اس نے تو گویا اس کی کسی بھی بات کو نہ سننے کی قسم کھا رکھی تھی۔

☆..........☆..........☆

”بیٹا اتنی دیر سے کہاں تھے آپ؟“

”وہ ماں جی دراصل کچھ کام تھا مجھے اس لئے دیر ہو گئی“۔

”یہ لڑکی کون ہے“۔ آسیہ بیگم نے سہمی سہمی سی تعبیر کو دیکھا جبکہ طٰحٰہ مختصر تمام واقعہ ماں کو بتاتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

”ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو، میں بھی تمہاری ماں ہوں مجھے بہت افسوس ہوا ہے یہ سب جان کر لیکن میرے بچے تم میرے بیٹے کو معاف کر دو“۔ اور تعبیر ماں جیسی ہستی کو دیکھ کر ایک بار پھر بہت روئی تھی، اس کا نقصان بہت بڑا تھا اور آسیہ بیگم نے بھی رونے دیا کہ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لے۔

”مجھے پتہ ہے آپ نے کچھ بھی کھایا نہیں ہو گا میں کچھ کھانے کے لئے لاتی ہوں“۔ آسیہ بیگم دودھ کے ساتھ کچھ ڈبل روٹی کے سلائس لائیں جس پر تعبیر نے ان کے بار بار اصرار پر تھوڑا سا دودھ پی لیا۔ پھر انہوں نے اسے نیند کی گولی دی تاکہ اس کے دماغ کو سکون میسر آ سکے۔ تعبیر نے گم ہوتے حواسوں میں بھی اگر کسی کے لئے نفرت محسوس کی تھی تو وہ طٰحٰہ تھا۔

”سو گئی یہ ماں جی“۔

”ہاں بیٹا! بہت ہی پیاری بچی ہے، اس کی تائی کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا پر بیٹا تمہاری بھی غلطی ہے کچھ“۔

”ماں جی میں مانتا ہوں لیکن میں اتنا پریشان تھا اس وقت کہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا“۔

”چلو اللہ بہتر کرے گا“۔ آسیہ بیگم نے بیٹے کو

شرمندہ دیکھا تو فوراً دلاسا دیا۔

☆..........☆..........☆

اسے یہاں رہتے ہوئے ایک ماہ کا عرصہ بیت گیا تھا وہ جو سوچتی تھی کہ اس کی زندگی کا محور تایا جان، تائی امی اور شیراز ہے تو غلط تھا۔ آج وہ ان سے دور تھی لیکن پھر بھی زندہ تھی، وہ یہاں سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی جہاں کوئی غم نہ ہو لیکن آسیہ بیگم کی محبت اس کے پاؤں کی زنجیر بن چکی تھی ورنہ طٰحٰہ سے تو وہ شدید نفرت کرتی تھی۔

”بیٹی آپ یہاں اکیلی بیٹھی ہو اور میں آپ کو پورے گھر میں ڈھونڈ رہی ہوں“۔

”آنٹی کوئی کام تھا تو مجھے بتایا ہوتا، میں خود آ جاتی آپ نے کیوں تکلیف کی“۔

”ارے اپنی بیٹی کے پاس صرف اس لئے آیا جاتا ہے کہ کوئی کام ہو“۔ وہ مصنوعی غصے سے بولیں۔

”آنٹی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں، میں نے تو بس یوں ہی کہا تھا“۔

”ادھر آؤ میرے پاس اور میری بات غور سے سنو پھر جو فیصلہ بھی تمہارا ہو گا مجھے منظور ہے۔ دیکھو بیٹی میں چاہتی ہوں کہ آپ شادی کر لو، اتنی لمبی زندگی کیسے تنہا گزارو گی، یہ دنیا بڑی ہی ظالم ہے“۔

”آنٹی نفرت ہو گئی ہے مجھے لفظ شادی سے، نہیں کرنی مجھے کوئی شادی، مجھے بس آپ کے پاس رہنا ہے اگر آپ تنگ آ گئی ہیں تو میں چلی جاتی ہوں یہاں سے“۔

”میری جان بھلا کوئی ماں بھی تنگ آ سکتی ہے اپنی بیٹی سے، اگر میں تم سے ایک گزارش کروں تو میری بات مانو گی“۔ آسیہ بیگم کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔

”آپ حکم کریں آنٹی، بھلا میں کیسے انکار کر سکتی ہوں“۔

”بیٹی تم طٰحٰہ سے شادی کر لو“۔ جبکہ تعبیر آسیہ بیگم کی بات پر حیرت زدہ رہ گئی۔

”یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ، ایسا کیسے ہو سکتا ہے اور وہ بھی طٰحٰہ، نہیں آنٹی ایسا نہیں ہو سکتا“۔ وہ تلخ ہو گئی تھی۔

”سوری بیٹی میں نے تو سوچا تھا کہ آپ میری بات ضرور مانو گی لیکن میں نے فضول میں ہی امید لگا لی“۔ آسیہ بیگم رنجیدہ ہو گئیں۔

”آنٹی آپ ایسا کیوں بول رہی ہیں، آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کی وجہ سے آج میں زندہ ہوں ورنہ میرے لئے زندگی موت جیسی ہے، اگر آپ ایسا چاہتی ہیں تو مجھے منظور ہے“۔ وہ شدت سے روتے ہوئے آسیہ بیگم کے گلے لگ گئی اور آسیہ بیگم نے اسے اپنی آغوش میں لے کر رونے دیا کہ آگے اس کے لئے زندگی بہت خوبصورت تھی مگر وہ نادان تھی جو نہیں جانتی تھی۔

☆..........☆..........☆

اس کے بعد کے مراحل کیسے طے ہوئے وہ نہیں جانتی تھی۔ آنٹی نے کیسے طٰحٰہ کو منایا اور وہ دل سے رضامند بھی تھا یا پھر اس کی طرح اس کے دل نے بھی مجبوری کے سودے کو مانا تھا۔

اس کا عروسی لباس ریڈ کلر کا تھا جس پر موتیوں اور ستاروں کا ایسا خوبصورت کام تھا کہ دیکھنے والے کی نگاہ اس کی چمک دمک کے سامنے خیرہ ہوئی جاتی تھی اور جب وہ تعبیر کے نازک بدن پر سجا تو اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ پھر بیوٹیشن نے جس مہارت کے ساتھ میک اپ کیا اس نے تو اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیئے جس نے بھی دیکھا اس نے بے اختیار بلائیں لی تھیں۔

مختلف رسموں کی ادائیگی کے بعد جب اسے کمرے میں لایا گیا تو اس کے اندر داخل ہونے پر پھولوں کی ٹوکری سے ہزاروں پھول برسے گو کہ پورا کمرہ ہی ایئر فریشنر کی دلفریب مہک کے ساتھ گلاب سے ڈھکا ہوا تھا، یہ سب آسیہ بیگم نے اپنی نگرانی میں کروایا تھا کہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ کسی بھی چیز میں کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

کمی بیشی ہو مگر وہ یہ بھول گئی تھیں کہ بے شک چیزوں میں کمی ہو جائے لیکن دل میں ضرور گنجائش ہونی چاہئے۔ اس وقت بھی طحہٰ خفا خفا سا بلیک ٹو پیس میں ملبوس اپنے دراز قد کے ساتھ بے حد مکمل اور وجیہہ لگ رہا تھا، اس کی شخصیت میں بے حد سحر انگیزی تھی جو مقابل کو چاروں شانے چت کرنے کا ہنر جانتی تھی۔

وہ جس وقت کمرے میں داخل ہوا رات نصف سے زیادہ بیت چکی تھی، ہلکا سا کھٹکا ہوا تھا جس پر تعبیر کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ جو بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی تھی فوراً سیدھی ہو گئی۔ اس دن کے حوالے سے اس نے کتنے خواب سجائے تھے مگر وہ کسی اور کے سنگ تھے اور سامنے کھڑے شخص کا تو اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا۔ بہت خاموشی سے کچھ آنسو اس کی پلکوں کی باڑ پھلانگ گئے تھے۔

"میرے خیال میں آپ کافی تھک چکی ہوں گی، پلیز چینج کرلیں اور آرام سے سو جائیں، میں وہاں صوفے پر سو جاتا ہوں"۔ وہ وارڈ روب سے اپنے کپڑے اٹھاتے ہوئے واش روم جانے لگا پھر کچھ یاد آنے پر اپنی پینٹ کی جیب میں سے کچھ نکالنے لگا، سرخ مخملی ڈبیہ جس میں دو خوبصورت کنگن موجود تھے۔

"یہ ماں جی نے خاص طور پر آپ کے لئے بنوائے ہیں"۔ وہ اس کے سامنے رکھتا ہوا جیسے ہی سیدھا ہوا نظر جیسے اس کے چہرے سے ہٹنے سے انکاری تھی کہ سامنے بیٹھا وجود ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ اس کے ساتھ یہ رویہ رکھا جاتا، دل کو ڈانٹتے ہوئے وہ بمشکل اپنے قدم وہاں سے واپس موڑتا ہوا واش روم میں گھس گیا جبکہ تعبیر قسمت کی اس ستم ظریفی پر پھوٹ پھوٹ کر رو دی حالانکہ اس نے بھی کوئی اس شخص سے امیدیں وابستہ نہیں رکھی تھیں لیکن پھر بھی دل میں شاید کوئی آس تھی، اس نے تو خود کو قسمت کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا لیکن ہمیشہ وہی نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں۔

☆..............☆..............☆

رات بھر سو تو دونوں ہی نہیں سکے تھے اس لئے فجر کی اذان ہوتے ہی طحہٰ وضو کر کے مسجد چلا گیا جبکہ تعبیر بھی خاموشی سے اٹھ کر شاور لینے کے بعد نماز پڑھنے لگی۔

تقریباً دس بجے آسیہ بیگم نے ان کا ناشتہ تیار کروایا۔

"اٹھ گئے تم لوگ"۔ آسیہ بیگم تعبیر کی پیشانی چومتے ہوئے طحہٰ سے استفسار کرنے لگیں۔

"جی ماں جی"۔ وہ مختصر جواب دیتے ہوئے بولا۔

"ناشتہ کمرے میں بھجواؤں یا پھر ڈائننگ ٹیبل پر کرو گے آپ"۔

"ماں جی آپ کے ساتھ ہی کریں گے"۔

"میں تو ناشتہ کر چکی ہوں بس آپ دونوں رہ گئے، میں ایسا کرتی ہوں اندر ہی بھجوا دیتی ہوں"۔ آسیہ بیگم نے دونوں کی خاموشی کو خصوصی طور پر نوٹ کیا۔

"جیسے آپ کی مرضی آنٹی"۔ تعبیر نے آہستگی سے کہا اور آسیہ بیگم ہلکے سے تعبیر کا گال تھپتھپا کر چلی گئیں۔

"میرے خیال میں میری ماں جی آپ کی بھی ماں ہی لگتی ہیں تو یہ اجنبیوں کی طرح آنٹی نہ کہا کریں"۔ کس قدر باور کراتا لہجہ تھا جس نے اس کے اندر تک مرچیں بھر دیں، بمشکل اپنے آنسوؤں کو کنٹرول کیا تھا۔

بولنا تو وہ بہت کچھ چاہتی تھی لیکن سامنے سے آتے ملازم کو دیکھ کر خاموش ہو گئی اور ٹرے میں ناشتہ نکالنے لگی۔

"کتنی شوگر لیں گے آپ؟"

"دو چمچ اور پلیز بس میں چائے ہی لوں گا"۔ وہ سامنے اخبار پھیلاتے ہوئے بولا تو وہ خاموشی سے اسے چائے پکڑا کر خود بمشکل ناشتہ کرنے لگی۔

☆..............☆..............☆

ایک ماہ سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا تھا لیکن لگتا تھا کہ صدیاں گزر گئی ہیں۔ وہ دونوں اپنی ذات کے حصار میں گم ہو گئے تھے، قدرت نے ان کے درمیان جو خوبصورت رشتہ استوار کیا تھا وہ تو اس سے بھی انجان تھے یا پھر جانتے ہوئے بھی نہیں جاننا چاہتے تھے۔ آسیہ بیگم سب دیکھ اور سمجھ رہی تھیں اور اسی لئے انہوں نے ان کو قریب لانے کا سوچا۔

"طحہٰ بیٹا میں سوچ رہی تھی کہ کیوں ناں کچھ دن کے لئے تمہارے ماموں کے پاس چلی جاؤں، کافی دن ہو گئے ان سے ملے ہوئے"۔

"پر ماں جی آپ تو جانتی ہیں کہ میں آپ کے بغیر کبھی بھی نہیں رہا"۔

"ارے یہ کیا بات ہوئی، پہلے تو چلو اور بات تھی تم اکیلے ہوتے تھے، اب تعبیر بیٹی بھی ہے تو پھر اب کہاں کی تنہائی"۔ آسیہ بیگم قدرے برا مان گئیں۔

"چلئے ماں جی جیسے آپ کی مرضی"۔ بالآخر طحہٰ نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"یہ بتایئے کہ ٹکٹ کب کی کنفرم کرواؤں"۔

"کل شام تک ٹھیک رہے گا، میں ذرا تعبیر بیٹی کے ساتھ پیکنگ کرواتی ہوں تم ٹکٹ کا پتہ کرو"۔

"اچھا ماں جی جو آپ کا حکم"۔ جبکہ تعبیر جو آسیہ بیگم کو چائے دینے آئی تھی ان کے جانے کا سن کر عجیب کشمکش کا شکار ہو گئی۔

☆..............☆..............☆

آسیہ بیگم کو گئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا اور تعبیر جو پہلے ماں جی سے بات چیت کر لیتی تھی اب اتنے بڑے گھر میں بولائی بولائی پھرتی تھی۔ گھر کا کام ہی کتنا ہوتا تھا، دو افراد تھے تو کام بھی تھوڑا سا ہوتا اور وہ تو صرف کچن ہی دیکھتی یا پھر طحہٰ کے کام ہوتے، باقی تو سب نوکر ہی دیکھتے تھے۔ اس وقت بھی وہ اداس بیٹھی خلاؤں میں نجانے کیا دیکھ رہی تھی کہ اپنے اوپر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر کے سر اوپر اٹھایا تو سامنے طحہٰ کو دیکھا جو پرشوق نگاہوں سے اسے ہی تک رہا تھا، تعبیر کے دیکھنے پر فوراً نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

"آپ یہاں ہیں اور میں نے پورے گھر میں آپ کو تلاش کر لیا، میں یہ کہنے آیا تھا کہ شام کو تیار رہئے گا میرے دوست نے ہمیں ڈنر پر انوائٹ کیا ہے اور پھر کل سے ہوسکتا ہے رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو جائے"۔

"کتنے بجے جانا ہے"۔ تعبیر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"نو بجے تک، ابھی میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے پلیز کوئی ٹیبلٹ اور چائے بھجوا دیں"۔

تعبیر چائے کے ساتھ ٹیبلٹ لے کر اس کے روم میں آئی تو وہ اپنے اوپر لحاف لپیٹے سو رہا تھا، کافی بار آواز دینے پر بھی جب وہ نہ جاگا تو پتہ نہیں کس جذبے کے تحت اس نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو اسے لگا جیسے جلتے ہوئے انگارے کو چھو لیا ہو۔ اتنا تیز بخار ہے انہیں تو وہ پریشانی کے عالم میں بڑبڑائی اور ٹھنڈے پانی کا باؤل لا کر اس کے ماتھے پر پٹیاں رکھنے لگی اور خان بابا کو فوراً ڈاکٹر کو بلانے بھیجا۔

ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد کچھ دوائیں لکھ کر دیں جو اس نے خان بابا کو لینے بھیج دیا۔

"ڈاکٹر صاحب کوئی پریشانی کی تو بات نہیں"۔

"مجھے لگتا ہے انہوں نے کسی چیز کی ٹینشن لے لی ہے، آپ پلیز کا خیال رکھیں"۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد اس نے دودھ کے ساتھ سلائس اور ٹیبلٹ طحہٰ کو کھلائی اور اس کے کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد اوپر ٹیرس پر چاند دیکھنے آ گئی۔ آخر کار اسے چاند نظر آ ہی گیا، دعا کے لئے ہاتھ کھڑے کئے تو خاموشی سے کچھ آنسو اس کی ہتھیلی پر آ گرے، پھر بغیر دعا مانگے ہی وہ نیچے آ گئی جہاں طحہٰ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گہری نیند سویا ہوا تھا، کتنی ہی دیر تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد نہ جانے اسے کیا ہوا کہ وہ آہستہ سے چلتی ہوئی بالکل اس کے قریب آ بیٹھی اور اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اسے لگا جیسے وہ جو اتنی دیر سے بھٹک رہی تھی اسے منزل مل گئی ہو۔ پھر اس کے قریب ہی وہ لیٹ گئی اور اسے خود بھی پتہ نہیں چلا کہ کب وہ نیند کی وادیوں میں گم ہوگئی ہے۔

☆............☆............☆

صبح اس کی آنکھ طحہٰ کی آواز پر کھلی۔

''تعبیر اٹھ جائیے پلیز سحری کا ٹائم نکلا جا رہا ہے''۔

تھوڑی دیر تک یوں ہی لیٹی رہنے کے بعد اس کا ذہن جب بیدار ہوا تو اپنی رات والی بے قراری یاد آئی تو شرمندہ رہ گئی۔ پتہ نہیں طحہٰ کیا سوچ رہے ہوں گے اس کے بارے میں، وہ گہری سانس لیتی تمام سوچوں کو جھٹکتی سحری بنانے لگی پھر کھانا ٹیبل پر لگانے کے بعد طحہٰ کو بلانے لگی۔

''آپ کی طبیعت ویسے ہی بہت خراب ہے، آپ پلیز آج روزہ نہیں رکھیں''۔

''ڈونٹ وری بہت سخت جان ہوں، کچھ نہیں ہوتا، تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے''۔ جبکہ وہ اس کے طنز پر مزید کوئی اور بات کیے کھانا کھانے لگی۔

''میں سوچ رہا تھا کہ آپ گھر میں ہر وقت فری رہتی ہیں تو آگے ایڈمیشن لے لیں''۔

''لیکن مجھے نہیں پڑھنا اب''۔ وہ ایک دم رُکھائی سے بولتی وہاں سے جانے لگی تو اس کا ہاتھ طحہٰ نے پکڑ لیا۔

''لیکن میں چاہتا ہوں اور میں تمہاری کتابیں اور فارم لے آؤں گا اس لئے ذہنی طور پر خود کو تیار کر لو اور میں انکار سننا پسند نہیں کرتا''۔ وہ اس کا ہاتھ چھوڑتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔ جبکہ وہ پیچھے جلتی کڑھتی اپنا غصہ برتنوں پر نکالنے لگی۔ پتہ نہیں خود کو سمجھتا کیا ہے آخر، ملازمہ ملی ہوں ناں جیسے جب دل چاہا حکم چلا لیا۔

☆............☆............☆

نماز پڑھنے کے بعد وہ جلدی جلدی افطاری کی تیاری کرنے لگی، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی طحہٰ نے اسے کال کی تھی کہ اس کے کچھ خاص مہمان آنے والے ہیں اس لئے وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی کہ دروازے پر ہوتی بیل پر دروازہ کھولا تو سامنے جس ہستی کو دیکھا بے یقینی سے گردن نفی میں ہلاتی چلی گئی۔

''اندر آنے کے لئے نہیں کہو گی''۔ تائی امی کی شرمندگی بھری آواز پر سائیڈ پر ہوگئی۔

''میری بچی مجھے معاف کر دو، میری وجہ سے ہی یہ سب ہوا، میں چاہتی ہی نہیں تھی کہ تم شیراز کی دلہن بنو اور اسی لئے جب تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا تو مجھے وجہ مل گئی اور میں نے تمہارے خلاف سب کو ورغلایا تاکہ تمہارے حصے کی جائیداد بھی شیراز کے نام ہو جائے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ تم سے کتنا پیار کرتا ہے لیکن دیکھ لو، تمہارے جانے کے بعد ہماری کمپنی کا دیوالیہ ہوگیا ہے اور شیراز وہ تو مجھ سے بات ہی نہیں کرتا''۔ تائی امی نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تو وہ ایک دم بوکھلا گئی۔

''تائی امی یہ آپ کیا کر رہی ہیں، مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے اور رہی بات شیراز کی تو اسے میں سمجھا دوں گی، وہ آپ سے ناراض رہ ہی نہیں سکتا''۔ تائی جان نے اسے گلے لگا لیا۔

پھر اذان کی آواز پر وہ سب روزہ افطار کرنے لگے اور جاتے ہوئے تائی جان نے اسے گھر آنے کی دعوت دی تو وہ خاموشی سے سر ہلانے لگی۔

''ایک اور بات میری بچی تم سے کہنی ہے۔ بیٹا طحہٰ بہت اچھا لڑکا ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ تم دونوں میں میاں بیوی والی کوئی بات نہیں ہے۔ بیٹا اب تمہارے لئے سب کچھ طحہٰ ہی ہے اور وہ تم سے بے حد پیار کرتا ہے، اس کی قدر کرو اور آج اسی کی وجہ سے تمہارے تایا ابو نے مجھے معاف کیا ہے''۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''آیئے تائی امی میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں، تابی تم دروازہ بند کر لو''۔ طحہٰ نے کہا۔

☆............☆............☆

دو گھنٹے سے زیادہ کا وقت بیت گیا تھا اور طحہٰ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا اور اوپر سے موسم بھی خراب ہو گیا تھا، تیز ہوتی بارش اور لائٹ بھی چلی گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی تنہائی، اسے لگتا تھا کہ اس کی جان ہی نکل جائے گی۔ ادھر اُدھر موبائل تلاش کرنے کے بعد طحہٰ کو کال ملائی تو نمبر ہی بند تھا، خوف کے ساتھ ساتھ اس پر غصہ بھی غالب آنے لگا۔

رو رو کر اس کا برا حال ہو گیا تھا کہ پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی طحہٰ کی آواز آئی تو وہ دوڑ کر اس کے سینے سے جا لگی۔

''اتنی دیر کہاں لگا دی، اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو مگر آپ کو اس سے کیا میں تو مسلط جو کر دی گئی ہوں آپ پر، بھلا آپ کیوں فکر کریں گے''۔ مسلسل رونے سے اس کا گلا خراب ہو گیا تھا۔

''ششش...'' اُس نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔

''بہت بولتی ہو تم، کبھی میری بھی سن لیا کرو، یار گاڑی خراب ہو گئی تھی اور اوپر سے موسم بھی خراب، مشکل سے مکینک کو تلاش کیا اور گاڑی ٹھیک کروانے کے بعد فوراً چلا آیا کہ ایک بے وقوف ضرور آنسو بہا رہی ہو گی''۔ وہ اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے آہستگی سے چننے لگا کہ اسی وقت لائٹ آ گئی، ساتھ ہی تعبیر کو اپنی حالت کا اندازہ ہوا تو فوراً اس سے علیحدہ ہونے لگی، طحہٰ پہلے ہی اس کا ارادہ بھانپ گیا اور اسے خود میں مزید بھینچ لیا۔

''پلیز چھوڑیئے مجھے نیند آ رہی ہے''۔

''او تمہیں نیند آ رہی ہے ہماری نیندیں اڑا کر آپ سونا چاہتی ہیں''۔ وہ اس کی ناک کو چھوتا ہوا بولا۔ جبکہ وہ اس کے انداز پر مزید خود میں سمٹ گئی۔

''اچھا اب سب لڑائیاں ختم کرتے ہیں اور صلح کرتے ہیں''۔ وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے بولا تو وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں کوئی ناراض نہیں ہوں آپ سے اور میں کیا لگتی ہوں جو مجھے حق حاصل ہو''۔

''ارے یار سب حق اب تمہارے نام ہی محفوظ ہیں''۔ وہ اسے خود پر گراتا ہوا بولا۔

''چھوڑیئے ناں، کیا ہے...''

''تمہیں لڑنے کا بہت شوق ہے، اف کیسے گزرے گی یہ زندگانی اور میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ہمارے بچے ہوئے تو وہ بھی تمہاری طرح ناراض ہوتے رہیں گے''۔ جبکہ وہ شرم سے سرخ ہوگئی۔ وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہوتا قہقہہ لگانے لگا اور وہ بھی مزید خفگی دکھائے بغیر اس کے سینے میں سمٹ گئی۔

''سنو''۔ وہ گمبھیر آواز میں بولتا اس کے اوسان خطا کر گیا۔

''لگتا ہے آپ میری جان لیں گے، پلیز ایسے تو نہ بولیں ناں''۔

''تو پھر کیسے بولوں''۔ وہ اس کے ہونٹوں پر اپنے لب رکھتے ہوئے بولا تو وہ مزید چھوئی موئی بن گئی۔

''پرسوں عید ہے اور میری تو آج ہی عید ہوگئی ہے، شاید اسی لئے ماں جی نے ہمیں تنہائی فراہم کی تھی تاکہ ہم قریب آسکیں اور دیکھو ان کا منصوبہ کامیاب ہوگیا۔ لیکن تم ہو بہت چالاک، میری ماں جی پر تو قبضہ کیا ہی ساتھ ان کے معصوم بیٹے پر بھی کر لیا''۔

''آپ اور معصوم، یہ کس نے کہہ دیا''۔ وہ اس کے الزام پر تڑپ اٹھی۔

جبکہ وہ تو اس کے معصوم حسن پر بہکتا جا رہا تھا اور تعبیر نے بھی بغیر کوئی مزاحمت کے خود کو اس کے سینے میں چھپا لیا تھا کہ طحہٰ نے اسے نہ صرف تمام رشتے لوٹائے تھے بلکہ اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر اسے معتبر کر دیا تھا کیوں کہ یہ روٹھی روٹھی لڑکی ہی اب اس کی زندگی تھی۔

☆............☆............☆

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی گُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

رابعہ افضال خان

افسانہ

یہ تیری یادیں اپریل بھی بے خبر نہ ہوئے

وہ تھکی ماندی حد درجہ بگڑے موڈ کے ساتھ بیزار سی جوں ہی گھر میں داخل ہوئی گیراج میں کھڑی کار کے بونٹ پر چڑھ کر بیٹھے حمزہ کی آواز نے اس کا موڈ مزید خراب کر دیا تھا۔

''ہیلو ڈیئر کزن!'' وہ بونٹ پر چڑھا مزے سے امرود کو دانتوں سے کتر رہا تھا۔

''فضول انسان''۔ وہ ویسے ہی تپی ہوئی تھی بڑبڑاتی آگے بڑھنے ہی والی تھی جبھی وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

''پلیز حمزہ! میں اس وقت تمہاری کوئی بھی فضول بکواس سننے کے موڈ میں ہرگز نہیں ہوں''۔ اس نے اپنا کالج بیگ دوسرے شولڈر پر منتقل کرتے بیزاری سے کہا تھا۔

''پلیز یار! بس دو منٹ''۔ وہ ملتجی لہجے میں بولا تھا۔

''جلدی بکو''۔ وہ جلد سے جلد اس کی فضول گوئی سے چھٹکارا چاہتی تھی۔

''پلیز نمرہ! تم مائنڈ مت کرنا''۔ وہ کچھ تذبذب کے عالم میں بولا تھا۔

''دو منٹ ہیں تمہارے پاس''۔ وہ کلائی پر بندھی واچ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''آئی لو یو نمرہ! رئیلی آئی لو یو''۔ وہ گھٹنوں کے بل فرش پر اس کے قدموں میں دو زانو بیٹھا اس سے اظہار محبت کر رہا تھا جبکہ نمرہ یکدم ہی جیسے سن سی کھڑی رہ گئی تھی۔

''حمزہ تم س... چ''

''اپریل فول...'' اس کے الفاظ اس کے منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے، حمزہ کھلکھلا کر ہنستا کھڑا ہوا گیا تھا جبکہ نمرہ جو کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کر اپنا آپ عیاں کرنے لگی تھی لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے خود کو سنبھالا تھا۔

''دیکھا بن گئی ناں فول، اب تو سر تسلیم خم کر دو کہ میں کمال کا ایکٹر ہوں اور بہت اچھی ایکٹنگ کر سکتا ہوں''۔ اس کی متغیر ہوتی رنگت سے بے خبر وہ اپنی ہی ہانک رہا تھا۔

''شٹ اپ جسٹ شٹ اپ''۔ وہ سرد لہجے میں کہتی تیزی سے اسے سائیڈ پر کرتی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی تھی۔

☆..........☆..........☆

''تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا، کیوں اس طرح کا گھٹیا مذاق کیا تو نے نمرہ کے ساتھ''۔ عوان نے صوفے پر بیٹھے حمزہ کو بری طرح گھورا تھا۔

''میں تم سے کچھ بکواس کر رہا ہوں''۔ حمزہ کی خاموشی پر عوان کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

''سچ کہوں تو دل کا حال سنانے ہی گیا تھا کہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں، اس کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی محال ہے''۔

''تو پھر یہ اپریل فول جیسی بکواس کیوں کی نمرہ سے''۔ عوان نے الجھ کر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

''یار! پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا، شاید دل کے کسی کونے میں ڈر کنڈلی مارے بیٹھا تھا کہ اگر اس نے منع کر دیا میری محبت سے انکار کر دیا تو نجانے میں برداشت کر پاؤں گا یا نہیں اور بس میری زبان سے وہ سب نکل گیا جو میں نے سوچا بھی نہیں تھا، تمہیں کیا لگتا ہے میں اس کے ساتھ حقیقت میں یہ فضول گھسا پٹا اپریل فول سیلیبریٹ کرنے گیا تھا''۔ آخر میں حمزہ نے عوان کے چہرے کو بغور دیکھا۔

''اب کیا کرو گے؟'' عوان نے اس کی بات اگنور کرتے نیا سوال کیا تھا۔

''فی الحال تو نمرہ کو منانے کے سو جتن کرنے پڑیں گے پھر معافی تلافی اور محبت کا یقین دلانا تو بعد کی بات ہے''۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی خوبصورت مسکان کھلی تھی۔

''تم بھی کمال کرتے ہو، نجانے کیا بنے گا تمہاری اس خاموش محبت کا''۔ عوان نے اس کے چہرے پر کھلتی مسکان کو دیکھا۔

''دعا کرنا جو بھی ہو اچھا ہی ہو، نمرہ مجھ سے کبھی دور نہ جائے''۔

''انشاء اللہ بہتر ہی ہو گا''۔ عوان کے لبوں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

بے ساختہ نکلا تھا۔

☆............☆............☆

وہ سیدھی اپنے کمرے میں آئی تھی دروازہ لاک کرتے بیگ کو پھینکتے وہ بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی زاروقطار روئی تھی۔

''اتنا گھٹیا مذاق حمزہ! اگر میں بھی تم پر اپنا آپ عیاں کر جاتی کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کر تو اپنی ہی نظروں میں گر جاتی، تمہارے اس اسٹوپڈ اپریل فول منانے کے چکر میں اگر میں نے بھی تم سے اپنے دل کا حال بیان کر دیا ہوتا، تو میری محبت کا بھرم تو ٹوٹتا ہی ساتھ میں میری ذات بھی بے وقعت ہو کر رہ جاتی، تم نے میرے دل کو ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ کاش کہ تم مجھ سے حقیقت میں محبت کا اظہار کرتے تو اس وقت میں خود کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی تصور کر رہی ہوتی''۔ وہ تکیے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی مگر دل تھا کہ سنبھل کر ہی نہ دے رہا تھا، نجانے کیوں اس کی آنکھوں سے نمکین پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا تھا۔

☆............☆............☆

آج وہ بڑے دنوں بعد ظہیر ہمدانی کے پورشن کی طرف آئی تھی، وہ بھی زرینہ بیگم نے زبردستی اس کے ہاتھوں میں بریانی کی ڈش تھما کر اسے بھیجا تھا کہ حمزہ کو بہت پسند تھی بریانی، وہ مارے باندھے چلی آئی تھی۔

''السلام علیکم تائی امی''۔ سامنے لاؤنج میں ہی روبینہ بیگم سبزی بنا رہی تھیں۔ جبکہ وہ سنگدل انسان ریموٹ سے چینل سرچنگ میں مصروف تھا۔

''وعلیکم السلام! بڑے دنوں بعد میری گڑیا آئی ہے''۔ روبینہ بیگم نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''وہ آئیں ہمارے گھر میں خدا کی قدرت، کبھی ہم انہیں کبھی بریانی کی ڈش کو دیکھتے ہیں''۔ حمزہ ایک ہی جست میں اس کے برابر میں آ کر بیٹھا تھا اور ڈش اپنی طرف کھسکائی تھی، وہ بس ایک خاموش نظر اس پر ڈال کر رہ گئی تھی۔

''نمرہ بیٹا! طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟'' روبینہ بیگم نے نمرہ کے اُترے چہرے اور خاموشی کو نوٹ کرتے کہا تھا۔

''نہیں تو تائی امی! میں بالکل فٹ فاٹ ہوں''۔ وہ یکدم ہی بشاشت سے بولی تھی۔

''تایا ابو نظر نہیں آ رہے''۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال مزید کرتیں اس نے ظہیر ہمدانی کے بارے میں پوچھ لیا۔

''جو پس منظر ہیں ان کی بڑی فکر ستا رہی ہے اور جو سامنے موجود ہیں ان پر نگاہ ڈالنا بھی گوارا نہیں''۔ حمزہ نے اس کے اداسی میں گھرے ملیح چہرے کو نظروں کی زد میں لیا تھا۔

''اچھا تائی امی! میں چلتی ہوں، تایا ابو کو میرا سلام کہیے گا''۔ وہ اس کی بات سنی اَن سنی کرتے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''ارے بیٹھو کھانا کھا کر جانا''۔ روبینہ بیگم نے سبزی کی ٹوکری اٹھاتے اسے روکا۔

''نہیں تائی امی! پھر آؤں گی''۔ کہنے کے ساتھ ہی وہ بنا حمزہ کو دیکھے لاؤنج سے نکلتی چلی گئی۔

''میڈم نمرہ نمیر ہمدانی خطرناک حد تک ناراض ہے''۔ حمزہ نے اس کی پشت پر لہراتی لمبی سی چوٹی پر نگاہ جمائے مسکراتے سوچا تھا۔

☆............☆............☆

ظہیر ہمدانی اور نمیر ہمدانی دونوں بھائی تھے۔ ظہیر ہمدانی کی شادی اپنی خالہ زاد روبینہ بیگم سے ہوئی تھی، ان کا ایک ہی بیٹا تھا حمزہ جبکہ نمیر ہمدانی کی شادی ان کے والد صغیر ہمدانی کے دوست علی احمد کی بیٹی زرینہ بیگم سے ہوئی تھی اور ان کے آنگن میں بھی نمرہ نام کا ایک ہی پھول کھلا تھا۔ دو سو چالیس گز کے بنے مکان میں دونوں بھائی رہائش پذیر تھے، ہاں پورشن ضرور

الگ الگ تھے جو کہ ان کے والدین نے اپنی زندگی میں ہی بنوا دیئے تھے کہ آپس میں جھگڑا نہ ہو، مگر روبینہ بیگم اور زرینہ بیگم دونوں ہی بڑی ملنسار اور رکھ رکھاؤ والی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ آج تک ان میں جیٹھانی دیورانی والی چپقلش جگہ نہ بنا پائی تھی۔ روبینہ بیگم نے شروع سے نمرہ کو حمزہ کی دلہن کے روپ میں دیکھا تھا، بس سب کے سامنے اظہار نہیں کیا تھا، ان کا ماننا تھا کہ وقت آنے پر وہ بس سیدھے سے نمرہ کا ہاتھ حمزہ کے لئے مانگ لیں گی اور انہیں پورا یقین تھا کہ انہیں مایوسی کا سامنا نہیں ہوگا۔

☆............☆............☆

''السلام علیکم چچا جان!'' اس نے لاؤنج میں قدم رکھتے خوشدلی سے سلام کیا تھا جو مٹھائی کھانے میں مصروف تھے۔

''وعلیکم السلام! آؤ بیٹھو برخوردار''۔ انہوں نے کھانے کا شغل ترک کرتے خوشدلی سے اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

''خیریت چچی جان، لگتا ہے کوئی اسپیشل گیسٹ آئے تھے''۔ اس نے ریفریشمنٹ سے بھری ٹیبل کو ایک نظر دیکھتے ٹیبل سمیٹتی زرینہ بیگم کو دیکھا۔

''ارے بیٹا! میرے دوست سرفراز احمد کو تو تم جانتے ہو، وہ اپنے بیٹے زاویار احمد کا نمرہ کے لئے پرپوزل لے کر آیا تھا اور ہاں کروا کر ہی دم لیا''۔ وہ ہنستے ہوئے بولے تھے مگر حمزہ کے اردگرد جیسے دھماکے سے ہونے لگے تھے۔

''آپ نے اتنی جلدی ہاں بھی کر دی''۔ وہ جیسے خودکلامی کے سے انداز میں بولا تھا۔

''اچھی لی بیٹا! سرفراز کو ہم سب ہی اچھی طرح جانتے ہیں اور پھر زاویار بھی دیکھا بھالا بچہ ہے، ہم نے تو جسٹ فارمیلٹی کے لئے ہی وقت مانگا تھا مگر وہ ناراض ہونے لگا تو بھائی بھابی کے ساتھ ساتھ نمرہ کی مرضی معلوم کرنے کے بعد ہم نے زاویار کے پرپوزل کے لئے ہاں کر دی، ویسے بھی بیٹا شادی تو کرنی ہے نمرہ کی''۔ نمیر ہمدانی نے اسے بڑی تفصیل کے ساتھ جواب دیا تھا۔

''اچھا میں چلتا ہوں''۔ وہ یکدم ہی جانے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔

''ارے بیٹھو بیٹا! میں چائے لاتی ہوں''۔ زرینہ بیگم نے محبت سے اسے دیکھا۔

''نہیں چچی جان! پھر کبھی سہی، ابھی تو ایک ضروری کام سے جانا ہے''۔ وہ کہنے کے ساتھ ہی تیزی سے ان کے پورشن سے نکل آیا تھا۔

''تم نے اچھا نہیں کیا نمرہ، بالکل اچھا نہیں کیا، ایک مذاق کی اتنی بڑی سزا''۔ اس کی آنکھوں کی سطح بھیگنے لگی تھی، دل میں نارسائی نے جنم لینا شروع کر دیا تھا۔

☆............☆............☆

''میں مر جاؤں گا اس کے بغیر، میں اسے اپنی نظروں کے سامنے کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتا جان دے دوں گا میں اپنی مگر اپنے سامنے اسے کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتا''۔ وہ پاگل ہوا جا رہا تھا۔

''او بھائی میرے، ذرا صبر سے کام لو''۔ عوان نے کمرے کا حدود اربع ناپتے حمزہ کو کھینچ کر اپنے برابر بٹھایا تھا۔

''اب بھی صبر سے کام لینے کا درس دے رہے ہو تم مجھے تاکہ کل کو وہ کسی اور کے نام ہو کر اس کی زندگی کا حصہ بن جائے اور میں گریبان چاک کرتا صحرا میں اس کے نام کی مالا جپتا نکل کھڑا ہوں''۔ وہ ویسے ہی تپا بیٹھا تھا عوان کی بات نے مزید جلتی پہ تیل کا کام کیا تھا۔

''اتنا اتاولا کیوں ہو رہا ہے، پرپوزل ہی او کے ہوا ہے ناں نکاح تو نہیں پڑھوایا ہے زاویار احمد کے ساتھ نمرہ کا جو ابھی سے پاگل پن کے دورے پڑنے لگے، جہاں بیری ہوتی ہے وہاں پتھر بھی آتے ہیں، کیوں دماغ پر حاوی کر لیا زاویار کے پرپوزل کو، میری مانو تو ایک کام کرو، تم بھی اپنا پرپوزل بھجوا دو، مجھے یقین

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہے زاویار پر نمرہ کے پیرنٹس تمہیں ترجیح دیں گے"۔ عوان نے اس کا کندھا تھپکتے ایک نئی راہ دکھائی تھی۔

"سب کچھ جانتے ہوئے اب میں اپنا پرپوزل نہیں بھجوا سکتا"۔ حمزہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر اچھے بچے کی طرح نمرہ کی شادی میں اس کے بھائی ہونے کی حیثیت سے شریک ہونے کی تیاری کرلو"۔ عوان نے دانت پیستے اسے گھورا۔

"عوان خبیث انسان"۔ حمزہ عوان کے پیچھے بھاگا مگر وہ پہلے ہی اس کے کمرے سے باہر نکل چکا تھا۔

"کیا کروں میں نمرہ کے بغیر کیسے جی پاؤں گا، کاش کہ میں نے اس دن اپریل فول کے نام پر وہ گھٹیا مذاق نہ کیا ہوتا تو آج اس طرح تڑپ نہ رہا ہوتا"۔

"یا اللہ! مجھے کوئی راستہ دکھا دے، تو بڑا رحیم ہے اے دلوں کے حال جاننے والے تو جانتا ہے کہ میں نمرہ سے کس قدر محبت کرتا ہوں، اپنی رحمت سے میری دعا کو قبول فرما"۔ وہ اپنی حاجت کو لئے اللہ کے دربار میں محو مناجات تھا۔

☆............☆............☆

وہ ٹیرس پر کھڑی آسمان پر نگاہ جمائے تھی، دل حد درجہ اداس تھا، زاویار کے پرپوزل کو اوکے تو کردیا تھا مگر نجانے دل کا ایک حصہ ویران کیوں ہوگیا تھا۔ ہزار بار خود کو جھٹلانے پر بھی دل کے سنگھاسن پر حمزہ بڑے طمطراق سے براجمان تھا۔

"کاش کہ زندگی کے اس سفر میں تم میرے ہمسفر ہوتے تو زندگی پھولوں کی طرح مہکتی ہوئی ہوتی، دل میں نارسائی و ہجر کے موسم کی جگہ موسم وصل کی بہار ہوتی، تم نے ایسا کیوں کیا حمزہ! اگر محبت نہیں تھی تو صبر کرلیتی مگر اظہار محبت اور وہ بھی مذاق، بہت گھٹیا مذاق کیا تم نے میرے دل اور میری زندگی کے ساتھ"۔ ایک بھولا بھٹکا آنسو نجانے کہاں سے اس کی آنکھ سے نکل کر اس کے گال میں کہیں گم ہوگیا۔

"نمرہ بیٹا! یہاں کیوں کھڑی ہو؟" زرینہ بیگم نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا تھا۔

"کچھ نہیں مما! بس یوں ہی"۔ اس نے لمحے میں خود کو کمپوز کیا تھا۔

"بیٹا! تم خوش تو ہو ناں"۔ زرینہ بیگم نے بیٹی کے اداس چہرے کو دیکھا۔

"جی مما! میں بہت خوش ہوں"۔ وہ دل پر پتھر رکھ کر بولی تھی۔

"سچ بول رہی ہو؟" انہوں نے اس کے چہرے سے بال ہٹاتے بغور دیکھا تھا۔

"جی بالکل سچ"۔ اس نے ان کے گلے میں بازو حمائل کردیئے۔

"اچھا چلو رات بہت ہوگئی ہے سو جاؤ"۔ وہ اس کے گال تھپتھپاتی کمرے سے نکل گئی تھیں۔ جبکہ وہ خالی نظروں سے بند ہوتے دروازے کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

☆............☆............☆

"خیریت روبینہ بیگم!" ظہیر ہمدانی نے انجان سوچوں میں گم روبینہ بیگم کو ہلایا تھا، وہ یکدم ہی چونک سی گئی تھیں۔

"کوئی پریشانی ہے"۔ انہوں نے ان کے بے حد سنجیدہ چہرے کو بغور دیکھا۔

"نہیں کچھ نہیں"۔ وہ ہنوز اسی انداز و لہجے میں بولی تھیں۔

"کچھ تو ہے بیگم! اگر بتانا نہیں تو الگ بات ہے، ساتھ میں گزارے 28 سالوں میں اتنا تو ہم آپ کو جانتے ہی ہیں"۔ انہوں نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تھا۔

"آپ جانتے ہیں نمرہ کو ہمیشہ میں نے اپنے حمزہ کی دلہن کے روپ میں دیکھا ہے، اس کے پیدا ہوتے ہی میں نے اسے اپنے حمزہ کی دلہن بنانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا، بس زبان پر یوں نہیں لائی تھی کہ وقت سے پہلے کہنا مناسب نہ لگا تھا، سوچا تھا وقت پر ہی سب کو دل کی بات بتاؤں گی اور آج جب وقت آیا تو میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ کسی اور کے آنگن میں رنگ بکھیرنے چلی جائے گی، ذرا سی غفلت نے میرا برسوں پرانا خواب میری آنکھوں سے چھین لیا"۔ ان کی آواز بھرا سی گئی تھی، ظہیر صاحب نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

"بیگم! اس طرح اداس ہونے کا اب کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ سب قسمت کی بات ہے اسے کسی اور کے گھر کی بہو بننا تھا اور پھر حمزہ کے دل کا حال بھی تو ہم نہیں جانتے، کیا پتہ وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ ہو، آپ اس طرح اداس و ملول نہ ہوں، جو بھی ہوگا بہتر ہی ہوگا، خوشی خوشی منگنی میں شریک ہونے کی تیاری کریں، ہمارے گھر کے سونے آنگن کو رنگوں سے سجانے والی بھی اللہ نے ضرور منتخب کر رکھی ہوگی"۔ ظہیر صاحب نے اپنی شریک حیات کو تسلی دی تھی، وہ دھیرے سے آنکھیں صاف کرتی مسکرا دیں۔

☆............☆............☆

"حمزہ! تم ابھی تک تیار نہیں ہوئے"۔ روبینہ بیگم نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے اوندھے منہ لیٹے حمزہ کو آواز دی تھی۔

"حمزہ! میں تم سے مخاطب ہوں"۔ اس کے ٹس سے مس نہ ہونے پر انہوں نے جھک کر اس کا کندھا ہلایا تھا۔

"مما پلیز! آپ لوگ جائیں مجھے کہیں نہیں جانا"۔ ہنوز اسی پوزیشن میں لیٹے لیٹے جواب دیا تھا۔

"حد ہوتی ہے بے وقوفی کی حمزہ! تمہارے پاپا دو مرتبہ پوچھ چکے ہیں اور بھائی صاحب بھی بار بار پوچھ رہے ہیں، جلدی تیار ہو کر چچا کے پورشن میں پہنچو"۔ کمرے کا پھیلاوا سمیٹتے سمیٹتے انہوں نے خاصا لمبا لیکچر دیا تھا۔

"پلیز مما! میرے سر میں بہت درد ہے"۔ اس کے لہجے سے بھاری پن عیاں تھا۔ روبینہ بیگم ناول سائیڈ پر رکھتے اس کے پاس آ کر بیٹھی تھیں۔

"حمزہ! کیا بات ہے؟" انہوں نے اس کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

"کوئی بات نہیں ہے"۔ وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا، انہوں نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا تو پتہ چلا کہ اسے تیز بخار ہو رہا تھا۔

"حمزہ! میری جان کیا بات ہے، اتنا تیز بخار ہو رہا ہے اور تم نے بتایا بھی نہیں"۔ وہ یکدم ہی اپنے اکلوتے لخت جگر کے لئے فکرمند ہوئی تھیں۔

"بولو بیٹا! کیا بات ہے چہرہ کیوں اتنا اترا ہوا ہے، اب اپنی ماں سے بھی چھپاؤ گے"۔ وہ اس کی مستقل خاموشی پر بولی تھیں۔

"مما! میں نمرہ کے بغیر نہیں جی پاؤں گا، بہت محبت کرتا ہوں میں نمرہ سے، اگر وہ مجھے نہ ملی مجھ سے جدا ہوگئی تو میں جی نہیں پاؤں گا، اسے کھو کر میں مر جاؤں گا مما"۔ وہ اپنی سرخ انگارہ آنکھیں کھول کر انہیں دیکھتا ہوا جو انکشاف کر رہا تھا وہ روبینہ بیگم کو شاک میں مبتلا کر گیا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو حمزہ! ہوش میں تو ہو"۔ وہ اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتی سخت لہجے میں بولی تھیں۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں مما! آئی لو ہر، میں نہیں جی پاؤں گا اس سے جدا ہو کر"۔ وہ اسی طرح تڑپتے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"تو پہلے کیوں نہیں کچھ کہا، اب جبکہ اس کی رسم ہونے جا رہی ہے تو تم یہ شوشا چھوڑ رہے ہو"۔ روبینہ بیگم نے افسوس سے کہتے اس کے حد درجہ اداس چہرے کو دیکھا اور جواباً وہ انہیں سب بتاتا چلا گیا۔

"یہ تم نے کیا کیا حمزہ! ایسے بھی کوئی کرتا ہے محبت کو مذاق کا نام دے کر اس کے پندار کو بھی ٹھیس پہنچائی اور خود اپنی محبت کا بھی مذاق اڑایا، کیا ہے یہ اپریل فول ایک بے نام و نشان گوروں کا اپنا ایجاد کیا ہوا دن اپریل فول کے نام پر گھٹیا سے گھٹیا مذاق کر کے دوسروں کو بے وقوف بنانا اور کبھی اپریل فول کے نام پر کسی کا دل دکھانا کسی کی عزت نفس کو کچل دینا، کبھی سوچا ہے کہ دوسروں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کو بے وقوف بناتے، دوسروں کا دل دکھاتے ہم ذرا احساس نہیں کرتے۔ تم نے بھی نمرہ کے ساتھ ایسا ہی کیا، اسے اپریل فول کے نام پر بے وقوف بنایا، اس کا دل دکھایا اور یہی بات اللہ کو پسند نہیں آئی، تو اللہ نے تمہیں بھی اسی دکھ کا حصہ بنا دیا۔ اب احساس ہو رہا ہو گا کہ کتنا درد ہوتا ہے جب دل ٹوٹتا ہے، میری تو اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری نوجوان نسل کو ہدایت عطا کرے اور ان فضول تہوار ویلنٹائن ڈے، اپریل فول، نیو ایئر جیسی خرافات سے دور رکھے، ان فضول تہواروں نے ہماری نوجوان نسل کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اللہ پاک تمام نوجوان نسل کو ہدایت عطا کرے"۔ روبینہ بیگم نے اچھی خاصی طبیعت صاف کر دی تھی اپنے چہیتے سپوت کی۔

"پلیز مما! کچھ کریں میں نے اگر غلطی کی ہے تو میں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے کے لئے بھی تیار ہوں، مگر میں نمرہ کے بغیر نہیں رہ سکتا"۔ وہ روبینہ بیگم کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا تھا۔

"ابھی تو فی الحال تیار ہو کر نیچے آؤ، بعد میں دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے"۔ وہ گہری سانس لیتی باہر نکل گئیں۔

☆......☆......☆

وہ اپنے کمرے کے ٹیرس پر تاروں سے بھرے آسمان پر نگاہ جمائے کھڑی تھی، ٹھنڈی ہوا اس کے وجود سے ٹکراتی آگے کو بڑھ رہی تھی، کل تک کتنی اداس و ملول تھی وہ زاویار سے انگیج ہونے کے بعد سے اور اب وہ حمزہ کے نکاح میں تھی، سب کچھ کسی خواب کی مانند لگ رہا تھا، نجانے کیا ہوا تھا کہ اچانک ہی سرفراز انکل کی فیملی سے معذرت کر کے انہیں منع کر دیا گیا تھا اور آج وہ حمزہ کے نکاح میں تھی۔

وہ جتنا حیران ہوتی کم تھا، وہ تو سمجھی تھی کہ اس نے حمزہ کو زندگی بھر کے لئے کھو دیا ہے، وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ جبھی اسے اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا تھا، وہ یکدم ہی اپنی سوچوں سے باہر نکلی تھی اور اپنے سامنے موجود حمزہ کو دیکھ کر یکدم ٹپٹائی تھی۔

"حمزہ! تم کیسے آئے؟" وہ گھبراہٹ زدہ لہجے میں بولی تھی۔

"پیروں سے چل کر آیا ہوں"۔ وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"میرا مطلب ہے تم یہاں اس وقت کیوں آئے؟" وہ اب بھی غلط سوال کر گئی تھی۔

"تمہیں دیکھنے آیا ہوں"۔ وہ ہنوز اسی لہجے میں بولا تھا۔

"دیکھ لیا اب تم جاؤ یہاں سے، کوئی دیکھ لے گا تو کتنا برا لگے گا"۔ وہ باقاعدہ اسے باہر کی طرف دھکیلتے ہوئے بولی تھی، جبھی حمزہ نے اس کے نازک ہاتھوں کو اپنے مضبوط و توانا ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔

"ابھی تو تمہیں میں نے نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں ہے اور تم مجھے دھکے دے کر نکال رہی ہو اور دوسری بات کوئی دیکھتا ہے تو دیکھ لے، میں اپنی بیوی کے پاس آیا ہوں، مجھے کسی کا کوئی ڈر نہیں ہے، اب سے تم میری ہو چکی ہو"۔ اس کے لہجے کی گھمبیرتا نے نمرہ کی بولتی لمحے میں بند کروائی تھی، اس کی پلکیں یکدم ہی اس کے عارضوں پر جھک گئی تھیں۔

"تم خوش ہو میرے ساتھ؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد وہ بولا تھا۔

"اگر خوش نہ ہوتی تو اس وقت تمہارے نکاح میں نہ ہوتی"۔ اس نے آہستہ سے جھکی پلکوں کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"تھینک یو نمرہ!" اس کے جواب نے گویا اس کے دل میں ڈھیروں پھول کھلا دیئے۔

"مگر میں آپ سے ناراض ہوں"۔ وہ ایک نظر اس کے خوشی سے چمکتے چہرے پر ڈال کر بولی تھی۔

"جانتا ہوں اور اس کے لئے تم سے معافی کا طلبگار ہوں، یقین مانو نمرہ! میرا ارادہ ہرگز تمہارے دل کو ٹھیس پہنچانے کا نہیں تھا، میں سچ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں، آج سے نہیں بہت پہلے سے، مگر نجانے میرے دل میں یہ کیسا خوف تھا کہ اگر تم نے انکار کر دیا تو میں جی نہ پاؤں گا اور بس وہ سب کچھ کہہ دیا میں نے جو مجھے کبھی نہیں کہنا چاہئے تھا"۔ وہ شرمندہ سے لہجے میں تفصیل بتاتا چلا گیا۔

"پلیز یار! معاف کر دو نا"۔ وہ کان کھجاتا بول رہا تھا۔

"کر دیا"۔

"اب تو ناراض نہیں ہو نا؟"

"سچ کہوں تو بہت ناراض تھی، بھلا ایسے بھی کوئی کرتا ہے، پہلے محبت کا اظہار کیا پھر اپریل فول کہہ دیا، اگر میں بھی تمہارے اس مذاق کو سچ مان لیتی تو سوچو میں اپنی ہی نظروں میں گر جاتی یا پھر تمہارا ذرا سا مذاق ہمیں زندگی بھر کے لئے ایک دوسرے سے الگ کر سکتا تھا، جانتے ہو تمہارا ذرا سا مذاق چار لوگوں کی زندگی برباد کرنے کا سبب بن جاتا، اپنے ساتھ ساتھ تم مزید تین زندگیوں کو داؤ پر لگانے چلے تھے۔ آپ کا مذاق عمر بھر کے لئے ہمارے دلوں میں نارسائی و ہجر کو ڈیرہ جمانے کا موقع دے دیتا"۔ کہتے کہتے اس کی آواز بھرانے لگی تو وہ چپ ہو گئی۔

"اب معاف بھی کر دو یار"۔ وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

"ایک شرط پر"۔

"کون سی شرط؟"

"آئندہ کبھی آپ انگریزوں کے بنائے گئے فضول سے تہواروں کو نہیں منائیں گے"۔

"کبھی نہیں، پہلے ہی اس فضول سے اپریل فول کے چکر میں میرا زندگی بھر کا نقصان ہونے سے بچا ہے، یہ تو میرے رب کی مہربانی ہے جو اس نے چوٹ لگنے سے پہلے مجھے سنبھلنے کا موقع دیا ہے، مجھے میری محبت سے دور نہیں ہونے دیا، دوبارہ کبھی تو میں ان فضول تہواروں کا خیال تک اپنے دل میں نہ لاؤں گا"۔ وہ پوری سچائی سے بولا تھا۔

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی میری منگنی تو زاویار سے ہوئی تھی"۔ وہ الجھن بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"چچی جان نے سرفراز انکل کی فیملی سے معذرت کر لی، یہ سب کیسے ہوا، وہ ایک الگ کہانی ہے، وہ پھر کبھی فرصت میں سناؤں گا، ابھی تو بس تمہیں دیکھنے آیا ہوں"۔ وہ آخر میں شرارت سے بولا تھا۔

"ٹھیک ہے دیکھ لیا اب آپ جا سکتے ہیں"۔ وہ دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"تم ضرورت سے زیادہ اسمارٹ نہیں بننے لگی ہو"۔ وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"اپنے مطلب کی ساری باتیں پوچھ کر مجھے دروازے کا راستہ دکھا رہی ہو"۔ وہ اس کے حسین چہرے کو دیکھتا ہوا بولا۔

"حمزہ! باہر نکل آؤ چچا جان اوپر آ رہے ہیں"۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی دھاڑ سے دروازہ کھول کر عوان نے زوردار طریقے سے آواز لگائی تھی۔

"ایک منٹ بس"۔ حمزہ نے پہلے عوان کو جواب دیا اور پھر جینز کی پاکٹ سے میرون کیس نکالا اور نازک سی رنگ نمرہ کی انگلی میں پہنائی تھی۔

"یہ میری محبت کی پہلی نشانی ہے جسے میں ہمیشہ تمہاری انگلی میں دیکھنا چاہوں گا، آئی لو یو نمی، انشاءاللہ جلد دوبارہ ملاقات ہو گی"۔ وہ کہتے کے ساتھ ہی اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

"آئی لو یو ٹو حمزہ!" انگلی میں بڑی خوبصورت و نازک سی رنگ کو چومتی خوشی سے سرشار لہجے میں بولی تھی۔ آگے کا سفر یقیناً حمزہ کی ہمراہی میں بہت خوبصورت تھا۔

☆......☆......☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سحرش فاطمہ

افسانہ

غلطی کس کی

اسمبلی کی گھنٹی بجنے کے بعد سب ہی بچے اپنی کلاسز کی طرف جارہے تھے تبھی دو اسٹوڈنٹس آپس میں باتیں کرتے ہوئے اپنی کلاس کی طرف رواں تھے۔

"یہ دیکھو"۔ پنکی نے ہاتھ میں لہراتے کوئی چیز

دکھائی۔

"ارے یہ یہاں اسکول کیوں لے آئیں، کسی نے دیکھ لیا تو؟" شیری تو ایک دم بوکھلا گیا۔

"نہیں کسی کو پتا نہیں چلے گا"۔ پنکی اب اس چیز سے کھیلنے میں لگ گئی۔

"میرے پاس بھی ہے میں کل لے کے آؤں گا"۔ شیری نے منہ چڑا کے کہا۔

"ہاں تو لے آنا ویسے تم نے نمبر کبھی نہیں دیا مجھے"۔ پنکی نے شیری کے کندھے پر ایک مکا جڑتے کہا۔

"جس چیز کی اسکول میں ضرورت نہ ہو تو اس کے بتانے کا بھی کیا فائدہ؟" شیری نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب لیکچر بند کرو، یہ کاشی نہیں دکھ رہا؟" پنکی نے موضوع بدل دیا۔

"ہاں ابھی تک تو آجانا چاہئے تھا"۔ شیری بھی اٹھ کھڑا ہوا کہ کہیں دور سے کاشی نظر آجائے۔

☆..........☆..........☆

پروین عرف پنکی، شیراز عرف شیری اور کاشان

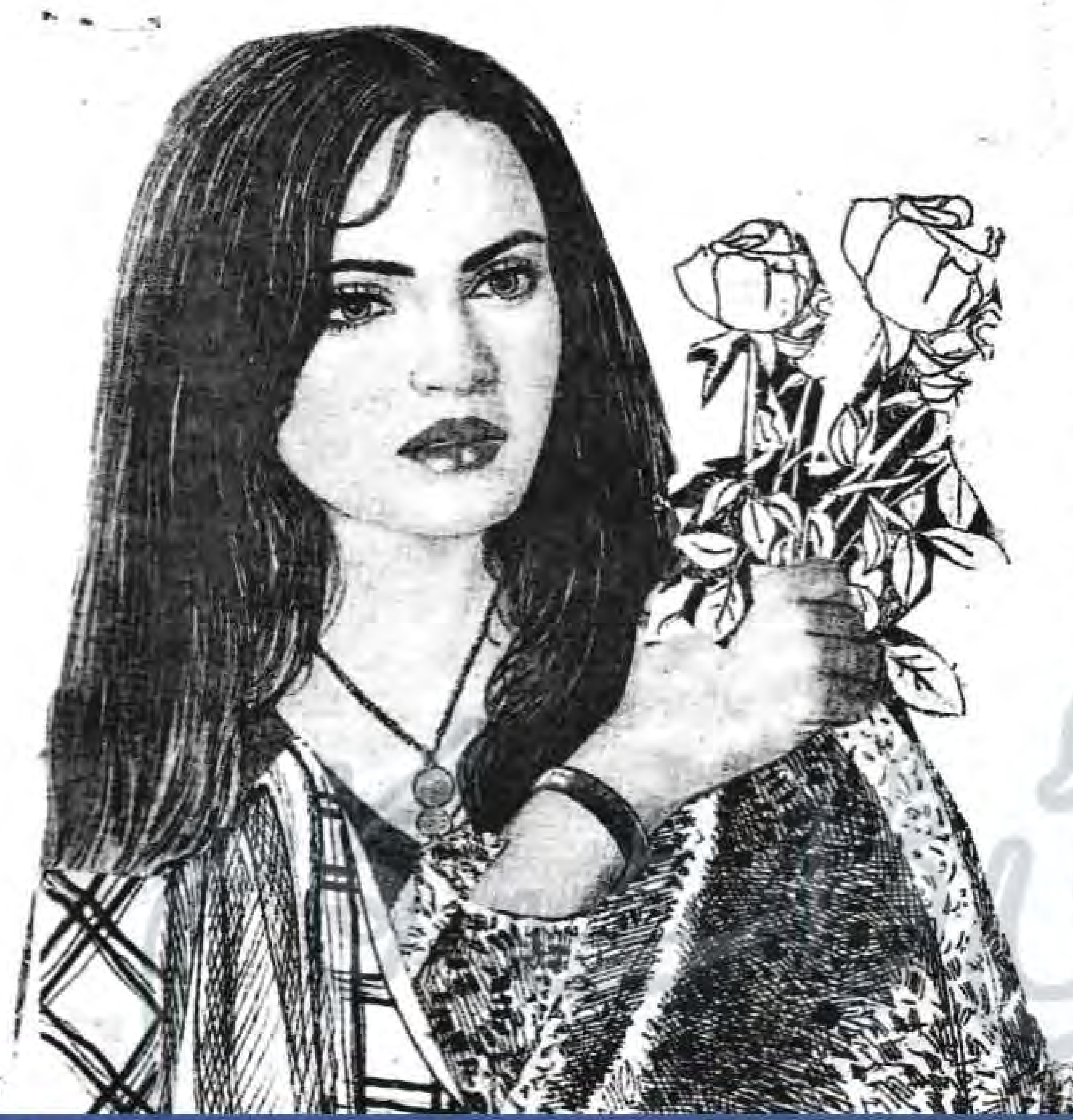

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عرف کاشی یہ تینوں شہر کے سب سے اعلیٰ اور مہنگے ترین اسکولوں میں سے ایک اسکول کے طالب علم تھے۔ ان کے والدین نے ان کو ہر طرح سے آزادی دی ہوئی تھی تو پیسے کی بھی کوئی کمی نہ رکھی جو خواہش زبان پر ہوتی فوراً پوری ہو جاتی۔ پنکی البتہ کہیں کہیں مار کھا جاتی کہ ابھی اس کے ہاں دادا دادی پائے جاتے تو اس پر نظر زیادہ ہوتی، روک ٹوک بھی۔ اس کا نام بھی دادا دادی کا دیا ہوا تھا اس لئے پرانا تھا۔ شیری کو ہر چیز مل جاتی لیکن وہ ظاہر نہ کرتا بلکہ ضرورت کے تحت استعمال کرتا۔ کاشان یعنی کاشی رشتے میں شیری کے ماموں کا بیٹا تھا لیکن اس کا الٹ تھا، اسے ہر چیز دکھانے اور سب کو جلانے اور تعریف بٹورنے کا بہت شوق تھا۔

☆............☆............☆

''کاشی! میں تم سے تنگ آ گئی ہوں''۔ کاشان کی امی نے سخت بےزار ہو کر کہا۔

''کیا کوئی ماں اپنے بیٹے سے بھی تنگ آ سکتی ہے''۔ کاشان بھی کہاں چپ رہنے والا تھا۔

''بہت زبان نہیں چلنے لگ گئی تمہاری؟'' امی نے غصے سے کہا۔

''زبان ہے تو چلے گی ناں''۔ کاشان نے جواب دیا۔ کاشان اور اس کی ماں کے بیچ اکثر ہی ایسی گفتگو ہوتی جس میں کاشان بنا سوچے سمجھے بول جاتا۔

''کیا کروں میں تمہارا''۔ صوفے پر بیٹھ کر امی نے سر پکڑ کر کہا۔

''میں آپ کا سگا بیٹا ہی نہیں ہوں ورنہ میری بات رد نہ کرتیں''۔ منہ پھیرتے ہوئے کاشان نے کہا تو کاشان کی ماں مسز احمر کا پارہ چڑھ گیا۔

''تم کیا اسکول میں یہی سب سیکھنے جاتے ہو؟ آج اسکول جا کے تو دکھاؤ سارا دن کمرے میں بند رکھوں گی، اور کھانا بھی بند آج کا''۔ کاشی پیر پٹختا کمرے میں چلا گیا۔ مسز احمر نے اپنے دُکھتے سر کو دبایا تبھی احمر بھی آ گئے۔

''کیا ہوا امبر؟''

''وہی جو روز ہوتا ہے''۔ کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''آج کیا ڈیمانڈ آئی ہے؟'' احمر جیسے جانتا تھا۔

''کہتا ہے مجھے وہ ایک لاکھ والا فون چاہئے''۔ امبر نے سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

''کیا؟ اس کی عمر ہے؟ اس نے جو کہا اسے ملا، اسے پتا بھی ہے ایک لاکھ کتنا ہوتا ہے؟'' احمر نے حیرانگی سے کہا۔

''آپ ہی پوری کریں اس کی خواہش، بدزبانی کرنے لگا ہے''۔ امبر چڑی ہوئی تھی۔

''اس نے کہا ہے تو پوری کرنی ہوگی ناں بات''۔ احمر بھی ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔

''کیسے باپ ہیں آپ؟ خود ہی اپنے بیٹے کو بگاڑ رہے ہیں۔ آپ کو پتا ہے ناں کتنا بڑا نقصان ہوا ہے ہمیں اس پروجیکٹ میں''۔ امبر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''سوچنے دو مجھے کوئی طریقہ''۔ ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''بیٹھے سوچتے رہیں میں چلی، آج تو این جی او کی میٹنگ ہے، اوکے بائے''۔ امبر اب خود سکون میں آ گئیں۔ امبر اپنی ہائی ہیلو کی ٹک ٹک آواز کرتی چلی گئیں۔ یہ جیسے اس گھر میں روز ہی کی بات ہوتی تھی۔

☆............☆............☆

کلاس میں حاضری لی جا رہی تھی۔

''پروین؟'' کلاس میں مکمل خاموشی تھی۔

مس انساء نے پروین کو پکارا لیکن وہ اپنا سر ڈیسک پر ٹکائے بیٹھی رہی۔

''کیا پروین آج آئی نہیں؟'' مس نے پوچھا۔

''مس آپ کسی پروین کو بلا رہی ہیں یہاں تو پنکی ہے''۔ کسی بچے نے ہانک لگائی اور پوری کلاس میں ہنسی کی آواز گونج گئی۔

6
WWW.PAKSOCIETY.COM

''سائلنس''۔ مس انساء اپنی جگہ سے اٹھیں، انہیں ایک طالبہ دکھائی دی جس کا سر ڈیسک پر ٹکا ہوا تھا۔ مس انساء نے پہلے تو آواز دی وہ سمجھ گئی تھیں کہ یہ پنکی ہی ہے لیکن جواب ندارد۔ مس نے ہاتھ سے اس کا کندھا ہلایا، دو تین دفعہ کرنے پر ہڑبڑا کر پنکی نے سر اٹھایا اور اس کی گود میں رکھا موبائل نیچے گر پڑا۔ مس انساء کو ''ٹھا'' کی آواز نے متوجہ کیا۔ پنکی اب چونک کر کھڑی ہو گئی۔ ساری کلاس کو چور نظروں سے دیکھتی اس نے غصے سے دیکھتی مس انساء کو دیکھا۔

''مس وہ...''

''شٹ اپ... ایک لفظ نہیں نکالئے گا''۔ مس انساء نے غصے سے کہا۔

''سوری مس!'' پنکی منمنائی۔

''سوری... آپ موبائل لے کر آئی ہیں اور کلاس میں سوئی ہوئی تھیں؟ فوراً میرے ساتھ چلیں پرنسپل کے آفس''۔ مس نے ہاتھ سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

''سوری مس! آئندہ ایسا نہیں ہوگا''۔ پنکی نے رونا شروع کر دیا۔

''کیا آپ کی رول بک میں نہیں لکھا ہوا کہ ایسی چیزیں لانا منع ہے؟'' ہاتھ باندھ کر مس انساء نے پوچھا۔

''جی، جی مس''۔ پنکی نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔

''آج کل کے بچے بھی بلکہ بچوں کا کیا قصور ہے یہ تو ماں باپ کا ہوا ناں''۔

دونوں اب پرنسپل کے روم میں موجود تھیں۔ پرنسپل نے پنکی کو دیکھا اور مس انساء کی شکایت کا جواب دیا۔

''میم غلطی جس کی بھی ہو رول سب کے لئے ہیں، آج پروین نے کیا کل کو کوئی اور اصول توڑے گا؟ اور حالت دیکھیں اس کی، کلاس میں سوئی ہوئی تھی آنکھیں سوجی ہوئی ہیں''۔ مس انساء نے پنکی کی طرف اشارہ کیا۔

''پروین آپ اسکول پڑھنے آتی ہیں یا سونے؟'' پرنسپل نے سوال کیا۔

''سوری میم! پتا نہیں کیسے آنکھ لگ گئی''۔ پنکی نے آرام سے جواب دیا۔

''آپ مجھ سے بات کر رہی ہیں اپنے گھر میں نہیں کہ ایسے جواب دیں''۔

''ان کے گھر فون ملائیں''۔ پرنسپل نے ڈانٹا اور مس انساء کو حکم دیا۔

☆............☆............☆

''بیوقوف لڑکی! اسے موبائل لے کر آنے کی ضرورت کیا تھی، اب آنٹی انکل کو بلوائیں گے اوپر سے کاشی کا بچہ بھی نہیں آیا''۔ شیری پیچ و تاب کھاتا رہا۔

اسی اثنا میں پنکی کے گھر والے آ گئے اور معذرت کی۔

''آپ والدین بچوں کو ہر چیز لا دیتے ہیں پر یہ نہیں سوچتے کہ ان کی عمر ہے بھی یا نہیں؟'' پرنسپل کا لہجہ سخت تھا۔

''جی ہمیں اندازہ ہے لیکن میم یہ ابھی بچی ہی ہے غلطی تو ہو جاتی ہے معاف کر دیں اس دفعہ''۔ پنکی کے امی ابو نے شرمندہ ہو کر کہا۔

''بچی؟ آپ نے اس بچی کو بڑوں والا موبائل لا دیا، سم بھی دے دی اور اسے بچی کہہ رہے ہیں؟ یہ بچی ہوئی یا آپ لوگ؟'' پرنسپل استہزائیہ ہنسیں۔

''ہم اپنی غلطی مان رہے ہیں اب کیا معافی نامہ لکھوانا ہے؟'' پنکی کی امی کو کوفت ہونے لگی۔

''جی یہی کرنا ہوگا، یہ ان کی پہلی وارننگ ہے ایسا نہ ہو میں یہ آخری کر دوں''۔ پرنسپل کو پنکی کی امی کا رویہ اچھا نہیں لگا۔

''اے پنکو!'' شیری نے دور سے جاتی پروین کو آواز دی۔

''شیرو کے بچے پنکو نہ کہا کرو''۔ پروین نے غرا کے کہا۔

''تجھے کہا کس نے تھا لانے کو، اب بتاؤ کیا ہوا؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

شیری نے مطلب کی بات کی۔
''ہونا کیا تھا یار، میم نے معافی نامہ لکھوادیا، آئی بڑی کہہ رہی تھی پہلی وارننگ دی ہے کہیں آخری نہ کردوں... مائی فٹ! اس کے تو بڑے بڑوں کو دیکھ لوں گی''۔ شیراز نے زوردار قہقہہ بلند کیا۔
''کیا ہوا اب؟'' بھنویں اچکا کر پنکی نے کہا۔
''بڑے بڑوں کو دیکھنا بعد میں، کسی انڈین ڈرامے کی اکڑو ہیروئن گھر جا کر اماں ابا اور دادا دادی کا پیار لینا تم''۔ شیری نے اسے امی ابو کی ڈانٹ سے ڈرایا۔
''دفع ہو جاؤ تم کلاس میں پڑھا کو، میں کینٹین میں ہی ہوں چھٹی تک''۔ پنکی اپنا بیگ اٹھانے چلی گئی۔

☆............☆............☆

''یہ مام بھی ناں کہیں سے لگتی ہی نہیں کہ میری سگی مام ہیں''۔ کاشان کمرے میں ہی رہا باہر نہیں نکلا اور اب بھوک بھی لگنے لگی پر جانتا تھا کچن بھی لاک کر گئی ہوں گی اس کی امی۔
''کیا کروں؟ ارے ہاں''۔ ایک دم سے اس کے دماغ میں آیا کہ اس کے پاس کریڈٹ کارڈ پڑا ہے۔ اس نے اپنی پسند کے ریسٹورنٹ کال کی اور گھر پر کھانا منگوایا۔
کھانا کھا کر وہ تو مزے سے سوگیا پر جب امبر گھر آئی تو اس کے کمرے میں گئی اور دیکھ لیے اس نے کھانے کے کئی ڈبے۔
''یہ نہیں سدھرے گا''۔ امبر نے دل میں سوچا۔
''کیا کروں میں اس کا، ابھی سے یہ اتنا لاپرواہ ہے، شیری بھی تو اس کے جتنا ہے وہ سمجھدار اور یہ''۔ امبر بڑبڑاتی اپنے کمرے میں آگئی اور سوچ لیا آج سے کاشان کی کوئی فرمائش پوری نہیں کریں گی جو مہنگی ہو۔

☆............☆............☆

''پنکی یہاں آؤ!'' پروین نے اسکول سے آتے گھر میں قدم رکھا تو اس کے بابا نے گرجتے ہوئے بلایا۔
''جی''۔ پنکی ان کے پاس آگئی تھی۔
''تم جانتی ہو آج تمہاری وجہ سے ہماری کتنی انسلٹ ہوئی ہے''۔ پنکی کے ابو نے کہا۔
''میری وجہ سے کیسے؟'' پنکی نے لاعلمی کا مظاہرہ کیا۔
''تو کیا ہماری خود کی وجہ سے؟'' اپنی طرف اشارہ کیا۔
''یہ تو آپ ہی جانیں''۔ پنکی نے کندھے اچکائے۔
''بدتمیز بدلحاظ''۔ انہیں غصہ آگیا تھا۔
''پاپا پلیز! مجھے یہ الفاظ نہ کہیں، میں پڑھی لکھی ہوں، اچھے اسکول کی ہوں، کچھ اسٹینڈرڈ ہے میرا''۔ پنکی نے سب شرم لحاظ تمیز پیچھے چھوڑ دی تھی۔ پروین کے پاپا فرقان نے غصے سے مٹھی بند کی اور بلند آواز میں کہا۔
''جاؤ اپنے کمرے میں آج سے تمہارا موبائل کلب دوست سب بند''۔
''کبھی ماما کا بھی بند کردیا کریں''۔ پروین بھی چپ نہ رہی اور یہ کہہ کر اپنے کمرے میں آگئی۔
اسکول اب بھی تینوں جاتے جب گھر آتے کاشان اور پروین کسی سے بات نہ کرتے، کھانا تک کمرے میں کھاتے جبکہ شیراز ایسا نہ تھا، پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنے اپاہج دادا کو سیر کرانے لے جاتا، اپنی ماں کے ساتھ کچن میں بھی وقت گزارتا، اپنے پاپا کے ساتھ نیوز بھی دیکھتا، وہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ بچہ تھا۔
''یہ پنکی کہاں گم ہے آج کل؟'' کاشی نے شیری سے پوچھا۔
''مجھے کیا پتا اسکول کے بعد میرا اس سے رابطہ نہیں ہوتا''۔ شیراز نے بے فکری سے جواب دیا۔
''ہاں اب تو موبائل بھی نہیں ہے اس کے پاس''۔ کاشی نے فکرمندی سے کہا۔
''تم لوگ اب بھی اسی چیز میں ہو، امتحان سر پر ہیں پڑھائی پر توجہ دو''۔ شیری نے تمہید باندھی۔
''پڑھائی پہ توجہ دو''۔ کاشی نے اس کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

''تم آخر سنجیدہ کیوں نہیں ہوتے، ماموں کو بہت فکر ہوتی ہے''۔ شیراز نے سمجھانا چاہا۔
''بس بس تم سے تو لیکچرر کی ہی امید کرسکتے ہیں''۔ دونوں میں گفتگو چل رہی تھی کہ دونوں نے پنکی کو کسی اور کے ساتھ اسکول سے باہر جاتے دیکھا۔
''تم نے دیکھا شیری؟'' شیری نے تاسف سے سر ہلایا، اس سے کچھ بولا نہ گیا۔
''یہ کب سے؟''
''چھوڑو کاشی! اس کی زندگی ہے تم اپنے آپ پر دھیان دو''۔
چھٹی کے وقت شیری کا ارادہ تھا کاشی کے ساتھ گھر جائے اس کے تاکہ اس کی پڑھائی میں مدد کرسکے۔ پورے اسکول میں دیکھا کہیں نہیں ملا، وہ مایوس ہو کے واپس جا ہی رہا تھا کہ راستے میں ایک جگہ اسے کچھ لڑکوں کی باتوں کی آوازیں آئیں، انہی کو سن کر وہ اس جگہ پہنچا اور وہیں اس نے کاشی کو اس حالت میں پایا جس کا اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔
شیراز نے غصے سے کاشی کو پکارا لیکن وہ ہوش میں ہوتا تو جواب دیتا۔
''چلو میرے ساتھ''۔ شیری نے کاشی کا ہاتھ پکڑا۔ سب لڑکوں کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ کاشی ذرا اٹھنے لگا تو لڑکھڑا گیا، دوسرے لڑکے اس کی حالت دیکھتے اور میکانکی سی ہنسی ہنسنے لگے۔
شیراز اسے مشکل سے لے کر چلا اور گاڑی تک جیسے تیسے لے آیا اور ڈرائیور سے اپنے گھر چلنے کا کہا۔
گھر پہنچ کر شیراز نے کاشی کو اپنے کمرے میں لٹا دیا۔ دن بھر وہ بے سدھ سوتا رہا جب آنکھ کھلی سر بھاری آنکھیں بوجھل، مانو ایسا حال کہ بس الٹی کرنے کی دیر ہو۔
''اف میرا سر!'' کاشان نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔
''ظاہر ہے جب اتنی زیادہ مقدار میں یہ گھٹیا چیز لو گے تو ایسا ہی ہوگا''۔ کاشان چونکا کہ شیراز کی آواز کہاں سے آئی۔
''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''
''میں نہیں آپ یہاں ہیں میرے گھر''۔ شیراز نے اسے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''تمہارے گھر؟ پر کیوں؟''
''اب کیا تم ایسے نشے کی حالت میں گھر جاتے؟'' شیراز نے کہا تو کاشان نے آنکھیں بند کرلیں۔
''ویسے یہ کام کب سے شروع کیا؟'' شیراز نے پوچھا۔
''جب بھی شروع کیا ہو تمہیں اس سے کیا؟'' کاشان اس کی باتوں سے عاجز آگیا۔
''تم بڑے ہو کر لیکچرار ہی بننا، تمہارا کام ہی یہی ہے''۔ کاشان جھنجلایا۔
''چلو لیکچرار ہی سہی، کچھ اچھا تو کروں گا ناں، تم دونوں سے تو امید ہی نہیں''۔ شیراز کا اشارہ کاشان اور پروین کی طرف تھا۔
''بس بس جب پنکی اس لڑکے کے ساتھ تھی تب کہا اس کی زندگی ہے جو چاہے کرے، لیکن میری زندگی میں گھس رہے ہو''۔ کاشان طنزیہ ہنسا۔
''وہ میری کوئی بہن نہیں دوست البتہ ضرور ہے پر وہ کسی کے کہنے میں آئے تب ناں، اور تم میرے بھائی جیسے ہو کزن ہو میرے''۔
''واہ کیا دوستی ہے تمہاری وہ دوست دلدل میں جا رہی ہے اسے نہیں روکنا، باقی مجھے روکنا، جاؤ مجھے فی الحال اکیلا چھوڑ دو''۔ شیراز کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک پل کو اس نے ہارٹ بیٹ مس کی جب کاشان نے پروین کی بات کی۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ اندر ہی اندر اسے بھی برا لگا تھا۔

☆............☆............☆

موبائل بجے جا رہا تھا۔
''ہیلو''۔ ایک نسوانی آواز آئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"کون؟" شیراز کو لگا اس نے پروین کی آواز سنی ہے پر وہ کیسے ہو سکتی ہے، اس کے پاس موبائل کہاں سے آیا؟

"میں ہوں پنکی، پلیز میری مدد کرو"۔ پروین نے صرف اتنا ہی کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

شیراز کی سمجھ میں نہ آیا ہوا کیا، اس نے اسی نمبر پر فون کرنے کی کوشش کی پر نمبر بند ملا۔

کاشان کی حالت بگڑ گئی تھی جس کے نتیجے میں شیراز نے احمر کو مطلع کیا تو وہ وہاں پہنچ گئے تھے۔ اسے غصہ تھا کہ دن بھر وہ شیراز کے پاس تھا اور اچانک یہ سب کیا ہوا۔ ایک ڈاکٹر دوست کو بلوایا جب وہ آیا اس نے چیک اپ کیا تو بتایا۔

"ڈرگز کا اوور ڈوز ہونے کی وجہ سے یہ اپنے سینسز میں نہیں رہا"۔ احمر اب اور اچنبھے میں آ گیا کہ ان کا بیٹا اس بری لت کا شکار کب ہوا؟

"بہتر ہو گا اس کو ایڈمٹ کروا دیں تا کہ وہاں علاج ہو"۔ ڈاکٹر نے جب کہا تو احمر نے صرف سر کو ہاں میں ہلانے پر ترجیح دی۔

شیراز اور احمر کی وہ رات اسپتال میں ہی گزری جب کہ امبر شیراز کی ماں کے ساتھ رہی۔ اسے احمر نے اطلاع دے دی تھی۔

شیراز تھا تو عمر میں چھوٹا لیکن سمجھدار تھا اس لئے اسے ساتھ رکھنے میں کوئی قباحت نہ تھی۔ ہاں شیراز اب بھی پروین کو سوچ رہا تھا۔

دو دن لگ گئے کاشان کو ہوش میں آنے میں، جب وہ ہوش میں آیا امبر نے رو رو کے برا حال کر دیا جبکہ کاشان چور نظروں سے احمر کو دیکھنے لگا۔

"تمہیں تو زندہ نہیں رہنا چاہئے، بہت غصہ ہے مجھے تم پر، یہ تربیت کی تھی؟" اپنے پاپا کی باتیں سن رہا تھا، جواب دینے کی ہمت نہیں تھی۔

"ماموں پلیز ابھی کچھ نہ بولیں، گھر آ جائے پھر بات کریں گے"۔ شیراز نے احمر کو ٹھنڈا کیا جن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کاشان کو مار ہی ڈالیں۔

"تم نے پھر سے ایسی حرکت کی، منہ دکھانے کے لائق نہ چھوڑا"۔ فرقان نے پروین کو سنانا شروع کر دی۔ اس نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔

"جو اولاد اپنے والدین کی نہ ہو سکے وہ کسی اور کی کیسے ہو گی؟ تم نے اس لڑکے کے ساتھ جو کچھ کیا اس نے بدلے میں تمہیں ہی بدنام کر دیا دیکھ لئے ہوں گے اپنے کرتوت"۔ پروین گنگ سی بیٹھ رہی، اس کے پاس کسی بات کا جواب نہ تھا، وہ کسے الزام دیتی خود کو یا حالات کو جو ماں باپ نے پیدا کئے۔

"ہم نے تمہاری ایسی تربیت تو نہیں کی تھی"۔

"تربیت کون سی کی تھی؟" پروین نے دل میں سوچا۔

پروین پر جب فرقان نے پابندی عائد کی وہ قدم بڑھا چکی تھی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر حد پار کرتی گئی۔ چھوٹی عمر میں ہی وہ سب کر گئی اور اس کے نام نہاد دوست نے اس کی ہر نازیبا تصویر کو سر عام پھیلا دیا تھا جس کی سزا وہ اب بھگت رہی تھی۔

پروین گھر آ گئی۔ جیسے تیسے امتحان دیئے۔ فرقان نے زور لگا کر کہیں اور داخلہ کرا دیا۔

شیراز اب بھی پروین کو نہ بھولا، کیسے بھولتا وہ دوست تو تھی ناں۔ بہرحال کاشان کو شیراز نے سنبھالا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کی لت اس کا کبھی کبھی ساتھ دے جاتی۔

تربیت جب ماں باپ بچے کو دیتے ہیں چاہے وہ امیر طبقے سے ہوں یا مڈل کلاس، خود پر کم ہی الزام لائیں گے کہ ہم نے ایسی تربیت کی جبکہ وہی بچوں کے سدھار اور بگاڑ کے ذمہ دار ہوتے ہیں، جب تک بچے بڑے نہ ہو جائیں یا ان پر ذمہ داری نہ آئے، پر جب بگڑنے کی عادت ہی پختہ ہو جائے تو؟

☆..........☆..........☆

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
ہر کتاب کا الگ سیکشن
ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook fb.com/paksociety twitter.com/paksociety1

اسویرہ علی

ناولٹ

متاعِ جاں تم ہو

"اصباح!" اس نے ہولے سے پکارا مگر جواب ندارد۔ وہ ہنوز بیڈشیٹ چینج کرنے میں مصروف رہی۔

"پھر آپ رات میں چلیں گی ڈنر پر؟" اس نے قریب آکر استفسار کیا۔ اصباح کے لیے اب اسے نظر انداز کرنا مشکل تھا۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ گویا ہوئی۔

"میرا موڈ تو نہیں ہے اگر آپ چاہتے ہیں تو میں تیار ہو جاؤں گی۔" اس نے جھکی نگاہ سے جواب دیا اور بیڈ کے دوسری جانب جا کر سائیڈ ٹیبل کو کپڑے سے صاف کرنے لگی۔ اذہان نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"نہیں! اٹس او کے اگر آپ کا دل نہیں ہے تو کوئی بات نہیں میں فاروق سے ایکسیوز کرلوں گا۔" اذہان کو حیرت نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس طرح کے جوابات کا عادی ہو چکا تھا۔

"جی بہتر۔" مختصر سا جواب دے کر وہ واش روم کی سمت بڑھ گئی تھی اور اذہان نڈھال سا بیڈ پر گر گیا۔ اذہان کے دوست نے اسے شادی کے بعد اصباح کے ساتھ ڈنر پر انوائیٹ کیا تھا۔ وہ اسے بتا چکا تھا کل رات ہی مگر اس نے کوئی واضح جواب نہ دیا تھا۔ آج اس کے آفس کی چھٹی تھی وہ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد اپنے کمرے میں آیا تو اصباح کو یاد دلا کر اس کی مرضی معلوم کی اور ہمیشہ کی طرح اصباح کی طرف سے مثبت جواب نہ آیا تھا۔ چھٹی کے دن اصباح کو گھر کے کام اور صفائیاں یاد آتی تھیں۔ اذہان جب گھر میں موجود ہوتا، اسے جھنجھلاہٹ ہوتی، وہ خود کو کاموں میں مصروف رکھتی۔ اتوار کا دن اسے کوفت میں مبتلا رکھتا تھا۔ اذہان نے کام کے لیے ماسی رکھنی چاہی تھی مگر اس کے انکار پر چپ ہو گیا۔ وہ اذہان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سے دور بھاگنے کے لیے ہی تو خود کو گھر کے کاموں میں مصروف رکھتی تھی اور اذہان یہ بات بخوبی جانتا تھا۔ شادی کا ایک مہینہ گزر جانے کے باوجود بھی وہ دونوں بوقت ضرورت ہی آپس میں بات کرتے تھے۔ گھر میں ان دو نفوس کے علاوہ کوئی نہیں رہتا تھا۔ اس لیے اصباح بے فکر تھی۔ اذہان کی جاب اسلام آباد میں تھی۔ تو وہ اصباح کو بھی یہیں لے آیا تھا۔

"اصباح! آنٹی کا فون آیا ہے۔" اس کی مما کا فون تھا۔ اذہان نے بیڈ پر لیٹے لیٹے اسے پکارا۔ "کہہ دیجیے میں مصروف ہوں۔ بعد میں خود کال کرلوں گی۔" اس نے بھی واش روم کے دروازے سے باہر جھانک کر کہا اور واپس اندر اذہان کو ندامت ہوئی مگر اس نے اصباح کا دفاع کرتے ہوئے اس کی مصروفیت کا کہہ دیا اور خود ہی مختصری بات کرکے فون بند کردیا۔ شادی کے بعد سے وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔ جب بھی اس کے گھر سے فون آتا وہ بات کرنے سے کتراتی۔ اس کے فیملی ممبر اسے اپنے پاس ملنے کے لیے بلاتے تو گھر کے کام کی مصروفیت کا بہانہ کرتی، اسے اپنے گھر والوں پر غصہ تھا کہ انہوں نے اذہان سے اس کی شادی کیوں کی بلکہ اذہان سے کیا وہ تو کسی سے بھی شادی کرنے کے حق میں نہیں تھی۔ جب سے اس کا نکاح ختم ہوا تھا اسے شادی کے نام سے ہی نفرت ہوگئی تھی۔ اپنے پیرنٹس کے بے حد مجبور کرنے پر اس نے اذہان سے نہ چاہتے ہوئے بھی نکاح کر تو لیا تھا مگر دل سے قطعی اس رشتے کو نبھانے کے حق میں نہ تھی اور اپنے ہر انداز سے یہ بات وہ اذہان پر واضح کر چکی تھی۔ اسلام آباد آتے ہی اس نے اپنا بیڈ روم بھی الگ کرلیا تھا۔

☆......☆

اچانک اس کی آنکھ کھلی تو اس نے مخملی کلاک کی جانب دیکھا۔

"اوہ! رات کے آٹھ بج گئے۔ میں اتنی دیر تک سوتی رہی۔" وہ گھبرا کر جلدی سے بیڈ سے اٹھی۔ بالوں کو ہاتھ سے ٹھیک کرتے ہوئے اس نے کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانکا۔

"اُف کیا مصیبت ہے۔ کب رکے گی یہ بارش۔" وہ جی بھر کے بدمزہ ہوئی وہ پہلے تو برسات کا موسم بہت انجوائے کرتی تھی مگر اب اسے یہ رومان پرور موسم عذاب لگتا تھا۔ دوپہر میں ابر آلود موسم دیکھ کر وہ کوفت میں مبتلا ہوگئی تھی۔ اس لیے سونے کا ارادہ کیا تھا۔ ورنہ دوپہر میں نیند لینا اس کا مشغلہ کبھی نہ رہا تھا۔ وہ کھڑکی کے پردے برابر کرتی کمرے سے باہر آئی اچانک لائٹ چلی گئی۔

"اب یہ نئی مصیبت۔" وہ بڑبڑائی اور وہیں رک کر لائٹ آن ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ ہر سمت مکمل اندھیرا تھا۔ اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"اذہان نے اب تک جنریٹر کیوں آن نہیں کیا۔" وہ جھنجلائی۔

"اذہان! پلیز جنریٹر تو آن کردیں۔" انتظار کے بعد اس سے مزید صبر نہ ہوا۔ وہ وہیں سے تیز آواز میں بولی۔ "بارش مزید تیز ہوگئی اور بادلوں کی گھن گرج میں بھی اضافہ ہوگیا۔

"اذہان......!" اس نے دوبارہ پکارا۔ بجلی کی کڑک، بادلوں کا شور اور گھپ اندھیرا اسے خوف زدہ کرنے لگا تو وہ جگہ ٹٹولتے ہوئے گرتی پڑتی لاؤنج تک آئی اور کارنر ٹیبل پر رکھی ایمرجنسی لائٹ اٹھا کر آن کی۔ پھر غصے سے سامنے والے روم کی طرف مڑی۔

"اذہان......!" اس نے دروازہ ناک کیا جواب نہ ملا تو اندر چلی آئی۔ وہ کمرے میں نہیں تھا۔ اس نے واش روم چیک کیا۔ پھر کچن پھر ٹیرس، وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

"وہ تو سات بجے تک آجاتے ہیں۔" اس نے خود سے کہا۔ پھر اپنے روم میں جاکر اپنا سیل فون چیک کیا۔ کوئی میسج نہیں تھا۔

"آخر کہاں چلے گئے۔" اسے تشویش ہوئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اذہان کو کال کی مگر اس کا فون بند جارہا تھا۔ ایک بار، دو بار، پھر کئی بار ٹرائی کیا۔ فون آف تھا۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی چمک اور تنہائی اسے سراسیمہ کر گئے۔

"اذہان آپ کہاں رہ گئے؟" وہ روہانسی ہوئی۔ ری ڈائل کرتے کرتے اس کی انگلیاں تھک گئیں۔ لمحے سرکتے جارہے تھے۔ وقت گزرتا جارہا تھا مگر اذہان کا کوئی پتا نہ تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"میرے اللہ! وہ خیریت سے ہوں۔" دل سے دعا نکلی تو در و دیوار مسکرا اٹھے جس شخص کو دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ اس کے لیے اس شدت سے مضطرب وہ اصباح نہیں تو کون تھی۔ دو گھنٹے گزر گئے تھے مگر رابطہ ممکن نہ ہوا۔ اصباح کا دل ہی نہیں وہ بھی لرز رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو تیزی سے جاری تھے۔ خوف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ اپنی دھڑکن کی آواز سے بھی ڈر کر کانپنے لگی تھی۔

"یا اللہ! انہیں خیریت سے گھر بھیج دے۔" لبوں پر ورد تسلسل جاری تھا۔ اچانک فلیٹ کے داخلی دروازے پر اسے کچھ کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی وہ گھبرا کر صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کک......کک......کون......ہے؟" بارش کے شور میں اس کی مہین آواز دب گئی۔

پہلا خیال اس کے ذہن میں چور، ڈاکو کا ہی آیا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی تک میں سنسناہٹ ہوئی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے کی سمت بڑھی۔ دل اس زور سے دھڑک رہا تھا کہ جیسے کہ پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔

"کون ہے وہاں۔" وہ زور سے چلائی۔ اچانک دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی۔ ایمرجنسی لائٹ کی مدھم روشنی میں اس نے نووارد کو بغور دیکھا۔

"اذہان۔" ہونٹوں سے بنا آواز کے نام نکلا تھا۔

"اصباح۔" اندر داخل ہوتے ہی اس نے اسے پکارا وہ دروازے کی اوٹ میں ڈر کر چھپی تھی۔ اسے دکھائی نہ دیا تھا۔ اذہان کو دیکھتے ہی اس کی جان میں جان آئی۔ وہ بے اختیار بھاگ کر اس سے لپٹ گئی۔ وہ جو اسے ڈھونڈتا ہوا آرہا تھا۔ ایک دم ساکت ہو گیا۔ اس کے سینے سے لگی۔ بے انتہا اشک بہاتی ہوئی لرزتی اصباح اسے گھبراہٹ میں مبتلا کرگئی۔

"کیا ہوا اصباح! سب ٹھیک تو ہے ناں۔" اس کے گرد حصار باندھتے ہوئے وہ پریشان ہوا۔ اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر وہ دل گرفتہ ہوا۔

"آپ کہاں تھے؟ آپ......آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔" وہ اس کے سینے میں منہ چھپا کر مدھم آواز میں بڑبڑائی جیسے خود کلامی کی ہو۔ پھر یکدم جھٹکے سے سر اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم کو چھو کر دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں، بولیے۔" آواز میں لرزش تھی۔ وہ کچھ بول نہ سکا۔ سر کو جنبش دے کر اقرار کیا۔

"میں بہت گھبرا گئی تھی۔ اندھیرا بہت تھا۔ وہ آواز بادلوں کی کڑک......مم......میں اکیلی تھی۔" وہ سہمی ہوئی تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر اذہان مضطرب ہوا اور اسے اپنے اندر بھینچ لیا۔ اسے ساتھ لگائے ہوئے وہ پشیمان تھا۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ وہ یوں خوف زدہ بھی ہوسکتی ہے۔

"آئم سوری اصباح!" وہ گویا ہوا وہ نادم تھا۔ اسے اصباح کی پریشانی کا خیال کیوں نہ آیا۔ یوں اسے اپنے اندر سموئے جیسے وہ ازالہ کر رہا تھا۔ اچانک لائٹ آگئی۔ شاید بارش تھم چکی تھی۔ روشنی میں جیسے ہر چیز واضح ہوگئی۔ تاریکی دور ہوتے ہی جیسے وہ بھی ہوش میں آئی۔ جھٹکے سے اس سے الگ ہوئی۔ اذہان اس کی اس حرکت پر دنگ رہ گیا۔ سر کو انکار کی صورت میں ادھر ادھر ہلاتے ہوئے جیسے وہ کچھ جتلانا چاہ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" وہ اس کے قریب ہوا۔ وہ گھبرا کے دور ہٹی اور پھر بے بسی سے روتی ہوئی اپنے کمرے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

طرف بھاگ گئی اور اندر سے دروازہ بھی لاک کرلیا۔

☆......☆

اذہان اس کا خالہ زاد تھا۔ اس نے جب سے شعور کی منزل پر قدم رکھا تھا اصباح کو اپنے دل کے قریب پایا تھا۔ اصباح بھی اس سے کافی فرینک تھی۔ اذہان کی ممی اور خالہ دونوں کو اذہان کے دل کی خبر تھی مگر اصباح اس سے ناواقف تھی۔ اذہان کی ایجوکیشن مکمل ہونے کے بعد اس نے جاب کے لیے اپلائی کیا تو اسلام آباد میں اسے اچھی آفر ملی۔ وہ وہیں سیٹ ہوگیا اور کراچی سے اسلام آباد کی یہ دوری دونوں کے دلوں میں بلکہ رویوں میں فاصلے لے آئی۔ اذہان جاب میں مصروف ہوگیا تو اصباح کو کم ہی کال کرتا تھا اور اصباح کی طرف سے دل کا معاملہ تو تھا ہی نہیں اس لیے جب وہ کالج کی پڑھائی میں گم ہوئی تو دوری خود بخود پیدا ہو گئی۔ اصباح کے کالج میں ایک لڑکا پڑھتا تھا۔ اصباح اس میں انوالو ہو گئی اور وہ لڑکا فرہاد بھی اسے پسند کرنے لگا۔ اتفاق سے فرہاد کے والد اصباح کے پاپا کے دوست تھے جب فرہاد کا پرپوزل اصباح کے لیے آیا تو اس کے ڈیڈی فوراً مان گئے۔ اصباح کی مما نے اذہان کا ذکر کرنا چاہا تھا تو اذہان نے اصباح کی رضا مندی اور پسند جان کر اپنی خالہ کو چپ رہنے کا مشورہ دیا اور اپنے دل کی دنیا اپنے ہاتھوں برباد کرلی۔ اصباح کا گریجویشن کمپلیٹ ہونے کے بعد رخصتی طے پائی تھی۔ البتہ نکاح ہوگیا تھا۔ فرہاد اصباح کا سینئر تھا۔ اس کی ایجوکیشن کمپلیٹ ہوگئی تو وہ ایک کورس کے سلسلے میں ملک سے باہر چلا گیا اور وہاں اسے کوئی دوسری لڑکی پسند آگئی۔ ادھر جب اصباح پیپرز سے فارغ ہوئی اور رخصتی کے لیے معاملات طے پانے لگے تو فرہاد نے اس لڑکی کی خاطر جسے وہ پسند کرتا تھا۔ اصباح کو طلاق نامہ بھیج دیا۔ اصباح اندر سے ٹوٹ گئی۔ اذہان سے اور باقی گھر والوں سے اس کی یہ حالت نہیں دیکھی گئی اذہان کے پرپوزل بھیجنے پر اصباح کی فیملی نے اس کی شکستہ حالت دیکھتے ہوئے فوراً اسے ایکسپٹ کرلیا اور پھر اصباح کے لاکھ انکار کے باوجود بھی اسے اذہان سے منسوب کردیا گیا۔ شادی کے بعد بھی اصباح نے اذہان کو کبھی دل کے قریب نہ پایا مگر کل رات خوف کی وجہ سے دل نے جس طرح اذہان کو پکارا تھا وہ حیران رہ گئی تھی اور پھر اپنی بے اختیاری میں کی گئی وہ "حرکت" یاد کرکے وہ پوری رات خود کو کمرے میں بند کرکے روتی رہی۔

☆......☆

صبح اذہان ناشتے کے لیے کچن میں آیا تو وہاں خاموشی کا راج دیکھ کر حیران ہوا۔

"اصباح ابھی تک نہیں اٹھی۔" اسے فکر ہوئی کیوں کہ کل رات وہ جس طرح روتی ہوئی بھاگی تھی اور جو شکستہ حالت اس کی تھی وہ اذہان کے چونکنے کے لیے کافی تھی۔

اس کے دروازے پر جاکر اس نے ناک کیا۔ جواب نہ ملا تو اندر جھانکا۔ وہ بے سدھ پڑی نظر آئی وہ فوراً اس کے پاس آیا۔

"اصباح......!" اس کے قریب جاکر پکارا اس کا جسم ساکت تھا۔ غور سے دیکھنے پر دھڑکنوں کا ارتعاش واضح ہوا۔

"اصباح! آنکھیں کھولیں۔" وہ گھبرا کر اس پر جھکا۔ اپنے ہاتھوں سے اس کے گال تھپتھپائے مگر وہ ہوش میں ہوتی تو جواب دیتی۔ رات کے رونے اور جلنے کڑھنے کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہ صبح تیز بخار میں جل رہی تھی۔ اذہان نے اسے اپنے بازوؤں میں کسی قیمتی متاع کی طرح اٹھایا اور پارکنگ ایریا میں کھڑی اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا کر قریبی کلینک کا رخ کیا۔ اصباح کی اس حالت کا ذمہ دار خود کو سمجھتے ہوئے وہ آزردہ و ملول نظر آیا۔ جب تک اس کا بخار کم نہیں ہوا وہ کاریڈور کے چکر کاٹتے ہوئے خود کو لعن طعن کرتے میں مصروف رہا۔ گاہے بگاہے جاکر ایک نظر بیڈ پر پڑی اصباح پر بھی ڈالتا اور پھر افسوس کرتا ٹہلنے لگتا۔ کوئی دو گھنٹے بعد وہ اپنے حواس میں واپس آئی اور بخار کی شدت کم ہوئی۔ تو وہ اسے گھر لے آیا اسے سہارا دے کر بیڈ تک پہنچانے کے بعد اذہان نے اس کے لیے ناشتہ بنایا اور اپنے سامنے ناشتہ کروا کر ٹیبلٹ دے کر زبردستی بیڈ پر لٹا دیا۔ وہ اس کے سامنے جھجکی، ایک دو بار انکار بھی کیا مگر اذہان نے اس کی نہ سنی اور اسے چپ کرا دیا۔ رات بھر جاگنے اور بخار کی وجہ سے وہ جلد ہی سو گئی۔ دوائیوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے وہ اذہان کی موجودگی بھی فراموش کر گئی۔ اذہان وہیں اس کے روم میں پڑے صوفے پر جا بیٹھا۔ اسے تسلی نہ ہوئی تھی۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد جاکر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر چیک کرتا رہا۔ جب کچھ اطمینان ہوا تو کچن میں جاکر اس کے لیے دلیہ بنایا۔ اکیلے رہنے کی وجہ سے تھوڑی بہت کوکنگ اسے آگئی تھی۔ جب تک وہ اس کام سے فارغ ہوا اصباح بھی جاگ چکی تھی۔

"آپ آفس نہیں گئے۔" اسے کمرے میں آتا دیکھ کر اصباح نے پوچھا۔

"نہیں! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ یہ کھاؤ جیسا بھی بنا ہے پلیز چپ چاپ کھالینا۔" اس نے باؤل اسے پکڑایا۔ اصباح حیران رہ گئی اور پھر جب اس نے اسے فروٹ کاٹ کر پیش کیے۔ میڈیسن دی تو وہ دنگ ہی رہ گئی۔ کیا واقعی وہ اس کے لیے اتنی اہم تھی۔ وہ سوچنے پر مجبور ہوگئی۔

"ممی نے کہا تھا کہ اذہان مجھے بے انتہا چاہتا ہے تو کیا ممی اس لیے میری شادی اذہان سے کروانا چاہتی تھیں۔ کیا واقعی میں اذہان کے دل کی ملکہ ہوں؟ کیا واقعی یہ شخص مجھ سے محبت کرتا ہے؟" اسے اپنی فکر میں گھلتا دیکھ کر اصباح اس طرح سوچنے پر مجبور تھی۔

☆......☆

"شب و روز معمول کے مطابق ہی گزر رہے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ اذہان کے رویوں کو جج کرنے لگی تھی۔ اذہان کی حرکات و سکنات پر خاص توجہ دینے لگی تھی مگر اس طرح کے اذہان کو اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس نہ ہو اور اصباح کے خیالات کا اندازہ نہ ہوسکے۔

"اصباح! ایک پرابلم ہوگئی ہے۔" دوپہر میں وہ اچانک آفس سے گھر آگیا۔ اصباح اس کی بے وقت آمد پر حیران ہوئی۔

"خیریت تو ہے ناں۔"

"ہاں ہے بھی اور نہیں بھی، ایکچوئلی رات کی فلائٹ سے ممی پاپا آرہے ہیں یہاں، انہوں نے اچانک ہی بتایا ہے۔" بات کرتے کرتے وہ رکا۔ وہ کسی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اصباح کو اس کی کیفیت سمجھ میں نہ آئی۔

"آپ فون کرکے بتا دیتے میں ڈنر کا مینو ارینج کرلیتی۔" وہ اس کی آمد کی یہی وجہ سمجھی۔

"نہیں، آنے کا مقصد یہ نہیں ہے۔" وہ رکا اور پھر کچھ توقف کے بعد کہا۔

"اصل میں بات یہ ہے کہ جب تک وہ یہاں رکیں گے۔ آپ کو میرے روم میں شفٹ ہونا پڑے گا۔ آئی مین آپ کو اپنا وارڈ روب اور ضرورت کی سب چیزیں میرے کمرے میں رکھنی ہوں گی۔ ان پر سب کچھ نارمل ظاہر کرنا ہوگا۔" بالآخر اس نے کہہ دیا۔

"جج......جی۔" اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہ بات بھی کہہ سکتا ہے۔

"پلیز مجھے انڈر اسٹینڈ کریں۔ مجھ سے قطعاً آپ کو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ بس جب تک ممی پاپا یہاں رہیں گے انہیں دکھانے کے لیے ہمیں یہ سب کرنا ہوگا تاکہ وہ مطمئن ہوجائیں۔ آپ سمجھ رہی ہاں ناں۔ پلیز انکار مت کرنا۔" اس نے اس نہج پر تو سوچا ہی نہ تھا۔ اذہان کی بات سے اسے اندازہ ہوا کہ واقعی یہ سب بھی ضروری ہے۔ نہ صرف اذہان کی فیملی کو مطمئن کرنے کے لیے بلکہ وہ خود دونوں کے آپس کے تعلقات اپنے گھر والوں سے بھی پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی، کیوں کہ اسے پتا تھا کہ اذہان کی ممی ان دونوں کے پل پل کی رپورٹ اس کی مما کو ضرور دیں گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"چلیے پھر، پہلے کمرے کی سیٹنگ کر لیتے ہیں۔" اصباح کے اس طرح کہنے پر وہ ریلیکس ہوا، ورنہ اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے انکار کر دیا تو وہ ممی پاپا کو کیا وضاحت دے پائے گا مگر اب اصباح کی تقلید میں چلتے ہوئے وہ مطمئن تھا۔

☆......☆

رات کے نو بج چکے تھے۔ اذہان نے گھر سے جانے کے بعد اس سے کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ وہ فریش ہو کر اپنے ایک دو کام نمٹاتا ہوا ایئرپورٹ جانے کا بتا کر گیا تھا۔ اصباح نے ڈنر کا اہتمام بھی کر لیا تھا مگر اذہان کی کوئی خبر نہ تھی اور نہ ہی وہ فون اٹینڈ کر رہا تھا۔ وال کلاک نے دس بجے کا الارم دیا تھا۔ وہ تھوڑی پریشان ہوئی اسی دوران بیرونی دروازے پر کسی نے بیل دی اس نے کھولنے سے پہلے اطمینان کر لیا کہ آنے والا کون ہے۔

"ممی، پاپا، السلام علیکم!" گیٹ کھولتے ہوئے وہ سفینہ بیگم کے سینے سے جا لگی۔

"وعلیکم السلام! اور بھئی کیسی گزر رہی ہے؟" سکندر زیاد نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا اور اپنا ٹرالی بیگ لیے اندر آ گئے اور پھر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارا نالائق سپوت کہاں ہے؟ بڑی محبت دکھا رہا تھا فون پر، پاپا میں ایئرپورٹ لینے آ جاؤں گا۔ آپ فکر نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور دیکھو نہ ایئرپورٹ آیا اور نہ گھر پر ہے۔" انہیں تعجب ہوا۔ سفینہ بیگم نے بھی اصباح سے اسی بابت استفسار کیا تو وہ صحیح معنوں میں بوکھلا گئی کہ کیا جواب دے۔

"ممی! وہ تو یہی کہہ کر گئے تھے کہ آپ کو پک کرنے جا رہے ہیں۔ پاپا وہ فون بھی ریسیو نہیں کر رہے، میں کب سے ٹرائی کر رہی ہوں۔" اس نے دونوں کو وضاحت دی تو اصباح کے ساتھ ساتھ وہ بھی پریشان ہو گئے۔

"ہاں بیل تو جا رہی تھی مگر وہ ہمارا فون بھی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ تمہیں اندازہ ہے کہ کہاں گیا ہو گا۔" انہوں نے اصباح سے پوچھا۔

"معلوم نہیں پاپا! مگر وہ تو آپ دونوں کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے تو آپ دونوں سے بڑھ کر ان کے لیے کیا ضروری ہو گا۔ وہ آپ کو لینے ہی نکلے تھے۔"

"اچھا پریشان نہ ہو میں دیکھتا ہوں۔" وہ فکر مند ہوئے تو اس کی تلاش میں نکلے قریبی جگہوں پر دیکھا اردگرد کے لوگوں سے معلوم کیا مگر اس کا کچھ پتا نہ تھا۔ بالآخر کافی تگ و دو کے بعد اذہان کے آفس کے دوست کے ذریعے اذہان کے ایکسیڈنٹ کا پتا چلا تھا اسی نے گھر فون کر کے اصباح کو اطلاع دی تھی۔ وہ اذہان کے ساتھ ہاسپٹل میں ہی تھا۔ وہ تینوں افراتفری میں گھبرائے ہوئے ہاسپٹل پہنچے۔

"کیا ہوا ہے، وہ ٹھیک تو ہے ناں۔" سفینہ بیگم نے اس کے دوست سے پوچھا۔

"جی آنٹی! آپ پریشان نہ ہوں۔ زیادہ چوٹیں نہیں آئیں ہے۔ ٹھیک ہے وہ۔" اس نے تسلی دی۔

"تمہیں کیسے پتا چلا۔ کیا تمہارے ساتھ تھا اذہان؟" سکندر زیاد نے پوچھا۔

"نہیں انکل! وہ آپ کو لینے ایئرپورٹ جا رہا تھا۔ ڈرائیو کرتے ہوئے فون پر مجھ سے بات ہو رہی تھی۔ اس کی پھر دھماکے کی آواز آئی اور لائن ڈراپ ہو گئی۔ میں گھبرا کر جب وہاں پہنچا تو یہ بہت زخمی حالت میں وہاں تھا میں ہی اسے یہاں لایا ہوں۔" اس نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گویا مطمئن کرنا چاہا تھا۔

اس کی کمر، سر اور ہاتھ پاؤں سب ہی پر زخم آئے تھے مگر کوئی گہری چوٹ نہیں تھی۔ اس لیے اسے چیک اپ کے بعد ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ اس کی ہاتھ کی ہڈی کافی متاثر ہوئی تھی مگر فریکچر نہیں تھا۔ درد پورے جسم میں شدید تھا۔ میڈیسن کی وجہ سے وہ رات غنودگی میں ہی رہا مگر جب صبح اسے مکمل ہوش آیا تو اپنے کمرے میں پڑے صوفے پر اصباح کو سوتا دیکھ کر وہ حیران ہوا۔ رات کا واقعہ اس کی نگاہوں میں گھوما تو اس نے بے اختیار اس کے چہرے کو دیکھا تھکن کے آثار، مٹے مٹے اشکوں کے نشان بہت واضح تھے۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک کر رخ پھیر گیا۔ آواز سے اصباح بھی اٹھ گئی۔

"برخوردار! کیسے ہو؟" وہ اس کے بیڈ پر بیٹھ گئے۔

"بھئی رات کیا خوب استقبال کیا تم نے ہمارا۔ بجائے ہماری خدمت کرنے کے تم نے ہمیں ہی ہولا ڈالا۔" وہ اسے شرمندہ کر گئے۔ اصباح اٹھ کر واش روم چلی گئی۔ پھر وہاں سے فریش ہو کر آنے کے بعد کچن کا رخ کیا۔

"سوری پاپا! پتہ نہیں کیسے وہ آدمی میری کار کے سامنے آ گیا تھا۔ اسے بچانے کے چکر میں وہ سب ہو گیا۔" وہ نادم تھا۔

"شکر کرو، زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ تمہاری ممی تو بے حد پریشان تھیں۔ صبح کہیں جا کر ان کی آنکھ لگی ہے۔ پوری رات آنکھوں میں کاٹی ہے انہوں نے۔" سکندر زیاد نے اسے احساس دلایا تو مزید شرمندہ ہوا کہ ڈرائیونگ کے دوران اس کا دھیان فون پر بات کرنے کی وجہ سے بٹا ہوا تھا۔ اس لیے وہ کار کو قابو نہ کر پایا تھا۔

"اچھا اب زیادہ ندامت کا اظہار مت کرو۔ لو تمہاری بیوی ناشتہ لے آئی ہے۔ مزے سے ناشتہ کرو۔" انہوں نے اس کا سر تھپتھپایا اور اپنی چائے کا مگ اٹھا کر کمرے سے چلے گئے۔ اصباح نے سہارا دے کر اسے بٹھایا تو اس نے اس بات کا نوٹس نہیں لیا مگر جب اصباح نے اپنے ہاتھ سے اسے ناشتہ کروایا تو وہ حیران رہ گیا۔ اس عنایت پر پھر جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو گیا وہ یونہی اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتی رہی۔ وہ دو ہفتے میں مکمل ٹھیک ہو گیا تھا۔

☆......☆

"بیٹا! کل کی ہماری سیٹیں بک ہو گئیں ہیں۔ ہم کراچی چلے جائیں گے لیکن اسے ہماری نصیحت سمجھو یا حکم کہ اپنا اور اصباح کا مکمل خیال رکھو گے اور اب کوئی کوتاہی نہیں ہو گی۔" سفینہ بیگم نے ڈنر کرتے وقت اذہان کو مخاطب کیا۔

"ممی، پاپا، پلیز کچھ دن اور رک جائیں ناں۔" اصباح نے اصرار کیا۔ زیاد صاحب مسکرا اٹھے۔

"بیٹا جی! تمہاری ممی کا دل تو چاہ ہی نہیں رہا یہاں سے جانے کو اگر مجھے اپنے آفس کا خیال نہ ہوتا تو ضرور رک جاتا مگر وہاں کام بہت ہے۔" انہوں نے اپنی بیگم کی ناراض نظروں کو دیکھا تو وضاحت دی۔

"لیکن اذہان! تم ذرا احتیاط سے رہنا اب، میں اپنی بہو کو پریشان نہ دیکھوں دوبارہ۔" انہوں نے اذہان کو تنبیہہ کی کہ اذہان کو لے کر وہ جتنا بوکھلائی اور روئی تھی وہ ان دونوں میاں بیوی سے مخفی نہ تھا۔

"پاپا رک جاتے تو اچھا ہوتا۔" اذہان نے بھی کہا۔

"دوبارہ آ جائیں گے بلکہ تم لوگ آنا اب کراچی۔" سفینہ بیگم بھی شوہر کی مجبوری جانتی تھیں۔ اس لیے انکار کر گئیں۔

"اصباح! تم نے ہمارا بہت خیال رکھا ہے۔ یقین جانو، بیٹی کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ اب تو اذہان سے زیادہ تم پہ پیار آتا ہے۔" سفینہ بیگم نے اس کے گال تھپتھپائے۔ رات کو دیر تک محفل جمی رہی پھر چائے پی کر سب اپنے اپنے روم میں سونے چلے گئے۔

"تھینکس اصباح!" جب وہ سونے کے لیے روم میں آئی تو اذہان نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"کس لیے؟" وہ حیران ہوئی۔

"آپ کو میری وجہ سے بہت پریشانی اٹھانی پڑی اور پھر آپ نے ممی پاپا کا بھی بہت خیال رکھا ہے۔ وہ بہت خوش ہیں آپ سے۔ آپ نے واقعی بہت ساتھ دیا ہے میرا۔" وہ ممنون نظر آیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"نہیں، یہ سب میں نے آپ کے لیے تو نہیں کیا۔ میرا فرض تھا اور پھر وہ صرف آپ کے ممی پاپا تو نہیں ہیں ناں۔" صوفے پر بیٹھے ہوئے اسے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"پھر بھی، شکریہ کا تو حق بنتا ہے آپ کا۔" وہ اسے نظروں میں سموئے تھا۔

"جب میں بیمار تھی تو آپ نے بھی تو میرا خیال رکھا تھا۔" وہ اس کی نظروں کے ارتکاز سے گھبرا کر بولی۔

"تو گویا احسان اتارا ہے۔" وہ مسکرایا۔

"نن...... نہیں میں نے ایسا تو نہیں کہا۔" وہ سرعت سے گویا ہوئی۔ وہ مسکرا دیا۔ پھر اچانک اسے جانے کیا ہوا کہ بیڈ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔ وہ ٹھٹکی اور اچانک کھڑی ہو گئی۔ وہ بے خود سا اسے دیکھے گیا۔ اصباح کو اس کی آنکھوں میں شوق کا ایک جہاں نظر آیا۔ وہ انگلیاں چٹخانے لگی۔ اذہان نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیے۔ وہ ساکت ہوئی۔ اپنے ہونٹوں سے اس کے ہاتھوں کو چوم کر اسے یکدم سینے سے لگا لیا۔ وہ اتنی حیران ہوئی کہ مزاحمت بھی نہ کر سکی۔ جب کچھ حواس بحال ہوئے اور اذہان کی گرفت سے نکلنا چاہا تو اس سے پہلے ہی اذہان نے اس کے وجود کی خوشبو اور لمس اپنے اندر اتارنے کے بعد اسے خود سے الگ کر دیا اور اس کی سراسیمہ اور خوف زدہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسکرایا۔

"جاؤ جا کر سو جاؤ۔" اس کے گال تھپتھپا کر وہ زیر لب مسکراتا ہوا بیڈ کی جانب مڑ گیا اور اصباح اس طرز تخاطب اور عنایات کی وجہ ڈھونڈتی وہیں کھڑی رہ گئی۔

☆......☆

"میں نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ میرا دل یوں بے اختیار ہو کر اذہان کے روبرو، اس کی محبت نے مجھے اس کا احترام کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن محبت کا بیج شاید اس وقت دل کی زمین پر بویا گیا جب اس کے ایکسیڈنٹ کی خبر نے مجھے اندر تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے سینے سے دل نکل گیا ہو۔ اس رات پہلی بار مجھے اذہان دل کے قریب محسوس ہوا، پہلی بار میں نے اسے محبت سے چھوا تھا۔ اس رات پہلی بار مجھے محسوس ہوا کہ وہ میرے لیے کتنا اہم اور قیمتی ہے۔" صوفے پر لیٹے ہوئے وہ سوچنے میں مگن تھی۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور نظر آئی، اس نے ایک نظر سوئے ہوئے اذہان کو دیکھا تو لبوں پر ایک مغرور مسکراہٹ آ گئی۔

"یقین نہیں آ رہا کہ یہ شخص واقعی میرا ہے۔ ابھی تو دل نے اس کی طرف ہمکنا شروع کیا تھا اور اذہان نے اسے اپنا لمس بھی عطا کر دیا۔"

وہ اس کی پیار بھری نظریں اور قرب یاد کر کے فرطِ مسرت سے جھوم اٹھی اور نئے نئے خواب بنتے نہ جانے کب نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

☆......☆

ممی، پاپا کو ایئرپورٹ چھوڑ کر وہ گھر واپس آ گئے تھے۔ اذہان کمرے میں آتے ہی بیڈ پر گر گیا۔ جب کہ اصباح وارڈ روب کی جانب بڑھ گئی۔ اذہان نے یونہی بلا ارادہ اسے دیکھا تو پھر نظر ہٹانا بھول گیا۔ وہ اپنا سلیپنگ سوٹ لے کر واش روم کی طرف چلی گئی۔ چینج کر کے وہ روم میں آئی تو سونے کے ارادے سے صوفے کی طرف مڑی۔

"اصباح!" وہ بے اختیار پکار بیٹھا۔ وہ بھی ٹھٹک کر رکی اور اسے دیکھا۔

"اصباح! آپ اپنے روم میں جا کر آرام سے سو جائیں۔" الفاظ اور لہجہ تو بہت نرم تھا مگر نہ جانے کیوں اصباح کو اس کا یہ جملہ توہین آمیز لگا وہ سلگ اٹھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں یہاں سونے کے لیے مری جا رہی ہوں۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"نہیں...... بالکل نہیں، میں نے تو آپ کی سہولت کے لیے کہا تھا۔" اذہان گڑبڑا گیا۔

"مجھے بھی اس کمرے میں رہنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ میرا سب سامان ادھر تھا تو اس لیے آج رات یہاں رکنے کا سوچا تھا۔ کل اپنا سب سامان میں دوسرے کمرے میں شفٹ کرنے کا ارادہ کر چکی تھی مگر آپ نہ جانے کیا سمجھ رہے ہیں۔ میں ابھی اور اسی وقت اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" وہ غصے سے پھٹ پڑی اور پھر خود کو سرزنش کرتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"اصباح پلیز! سنو تو سہی۔" وہ پکارتا رہ گیا۔ اس نے خود کو ڈپٹا۔ "کیا ضرورت تھی تجھے وہ سب کہنے کی۔" وہ خود سے خفا ہوا۔

"مگر میں بھی کیا کرتا، کل رات میں جس طرح بے خود ہوا تھا۔ ڈر گیا تھا کہ دوبارہ خود پہ سے اختیار نہ کھو دوں۔ میں اس کی مرضی کے بنا اپنا حق استعمال نہیں کرنا چاہتا، اسے کیسے سمجھاؤں۔" وہ بے حد پریشان ہو گیا اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلتے ہوئے خود سے الجھنے لگا۔

میں اپنے یہ جذبات کیسے اس تک پہنچاؤں۔ کیسے میں اپنے دل کی بات اسے بتلاؤں، آخر کیسے۔ کیسے سمجھاؤں اسے؟" وہ خود سے لڑتے لڑتے تھک گیا تو نڈھال سا بیڈ کے ایک کونے پر ٹک گیا۔

"کیا کروں آخر؟ جس طرح وہ کمرے سے گئی ہے مجھے یقین ہے وہ غصے کی زیادتی سے رو رہی ہو گی۔ مجھے اسے سب خود ہی بتانا پڑے گا۔ مجھے اس کے پاس جانا چاہیے۔" وہ اپنے آپ سے سوال جواب کرتا ہوا ایک فیصلے پر پہنچا اور اپنے کمرے سے نکلا۔

"اصباح!" اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اسے پکارا۔ دروازہ تھوڑا کھلا ہوا تھا اس لیے بیڈ پر گھٹنوں پر سر رکھے وہ اسے صاف نظر آئی۔ وہ اندر گیا۔ اس کے بیڈ پر اس کے بے حد نزدیک بیٹھتے ہوئے اسے پکارا۔ وہ جھٹکے سے دور ہٹی۔

"یہ میرا کمرہ ہے۔ آپ شاید بھول رہے ہیں۔" اصباح نے رندھی آواز میں چیخ کر طنز کیا۔

"جانتا ہوں لیکن آنا ضروری تھا۔ اپنی غلطی کی معافی بھی تو مانگنی تھی۔" اس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ اصباح نے غصے سے جھٹکا دے کر ہاتھ چھڑائے۔

"اصباح! یقین جانیں، میرا مقصد وہ نہیں تھا۔ مجھے آپ سے ہرگز کوئی مسئلہ نہیں تھا مگر میں خود سے ڈر گیا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا آپ سامنے ہوں گی تو میں خود پر سے اختیار کھو دوں گا۔" وہ بے بس دکھائی دیا۔

"آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے مگر اعتبار تو کرتی ہیں ناں۔ بھروسہ ہے آپ کو مجھ پر اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میں مدہوش ہو کر اپنا یہ اعتبار کھو دوں؟ آپ کی محبت کی بہت چاہت ہے دل کو مگر افسوس......" وہ طنزیہ مسکرایا اور خود کا تمسخر اڑانے لگا۔

"آپ کی محبت میرے نصیب میں نہیں ہے مگر یہ اطمینانِ قلب کافی ہے میرے لیے کہ آپ میری ہیں۔ جب چاہوں آپ کو جی بھر کے دیکھ سکتا ہوں۔ آپ کا نام میرے نام سے جڑا ہوا ہے۔ آپ کا میرے پاس ہونا ہی بہت ہے میرے لیے۔" وہ ایک لمحے رکا۔

"میں خوف زدہ ہو گیا تھا کہ اگر مجھ سے غلطی ہو گئی، تو آپ کو کھو نہ دوں۔ اپنے دل کی بے قراری سے ڈر کر میں نے آپ سے وہ سب کہہ دیا تھا۔ پلیز سمجھنے کی کوشش کریں اصباح! میں آپ کی ناراضی افورڈ نہیں کر سکتا اور آپ کا یوں رونا مجھے اذیت میں مبتلا کر رہا ہے۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں پلیز۔" وہ وضاحت دیتا، آس و امید سے اسے دیکھنے لگا اور آخر میں التجاؤں پر اتر آیا جیسے کہ زندگی اور موت کا کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

مسئلہ ہو۔ اصباح رونا دھونا بھول کر ایک ٹک اسے دیکھے گئی اس کا لب و لہجہ آواز کی مٹھاس اور سچائی اصباح کو ساکت کر گئے۔

”اتنی محبت؟“ وہ اسے دیکھے گئی۔

”میں سوری کرتا ہوں جو سزا دینا چاہو دے دو، مجھے منظور ہے۔“ اذہان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح اسے منالے۔

”اذہان!“ بہت مدھم پکار تھی۔ وہ بے چین ہوا۔

”اتنی شدید محبت کرتے ہیں کیوں؟ آخر کیوں؟“ وہ وجہ جاننے پر بضد ہوئی۔ وہ اذیت سے مسکرایا۔

”محبت تو ہو جاتی ہے اصباح! یہ کیوں اور کیسے اور کب جیسے سوالوں میں نہیں الجھتی یہ تو بس ہو جاتی ہے جیسے مجھے ہو گئی۔“

”اور مجھے بھی۔“ وہ بے اختیار بولی۔

”کک...... کیا مطلب؟“ وہ سمجھا نہیں۔

”مطلب تو مجھے بھی معلوم نہیں اذہان! مجھے خود نہیں پتا کب کیسے میرا دل آپ کا تمنائی ہو گیا۔ کب چپکے چپکے آپ کو چاہنے لگا۔ کیوں ہر پل آپ کو اپنے پاس دیکھنے کی دعائیں کرنے لگا۔ مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کب میرا دل میرے اختیار سے باہر ہو گیا۔“ وہ کسی ٹرانس میں بول رہی تھی اور اذہان گنگ سا بیٹھا اس کا یا پلٹ پر حیران رہ گیا۔

”اصباح! کیا یہ واقعی سچ ہے۔ ابھی جو کچھ میرے کانوں نے سنا وہ میرا گمان تو نہیں ہے ناں، آپ سچ بول رہی ہیں ناں۔“ اسے یقین نہ آیا تو اس نے اصباح کو پکڑ کر جھنجوڑ دیا۔ وہ یکدم ہوش میں آئی اور اپنی بے خودی میں کی گئیں باتوں کو سوچ کر بلش ہو گئی اور نظریں جھکالیں۔

”اصباح! کچھ کہیں ناں، یوں چپ نہ رہیں پلیز۔“ وہ سننے پر بضد ہوا مگر اصباح شرم سے سرخ ہو گئی تھی۔ اسے چپ لگ گئی۔

”پلیز میری حالت کو دیکھیے یوں خاموش نہ رہیں۔ آپ کے الفاظ وہ چند جملے میری زندگی کا حاصل ہیں۔ پلیز مجھے یقین کرنے دیں، کچھ تو کہیں۔“ وہ التجاؤں پر اتر آیا اس کی حالت کسی دیوانے کی سی تھی۔ اصباح کو اس پر ترس آ گیا۔

”میں نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ بالکل سچ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ مجھے پہلے آپ سے پیار نہیں تھا۔ محبت سے میرا اعتبار اٹھ گیا تھا۔ میں نے ممی ڈیڈی کے دباؤ میں آ کر آپ سے شادی کی تھی مگر آپ کے ساتھ نے مجھے محبت پر بھروسہ کرنا سکھا دیا ہے میرے دل میں پیار جگا دیا۔ جب مجھے اپنے دل کی بدلتی حالت کا ادراک ہوا تو میں خود سے بھاگنے لگی۔ اپنے آپ سے نظریں چرانے لگی۔ میں اقرار کرنے سے کتراتی رہی لیکن نہ جانے آپ کی محبت میں کون سی کشش ہے۔ جانے کیسا طلسم ہے آپ کے لہجے میں کہ میں بے اختیار اظہار کر بیٹھی۔“ وہ سر جھکائے نادم سی نظر آئی اور اذہان کو جیسے سکون ملا۔

”تھینک یو، تم نے یوں اقرار کر کے مجھے مالا مال کر دیا ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ دنیا کی دولت مجھے مل گئی ہو۔“ وہ سرشار دکھائی دیا۔

”تھینکس اصباح! تم نے مجھے نئی زندگی دے دی۔“ پیار کی دولت ملی تو تکلف کی دیوار خود بخود گر گئی اور اپنائیت کے لفظ خود بخود زبان پر آ گئے۔ وہ فرط مسرت سے پاگل ہونے لگا۔ خوشی جیسے اس کے انگ انگ سے پھوٹنے لگی۔ اصباح بلش ہو گئی۔

”میں آج بہت خوش ہوں۔ بہت زیادہ۔“ اصباح کو خود میں سموئے وہ اپنے دل کی بے قراری و بے چینی کی داستان اس کے کانوں میں انڈیلنے لگا۔ اصباح اس کی محبت پر نہال ہو گئی اور سرشاری اس کے سینے سے لگ کر جھینپی جھینپی مسکان لبوں پر سجائے اس کے دل کی حکایات سننے لگی۔

......☆......

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety twitter.com/paksociety1

فریدہ فرید

افسانہ

زباں رسیدہ

"دس روپے کی تو بات ہے۔" امجد نے منمناتے ہوئے واحدی صاحب کی طرف دیکھا تھا۔ دس منٹ گزر گئے تھے سگنل بند ہوئے اور دس منٹ ہی ہو گئے تھے اس بوڑھے کو بند شیشوں کی کار سے لپٹے اور دس منٹ

میں کوئی دسویں بار ہی تھی امجد کو ابا میاں کو جتلاتے ہوئے کہ دس روپے دینے میں کیا حرج ہے؟ مگر واحدی صاحب دس روپے سے کم کا نوٹ جیب میں نہ ہونے کی بناء پر دس روپے کی قربانی دینے کو قطعاً تیار نہ تھے۔ کم وبیش دس ہی مرتبہ انہوں نے جواب ارسال کیا تھا۔

"دس روپے کی تو بات ہے ارے میاں جب خود کمانے لگو گے تو پائی پائی کی قدر آئے گی اندھی گائے کا گوشت نہیں کھایا۔ میں نے جو دس روپے خاک میں ملا دوں۔" امجد کی خالی جیب اس کی انسانی ہمدردی کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھی۔ تو دوسری طرف ابا میاں کی جیب دس روپے چھوڑنے پر آمادہ نہ تھی۔

"ابا جان! دس روپے میں آتا ہی کیا ہے؟ دے دیں سر کا صدقہ اتار دیں بلائیں ٹل جاتی ہیں۔" وہ اپنی عقل کے مطابق اور ذرا سی ہمت کے تحت ابا میاں کو سمجھانے کے درپے تھا۔

"یونہی صدقے میں دس دس روپے لٹائے ہوتے تو آج تیرے سر پر چھت ہوتی نہ نیچے گاڑی کی سیٹ کھڑا ہوتا فٹ پاتھ پر دس روپے مانگتا ہوا۔ یوں ایئر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھ کر کتابی لیکچر نہ جھاڑ رہا ہوتا۔" بوڑھا فقیر تو کب کا جا چکا تھا۔ مگر وہ کشمکش و پیچ میں تھا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

آیا اباجان کو دوراندیشی اور کفایت شعاری پر داد دے جس کی بناء پر آج اسے زندگی کی ہر آسائش میسر تھی یا اللہ کی راہ میں دیے کو خاک میں ملانے سے تشبیہ دینے پر استغفار کرے۔

☆......☆

عتیق وحدی منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہونے والوں میں سے نہیں تھے۔ انتہائی مشقت اور جفاکشی کی زندگی گزار کے سیٹھ واحدی تک کا سفر طے کیا تھا۔ سڑک پر چلتی پہیہ گاڑی سے ہوئی ابتدا آج علاقے کے پوش علاقے میں دوڑتی دکان پر آ کر رکی تھی۔ ماں اور بہنوں کی رات بھر کی محنت سے تیار کردہ بریانی کا دیگچہ ریڑھی پر رکھے اسکول کالجز کے باہر دن بھر کھڑے رہنے کی برسہا برس کی مشقت کے بعد اللہ نے کرم کے دروازے ایسے کھولے کہ خوش بختی کی کرنیں ان کی آنے والی نسلوں کا مقدر بن گئیں۔ آج مشاق باورچیوں کے ہاتھوں کا کمال مصروف بریانی کی دوکان بمع شاخوں کے انہیں فکر معاش سے چنداں آزاد کیے ہوئے تھی۔ اہلیہ مزاج شناس اور سابقہ معاشی معاملات سے ناواقف تھیں۔ سو حالات ماضی سے غفلت عروج پر تھی۔ خوش بختی تو دکھائی دیتی تھی۔ مگر عطا کرنے والی ہستی نگاہ و دل دونوں سے پوشیدہ تھی۔ جب ذات سے لاتعلقی تھی تو احکام و فرائض کی کیا حیثیت رہ جاتی تھی۔ وہ ہر چیز اور مرحلہ وار سیڑھی چڑھتے ہر قدم کو ذاتی کامیابی گردانتے اپنی اولادوں ساجد وحدی، امجد واحدی اور سجدہ واحدی کو اعلیٰ معیار زندگی فراہم کرنے کے لیے کوشاں تھے دس روپے کے نوٹ کو صدقہ خیرات کے بطور قیمتی اور ضروریات کے لیے کمتر قرار دیتے ہوئے۔

☆......☆

سجدہ وحدی کی شادی محلے بھر تو کیا شہر بھر کے لیے توجہ کا باعث بنی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے پبلسٹی بھی تو کمال کی کی گئی تھی، مقامی کیبل پر دن بھر اشتہاراتی طور پر پٹی چلائی جاتی اور شاپ پر کسٹمرز کو باقاعدہ پمفلٹ تقسیم کیے جاتے، سیٹھ وحدی اپنی واحد سپوتنی کی شادی یادگار بنانا چاہتے تھے۔ سجدہ دونوں بھائیوں سے چھوٹی اور گھر بھر کی لاڈلی تھی، جہیز کو ایک بڑے شاپنگ مال میں باآسانی ڈھالا جاسکتا تھا کیا ہی دنیا کی کوئی چیز ہوگی جو سجا کے بچھائی نہ گئی ہو۔ سیٹھ وحدی کا دعویٰ تھا کہ کوئی دعویٰ کردے کہ فلاں شے نہیں ہے تو ایک لاکھ انعام فوراً ادا کردیں گے مگر ہنوز انعام محفوظ تھا۔ سجاوٹ سے لے کر طعام تک شادی بے مثال تھی، دلہن بنی سجدہ کے سر سے کالے بکرے عین اسی وقت وارے جاتے جب ہال مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوتا، صدقہ بھی ہوجاتا اور نمائش بھی۔

"دس روپے کا سوال ہے صاحب اللہ تیری بچی کو دس لاکھ خوشیاں دے۔" انتہائی سانولی نحیف سے کپکپاتے بازوؤں والی اماں نے عین اس وقت سیٹھ وحدی کو آن گھیرا جب وہ کیٹرنگ والے کو دو لاکھ ایڈوانس دینے والے تھے۔ ہاتھوں میں روپوں کا بنڈل اور لین دین کا گھمبیر معاملہ اور درمیان میں دس روپے لینے اور دس لاکھ خوشیاں دینے کی نرالی بخ، وہ بھڑک اٹھے۔

"اواماں! جا اپنا کام کر میرے متھے نہ لگ۔ دس لاکھ میں اپنی بچی کو دس کروڑ خوشیاں دے رہا ہوں تیرے کہنے پر کام نہیں اٹکا ہوا۔"

مہمانوں کے اژدھام میں جانے وہ کہاں سے اندر گھس آئی تھی۔ سو آہی گئی تھی تو بھلا دعائیں بانٹنے کی کیا تک تھی سیٹھ وحدی نے اتنا کچھ انتظام کر رکھا تھا کہ شاید دعا کے لیے کوئی خانہ خالی ہی نہیں تھا اور ویسے بھی ان کے نزدیک دعا کی حیثیت ہی کیا تھی۔

"صاحب! اتنا پیسہ ہے تیرے پاس دس روپے دے دیں ناں۔" اماں کے لیے جھڑکیاں کون سی نئی خوراک تھی۔ ہمارو زاسی سے تو پیٹ بھرتی تھی سو بے نیازی اور لجاجت برقرار تھے۔

"ہاں تو پیسہ تیرے لیے ہے کیا؟ تجھ جیسوں پر بانٹ دوں تو اپنی اولاد کو ہوا کھلاؤں کیا؟" سیٹھ وحدی نے

ادائیگی کے بعد بقیہ رقم جیب میں منتقل کرتے ہوئے زبانی بے احتیاطی جاری رکھی۔ پانچ پانچ کے سکے بھی احتیاط سے چن چنا کر جیب کے کسی کونے میں ڈال دیئے کہ کہیں اماں جھپٹ نہ لے زبان و نگاہ کے گھورتے اگلتے انگارے نہ سیٹھ وحدی کے اختیار میں تھے اور نہ بوڑھی اماں پر اثر انداز۔

☆......☆

"دیکھا اسے کہتے ہیں اصلی خون کی تاثیر ایسی اولاد ماں باپ کا فخر ہوتی ہے اور زندگی بھر کی ریاضت کا صلہ بھی۔"

امجد وحدی آج پھر زیر عتاب تھا۔ ساجد وحدی کی ہر نئی کامیابی امجد کے لیے مزید جھڑکیاں لے کر آتی تھی۔ کسی بھی ایونٹ پر یا بزبانِ کاروبار سیزن کے دنوں میں کمائی کی بلند شرح ہمیشہ ساجد وحدی کا کارنامہ قرار پاتا تھا اور پھر سیٹھ وحدی کی تمام تر لعن طعنوی توجہ امجد وحدی کی جانب مبذول ہوجاتی تھی۔

"اباجی! بھیا اس بزنس میں انٹرسٹڈ ہیں۔ سوان کے آئیڈیاز اور کوششیں بارآور ثابت ہوتی ہیں لیکن مجھے ان سب میں سر نہیں کھپانا، یہ مصالحہ جات اور ٹماٹر میری لائف کا ایم (Aim) نہیں ہیں پلیز مجھے اپنی تعلیم مکمل کرنے دیں باورچی مت بنائیں۔" امجد وحدی کی زبان کے تالے بھی ایسے موقع پر کھل ہی جاتے تھے ویسے بھی وہ بقولِ سجدہ سال میں ایک بار ہی بولتا تھا جی بھر کر بول کر پھر سے آنکھیں موندھ لیتا تھا۔

"امجد! تمہیں دیگ چڑھانے کے لیے کون کہہ رہا ہے؟ اس کے لیے متعدد باورچی ہیں ہمارا کام تو صرف سپروائزنگ ہے صرف دیکھ بھال تمہارا ایم بی اے اگر تمہارے اپنے بزنس کے لیے فائدہ مند نہ ہو تو میرا خیال ہے اباجی صحیح کہتے ہیں تمہاری تعلیم پر صرف پیسہ ہی ضائع ہوا ہے۔"

ساجد وحدی نے سیٹھ وحدی کے رائٹ سائیڈ پر بیٹھے رائٹ ہینڈ کے بطور امجد وحدی کو لتاڑنے کے فریضہ میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔

امجد کی دماغی جلد چکنی تھی اس پر تنقید و نصیحت ٹھہرنے سے قبل پھسل جاتے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے اباجی کے بزنس سے کوئی پرخاش تھی مگر کچھ معاملات میں اباجی اور بھیا کی بے حسی اسے برداشت نہ تھی۔ مثلاً کسی کسٹمر کے پاس ادائیگی کے وقت ایک دو روپے نہ ہوں تو رعایت نام کی کوئی چیز اس بزنس کا حصہ نہ تھی۔ پہروں دھوپ میں کھڑے رکھنا چند کرائے دار غنڈوں سے تواضع کرانا، بھکاریوں کو روپوں کے چند کاغذ تو ایک طرف روٹی کے چند ٹکڑے تک خیرات نہیں دینا بہت معمولی عمل سمجھے جاتے تھے۔ اباجی کا صاف مقولہ تھا۔ "نہ کسی کو منہ لگاؤ اور نہ بعد میں پچھتاؤ۔" وہ وہ اپنی حساس طبیعت کے باعث پچھتاؤں سے خود کو بچائے اس متکبرانہ بزنس سے خود کو الگ رکھنا زیادہ بہتر سمجھتا تھا۔

☆......☆

اخراجات کا گراف آسمان کو چھو رہا تھا۔ ساجد وحدی کی شادی پر خرچ کرنا کیونکہ من کا سودا تھا۔ سو کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا مگر سجدہ وحدی کے آئے دن کے نت نئے اخراجاتی فرمان اب جیب پر گراں گزرنے لگے تھے۔ اپنی دانست میں سیٹھ وحدی نے دنیا کی ہر آسائش، رہائش، گاڑی اور دیگر ضروریات زندگی بیٹی کو پہلے ہی فراہم کردیئے تھے مگر اپنے ہی مقولے کے برعکس وہ داماد جی کے منہ کو مفت خوری کی لت لگا چکے تھے جس کے نتیجے میں ہر دوسرے ہفتے ایک نئی فرمائش کے ساتھ سجدہ وحدی روبرو ہوتی۔

"سجدہ بیٹا! گھر کے حالات تمہارے سامنے ہیں ساجد کی شادی کے معاملات چل رہے ہیں۔ ہزارہا اخراجات ہیں امجد کی بیکاری الگ درد سر ہے ایسے میں تم اپنے میاں کو کچھ تو لگام دو۔" سیٹھ وحدی ماتھے کے بل کے ناگزیر ہوتے اضافے کے باعث بالآخر بول اٹھے مگر سجدہ کی منطق جواب طلب تھی۔

"اباجی! آپ تو کہتے تھے کہ جو کچھ بھی آپ کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پاس ہے آپ کی اولاد کا ہے تو آج اولاد پر ہی خرچ کرتے اتنی پرابلم کیوں ہے آپ کو۔ آپ تو دس روپے کی خیرات بھی صرف اس لیے نہیں کرتے کہ یہ آپ کی اولاد کا حق ہے تو اب دیں ناں اولاد کو اس کا حق۔"

سجدہ نے تیکھے چتونوں کے ساتھ بہت کچھ جتاتے ہوئے ناک سکیڑا تھا اس کا لہجہ اور الفاظ کچھ بھی تو انوکھا نہ تھا سیٹھ وحدی کی تربیت اور دی گئی تعلیم سامنے تھی اور ہاتھ بنا حیل وحجت کے چیک سائن کرنے میں مصروف تھے۔

☆......☆

مع کسٹمرز کی انٹری فل تھی۔ پرافٹ توقع سے بڑھ کر تھا امجد نے اچھی مینجمنٹ کی اباجی پھر بھی آپ غصے ہیں۔"

ساجد وحدی شادی کے دنوں میں چھٹی پر تھا۔ آج کل سارا بردن امجد وحدی کے سر پر تھا جسے وہ اپنی دانست میں بخوبی اٹھائے ہوئے تھا مگر اباجی نے بھی ڈھونڈ ڈھانڈ کے جھڑکنے کے پہلو نکال ہی لیے تھے۔

"دکانداری کب کر رہے تھے برخوردار، انہوں نے تو خیراتی ادارہ کھول رکھا تھا۔ کبھی کسی ورکر کو لیٹ فیس ادا کرنے میں مدد ہو رہی تھی تو کسی کے گھر میں کھانا نہ پکنے پر مفت بریانی تقسیم ہو رہی تھی۔ منگتوں کی لائنیں لگی تھیں جنہیں میری عمر بھر کی کمائی بانٹی جا رہی تھی اگر دو دن محترم اور رہے دکان پر تو ہم سارے فٹ پاتھ پر آ جائیں گے۔"

اباجی بھگو بھگو کے لگا رہے تھے اور ان کے حمایتی انتہائی ملامت بھری نگاہوں سے امجد کو تک رہے تھے جیسے کہ کسی گھٹیا فعل کا مرتکب ہوا ہو۔

جس سوچ کے بیج بوئے گئے تھے وہی فصل لہلہا رہی تھی۔ احساس ومروت خون میں نہیں اذہان میں پرورش پاتے ہیں امجد وحدی ہٹ کر ضرور تھا مگر الگ نہیں تھا۔ سو نصائح سے پرہیز کرتے ہوئے سیٹھ وحدی کے مقرر کردہ اصولوں پر گامزن ہو جاتا تھا۔ ساجد وحدی تو باپ کی بہترین تربیت کا اعلیٰ نمونہ تھا سرتاپیر انہی کے رنگوں میں رنگا ہوا سو منظورِ نظر ہونا خلافِ عقل نہ تھا اور عقل و وقت ہمیشہ سے شاہد ہیں کہ جب قدرت نتھار کی صفت اپناتی ہے تو سب سے عزیز شے ہی لپیٹ میں آتی ہے۔

☆......☆

سیٹھ وحدی کے گھر مہمانوں کی ریل پیل تھی مگر سبیلِ اجتماع طے شدہ نہ تھا۔ کب سوچا تھا سیٹھ وحدی نے، ایک جہاں کل تک شادیانے اور نمائش کا بازار گرم تھا وہاں آج دعائیں کرائی جا رہی تھیں۔ شادی کے دو روز بعد ساجد وحدی ایک سیریس ایکسیڈنٹ کے باعث اسپتال میں تھا، دعاؤں کی شدت سے بخوبی اندازہ ہوتا تھا کہ حالت زار خطرے میں تھی۔

"کچھ کر امجد کہیں سے خون کی بوتل لا نہیں تو تیرے بھائی کو کچھ ہو جائے گا۔" سیٹھ وحدی کپکپاتے لبوں سے اور بے جان ہاتھوں سے امجد کے ہاتھوں میں نوٹ منتقل کر رہے تھے۔ جس کی جیب بھری تھی مگر قدموں میں حرکت ناپید تھی۔

"اباجی! کہاں سے لاؤں سارا شہر بھائیں بھائیں کر رہا ہے، ہڑتال شدید ہے ٹریفک مکمل طور پر بند ہے۔ بھائی کی کار تباہ ہو گئی ہے اور میری کار میں ایک قطرہ پیٹرول نہیں، پیٹرول پمپس بالکل بند ہیں میں کیسے جاؤں؟ اور کہاں جاؤں؟"

امجد بے بسی سے متعدد بار دہرائی بات پھر سے بتانے لگا ساجد کی حالت سیریس تھی خون کی ضرورت تھی جو اسپتال میں دستیاب نہ تھا اور شہر کے حالات کشیدہ تھے، خون کی فراہمی کے تمام مقامات یا تو بند تھے یا پہنچ سے دور سیٹھ وحدی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ساجد وحدی سے پہلے دم توڑ رہے تھے۔

"تو جا کے دیکھ تو سہی کسی نے روکا اس کا منہ نوٹ ڈال کے بند کر لینا جتنا مانگیں جو چاہیں دے مگر خون لے آ جا میرا بچہ جلدی کر۔" سیٹھ وحدی اسے پچکارتے، للچاتے باہر کی طرف دھکیلنے لگے جس کے قدم من بھر کے تھے۔

"کیا کر رہے ہیں ایک بیٹا اندر جان سے جا رہا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور دوسرے کو باہر مرنے کے لیے بھیج رہے ہیں۔" سجدہ وحدی نے دیوانہ ہوئے والد کو عقل کا دامن تھمایا اور امجد کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ بہت قیمتی وقت برباد ہوا جاتا تھا اور قیمتی دولت تھی کہ کسی کام نہیں آ رہی تھی۔ ڈاکٹر کی تسلیاں ہچکیاں لے رہی تھیں اور جیبوں میں بھرے نوٹ ٹھیکریاں ثابت ہو رہے تھے۔

معاً امید کی کرن چمکی تھی امجد کے ایک دوست نے چند روپوں کے عوض خون دینے کی حامی بھر لی تھی بلڈ گروپ یکساں تھا۔ امجد وحدی مقررہ روپے لے کر خون لینے چلا گیا تھا اور سیٹھ وحدی بے تابی سے انتظار میں مصروف تھے۔

☆......☆

"سر! وقت بہت کم ہے اگلے بیس منٹ بہت اہم ہیں جلدی خون کا انتظام کیجیے۔"

ڈاکٹر کی اطلاع نے گھبراہٹ کو دوچند کر دیا تھا۔ سیٹھ وحدی مسلسل ہیجانی کیفیت میں تھے فون سروس معطل تھی کچھ خبر نہ تھی کہ امجد کہاں گیا تھا؟ اور کب تک لوٹنے والا تھا ایک ایک منٹ اتنا جان لیوا اور اذیت ناک تھا کہ سیٹھ وحدی کو ابتدائے عمر کی کسمپرسی تنگدستی اور محنت کی گھڑیاں یاد آنے لگیں جو عرصہ ہوا بھرے ہوئے بینک بیلنس نے بھلا دی تھیں۔ نوٹوں کے جوڑ توڑ اور اکاؤنٹ کرنے سے فرصت کہاں ملتی تھی جو زمین سے آسمان تک کے سفر کی روداد دہرائی جاتی۔

بیس منٹ گزرنے سے چند لمحے قبل امجد کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی۔ وہ اندر داخل ہوا نہیں تھا کہ سیٹھ وحدی اس پر جھپٹ پڑے تھے۔

"اتنی دیر کر دی جلدی کرو خون ڈاکٹر کے حوالے کرو ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔" سیٹھ وحدی اسے ڈاکٹر کی طرف دھکیلنے لگے مگر یہ کیا؟ اس کے ہاتھ تو خالی تھے ایسے ہی جیسے سیٹھ وحدی کے اعمال نیکیوں سے اور دل خوفِ خدا سے خالی تھا۔

"کہاں ہے خون کہاں ہے امجد بول؟" وہ چلائے امجد کی ڈبڈبائی آواز دقت سے برآمد ہوئی۔

"اباجی! اس نے خون نہیں دیا کہتا ہے پیسے کم ہیں۔"

"دماغ صحیح ہے تیرا اتنے سارے نوٹ تو تو لے کر گیا تھا کیسے کم پڑ سکتے ہیں؟" سیٹھ وحدی کے لیے الفاظ کی ادائیگی روح نکلنے کے مترادف تھی۔

"اباجی! رستے میں ہر جگہ ڈبل ڈبل قیمت ادا کرتا ہوا اس تک پہنچا تھا اس نے جتنے روپے کہے تھے وہ پورے نہیں ہوئے اور وہ خون دینے کو تیار نہیں ہوا۔ میری ہر منت سماجت التجا رائیگاں گئی، اباجی وہ نہیں مانا کہتا تھا روپے پورے لاؤ گے تو تب میرا خون ہے کوئی پانی نہیں جو مفت میں بہا دوں۔" امجد روتے ہوئے آپ بیتی بیان کیے گیا۔

"اسے بتانا تھا تیرا بھائی کس حال میں ہے وہ مر جائے گا اسے کہتے کہ پھر دے دیں گے روپوں کا کیا ہے؟ اصل چیز تو انسانی جان ہے روپے کی خاطر انسانی جان سے تو مت کھیلو۔"

سیٹھ وحدی گڑگڑاتے ہوئے اسے سبق پڑھائے گئے وہ سبق جو خود کبھی نہیں پڑھا تھا۔

"سب کچھ کہا تھا اباجی مگر وہ نہیں مانا۔"

"کتنے روپے کم تھے؟" سیٹھ وحدی لب دم ہو کے بمشکل کہہ پائے۔

"دس روپے......" امجد نے گرتے باپ کو باہوں کا سہارا دیتے ہوئے کہا۔

"کیا؟ دس روپے......!" سیٹھ وحدی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کتنی بے بسی تھی ان کے جواں مرد بیٹے کی زندگی کی قیمت دس روپے قرار پائی تھی اور وہ دس کروڑ کی پراپرٹی کے مالک تھے۔

"صرف دس روپے......دس روپے کی کیا بات تھی؟" وہ زندگی وہمت سب ہار چکے تھے۔

"دس روپے ہی کی تو بات تھی اباجی۔" امجد کی سرگوشی سماعت کرنے والا کون تھا؟

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

فرحین اظفر

افسانہ

بلائے زندگی

لینگویج کی کلاسز میں رش روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا، مغرب کی اندھی تقلید میں دیوانہ وار دوڑنے والے جوق در جوق اس مشہور لینگویج اور کمپیوٹر کورسز کے سینٹر میں داخلہ لینے آ رہے تھے، بھانت

بھانت کی شکلیں، آواز اور انداز اسے دن بدن اپنے خول میں سمٹنے پر مجبور کرتے تھے، اور مجبور تو وہ یہاں ایڈمیشن لینے کے بعد بھی ہوگئی تھی، پرائیویٹ انگلش میڈیم اسکولوں میں جس طرح فرفر انگریزی بولنے والی ٹیچرز کی تعداد اور ویلیو بڑھ رہی تھی، اسی حساب سے ان کی تنخواہ کا گراف بھی اوپر اور اوپر کی طرف جا رہا تھا، وقت اور اپنی ملازمت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ہی اس نے اس ادارے میں داخلے کا ارادہ کیا اور بڑی ہمت کرکے اس پر عمل بھی کر ڈالا تھا مگر...

اب یہ نت نئے حلیوں اور بے باک انداز میں بولتے، ٹھٹھے اڑاتے ٹین ایجرز اس کا سارا اعتماد ہوا کرتے جا رہے تھے، جنہیں پہلے سے ہی اس پرائی زبان پر ٹھیک ٹھاک عبور حاصل تھا اور صرف یہی نہیں، اس کلاس اور اس اکیڈمی کی سب سے بڑی مصیبت جو آج کل بھوت بن کر اس کے اعصاب پر سوار تھی وہ...

"ہم تیرے بن اب رہ نہیں سکتے"۔ بے حد دھیمی آواز میں کوئی اس کی چیئر کے عین پیچھے گنگنایا، وہ اچھل ہی تو پڑی، پین ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

لڑھک گیا۔

کلاس میں شور تھا، ابھی ٹیچر آئے نہیں تھے، اس لئے اس بے حد دھیمی گنگناہٹ نما پیغام کو سوائے خود اس کے اور اس کی اکلوتی دوست کے جو برابر میں ہی براجمان تھی، کے علاوہ اور کوئی نہیں سن سکا تھا۔

اس نے عجیب بے چارگی کے عالم میں قدموں سے ذرا فاصلے پر گرے پین اور پھر برابر میں بیٹھی صدف کو دیکھا۔

''اٹھالو ناں''۔ صدف نے تنبیہی انداز میں گھور کر اسے دیکھا۔ گویا نظروں ہی نظروں میں بولی۔

''کوئی ضرورت نہیں اسے ذرا برابر بھی اہمیت دینے کی''۔

اس نے دھیرے سے جھک کر پین اٹھایا اور جب سیدھی ہو کر بیٹھی تو عین نظروں کے سامنے وہی چہرہ تھا۔

''مس! کیا آپ اپنی بک ایک منٹ کے لیے دکھا سکتی ہیں؟'' سامنا اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ ہڑبڑا سی گئی۔

''جی...'' ہونقوں کی طرح منہ کھول کر اسے دیکھا۔

''مس! میں نے کہا کیا آپ اپنی یہ بک...''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔

''گڈ ایوننگ سر!'' تمام اسٹوڈنٹس ٹیچر کی تعظیم میں کھڑے ہو چکے تھے۔

وہ بات ادھوری چھوڑ کر واپس اپنی سیٹ کی طرف چلا گیا۔

باقی کا سارا وقت اس کا دھیان غیر حاضر ہی رہا۔

کلاس ختم ہوتے ہی اس نے صدف کا بازو دبوچا اور کلاس سے یوں نکل کر بھاگی جیسے بھوت پیچھے لگا ہو، صدف بے چاری بھی ''ارے ارے رکو تو...'' کہتی رہ گئی مگر اس نے بس اسٹاپ پر پہنچ کر ہی دم لیا۔

☆......☆......☆

وقت کم سے کم ہوتا چلا جا رہا تھا، گھڑی کی سوئیاں اپنی نارمل رفتار سے کہیں تیز بھاگ رہی تھیں اور اس کے ہاتھ ان سوئیوں سے جیسے ریس لگا رہے تھے۔

''ہنیہ! بلال کو اٹھا کے لاؤ''۔ کڑاہی سے گرم گرم آلو کا قتلہ اٹھا کر اس نے انگلی سے دبا کر چیک کیا، آلو گل چکے تھے۔ اس نے جلدی سے پلیٹ میں نکالے چنگیر سے روٹی نکال کر ٹرے میں رکھی۔

''ہنیہ! اب آبھی جاؤ''۔

دسترخوان پر ٹرے رکھ کر اس نے بے چینی سے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے پانچ سالہ ہنیہ تین سالہ بلال کی انگلی تھام کر باہر آئی۔

''جلدی سے آؤ بیٹھو''۔ اس نے ہنیہ کو سامنے اور بلال کو اپنی گود میں بٹھایا اور تیزی سے نوالے بلال کے منہ میں دینے لگی، ہنیہ حتی المقدور تیزی سے لقمے بنا بنا کر منہ میں ڈال رہی تھی۔

''جلدی کرو ہنیہ جلدی''۔ بولتے ہوئے اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور بلال کو گود سے اتار کر اپنا گاؤن پہننے لگی۔

''ماما! آج تو آپ جلدی آئیں گی ناں؟''

''ہاں، ہاں میری جان''۔

اس نے ہلکے گلابی رنگ کا اسکارف ٹھوڑی پر سے گھما کر سر پر پن اپ کیا۔

''چلو اٹھو آؤ جلدی''۔

دسترخوان پر خالی پلیٹ رکھی تھی۔ اس نے روٹی ہاٹ پاٹ میں رکھ کر اسے وہیں ڈھک دیا اور تیز تیز سیڑھیاں اترتی نیچے آئی۔ ایک ہاتھ میں بلال اور دوسرے ہاتھ میں ہنیہ کا ہاتھ پکڑے۔

''خالہ! میں جا رہی ہوں''۔

خالہ برآمدے کے تخت پر بیٹھی چھالیہ کتر رہی تھیں۔ ان کا سروتہ ذرا کی ذرا تھما۔

''ارے رکو! کہاں ہوا کے گھوڑے پر سوار چلی جا رہی ہو''۔

وہ ذرا کی ذرا تھمی۔ دل میں کوفت کی لہر نے سر اٹھایا۔

''آج تو جلدی آؤ گی ناں، کل کی طرح کہیں...''

''جی جی خالہ! جلدی آؤں گی، آپ بالکل فکر مت کریں''۔ وہ جھپاک سے باہر نکل گئی۔ خالہ ہونہہ کہہ کر منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگیں۔

''یہ اچھی ڈیوٹی ہمارے سر پر لگا دی ہے مہارانی نے''۔ کچن میں کام کرتی عافیہ نے اپنی ساس کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی، وہ تاسف سے سر ہلا کر تخت کے کنارے پر خاموش بیٹھے معصوم بچوں کی طرف دکھ سے دیکھنے لگی۔ معصوم بچے جو یتیم بھی تھے۔

☆......☆......☆

وہ تیزی سے قدم اٹھاتی سڑک کو اپنے قدموں تلے روندتی بھاگتے ہوئے قدموں سے چلی جا رہی تھی۔ جتنا تیز اس کے قدم بھاگ رہے تھے، اس سے کہیں زیادہ تیز اس کا دماغ چل رہا تھا، اس نے خالہ کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی، لیکن اس کی سماعتیں جیسے سب آوازوں سے مانوس تھیں۔ وہ چہرہ دیکھ کر موڈ بھانپ لیتی تھی، الفاظ سے بین السطور مقصد جان لیتی تھی۔ مہر بہ لب خاموشی میں دل جلی، جلی کٹی بڑبڑاہٹ سن لیتی تھی۔ یہ قدرت کی نہیں حالات کی مہربانی تھی جسے مہربانی کے بجائے ستم ظریفی کہا جاتا تو غلط نہ تھا۔

خلاف معمول بس میں سیٹ ملی تو اس کے خیالات کی بس بھی یادوں کی سڑک پر چل نکلی۔

کوئی بڑے استحقاق سے مسکراتا اس کے دھیان کی افق پر ابھر آیا۔

اس نے گہرا سانس لے کر سر سیٹ کی پشت سے لگا دیا، بلاشبہ ایک شخص کے چلے جانے سے زندگی میں سیاہ و سفید ذمہ داریوں کے بوجھ کے سوا اور کچھ باقی نہیں بچا تھا۔ چھبیس سال سے بھی کم عمر بالکل کنواری لڑکیوں کی طرح دکھنے والی جواں سال بیوہ اور دو معصوم جانوں کی ذمہ داری میں زندگی میں سفید اور سیاہ کے سوا اور کوئی رنگ ہو بھی نہیں سکتا تھا، سیاہ راتیں، بوجھل تنہائی، آنسوؤں بھری سسکتی ہوئی اور مجبوری اور سمجھوتے کے بوجھ تلے دبے گھٹ گھٹ کر سانس لیتے بے رنگ سفید دن...

اس کے لیے ہر دن ایک سا تھا، ہر رات ایک سی تھی، بس ٹپ ٹپ، پانی کے نل سے ٹپکتے قطروں کی طرح ایک جیسے، ایک سی آواز ایک سا رنگ اور بس۔

اس کے معصوم بچے بھی اس کی زندگی سے اڑ جانے والے شوخی اور ہنسی کے رنگ دوبارہ بھرنے سے قاصر تھے، ان کا قصور نہیں تھا، وہ تھے ہی اتنے معصوم اور بیٹا... تین سالہ بلال، اسے تو ابھی یہ تک نہیں پتہ تھا کہ باپ کہتے کسے ہیں، اس نے ابھی اپنے باپ کے لمس سے آشنائی بھی حاصل نہیں کی تھی۔

بس ایک جھٹکے سے رکی۔

اس کے خیالات کی ڈور اس جھٹکے سے ٹوٹ گئی، اکیڈمی آ چکی تھی، وہ بیگ سنبھالتی بس سے اتر گئی۔

☆......☆......☆

وہ اپنی کلاس کی سب سے عمر رسیدہ اسٹوڈنٹ شمار ہوتی تھی، گو کہ کسی نے اس حوالے سے اس سے کبھی کچھ کہا نہیں تھا، کیونکہ لینگویج، کمپیوٹر اور اس طرح کی دوسری علاوہ نصاب کے پڑھائیاں عمر

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے کسی بھی حصے میں اور نصابی تعلیم کے کسی بھی دور میں یا اس کو مکمل کرنے کے بعد بھی کی جا سکتی تھیں، مگر کلاس میں روز بروز بڑھتے، تروتازہ کھلتے گلاب جیسے چہروں کو دیکھتے اسے خوامخواہ ہی شرمندگی کا احساس ہوتا رہتا۔

حالانکہ انٹر کرنے سے پہلے بھی نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس طرح کے دو چار شارٹ کورسز میٹرک اور انٹر کے رزلٹ کے انتظار والے دنوں میں کر ڈالے تو اچھا ہے۔

لیکن ایک تو اسے پڑھائی سے اتنی دلچسپی نہیں تھی، دوسری روٹین کے ساتھ روز ایک ہی کام لگ کر توجہ سے کرنا اس کی طبیعت اور مزاج کے عین خلاف تھا۔

وہ تو گھر کے روزمرہ کے کام بھی کبھی ایک جیسی روٹین کے تحت نہیں کر پائی تھی، گھر میں سب سے چھوٹی تھی اور لاڈلی بھی، اسی لئے اس کا کوئی کام لگا بندھا نہیں تھا۔

کبھی صفائی کر لی، تو کبھی برتن دھو لئے، کبھی صرف ڈسٹنگ کر کے ہاتھ روک لیا اور کبھی سب کاموں کے ساتھ ساتھ روٹی تک بنا ڈالی۔

امی اور ابو دونوں ہی گھر کی اس چہکتی بلبل پر کوئی خاص ذمہ داری ڈالنے کے حق میں نہیں تھے۔ وہ پورے گھر میں تتلی کی طرح اڑتی پھرتی تھی، چڑیا کی طرح چہچہاتی پھرتی تھی۔

''اے! کیا سوچ رہی ہو، ٹرانسلیٹ کرو ناں جلدی جلدی''۔ صدف کے ٹہوکے نے اس کو ماضی سے حال میں کھینچا، وہ کہیں دور سے واپس پلٹی اور سر جھٹک کر تیزی سے سر کے دیئے ہوئے اردو کے جملوں کو انگلش میں ترجمہ کر کے لکھنے لگی۔

☆............☆............☆

''ایگزامز اسکولز کھلتے ہی ہوں گے، سر نے کہا ہے کہ تمام کام چھٹیوں میں کمپلیٹ کرنا ہے، اس لئے آج سے ساری ٹیچرز ڈھائی بجے تک رکیں گی''۔

''کیا...'' دوسری ٹیچرز کا تو پتہ نہیں، مگر اس پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔

ابھی وہ کوئی بات نہیں کر پائی تھی کہ بلال نے اس کا گھٹنا ہلایا۔

''ماما! کب چلیں گی گھر مجھے بھوک لگ رہی ہے؟''

اس نے چونک کر بلال کی شکل دیکھی۔ پھر باہر ڈھلتی دھوپ پر نظر ڈالی، دوپہر کے تین بجے تھے۔ اس نے سوچا تھا ایگزامز سے پہلے کا سارا کام آج نمٹا کر ہی نکلے گی، جبھی کام کرتے کرتے اتنی دیر ہو گئی تھی۔ روز کی طرح بلال اور ہنیہ اس کے ساتھ ہی خوار ہو رہے تھے۔ بھوک تو اسے بھی لگ رہی تھی لیکن بچے تو پھر بچے تھے۔

''میں روز کیسے رُکوں گی اتنی دیر تک''۔

''تم سر سے بات کر کے دیکھ لو، تمہارے ساتھ تو بچے ہیں، یہ کیسے رہیں گے یہاں بے چارے تھک جائیں گے''۔ وہ اپنی کولیگ کی بات پر چند لمحے بنا کچھ بولے اسے دیکھتی رہی پھر اٹھ کر پرنسپل کے آفس کی طرف آئی۔

''مس! میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی ہیلپ نہیں کر سکتا، سوری، یہ آرڈرز صرف یہاں نہیں کیمپس ٹو اور تھری کے لیے بھی ہیں، اور رولز تو سب کے لیے ایک جیسے ہوتے ہیں، اگر آپ کے ساتھ مجبوری ہے تو اس طرح اور دوسری ٹیچرز کے ساتھ بھی مجبوریاں ہو سکتی ہیں، اگر ہم اسی طرح سب کی مجبوریاں دیکھتے رہے تو....''

پرنسپل جیسے اس کی آمد کے انتظار میں ہی بیٹھے تھے، بے انتہا روکھے انداز میں بنا رو کے چل پڑے، اس نے سردی کے موسم میں بھی اپنی پیشانی پر چمکتا

پسینہ محسوس کر لیا۔

''اوکے سر!'' نوکری تو نام ہی سمجھوتے کا ہے، اور اس کی زندگی بھی سمجھوتے کے سوا اور رہی کیا تھی۔ ایک ہاتھ میں ہنیہ اور دوسرے میں بلال کی کلائی تھام کر وہ دونوں بھوکے بچوں کو زبردستی جیسے گھسیٹتی ہوئی گھر تک آئی تھی، پتہ نہیں گھر میں کچھ کھانے کو تھا، یا تھکن سے ٹوٹتے وجود کے ساتھ اسے ابھی ان معصوموں کے لیے کھانے کا انتظام بھی کرنا تھا۔

کچن کے سلیب پر ابلے چاول دھرے تھے، اس نے جلدی سے پتیلی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا اور ڈھیروں توانائی اس کے اندر بھر گئی، سردی کے موسم کی مہربانی کہ وہ جو چاول رات میں فریج میں رکھنا بھول گئی تھی، بالکل صحیح سلامت تھے ورنہ اگر گرمی ہوتی تو یہی چاول اب تک لیس دار ہو چکے ہوتے۔

اس نے جلدی جلدی دو پیالوں میں چاولوں پر چینی چھڑک دی، دودھ کا برتن خالی تھا، اس نے وہی پیالے بچوں کے سامنے رکھے۔

''ابھی تو یہ کھا لو چندا! میں چائے پی کر آپ کے لیے مزے کے فرنچ فرائز بنا دوں گی''۔

بچے ہی تو تھے، ذرا میں بہل گئے۔ وہ اپنی چائے کے لیے ایک کپ دودھ لینے سیڑھیاں اتری۔ گھر آتے وقت اس نے بھابی کو کچن میں دیکھ لیا تھا۔ ان کے میکے سے کوئی بے تکلف رشتے دار کچن میں آیا بیٹھا تھا۔

''بھابی! ایک کپ دودھ چاہئے تھا''۔ وہ دروازے کے باہر رک کر دھیمی آواز میں بولی، مہمان کی دروازے کی طرف پشت تھی، مگر اس کی آواز سن کر وہ دروازے کی طرف گردن موڑ کر دیکھنے لگا۔

ثانیہ نے دودھ لینے کے لیے جھکی ہوئی گردن اٹھائی تو زمین آسمان مل کر رہ گئے۔ وہ دودھ کا کپ تھامنا بھول گئی۔

وہ، وہی نگاہیں تھیں، جو اکیڈمی میں ہر دم اس سے چپکی رہ کر اس کا سکون غارت کرتی تھیں، وہی معنی خیز تبسم سے سجا چہرہ، جس پر پڑنے والی ایک غیر ارادی نظر ہی اسے کوفت میں مبتلا کر دیتی تھی۔

''لو ناں ثانیہ!'' بھابی کی آواز پر وہ چونکی، پھر جلدی سے کپ تھام کر سیڑھیاں چڑھ گئی۔

کپکپاتے ہاتھوں سے کپ سلیب پر رکھ کر اس نے جلدی سے دروازہ بند کر کے کنڈی لگائی۔ دونوں بچے چاول کھا کر اور کچھ چاول گرا کر چار قدم کے ٹی وی لاؤنج میں ان ہی چاول کے پیالوں کے پاس لڑھک کر غافل ہو چکے تھے۔

اس نے گیلے ہاتھوں سے دونوں کے منہ اور ہاتھ صاف کیے، ان کے کمرے میں لے جا کر بیڈ پر لٹایا پھر لاؤنج کی صفائی کر کے جونہی اپنے بچوں کے درمیان کمر ٹکائی تو جانے کیوں کب کے پلکوں کی دہلیز پر رکے آنسو ابل پڑے۔

چند لمحے یونہی دبی آواز میں سسکنے کے بعد اس نے دونوں ہتھیلیاں اٹھا کر نگاہوں کے سامنے کیں، ہلکی ہلکی سہی لیکن ایک لرزش ہاتھوں پر ابھی بھی طاری تھی۔

''آپ.... آپ کیوں اتنی جلدی مجھے چھوڑ کر چلے گئے علی.... آپ کیوں چلے گئے، میں بہت اکیلی ہوں، مجھے آپ کی ضرورت ہے ابھی علی....'' دھیمی آواز میں شکوہ کرتے کرتے اس نے خود پر سے ضبط کھو دیا، اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

زندگی رین بسیرے کے سوا کچھ بھی نہیں

☆............☆............☆

اس دن اس نے اکیڈمی سے چھٹی کر لی، بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اس سے جایا ہی نہیں گیا، اگلے دن جب اس نے اسکول جانے کے لیے بلال اور ہنیہ کو تیار کیا تو ہنیہ کے سوال نے اسے تھکا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سادیا۔

"ماما! کیا آج بھی اسکول میں اتنی ہی دیر بیٹھنا ہوگا"۔ اس نے چوٹی میں بل دے کر ہاتھ ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

"جی بیٹا! لیکن بس چھ سات دن کی بات ہے، پھر اسکول روٹین اسٹارٹ ہوجائے گی"۔

"ماما!" ہنیہ اسے مخاطب کر کے خاموش سی ہو گئی۔

"جی بیٹا! بولیں ناں، کیا بات ہے؟" اس نے پلٹ کر بیٹی کو کندھوں سے تھاما۔

"ماما! سب بچے ویکیشن میں اپنی نانی کے یہاں اور اپنی دادی کے یہاں رہنے جاتے ہیں، ہم تو کہیں بھی نہیں گئے، کیوں ماما؟"

"بیٹا! سارے بچے تو نہیں جاتے، کچھ اپنے گھروں میں بھی تو رہتے ہیں"۔

"لیکن جو بچے گھر میں رہتے ہوں گے، ان کی تو اسکول سے چھٹی ہوتی ہوگی ناں، ہمیں تو روز اسکول ٹائم پر ہی اٹھ کر اسکول جانا پڑتا ہے ماما!"

ثانیہ کے پاس اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا، اس کا دل دکھ سے بھر گیا، اس کی بیٹی اتنی بھی ناسمجھ نہیں تھی جتنا اس نے سمجھا تھا۔

چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ اٹھ گئی۔

"جلدی کرو بیٹا! ٹائم کم ہے، بلال کو بلاؤ اور دیکھو اس نے شرٹ گندی تو نہیں کرلی"۔

ہنیہ بہت اچھی بچی تھی۔ بلاوجہ کی ضد نہیں کرتی تھی۔ اس وقت بھی سستی سے اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔

ثانیہ کی آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں۔

بلال کی دیکھ بھال کی ذمہ داری دن کے اٹھارہ گھنٹے اس ننھی بچی کی ذمہ داری بنتی جارہی تھی۔

"بلال کو دیکھو، بلال کا خیال رکھنا، بلال کو دودھ پلادو، کھچڑی کے نوالے بھائی کے منہ میں بھی ڈال دو"۔ یہ اور اس جیسے اور کتنے ہی چھوٹے چھوٹے لاتعداد کام وہ دن بھر نمٹاتی تھی۔

ثانیہ نے دانستہ اپنا دھیان اس کی جانب سے ہٹایا، زندگی میں زیادہ تر باتیں دکھ ہی دیتی تھیں۔

☆..............☆..............☆

آج اس نے اسکول میں دیر ہو جانے کے سبب پہلے ہی بچوں کے لیے کچھ چیزیں خرید کر رکھ لی تھیں۔ واپسی پر جب وہ اور بچے اسکول سے تھکے ہارے لوٹے تو برآمدے میں اپنی ماں کو بیٹھا ہوا پایا۔

"امی!" وہ بے تابانہ جا کر ان سے لپٹ گئی، اور کتنی ہی دیر لپٹی رہی، امی دھیرے دھیرے اس کی کمر سہلاتی رہیں اور وہ چپکے چپکے اپنے آنسو صاف کرتی رہی۔

"کتنی کمزور ہوگئی ہے میری بچی، کتنے حلقے پڑ گئے ہیں آنکھوں میں"۔ امی ممتا بھری نگاہوں سے اس کا چہرہ ٹٹول رہی تھیں۔

بچے دائیں بائیں سے اپنی پیاری نانی امی کو گھیرے کھڑے تھے۔

"چلیں اوپر چلیں"۔ وہ خوشی خوشی ان کو اوپر لے کر آئی۔

امی ہمیشہ کی طرح لدی پھندی آئی تھیں، بچوں کے لیے جوس اور دودھ کے ڈبے، مرغی اور گائے کا گوشت، پاستہ کے پیکٹ، خشک دودھ، پھل اور تو اور گلو بھر دہی بھی۔

"امی! کیا ضرورت ہے اتنا سب کرنے کی"۔

"ضرورت تو اس سے بھی اور بہت بڑھ کر کرنے کی ہے، مگر بس..." وہ ایک گہری سانس لے کر چپ ہو گئیں، چند لمحے خاموشی رہی... بوجھل خاموشی...

"اور یہ دہی اتنا سارا"۔

"ارے جانتی ہوں تجھے میٹھا دہی اور دہی کی بالائی کتنی پسند ہے، اسی لئے لائی ہوں"۔ امی کے لہجے میں ماؤں والی مخصوص مٹھاس بول رہی تھی، وہ بھی دھیرے سے ہنس دی۔

☆..............☆..............☆

"تم دو دن سے آئی کیوں نہیں ثانی! میرے پاس تمہارے لئے ایک بمباسٹک نیوز ہے"۔

"اچھا کیا؟" وہ بغیر کسی دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔

"وہ ہے ناں حسنین"۔ اس کا چلتا ہوا، بے معنی لکیریں کھینچتا قلم تھم گیا۔

"ہاں تو کیا ہوا؟"

"وہ ایک پرائیویٹ فرم کے مارکیٹنگ ڈپارٹمنٹ میں جاب کرتا ہے"۔

"اوہ یہ تو واقعی بہت بمباسٹک نیوز ہے"۔

"اوہو... یہ نیوز نہیں ہے"۔

"پتا بھی چلو"۔

"وہ ناں، تم میں انٹرسٹڈ ہے"۔ صدف نے بہت خوشی سے اس کے سر پر بم پھوڑا تھا، وہ جہاں کی تہاں رہ گئی، اس کے تو گمان سے میلوں پرے بھی ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

"صدف! تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا"۔ تھوک نگل کر بدقت تمام اس نے خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔

"اس میں دماغ خراب ہونے والی کیا بات ہے، اس نے کل خود مجھ سے بات کی ہے، وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے پیرنٹس کو تمہارے گھر بھیجنا چاہتا ہے، وہ تم سے شادی..."

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اپنی کتابیں سمیٹ کر باہر نکل گئی۔

"ارے ثانی! رکو تو سہی، میری بات تو سنو"۔

مگر اس نے رکنا گوارا نہیں کیا، تیز قدموں سے چلتی وہ باہر نکلی، کاریڈور کے آخری سرے سے حسنین اندر داخل ہو رہا تھا، وہ تن فن کرتی اس کے سر پر پہنچی۔

حسنین کی نگاہیں اس کو دیکھ کر لمحے بھر کو جگمگائیں، پھر حیرت آمیختی۔

"بہت شوق ہے مجھ سے شادی کرنے کا، میرے گھر والوں سے ملنے کا، میرا ایڈریس تو معلوم ہے ناں تم کو، کل آنا ملواؤں کی اچھی طرح"۔ بات مکمل کر کے اس نے حسنین یا اپنے تعاقب میں آتی صدف کا ردعمل دیکھنے کی کوشش نہیں کی اور تیزی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

☆..............☆..............☆

"شاید غلطی کہیں نہ کہیں میری بھی ہے"

چودھویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا، ہلکی ہوا میں ٹھنڈک تھی۔ اس نے صحن میں پلنگ پر سوئے ہوئے بچوں کے ہاتھ پیروں پر سرسوں کا تیل ملا تھا۔ مچھروں سے بچانے کے لیے وہ موبیل کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتی تھی۔

"مجھے لوگوں کی ہمدردی اور ترس بھری نظروں سے بچنے کے لیے ان سے اپنے حالات چھپانے نہیں چاہئے تھے، میں کوئی کنواری لڑکی نہیں، دو بچوں کی ماں اور ایک عورت ہوں، ایک بیوہ عورت"۔ اس نے گالوں پر پھیلتی نمی صاف کرنے کی کوشش نہیں کی۔

"اچھا ہی ہوا، میں نے کل حسنین کو گھر بلا لیا، کل میں اسے بلا کر اسے اپنے بارے میں سب صاف صاف بتا دوں گی، تھوڑا شرمندہ تو ہوگا مگر، اچھا ہے اسی کے لیے، جب میرے بارے میں پتہ چلے گا تو پلٹ کر دیکھے گا بھی نہیں"۔

ہنیہ اور بلال کے درمیان میں جگہ بناتے ہوئے اسے لگا، اس کا دل کٹ کٹ کر گر رہا ہے۔

اس پوری رات وہ سوتے میں سسکتی رہی، اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

خواب میں علی اس کا جان سے پیارا شوہر بانہیں وا کیے اسے اپنی طرف بلاتا رہا، وہ مسلسل اسے پکارتی اس کی طرف بڑھتی رہی، اور وہ دور سے دور اور دور ہوتا چلا گیا۔

☆............☆............☆

جیسے جیسے شام ڈھل رہی تھی، اس کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں، ہنیہ اور بلال کو صاف ستھرے کپڑے پہنا کر اس نے مغرب سے پہلے تیار کر دیا تھا، اب وہ دونوں بیڈ پر اپنے کلرز پھیلائے رنگ بھرنے میں مصروف تھے، ٹی وی کی عیاشی اور بجلی کا بڑھ جانے والا بل وہ کہاں افورڈ کر سکتی تھی۔

مغرب کی نماز پڑھ کر اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کتنی دیر گھٹتے ہوئے دل اور بہتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنی خالی ہتھیلیاں دیکھتی رہی، کبھی ان ہاتھوں میں رنگ ہوا کرتے تھے، زندگی، ہنسی اور خوشی کے سارے رنگ۔ جب علی زندہ تھا، لیکن اس کا ساتھ بہت مختصر تھا، وہ بہت جلد اس کو اس بھری دنیا میں تنہا کر گیا اور اس کی ہتھیلیوں سے حنا، اس کی زندگی سے ہر رنگ لے گیا، ہر خوشی اس کے لبوں سے پھوٹتی ہنسی، اس کی محبت سے جگمگاتی نگاہیں، اس کے چہرے کی چمک اور وہ سب کچھ جس سے اس کے وجود میں زندگی سانس لیتی تھی۔

اب تو فقد اداسی تھی، مایوسی اور تنہائی تھی اور آتی جاتی سانسیں، وہ علی کے جانے پر گویا خود بھی زندہ لاش بن چکی تھی، لوگ قریبی احباب، رشتے دار اور اس کے بھائی، اس سے کہتے تھے کہ اپنی خوشیاں اپنے بچوں کی کامیابیوں، ان کی زندگیوں اور ان ہی کی خوشیوں سے جوڑ لو، مگر اس کے اندر زندگی دھڑکتی ہی نہیں تھی، وہ اپنے بچوں کی باتوں پر ایک پھیکی مسکراہٹ لبوں پر لا کر رہ جاتی، اس سے خوش ہوا ہی نہیں جاتا تھا۔

اس وقت بھی دعا کے نام پر ڈھیروں ڈھیر آنسو بہا کر اس نے چہرہ صاف کیا اور جائے نماز لپیٹ کر رکھی، اسی وقت باہر آہٹ ہوئی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔

سامنے ہی حسنین کھڑا تھا، حسنین آفریدی جو اس کے ساتھ کا خواہاں تھا۔

☆............☆............☆

کراچی شہر کی سڑکوں پر مغرب کے بعد کی مخصوص رونق تھی، آوازیں، گاڑیاں، ہجوم، دکانیں، رش، لوگوں کا آنا جانا، روشنیاں، شور ہنگامہ۔

مگر اس کا ذہن ان سب میں سے کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

اس کے قدم بنا رکے بنا مڑے آگے اور آگے کی طرف بڑھ رہے تھے، نگاہوں کے سامنے پیچھے رہ جانے والا منظر جم گیا تھا، اور کانوں میں ایک گونجتی ہوئی آواز...

"بہت شوق تھا ناں آپ کو میرے گھر والوں سے ملنے کا...

ہنیہ!... بلال!"

منظر بدل گیا، اس کے سامنے دو معصوم صورت بچے کھڑے تھے۔

"یہ ہیں میرے گھر والے، میرے بچے، میری بیٹی، یہ میرا بیٹا"۔ اس پر اب بھی وہی سکتے والی کیفیت طاری تھی، جس نے ان بچوں پر نظر پڑتے ہی اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

"اب خوش ہیں آپ، مل لئے میرے گھر والوں سے"۔ اس کی آواز بلند تھی، کانوں میں چبھ رہی تھی۔ وہ منہ کھولے کھڑا تھا۔

"یقیناً اب مزید یہاں رکنے کی کوئی خواہش نہیں ہوگی آپ کو..." اس کا لہجہ لرز رہا تھا، وہ خود پر ضبط کے پہرے بٹھانے کی ناممکن کوشش کر رہی تھی۔

"کچھ اور پوچھنا ہے آپ نے؟" رخ موڑے وہ بیگانگی سے بولی، بچے اس کے اشارے پر واپس کمرے میں جا چکے تھے۔

اور وہ کب تھا کچھ پوچھنے کی حالت میں، اس پر تو گویا ٹرین گزر گئی تھی، اسے روندتی ہوئی، کچلتی ہوئی، مسلتی ہوئی۔

اس کے اعصاب جواب دے گئے تھے۔ زبان گنگ تھی۔

"یہ... یہ بچے..."

"میرے ہیں، میرے اپنے بچے ہیں یہ، بتایا تو ہے آپ کو"۔

"اور... اور ان بچوں کے والد..."

"مر چکا ہے ان کا باپ"۔ اس کے لہجے کی برف نے اس کا وجود یخ کر ڈالا تھا، تب سے اب تک اس کی آنکھوں میں اک برف سی جمی تھی۔

"یتیم ہیں یہ بچے، مر چکا ہے ان کا باپ"۔

کسی گاڑی کے تیز ہارن نے اسے چونکایا اور اس کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا، وہ اپنے دائیں طرف چلتے کسی راہ گیر سے ٹکرا گیا۔

اس کے سامنے روشنیاں دھندلی پڑنے لگیں، ہجوم معدوم ہونے لگا، آوازیں بند ہونے لگیں، راستے گڈمڈ ہونے لگے اور وہ خود ریزہ ریزہ بکھرنے لگا، اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، تنفس کے زیر و بم میں تندی آ رہی تھی، وہ جانے کب سے یونہی ناک کی سیدھ میں چلا جا رہا تھا، نہ سمت کا تعین تھا نہ وقت کا اندازہ۔ بس چند آوزیں تھیں، اس کی سماعتوں کے لیے امتحان اور کچھ مناظر تھے، بصارتوں کی آزمائش، جانے کتنی دیر گزر چکی تھی، وہ کہاں سے چلا تھا اور کہاں جا پہنچا تھا، کچھ اندازہ نہیں تھا، بالآخر وہ تھک گیا، پھر ٹوٹ گیا، اور پھر بکھر گیا۔

ایک دکان کے بند شٹر کے آگے بنے تھڑے پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک انجانی سی تھکن کو اپنے روم روم میں اترتا محسوس کیا۔

"اوہ میرے خدا!" بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔ اس نے اپنی دہکتی جلتی آنکھوں کو انگلیوں سے مسلا تو انگلیاں نم ہو گئیں۔ وہ چونک سا گیا۔

"مر چکا ہے ان کا باپ، یتیم ہیں یہ بچے"۔

اس نے اپنی آنکھوں میں ایک بار پھر نمی تیرتی محسوس کی۔

اسے اس انجانی لڑکی سے دیوانوں والی محبت نہیں تھی، بلکہ ایک عزت بھری انسیت تھی۔ وہ اسے چاہتا نہیں تھا، لیکن اسے اپنانا چاہتا تھا، وہ اس کی پہلی محبت نہیں تھی، وہ اس کی آخری خواہش بھی نہیں تھی، وہ ایسی آرزو نہیں تھی، جس کی تشنگی اسے دنیا جہاں سے بے خبر کر دیتی، لیکن اس کا ساتھ ایک خوشگوار زندگی کا ستون ضرور ثابت ہو سکتا تھا۔ لیکن پھر سب گڈمڈ ہو گیا، اور کچھ باقی نہیں بچا۔

سوائے اس رنگ کے جو اداس بے بہرہ حیات آنکھوں میں جما بیٹھا تھا۔

اس پر اچانک ہی انکشاف ہوا۔

اس کی اپنی آنکھوں میں پھیلتی نمی کی وجہ اس کی اپنی تشنہ کامی نہیں بلکہ کسی اور کی ادھوری زندگی تھی۔

☆............☆............☆

وہ چند لمحے پتھرائی آنکھوں اور دھونکنی کی مانند چلتی سانسوں کے ساتھ اپنے دروازے کی خالی چوکھٹ اور ویران دہلیز کو دیکھتی رہی، جہاں سے کوئی ابھی ابھی واپس پلٹا تھا۔

بے نیل و بے مراد، مایوس، اور پژمردہ۔

اس کے چوڑے کندھے جھکے ہوئے تھے، گندمی رنگت میں سرخیاں گھلی ہوئی تھیں، دنیا جہاں کی حیرت اس کی بادامی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی، ایک بے یقینی تھی، جو نقش نقش سے جھانکتی تھی اور پھر سب کچھ پس منظر میں چلا گیا، پیش منظر میں رہا تو بس اس کی جھکی نگاہوں والا شرمسار چہرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اور نادم وجود...

وہ جس آہستگی سے آیا تھا، اسی خاموشی سے پلٹ گیا۔

سب کچھ ویسے ہی ہوا تھا، جیسا اس نے سوچا تھا، پھر اس کے دل میں درد ہونے لگا جانے کیوں...

وہ بے جان بت کی مانند وہیں ڈھے گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بچے ماں کو یوں زور زور سے بلک بلک کر کئی بار روتا دیکھ چکے تھے، ان کے لیے اس منظر میں کچھ نیا یا غیر معمولی پن نہیں تھا، پھر بھی جانے کیوں ہمیشہ کی طرح ڈر کر دوڑتے ہوئے آئے اور دائیں بائیں سے چمٹ گئے۔

اس نے بچوں کو دونوں بازوؤں کے حصار میں بھر لیا۔

یوں لگتا تھا جیسے دکھ کی انتہا سے آج اس کا دل پھٹ جائے گا، اس کے سینے سے چمٹا بلال بھی چیخیں مار رہا تھا، اور وہ دونوں کو خود میں سموئے صرف ایک سوال دہرا رہی تھی۔

"کیا زندگی کی خوشیوں پر میرا کوئی حق نہیں، میری محبت بھری، خوشیوں بھری، بے فکری زندگی اتنی کم سنی میں ہی کیوں مر گئی، کیوں، کیوں؟"

☆............☆............☆

وقت کی ریل گاڑی میں دن رات کے ڈبے چھکا چھک ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے رہے، اس نے اکیڈمی جانا بند کر دیا، انگلش لینگویج کا کورس ادھورا رہ گیا اور کورس کر کے کسی اچھے بڑے اسٹینڈرڈ کے اسکول میں نوکری اور بچوں کے داخلے کا خواب بھی۔

اس نے اور بہت سے دوسرے خوابوں کی طرح اس خواب کو بھی اپنے دل کے مدفن میں دفن کر لیا، زندگی اگر یوں ہے تو یوں ہی سہی۔

"کیا پتہ کبھی زندگی کروٹ لے، اس کے دامن میں میرے لئے آسانی کے پھول ہوں، غموں اور تنہائی کے اس خاردار کنج میں کہیں کوئی گلاب میرے لئے بھی چھپا ہو"۔

وہ بہت بے دلی سے روزمرہ کے کام نمٹاتی رہتی۔ اس کے محور و مرکز صرف اس کے دونوں بچے تھے۔ ان کی تعلیم اور تربیت کے علاوہ اس کی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔

اس وقت بھی ہنیہ کی اردو کی کاپی سامنے رکھے بڑی محویت سے اس کا ٹائٹل پیج بنا کر اس میں کلر کر رہی تھی، جب عافیہ کے ساتھ صدف نے بیڈروم کے باہر بنے چار قدم کے لاؤنج میں انٹری دی۔

"ارے صدف! تم یہاں..." وہ حیرت زدہ رہ گئی، اور حیرت زدہ تو صدف بھی تھی۔

"تم نے کبھی بتایا ہی نہیں کہ تم اور یہ بچے، تم نے صرف دوست کہا ہی تھا مجھے، سمجھا نہیں ناں"۔ وہ بہت اپنائیت سے شکوہ کر رہی تھی۔ ثانیہ ایک پھیکی سی ہنسی ہنس دی اور کیا کہتی۔ لوگ چاہیں اپنے ہوں یا پرائے، صرف ہمدردی ہی کر سکتے ہیں، یا اس پر ترس کھا سکتے تھے۔ نہ وہ اس کی زندگی کے خلا کو پُر کر سکتے تھے اور نہ ہی کچھ اور...

"تم سے اچھا تو حسنین ہی نکلا، دوستی کا دعویٰ نہیں کیا اس نے، مگر دوست سے کم بھی نہیں سمجھا"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک گئی۔

"کچھ نہیں، اپنی دوست کو چائے وائے پلاؤ گی یا یونہی سوکھے منہ بھیج دو گی واپس"۔ عافیہ کی مداخلت سے اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ مگر ذہن سے نکل نہیں سکی۔ وہ الجھی الجھی سی چائے بنانے چل دی۔

صدف کافی دیر بیٹھی۔ جب جانے لگی تو بالکل نکلتے وقت اس نے رک کر کہا۔

"حسنین آیا تھا میرے پاس، اسی نے بتایا تمہارے متعلق"۔

اس کے مسکراتے لب سکڑ گئے۔

"اچھا... پھر..."

"پھر کچھ نہیں، تم نے اکیڈمی آنا کیوں چھوڑ دیا؟" اس کے مسکراتے لب سکڑے۔

"بس پاسیبل نہیں تھا، بچے بھی بہت ڈسٹرب ہو گئے تھے"۔

صدف کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔

"حسنین سنجیدہ ہے ثانی! اگر وہ تمہاری طرف پیش قدمی کرے تو پلیز انکار مت کرنا"۔ وہ جاتے جاتے اس کے لیے سوچ کے نئے دروازے کھول گئی۔

☆............☆............☆

وہ ایک بے حد گرم ابر آلود دن تھا، جس سے جان نکل رہی تھی، مٹیالے بادل پورے آسمان کو چھپائے ہوئے تھے، جب عصر کے بعد اچانک ہی ٹپ ٹپ بوندیں پڑنے لگیں۔

اس نے جلدی جلدی باہر تار پر پھیلے کپڑے سمیٹے، نیچے عافیہ شاید پکوڑے تل رہی تھی۔ خوشبو سے اس کا دل بھی چاہنے لگا لیکن مالک مکان خالہ کے ڈر سے خواہش دبالی۔

اس کے پاس اتنا راشن نہیں ہوتا تھا کہ وقت بے وقت یوں دل میں ابھرنے والی خواہشات کو پورا کر سکتی۔

سیڑھیوں پر آہٹ ہوئی اور عافیہ کا مسکراتا چہرہ ابھرا، اس کے ہاتھ میں پکوڑوں کی پلیٹ تھی۔ وہ شکر گزار انداز میں مسکرا دی۔

"ایک بات کہوں ثانیہ!" عافیہ کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ صرف پکوڑے دینے نہیں آئی تھی۔

"حسنین تمہاری امی کے گھر کا ایڈریس مانگ رہا تھا، میں نے دے دیا"۔

"کیوں؟" اس کا ہاتھ لرزا اور ہاتھ میں پکڑا پکوڑا پلیٹ میں گر گیا۔

"تمہیں نہیں پتہ کیوں پاگل، شادی کرنا چاہتا ہے تم سے، اپنے دل کی پوری رضامندی کے ساتھ، نہ صرف اپنے دل کی بلکہ اپنے والدین کی بھی"۔

وہ ٹکر ٹکر عافیہ کی شکل دیکھے گئی۔

"کیا ہوا؟" عافیہ نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ دیکھا۔

"یقین نہیں آ رہا ناں، یقین کر لو، تمہاری زندگی میں پھر سے بہار آنے والی ہے، وہ صرف تمہیں نہیں، تمہارے دونوں بچوں کو بھی اپنا لے گا، اس نے پہلے اپنے گھر والوں سے اور پھر مجھ سے بات کی تھی، یقین کرو، بہت اچھا کھرا اور مخلص انسان ہے وہ، بہت پیسے والا نہیں مگر بہت محبت سے رکھے گا تمہیں، اس نے کسی جذباتی لمحے کی گرفت میں آ کر نہیں بلکہ بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے"۔ عافیہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی، لیکن ثانیہ سن کب رہی تھی، اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں نے رفتار پکڑ لی، اور پھر وہ زارو قطار رونے لگی۔

عافیہ نے اسے گلے لگا لیا اور تھپکنے لگی۔

"اللہ کی ذات سے کبھی مایوس نہیں ہوتے، وہ اگر ہمیں غم دیتا ہے تو برداشت سے زیادہ نہیں دیتا، لیکن اگر خوشی دیتا ہے تو پھر اوقات سے بڑھ کر ہی نوازتا ہے"۔

وہ بنا کچھ کہے عافیہ کے سینے میں منہ چھپائے سسکتی رہی، جلتے بلکتے دل کا گوشہ سکون پا رہا تھا اور عافیہ جانتی تھی، کہ اگر یہ آنسو کسی پرانی یاد یا کسی کچے زخم پر سے کھرنڈ اتر جانے پر بہہ رہے ہیں تو یقیناً بہت جلد یہ آنسو خوشی کے آنسوؤں میں بدل جائیں گے۔

☆............☆............☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ماور ابشارت چیمہ

افسانہ

آگ سی راہگزر

انسان جب دل و دماغ سے جنگ میں مصروف ہوتا ہے تو اردگرد کا شور بھی دھیما پڑ جاتا ہے۔سوچوں کی گہرائی اور وسعت اتنی طویل ہوتی ہے کہ انسان اپنے وجود سے بھی انجانا ہو جاتا

ہے۔ سارے گھر میں شور شرابا تھا۔ ''اخلاق علوی'' کے سب سے چھوٹے بیٹے کی شادی تھی۔ بہنیں بھائی کی خوشی میں مست، بھابیاں لاڈلے دیور کے ناز نخرے اٹھانے میں مصروف، بھتیجے بھتیجیاں سیلفیاں لے کر شادی کے لمحات کو محفوظ کرنے میں مگن تھے۔

ہر طرف قہقہے اور خوشی کے لمحات تھے لیکن ایک انسان ہر بات سے بے نیاز تنہائی کے احساس کو اپنے ساتھ چمٹائے اندھیرے کی دبیز چادر میں بنا روشنی کے بیٹھا تھا۔ ''بیگم اخلاق علوی'' اسی گھر میں موجود تھیں لیکن ان قہقہوں سے بے نیاز تھیں۔ ایسا نہیں تھا کہ ان کو اپنے چوتھے اور لاڈلے بیٹے کی شادی کی خوشی نہیں بلکہ وہ ایسے سفر پر نکلی ہوئی تھیں جس کا تعلق روح سے ہوتا ہے لیکن اس کا اسیر دل، دماغ اور جسم بھی ہوتا ہے۔ سب میں موجود ہوتے ہوئے بھی وہ ان کا حصہ نہیں تھیں۔ بیگم اخلاق علوی کی سوچوں کا مرکز کیا تھا؟ کیوں تھا؟ اس بات سے سب گھر والے باخبر تھے۔ ان کے بیٹے، بیٹیاں، بہوئیں جانتی تھیں کہ ان کی شخصیت پراسرار ہے کسی راز کی آماجگاہ ہے اور آج اس اسرار کا پردہ چاک ہونا تھا۔

''بیگم اخلاق علوی'' کے راز، پراسرار شخصیت اور مقصد کو جاننے کے لئے کئی سال پیچھے کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ قانون فطرت ہے کہ وقت گزرتا ہے اور گزرتا چلا جاتا ہے اور اپنے پیچھے سوکھے ہوئے دریا کی مانند نشان چھوڑ جاتا ہے۔ بیگم اخلاق علوی بھی اپنے ماضی کے سفر پر نکلی تھیں۔ ان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ یہ سفر تلخیوں سے بھرا ہوا ہے۔

☆............☆............☆

وہ اپنے والدین کی بہت لاڈلی تھی جس چیز پر ہاتھ رکھا وہ مل گئی۔ سکینہ کے گاؤں میں لڑکیاں کھیتوں اور گھروں میں کام کرتی تھیں مگر سکینہ نے اسکول کی دنیا دیکھی اور سولہ سال تک اپنی ماں کے ہاتھ سے بنی گڑیوں سے کھیلتی رہی۔ پورے گاؤں کی لڑکیوں سے زیادہ اس کی گڑیاں اور گڑیوں کے گھر پیارے تھے۔ سولہ سالوں تک اس کے خوابوں میں گڑیوں کے دولہے ہی آئے تھے لیکن اچانک اس کے خوابوں کا مالک ایک شہزادہ بن گیا۔

یہ شہزادہ اس کے تایا کا بیٹا تھا جو کہ شہر میں رہتا تھا۔ اس نے تو اپنی تائی بھی پہلی دفعہ تب ہی دیکھی تھی جب وہ اس کے گھر میں مٹھائی کے بڑے بڑے ٹوکروں کے ساتھ آئی تھیں۔ پورے گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح یہ بات پھیل گئی کہ سکینہ کی شادی شہر میں ہوگی اور جیسے اس کی گڑیوں کے گھر پیارے ہیں ویسے ہی اس کا گھر پیارا ہوگا۔ سکینہ نے جب سے اپنے تایا کے بیٹے کو دیکھا تھا تب سے اسے اپنی گڑیا کے لئے دولہا ڈھونڈنا بھی یاد نہیں رہا تھا۔ اس کو خود ایک گڈا مل گیا تھا جس کا خیال ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آتا تھا۔ پھر چند دنوں میں وہ لمحہ بھی آ گیا جب اپنے ماں باپ کی گڑیا اپنے شہزادے کے سنگ بڑے سے گھر میں آ گئی۔

☆............☆............☆

''بیگم اخلاق علوی'' کے اخلاق کے باعث لوگ ان کے گرویدہ تھے لیکن کوئی ان کی ہنستی آنکھوں میں پانی کے قطروں کا راز نہیں جان سکا تھا۔ ان کے چہرے کی ملاحت میں صدیوں کی تھکن نہیں ڈھونڈ سکا تھا۔ ان کے بچوں نے اعلیٰ اداروں میں تعلیم حاصل کی تھی لیکن وہ تعلیم بھی ان کو اس قابل نہ بنا سکی کہ وہ اپنی ماں کو پڑھ سکتے۔ آج سالوں کا حساب کھلنا تھا۔ سود و زیاں نفع و نقصان عیاں ہونا تھا۔ ساری زندگی انہوں نے صبر کی گھنی چھاؤں کے نیچے گزاری تھی کہ وہ اپنے بچوں کے مستقبل کو شاندار بنانا چاہتی تھیں۔ ہر راز سے پردہ اٹھانے کا انہوں نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کرنے کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

وقت آ گیا تھا۔ آج جسم و جاں پہ لگے زخموں کو عیاں کرتا تھا۔ زخموں پر آنے والے کھرنڈ دوبارہ کھلنے تھے۔ تھمے ہوئے طوفان کو خود دعوت دینی تھی۔ ایک پل صراط تھا جسے پار کرنا تھا۔

☆..........☆..........☆

گڑیوں سے کھیلنے والی سکینہ کو بہت جلد یہ احساس ہو گیا تھا کہ زندگی گڈی گڈے کا کھیل نہیں۔ اسے پہلی دفعہ یہ احساس ہوا تھا کہ بڑے گھر عقوبت خانے ہوتے ہیں جہاں سے آپ کی چیخیں بھی باہر نہیں نکل سکتیں۔ شہزادے جلاد بھی بن جاتے ہیں۔ گڑیوں سے کھیلنے والی کبھی آگ سے بھی کھیلتی ہے۔ پھولوں سی نازک کبھی پتھر بھی بن جاتی ہیں جن پر زبان کے اوزار تیز کیے جاتے ہیں۔ سکینہ کو اس کی ماں نے بتایا تھا کہ سب سے اعلیٰ تعلیم انسانیت ہے لیکن اس بڑے سے گھر میں سب سے گھٹیا تعلیم انسانیت ہی تھی۔ اس کی ماں نے اسے ہر بات ماننا سکھایا تھا لیکن وہ یہ بات نہ مان سکی۔ اس بڑے سے گھر میں ہی پہلی دفعہ اس نے یہ سوچا تھا کہ وہ اپنی ماں کو بتائے گی اگر کپڑے پر دوسرے کپڑے کا رنگ لگ جائے تو پیار سے نہیں سمجھاتے بلکہ ایک سگریٹ پیتے ہیں اور پھر جلتا ہوا سگریٹ دھوبن جیسی بیوی کے دونوں ہاتھوں پر لگاتے ہیں۔

اس نے اپنی قرآن والی باجی سے سنا تھا ''جہیز ایک لعنت ہے''۔ ہمارا مذہب اس کی ممانعت کرتا ہے لیکن اپنے تایا کے گھر میں اسے پتہ چلا تھا کہ آپ پانی بھی صرف اسی گلاس میں پی سکتے ہیں جو آپ اپنے باپ کے گھر سے لاتے ہیں۔ سکینہ کو تو اس کے تایا نے صرف دعاؤں کے حصار میں مانگا تھا پہلے بتا دیتے تو وہ ایک گلاس تو لے ہی آتی کیونکہ پانی کی ضرورت تو جانور کو بھی ہوتی ہے۔

☆..........☆..........☆

ان کے کمرے میں بالکل خاموشی تھی۔ ان کے ہر بچے کے چہرے پر اپنی ماں کا دکھ تحریر تھا۔ خوش اخلاق، ملنسار ماں کی زندگی دکھوں سے عبارت تھی۔ ''اخلاق علوی'' ایک کونے میں بالکل خاموش ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھے تھے۔ انہوں نے اور اُن کے گھر والوں نے کیا کیا ظلم کیے تھے۔ گاؤں کی جاہل اور گنوار سمجھ کر ان کی شخصیت مسمار کرنے کی کوششیں کیں مگر آج وہی سکینہ پورے اعزاز کے ساتھ اپنے بچوں کے سامنے براجمان تھیں۔

''سکینہ اخلاق علوی'' نے جو ٹھوکریں خود کھائی تھیں وہ اپنی بہوؤں کو منتقل نہیں کیں تھیں۔ ان کی زندگی کے سفر میں قدم قدم پر خندقیں کھودی گئی تھیں لیکن جاہل سکینہ نے دوسروں کی بیٹیوں کے لئے وہ خندقیں پھولوں سے بھری تھیں۔ ان کی چار بہوئیں تھیں اور سب قرآن کے سائے میں آئی تھیں اور سب کو دنیا کی ہر آسائش ملی تھی۔ جو زخم بیگم اخلاق علوی کی زندگی میں شامل تھے وہ ان کی اولاد کی زندگی میں نہیں آئے تھے۔ وہ ایسا سونا تھیں جو آگ میں تپ کے کندن بنتا ہے اور وہ انسان جس کو ان کے لئے سایہ دار شجر ہونا چاہئے تھا وہ سوا نیزے پر آیا ہوا سورج ہی رہا تھا لیکن سکینہ اس بات سے بے خبر نہیں تھیں کہ ان کا شوہر ان کی شخصیت کا اعتراف کر رہا تھا۔ سکینہ اخلاق علوی ان کی زندگی میں آنے والا ہیرا تھیں جسے وہ کوئلہ ہی سمجھتے رہے تھے۔

انہوں نے آج اس عورت کی عظمت کو تسلیم کر ہی لیا تھا جس نے ان کے سنگ آگ سی راہگزر پر سفر کیا تھا۔ ماضی کے سفر سے تھکی ہوئی سکینہ اخلاق علوی کا حال اور مستقبل بہت شاندار تھا۔

☆..........☆..........☆

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety twitter.com/paksociety1

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

تہمینہ بانو

افسانہ

رب کی رضا

''ایسا کب تک چلے گا بیٹا۔'' فوزیہ بیگم نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ جو صوفے پر بیٹھی خلاؤں میں گھور رہی تھی۔ گم صم سی ایک جگہ بیٹھی گھنٹوں گزار دیتی تھی۔

''کب نکلو گی تم اس فیز سے باہر۔ ایک مہینہ ہو چکا ہے۔ کمرے کے گھٹن زدہ ماحول میں رہ کر زندگی نہیں گزاری جا سکتی چندا۔'' انہوں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پیار سے کہا۔

''جس ماحول میں، میں نے پچھلے پانچ سال گزارے ہیں اس سے کم ہی گھٹن زدہ ماحول ہے مما۔'' جس لہجے میں اس نے کہا مما کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''ماضی کو بھول جاؤ چندا۔'' مما نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اسے بھیانک خواب سمجھ کر بھول جاؤ اور ایسا تب ہی ممکن ہے جب تم اس کمرے سے باہر نکلو گی۔ زندگی میں Ups and down آتے رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے زندگی رک نہیں جاتی۔ بلکہ زندگی کو اچھے سے گزارنے کا سبق ملتا ہے۔ زندگی چلتے رہنے کا نام ہے جب تک سانس باقی ہے ہم خود کو مردہ نہیں کہہ سکتے۔''

''ایک وقت ایسا آ جاتا ہے مما جب انسان خود کو مردہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس زندگی سے دور بھاگ جانا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ان سانسوں سے ناتا توڑ لے۔''

''لیکن ایسا ممکن نہیں ہوتا میری چندا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی زندگی لکھی ہے وہ ہمیں ہر حال میں پوری کرنا ہے۔ یہ اب ہم پر ڈیپنڈ کرتا ہے کہ ہم اسے مایوسی، پچھتاوے یا دکھ کے ساتھ گزار دیں یا پھر اللہ کی رضا میں یا خوشی راضی ہو کر۔ میں آخری دفعہ کہہ رہی ہوں کمرے سے باہر نکلو۔ ڈنر ہمارے ساتھ کرو گی۔ تمہیں اچھی طرح سے پتہ ہے کہ میرے گھٹنوں میں درد رہتا ہے میں سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی پھر بھی تم۔۔۔''

''او کے مما! آپ چلیں میں آتی ہوں۔''

☆......☆

''جب سے فہد کو پتہ چلا ہے کہ تم یہاں ہو وہ کتنے ہی چکر لگا چکا ہے۔ لیکن تم اس سے ملتی کیوں نہیں ہو؟'' وہ رائتہ بنانے کے لیے چیزیں تیار کر رہی تھی جب ہنڈیا بناتی مما نے پوچھا۔

''مما! میں اس کا سامنا کرنے کی ہمت خود میں نہیں پاتی۔ میں نے اپنے ساتھ ساتھ اس کی زندگی بھی تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔''

''اگر دیکھا جائے تو جو ہوا اس میں تمہارا بھی تو کوئی قصور نہیں ہے۔ اس وقت جو تم نے سوچا تمہارے حساب سے وہ بھی ٹھیک تھا لیکن اگر تم اس وقت ہم میں سے کسی سے بھی مشورہ لے لیتیں۔ اپنی پرابلم بتا دیتیں تو شاید یہ سب نہ ہوتا۔''

''ایک یہ ہی چیز مجھے چین نہیں لینے دیتی مما! اگر اس وقت میں کسی سے بھی یہ سب شیئر کر لیتی تو شاید یہ سب نہ ہوتا۔ اتنا بڑا فیصلہ خود سے نہ کرتی۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

''بیٹا! جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ میری مانو تو فہد سے ایک دفعہ مل لو۔ جو حقیقت ہے اسے بتا دو۔ جب بات کلیئر ہو جائے گی تو فہد بھی ریلیکس ہو جائے گا۔ وہ جواب تک سمجھ ہی نہیں پایا کہ تم نے اس سے شادی سے انکار کیوں کیا؟''

☆......☆

''کہاں تھے تم کب سے کال کر رہی ہوں پک کیوں نہیں کر رہے تھے۔''

''کہاں ہو سکتا ہوں اس وقت آفس کے علاوہ۔''

''جلدی گھر پہنچو۔''

''کیوں خیریت؟''

''گھر پہنچو پھر بتاتی ہوں۔''

''یار! ابھی بتا دو۔ ایک گھنٹے سے پہلے نہیں نکل سکتا آفس سے۔ بہت کام ہے۔''

''مجھے نہیں پتہ یہ کام اپنے ورکرز کو دو اور 5 منٹ میں گھر پہنچو۔ ورنہ میں تمہارے آفس آجاؤں گی۔''

''رہنے دو تم یہ زحمت مت کرنا میں خود ہی آجاتا ہوں۔'' اسے پتہ تھا اگر اس کی بات نہ مانی تو وہ پورے آفس کو کباڑ خانے کی شکل دے دے گی۔

''ہاں جی میڈم! بتاؤ کیا بات تھی۔'' اگلے 15 منٹ میں وہ اس کے پاس تھا۔

''مجھے مارکیٹ جانا ہے۔''

''اف اس بات کے لیے تم نے ایمرجنسی بلوایا ہے۔''

''آج اور ابھی جانا ہے چلو۔'' اس نے اسے اپنے ساتھ باہر کو دھکیلا۔

☆......☆

''ارے یہ کیا۔'' وہ بچو کے ڈریسز دیکھ رہی تھی جب وہ چیخا۔

''ابھی شادی ہوئی نہیں ہے ہماری۔ بچے کی شاپنگ پہلے ہی شروع کر دی پاگل تو نہیں ہو تم۔''

''چپ رہو تم۔'' اس نے ڈریسز کا ڈھیر لگوا لیا اپنے سامنے۔

''یار! جب ٹائم آئے گا پھر کر لینا یہ شاپنگ واپنگ۔'' اسے الجھن ہو رہی تھی۔

''میں نے کہا ناں تم چپ رہو۔''

''ہوں میں کوئی تمہارا ملازم یا ڈرائیور نہیں ہوں جو چپ رہوں۔''

''فہد ان میں سے کون سا اچھا ہے۔'' کافی دیر بعد کچھ سمجھ نہیں آیا تو وہ بولی لیکن وہ چپ رہا اور ادھر ادھر دیکھتا رہا۔

''فہد! میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں۔'' اس نے بازو سے پکڑ کر اسے اپنی طرف کیا۔

''خود ہی تو کہا ہے چپ رہو۔'' اس نے کہا ہی اس انداز سے کہ وہ اپنی ہنسی کو کنٹرول نہیں کر سکی۔

''اچھا سوری، پلیز سلیکٹ کرو۔ پتہ ہے ناں کہ مجھے تمہاری چوائس زیادہ پسند آتی ہے۔''

''اور مجھے تمہاری......''

''لیکن اس وقت مجھے تمہاری چوائس کا ڈریس چاہیے۔'' وہ کافی دیر آپس میں بحث کرتے رہے بالآخر شاپ کیپر کے کہنے پر دونوں نے ایک دوسرے کی چوائس کے دو بے بی ڈریس لے لیے۔ اگلے ایک گھنٹے میں اس نے فیڈر، کھلونے پتہ نہیں کیا کیا اکٹھا کر لیا تھا۔

''اچھا اب بتا بھی دو یہ ساری چیزیں کس کے لیے ہیں۔'' گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے پوچھا۔

'میری دوست کے ہاں پہلا بیٹا ہوا ہے اس کے لیے لے جا رہی ہوں۔ اب مجھے ان کے گھر ڈراپ کر دو۔''

عمارہ سے ملنے کے بعد وہ کاٹ کی طرف بڑھی اس میں بچے کو دیکھ کر وہ حیران و پریشان ہی تو رہ گئی۔

''عمارہ یہ......'' اس نے بچے کی طرف اشارہ کیا جو مسلسل ہنس رہا تھا اس کے منہ سے رال ٹپک رہی تھی۔ عام بچوں کے مقابلے میں سر بھی خاصا بڑا تھا اور نقوش بھی۔ اف وہ بچہ ایب نارمل تھا۔ منزہ یک دم

ایک اسٹیپ پیچھے ہٹی تھی۔

''یہ میرا بیٹا ہے منزہ! سوری تم شاید ڈر گئیں۔'' وہ شرمندہ ہوئی۔ وہ خود بھی تو شرمندہ ہو گئی تھی فون پر اس نے اس سے زیادہ بات ہی نہیں کی تھی کہ وہ حقیقت سے آگاہ ہی کر دیتی۔ خالہ بننے کی خوشی میں تو وہ پاگل ہو رہی تھی۔

''یہ ایسا کیوں ہے؟''

''بلڈ ریلیشن شادیوں میں ایسا ہو جاتا ہے عموماً۔ اس لیے تو آج کل لوگ کزن میرج سے اجتناب کرنے لگے ہیں لیکن ہمارے ہاں خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے۔'' وہ بھی افسردہ تھی۔ اور وہ زیادہ دیر وہاں ٹھہر نہیں سکی۔ اس نے فوراً فہد کو کال کی جو ابھی آدھے رستے میں ہی تھا۔

''کیا بات ہے تم نے تو دو گھنٹے کا کہا تھا ابھی تو 15 منٹ بھی پورے نہیں ہوئے اتنی جلدی واپسی کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔'' اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو رہا تھا۔

''بس ایسے ہی۔'' اس کی آواز میں واضح کپکپاہٹ تھی جسے فہد نے باخوبی محسوس کیا۔ فہد نے دوبارہ مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ مبادا وہ رونے ہی نہ لگ جائے۔ ورنہ وہ دوست کے گھر جائے گھنٹے سے پہلے واپس آجائے ناممکن۔ وہ سوچ رہا تھا۔ جب کہ اس کے دل میں عجیب سے خدشے جنم لے رہے تھے۔ وہ پاگل اور معذور کسی بھی طرح کے ایب نارمل لوگوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتی تھی۔ وہ دور سے ہی دیکھ کر چیخنے چلانے لگتی تھی لیکن بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ وہ چینج ہو گئی تھی۔ اب چیختی چلاتی نہیں تھی لیکن ڈرتی ابھی بھی تھی۔

گھر آکر بھی کافی دیر وہ خوف زدہ رہی تھی اس نے اکثر ڈاکٹرز وغیرہ سے بھی یہ بات سن رکھی تھی اس نے اپنے قریبی عزیز واقارب میں نظر دوڑائی تو اسے پتہ چلا کہ اس کے اپنے بھائی کی پہلی اولاد ایب نارمل ہے۔ بھائی نے پھپھو کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ فہد کی بہن کی بھی کزن میرج تھی۔ اس کی بیٹی ایب نارمل تھی۔ جس پر اسے یقین ہو گیا کہ کزن میرج میں ہی ایسا ہے۔ اسی رات اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ فہد سے شادی نہیں کرے گی۔

☆......☆

وہ رات اس نے روتے ہوئے گزاری تھی۔ صبح ناشتے سے بھی انکار کر دیا۔ پاپا کے آفس جاتے ہی وہ کمرے سے باہر نکلی۔ مما کے پاس آگئی جو لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی اخبار دیکھ رہیں تھیں۔ انہوں نے سامنے بیٹھی منزہ کو ایک نظر دیکھا پھر دوبارہ اخبار میں مشغول ہو گئیں۔

''مما! مجھے یہ شادی نہیں کرنی۔'' کچھ دیر کے بعد وہ بلا تمہید کے بولی۔ مما کے ہاتھ سے اخبار چھوٹ گیا تھا۔

''واٹ...... تم ٹھیک تو ہو۔ کیا کہہ رہی ہو یہ؟''

''میں ٹھیک ہوں مما اور جو کہہ رہی ہوں پورے ہوش وحواس میں کہہ رہی ہوں۔''

''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ 15 دن رہ گئے ہیں شادی میں اور تم...... اگر یہ مذاق ہے تو ایسا مذاق مجھے بالکل نہیں پسند۔''

''مما! میں مذاق نہیں کر رہی مجھے یہ شادی نہیں کرنی۔'' کہتے کے ساتھ ہی وہ رونے لگی۔

''بیٹا! کیا ہوا ہے؟ فہد نے کچھ کہا ہے لڑائی ہوئی ہے کیا تم دونوں میں ایسی باتیں تو ہو جاتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رشتے نہیں ختم ہو جاتے پاگل ہو تم جو ہوا بھول جاؤ اسے وہ بھی زیادہ دیر روٹھ نہیں سکتا تم سے۔'' مما نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔

☆......☆

آہستہ آہستہ سب کو ہی پتہ چل گیا تھا پاپا نے بھی اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اپنی بات پر ڈٹی رہی۔ وجہ پوچھنے پر بھی وہ یہ ہی کہتی کہ مجھے فہد

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

سے شادی نہیں کرنی۔ چاہے کسی سے بھی کر دیں لیکن فہد سے نہیں اگر کوئی ریزن پر اصرار کرتا تو وہ ہیسٹرک ہو جاتی تھی۔ تب پاپا نے اسی ڈیٹ کو اس کی شادی اپنی مرضی سے اپنے دوست کے بیٹے شاذل آفندی سے کر دی۔ وہ خوش تو نہیں تھی اس نے دماغ سے کمپرو مائز کیا تھا۔ شاذل آفندی امیر باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اسے پہلی رات ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ شاذل ایک گھمنڈی اور مغرور انسان ہے۔ ہر آسائش تھی اس کے پاس گھر و گاڑی، نوکر چاکر ہر چیز لیکن پھر بھی اسے سکون نہیں تھا۔ بڑا سا گھر اسے قید خانہ لگتا تھا۔ بہت سارے دن گزر گئے جب منزہ ماں کے رتبے پر فائز ہوئی۔ اس نے گول متول سی بچی کو جنم دیا تھا۔ پہلی دفعہ اس نے شاذل آفندی کے چہرے پر خوشی دیکھی تھی۔ لیکن یہ خوشی صرف چند گھنٹے کی تھی۔ کیوں کہ جو بھیانک خبر اسے سننے کو ملی تھی اس پر شاذل کو سکتہ طاری ہو گیا تھا منزہ تو اپنے حواس ہی کھو بیٹھی تھی۔ ڈاکٹرز نے بچی کا چیک اپ کرنے کے بعد بتایا کہ وہ ذہنی طور پر ایک ایب نارمل بچی ہے۔ بچی کے دل کا ایک وال بھی بند ہے اس لیے اس کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔

☆......☆

وہ جس چیز سے بھاگ رہی تھی وہ تو پھر اس کے سامنے تھی۔ جس چیز سے بچنے کے لیے اس نے اپنی محبت جان سے عزیز شخص کو چھوڑا تھا وہ تو پھر اس کے ساتھ تھی۔ وہ ہوش میں آ گئی تھی لیکن حقیقت کو تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ وہ بہت دکھی اور غمگین تھی۔

☆......☆

''یا خدا! تو ہی مالک تو ہی مختار کل ہے۔ کل عالم کو چلانے والا۔ کل عالم کا پالنے والا۔ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ معجزات کر سکتا ہے۔ بنانا، بگاڑنا، سنوارنا سب تیرا کام تیری حکمت، تیری طاقت ہے۔ میرے مولا ہم ناچیز بس مفروضے قائم کر لیتے ہیں۔ ہم کون ہوتے ہیں تیری خدائی میں دخل دینے والے۔ ہم خطا کار، سیاکار ہیں۔ مولا صرف سوچ سکتے ہیں کرتا تو، تو ہی ہے یا اللہ! مجھے معاف کر دے۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ کاش...... کاش سب کچھ آپ کی مرضی پر چھوڑ دیتی۔ مگر میں نے کتنوں کے دل توڑے۔ میں بندہ ناچیز تھی میرے دل میں وسوسے تھے۔ میری سوچ بھی ناقص تھی۔ مجھے ہمت دینا، حوصلہ دینا میرے مالک میں اس آزمائش میں سرخرو ہو سکوں۔'' آج وہ اسپتال سے ڈسچارج ہوئی تھی۔ آتے ہی وہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز زار و قطار رو رو کر اپنی غلطیوں کی معافی کے ساتھ ساتھ آگے کی بہتری کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

☆......☆

عام خواتین کی خواہش ہوتی ہے اچھا کھانا، اچھا پہننا نوکر چاکر پیسے کی فراوانی۔ یہی ان کی زندگی کا خواب ہوتا ہے وہ سمجھتیں ہیں پیسہ تمام مسائل کا حل ہے لیکن کچھ ایسی خواتین بھی ہیں جو ان آسائشات کے ساتھ مطمئن اور آسودہ نہیں رہتیں۔ ان کی زندگی میں کوئی جھول کوئی تشنگی رہ جاتی ہے۔

کوئی پچھتاوہ گزرے ہوئے وقت کی خوش گوار یادیں حال کی تلخیاں انہیں اپنے حصار میں لیے رکھتی ہیں۔ ان کی زندگی میں کہیں نہ کہیں لفظ ''کاش'' اور ''اگر'' ضرور ہوتا ہے اور منزہ بھی ان ہی لوگوں میں سے تھی۔ شاذل سے اسے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ ایک رشتہ جسے وہ نبھا رہی تھی۔ لیکن اپنی بیٹی سے اسے قلبی لگاؤ تھا۔ وہ اسے ہر طرح سے عزیز تھی۔ وہ اس پر جی بھر کر اپنی ممتا نچھاور کرتی تھی۔ لیکن شاذل اس بچی سے نفرت کرتا تھا۔ وہ منزہ کو بھی اپنی موجودگی میں بچی کے پاس نہیں جانے دیتا تھا۔ اس کا کمرہ الگ کر دیا تھا۔ اس کے لیے اسپشل میڈ کا بندوبست کر دیا تھا۔ لیکن منزہ اس سب کے لیے خوش نہیں تھی۔ کافی دفعہ جھگڑا بھی ہوا تھا۔ لیکن وہ اپنی بات پر ڈٹا رہا تھا۔ منزہ پھر بھی زیادہ سے زیادہ ٹائم بچی کے ساتھ ہی گزارتی

تھی۔ وہ اسے میڈ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑتی تھی۔ پچھلے تین دن سے بچی بہت بیمار تھی۔ میڈیسن دینے سے بھی کوئی خاص فرق نہیں تھا۔ بچی دو سال کی ہو چکی تھی لیکن آج تک منزہ اسے خود سے ہوسپٹل نہیں لے کر گئی تھی۔ شاذل نے سختی سے منع کر رکھا تھا۔ بچی کو میڈ ڈرائیور کے ساتھ ہوسپٹل لے کر جاتی تھی۔ لیکن اب تو ڈرائیور بھی گھر پر نہیں تھا۔ بچی کا برا حال تھا شام تاریکی میں ڈھل رہی تھی اور ساتھ منزہ کا دل بھی۔

☆......☆

''کب سے میں تمہیں بلوا رہا ہوں۔ تمہیں سنائی نہیں دے رہا۔'' کافی عرصے بعد وہ آج اپنی بچی کے کمرے میں آیا تھا۔ خاصا تپا ہوا انداز تھا۔

''جی کیا بات ہے؟'' وہ سر جھکائے کھڑی ہو گئی۔

''تمہیں میں صبح وارن کر کے گیا تھا کہ رات 8 بجے ہمیں صمد کے گھر پارٹی پر جانا ہے۔ تیار رہنا تو پھر......''

''مجھے نہیں جانا۔'' پچھلے پانچ سالوں میں آج پہلی دفعہ اس نے اس کی کسی بات پر انکار کیا تھا۔

''واٹ......'' وہ تو حیران رہ گیا۔ وہ چپ رہی۔

''پانچ منٹ میں ریڈی ہو کر نیچے آؤ۔'' غصے سے کہتا کمرے سے نکل گیا۔ وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی اور بچی کو گود میں لے کر بے آواز رونے لگی۔

''تمہیں سنائی نہیں دیا میں نے کیا کہا تھا۔'' 10 منٹ بعد وہ دوبارہ اس کے سامنے تھا۔

''میں نے کہہ دیا تھا کہ مجھے نہیں جانا۔'' اس نے بہت آہستہ سے کہا۔

''تمہیں پتہ ہے ناں کہ مجھے کسی قسم کا انکار پسند نہیں ہے۔'' وہ چپ رہی۔ ''کیوں نہیں جانا۔''

''میری بچی بخار سے نڈھال ہے۔''

''تو کیا ہوا اسے میڈ کے حوالے کرو۔ کس لیے رکھا ہے اسے یہاں۔ وہ خود ہی سنبھال لیتی۔''

''مجھے بچی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا۔'' یہ ہی کہنا تھا کہ اس نے الٹے ہاتھ کا تھپڑ اسے لگا دیا۔

''مجھ سے زیادہ یہ بچی عزیز ہے تمہیں ہاں۔''

''ہاں، ہاں مجھے تم سے زیادہ یہ بچی عزیز ہے۔'' وہ آج پہلی بار چیخی تھی۔ اب تک ہاتھ اٹھانے کی کسر باقی تھی۔ وہ بھی اس نے پوری کر دی۔ وہ چیخ ہی رہی تھی بچی کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔ اس کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس کی سانسیں ختم ہو چکی تھیں۔ اس نے زندگی کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ منزہ پاگلوں کی طرح اسے جھنجھوڑ رہی تھی۔ شاذل تو کب کا وہاں سے جا چکا تھا۔

☆......☆

تدفین پر مما اور پاپا آئے تھے۔ مزمل بھائی آؤٹ آف کنٹری تھے۔ اس کے والدین آج پہلی دفعہ بیٹی کے گھر آئے تھے۔ ناراضی اپنی جگہ لیکن اب بیٹی کا غم انہیں کھینچ لایا تھا۔ مما سے تو فون پر بات کر ہی لیتی تھی لیکن پاپا سے کبھی نہیں کی تھی۔ بیٹی کو روبرو دیکھتے ہی ان کا دل بھر آیا تھا۔ وہ پہلے والی منزہ نہیں رہی تھی۔ نہ جانے کہاں کھو گئی تھی وہ شوخ چنچل ہر دم شرارتیں کرنے والی، بارش کو انجوائے کرنے والی، ہنسنے ہنسانے والی منزہ کی جگہ۔ دکھی ماں نے لے لی تھی۔

وہ تو جیسے پتھر کی ہو چکی تھی خالی خالی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھے جا رہی تھی۔ بچی کا خالی کاٹ و کھلونے کپڑے ہر چیز اسے جیسے کاٹ رہی تھی۔ بچی کا کمرہ ویران ہو گیا تھا۔ ساتھ منزہ کی گود بھی۔

مما پاپا کی واپسی پر وہ بھی ان کے ساتھ ہی چلی آئی تھی۔ شاذل نے اسے اپنے انداز سے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں رکی۔ اس نے اسے طلاق کی دھمکی دی تو وہ جیسے آپے سے ہی باہر ہو گئی تھی۔

''اور کر بھی کیا سکتے ہو خود کو مضبوط سمجھنے والے انتہائی کمزور بزدل انسان ہو تم عام مردوں کی طرح کم ظرف اور سطحی انسان ہو۔ تمہاری نظر میں پیسہ ہی سب کچھ ہے انسانی جذبات و احساسات رشتوں کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کوئی اہمیت نہیں ہے مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ رہنے کا۔ میں صرف اپنی بچی کی وجہ سے سب جھیل رہی تھی۔ اب مجھے کوئی مجبوری نہیں ہے اس قید خانے میں رہنے کی۔"

☆......☆

وہ لاؤنج میں بیٹھی ہاتھ میں چائے کا کپ لیے کسی گہری سوچ میں مگن تھی جب وہ وہاں آیا تھا۔ اس نے لاؤنج میں داخل ہوتی خالہ کو سلام کیا۔ خالہ نے اپنا کپ اسے تھمایا اور خود کے لیے چائے بنانے کچن میں چلی گئیں۔ وہ ابھی بھی ایسے ہی بیٹھی ہوئی تھی جیسے وہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔ اس نے چائے کا سپ لیا کپ ٹیبل پر رکھ دیا اور اس نے گلا صاف کرتے ہوئے جیسے اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ چونک گئی کپ میں چائے چھلکی۔

"کہاں گم ہو بھئی، اردگرد کا ہوش ہی نہیں ہے۔"

اس نے ایک نظر اسے دیکھا۔ سلام دعا کے بعد وہ اٹھنے لگی تو اس نے زبردستی اسے واپس بٹھالیا۔

"میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔ بس تم مجھے اتنا بتادو کہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ کیوں بیچ رستے پر چھوڑ دیا۔ بلاوجہ بغیر کسی ریزن کے کم از کم میری غلطی کوئی کوتاہی کچھ تو بتاتیں۔ تم نے مجھے ہی نہیں سب کو ہی شدید اذیت اور دکھ دیا ہے۔ تم نے ہم سب میں دوریاں پیدا کردیں۔ رشتے ختم کروادیے۔ تم تو مجھ سے بے حد پیار کرتی تھیں۔ ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں۔ ہم ساری زندگی بچپن سے جوانی تک ایک دوسرے کی ڈھال بنے ایک دوسرے کا ساتھ دیا تھا لیکن جب عمل کا وقت آیا، تم نے رستہ بدل لیا۔ تمہیں کس نے حق دیا تھا یہ سب کرنے کا، میرے دل سے کھیلنے کا، مجھے بے وقعت کرنے کا۔ تمہیں دولت چاہیے تھی تو مجھ سے ایک دفعہ کہہ کر تو دیکھیں تمہارے لیے میں کچھ بھی کرلیتا۔ اتنی دولت تمہارے قدموں میں ڈھیر کردیتا مگر تم نے......" بات ختم کر کے اس نے سر اٹھا کر دیکھا اس کی آنکھوں سے بے آواز آنسو گر رہے تھے۔

"فہد! مجھے اتنا گرا ہوا مت سمجھو کہ میں نے دولت کو اہمیت دی۔" اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنے رخساروں کو بے دردی سے رگڑا۔

"بس ایک وہم تھا، ڈر تھا جس نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کردیا اور اس کی سزا ابھی بھگت لی۔"

"کیوں...... کیا وجہ تھی کیسا ڈر؟" اس کا لہجہ بے تابی لیے ہوئے تھا۔

اس نے روتے ہوئے ساری بات بتادی۔

"اف خدایا۔" اس نے اپنا سر تھام لیا۔

"کیسی جاہلانہ سوچ تھی تمہاری، حد ہوتی ہے توہم پرستی کی یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے کتنی پاگل ہو تم بے کار سی بات کو ایشو بنا کر تم نے کتنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں شادیاں ہوئی ہیں خاندان میں اِدکاڈکا کیس ہو بھی جاتے ہیں ایسے کچھ اور پھر وہاں بھی تو ایسا ہوا تاں جہاں ایسا کوئی ریلیشن ہی نہیں تھا۔ حد کردی تم نے، سمجھ میں نہیں آرہا کہ تمہاری اس حرکت پر تمہیں کیا کہوں، کیا ری ایکٹ کروں، تم نے تو میرا دماغ گھما کر رکھ دیا ہے۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اتنی پڑھی لکھی ہو کر اتنی جاہلانہ سوچ رکھ سکتی ہو، تم ایسی بات پر اتنا بڑا فیصلہ...... اف منزہ تم نے اپنے ساتھ ہی نہیں ہم پر بھی بہت ظلم کیا ہے۔"

"پلیز معاف کردو مجھے، اس وقت میں بہت گھبرا رہی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی رستہ نظر نہیں آرہا تھا۔"

وہی معصوم سا چہرہ، وہی لہجہ، وہی انداز اس نے اسے غور سے دیکھا وہ اب بھی دل میں اتر جانے کی حد تک حسین تھی۔

"تمہارے معافی مانگ لینے سے کیا وہ گزرے پانچ سال واپس آجائیں گے۔ وہ دکھ، تکلیف، اذیت جو ہم نے برداشت کی، کیا اس کی تلافی ممکن ہے؟"

"لیکن معاف تو کیا جاسکتا ہے ناں تم مجھے معاف کردو میں نے تمہاری زندگی بھی تباہ کردی۔"

"اگر تم چاہو تو اسے سیٹ بھی کرسکتی ہو۔" اس نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

"میں نے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا وعدہ کیا تھا اور آج بھی اسی پر قائم ہوں۔ نہ تم سے پہلے اس دل میں کوئی تھا اور نہ ہی آج ہے۔ مما پاپا کا دل بھی میں نے بہت دکھایا کہ ان کی بے انتہا ضد کے باوجود میں نے شادی نہیں کی۔ کیونکہ مجھے تمہارے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرنی تھی۔ ارے بھئی سیدھی سی بات ہے کہ اپنے تمام تر پاگل پن کے ساتھ یہ الٹی کھوپڑی والی لڑکی آج بھی فہد کے دل میں ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اب کی بار فوراً ہی اس پاگل و بے وقوف لڑکی کو ہتھکڑی لگا کر اس دل میں قید کرلیا جائے تاکہ اسے اور پاگل ہونے سے بچایا جاسکے۔" اور وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھے جارہی تھی۔

"اب مجھے تمہاری رائے لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں اپنے مزاج کے برخلاف اس دفعہ زبردستی کرلوں گا۔ کاش میں پہلے یہ زبردستی کرلیتا تو اتنا بڑا نقصان نہ ہوتا ہمارا چلو خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ اب یہ رونا دھونا بند کرو میری شادی کی تیاری کرو، کیونکہ تم نے پہلے کروالی تھی اب میری باری ہے۔" اس نے کہا ہی اس انداز سے کہ وہ روتے روتے بھی مسکرادی۔

☆......☆

چاند رات تھی۔ ممی پاپا عمرے کی سعادت کے لیے گئے تھے۔ وہ دونوں گھر پر اکیلے لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ پاس ہی چپس سے بھرا باؤل پڑا ہوا تھا۔ یہ دونوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ٹی وی دیکھتے ہوئے کچھ نہ کچھ کھاتے رہنا۔

فہد نے ٹی وی دیکھتے ہوئے باؤل کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ باؤل کی بجائے منزہ کے بازو سے مس ہوا۔

"آؤچ......" وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"ابھی مہندی خراب کرنے لگے تھے۔"

"اس مہندی کی تو ایسی کی تیسی۔" وہ تنگ آچکا تھا۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے یہی تکرار سن رہا تھا اس نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس کے دوپٹے سے صاف کردیے وہ تو حیران رہ گئی۔

"تمہیں اندازہ ہو جانا چاہیے کہ میں اپنے درمیان اس مہندی تک کو برداشت نہیں کرسکتا۔" اب وہ اپنے ہاتھ صاف کررہا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں میں نمی سمیٹے ایک جھٹکے سے اٹھی کمرے میں بند ہوگئی۔ اس نے ایک نظر باؤل کو دیکھا اور ایک نظر ٹی وی کو اب اسے وہاں کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اٹھا اور کمرے میں چلا آیا۔ جہاں وہ رونے میں مصروف تھی۔ وہ دروازے کی چوکھٹ پر کھڑا مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھے گیا۔

"اگر میں نے اسے سچ بتا دیا ناں کہ یہ روتے ہوئے اور بھی حسین لگتی ہے تو یہ میرے سر کے بالوں کو آئے گی۔" مسکراہٹ چھپائے وہ آگے آیا۔

"اف یار! اتنی سی بات پر رونا شروع کردیا۔" وہ اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"اچھا رو نہیں لاؤ مہندی دو میں لگادیتا ہوں۔"

"بات مہندی کی نہیں ہے۔"

"تو پھر......!"

"آپ نے میرا دوپٹہ خراب کردیا ہے۔"

"تو یار دھولینا۔"

"کیسے دھولوں، اس پر تو کلر پھیل گیا ہوگا۔"

"تو کوئی بات نہیں نیا لے لینا۔"

"مجھے وہی چاہیے۔"

"یار! کیا ایسی خاص بات تھی اس میں کہ تم اتنا ہائپر ہورہی ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"وہ میرا برتھ ڈے گفٹ تھا، جسے آپ نے بہت چاہت سے دیا تھا۔ آج فرسٹ ٹائم میں نے پہنا ابھی دو گھنٹے بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے ستیاناس کر دیا اس کا۔" اس نے گالوں پر بہتے آنسو بے دردی سے صاف کرتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہ اسے اور بھی پیاری لگی۔

"اوہ سوری، چلو میں نیا لے دوں گا۔" وہ چپ رہی۔

"یار میں اس سے بھی اچھے اور مہنگے ڈبل ڈریس لے کر دوں گا اب معاف کر دو، ایم سوری۔"

"اپنے کان پکڑیں ناں میرے کیوں پکڑے ہیں۔"

"تو تم کس کی ہو۔" اس نے کہا کچھ اس اسٹائل سے کہا کہ وہ بری طرح شرما گئی۔

"جو چیز مجھے تم سے دور کرے میں اسے ایک سیکنڈ بھی برداشت نہیں کر سکتا انڈر اسٹینڈ۔" اس نے اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا اس کے ہاتھوں پر ویسے ہی نقش و نگار بنے ہوئے تھے جیسا کہ صاف کرنے سے پہلے تھے مطلب مہندی آدھے سے زیادہ سوکھ چکی تھی۔

"تو کیا یہ بچہ بھی......"

"ارے یہ تو میری جان ہوگا۔"

"اگر خدانخواستہ ایب نارمل ہوا تو......"

"نو ٹینشن اب تم سنبھال سکتی ہو۔"

"کیا آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انشاء اللہ بچہ نارمل ہو گا۔"

"اگر بچہ نارمل ہوا تو یہ ہمارے لیے دوگنی خوشی ہے۔ اور اگر ایب نارمل ہوا تو پھر بھی ہمیں اللہ کی رضا میں باخوشی راضی ہونا چاہیے۔"

"تو آپ اچھے کی دعا بھی تو کر سکتے ہیں ناں۔"

"وائے ناٹ، یا اللہ! میری عقل سے پیدل وائف کو صحت مند و تندرست کیوٹ سا بے بی دے دینا۔"

"آپ نے ہمیں کا لفظ کیوں یوز نہیں کیا۔"

"یار! میں اور تم الگ تھوڑی ہیں۔"

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں آپ نے ہمیں کا لفظ کیوں نہیں کہا کیا آپ کو بچے نہیں چاہیے؟"

"یہ بحث لمبی ہو جائے گی یار! یہ ہماری پہلی چاند رات ہے تو کیا ایسے لڑائی جھگڑے رونے دھونے میں گزارنی ہے۔ چلو چل کر مووی دیکھیں میں وہیں چھوڑ آیا ہوں۔"

"مجھے نہیں دیکھنی مووی شووی، مارکیٹ لے کر چلیں مجھے اور ڈبل ڈریس دلائیں۔"

"یار وہ تو منہ سے نکل گیا۔"

"تو پورا کریں میں آپ کو زبان سے پھرنے نہیں دوں گی۔ میں ڈبل ڈریس کے ساتھ میچنگ چیزیں بھی ڈبل ڈبل ہی لوں گی۔"

"یار! مجھے اپنے کہے پر معافی نہیں مل سکتی۔" وہ بے چارگی سے بولا۔

"کیا آپ نہیں چاہتے چاند رات خوشی سے گزرے۔"

"وہ تو کوئی بے وقوف ہی مرد ہو گا جو خالی جیب کروا کر چاند رات خوشی سے منائے۔" اس نے منہ بنایا۔ منزہ نے اسے باہر کو دھکیلا خود بھی وارڈروب سے دوسرا دوپٹہ لے کر اس کے ساتھ ہو لی۔

☆......☆

کچھ ہی عرصے بعد اللہ نے اسے ایک ساتھ رحمت اور نعمت سے نوازہ تھا، جڑواں صحت مند اور خوب صورت بچوں سے۔ دونوں خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔

اس بات پر منزہ کا اپنے خدا پر یقین اور پختہ ہو گیا تھا کہ جب اللہ کی رضا میں راضی ہو جاؤ تو خود بخود سب ٹھیک ہوتا چلا جاتا ہے۔

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

القریش پبلی کیشنز کے نئے ناول شائع ہو گئے ہیں

اب کر میری رفوگری — مصنفہ: سائرہ رضا — قیمت: -/600 روپے
رگِ جاں سے جو قریب تھے — مصنفہ: صالحہ محمود — قیمت: -/600 روپے
دل کی دہلیز پہ — مصنفہ: اشتیاق فاطمہ — قیمت: -/600 روپے
میرے ہمنوا کو خبر کرو — مصنفہ: فاخرہ گل — قیمت: -/600 روپے
زندگی کی حسین راہ گذر — مصنفہ: سمیرا شریف طور — قیمت: -/400 روپے
وہ اک لمحہ محبت — مصنفہ: سمیرا شریف طور — قیمت: -/400 روپے
دردِ دل — مصنفہ: نبیلہ عزیز — قیمت: -/900 روپے
زرد پتوں کا شجر — مصنفہ: نایاب جیلانی — قیمت: -/400 روپے

القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ، چوک اُردو بازار لاہور
فون: 042-37668958 — 37652546

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نائلہ طارق

سلسلے وار ناول

اے عشق ہمیں برباد نہ کر

ایک آخری نگاہ اس پر ڈال کر وہ بغیر کسی آہٹ کے اس سے دور ہوتی پول کی تیز زرد روشنی میں آ گئی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا۔ اس نے تب تک یہاں رکنا ہے جب تک وہ بیدار نہیں ہو جاتا۔ تا کہ کوئی اس تک جا کر اس کی نیند خراب نہ کر سکے۔ پتا نہیں کیوں مگر وہ یہ کرنا چاہتی تھی۔ پول سے کندھا ٹکائے وہ دائیں جانب سے آتی گاڑی

Downloaded From
Paksociety.com

کو دیکھ رہی تھی مگر وہ گاڑی رکی نہیں۔ سامنے سے گزرتی چلی گئی تھی۔ مطمئن ہوتی وہ بری طرح چونک کر دوبارہ اس گاڑی کو دیکھنے لگی تھی جو کچھ دور جا کر رکنے کے بعد ریورس میں واپس آ رہی تھی۔ چادر میں آدھا چہرہ چھپائے وہ پوری طرح ہوشیار ہو گئی تھی۔ گاڑی سے ایک گیم تحیم سا شخص برآمد ہوا تھا۔

''اب آ بھی جا۔ یا میں وہاں آؤں مہارانی؟'' وہ شخص اتنی بیزاری سے بولا تھا کہ ایک پل کو تو حیرت سے اس کا منہ ہی کھل گیا تھا۔

''نہیں آتی، چل بھاگ جا۔'' اگلے ہی پل وہ نخوت سے بولی تھی۔ اس کے جواب نے اس شخص کے تیور بگاڑے تھے۔ اسے اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر وہ فق چہرے کے ساتھ تیزی سے پیچھے ہٹتی یکدم کسی سے ٹکرائی تھی۔ دوسری جانب وہ شخص کسی تیسرے کو وہاں دیکھ کر حق دق ہوا تھا اور اگلے ہی پل تیزی سے گاڑی میں بیٹھ کر

قسط نمبر 3

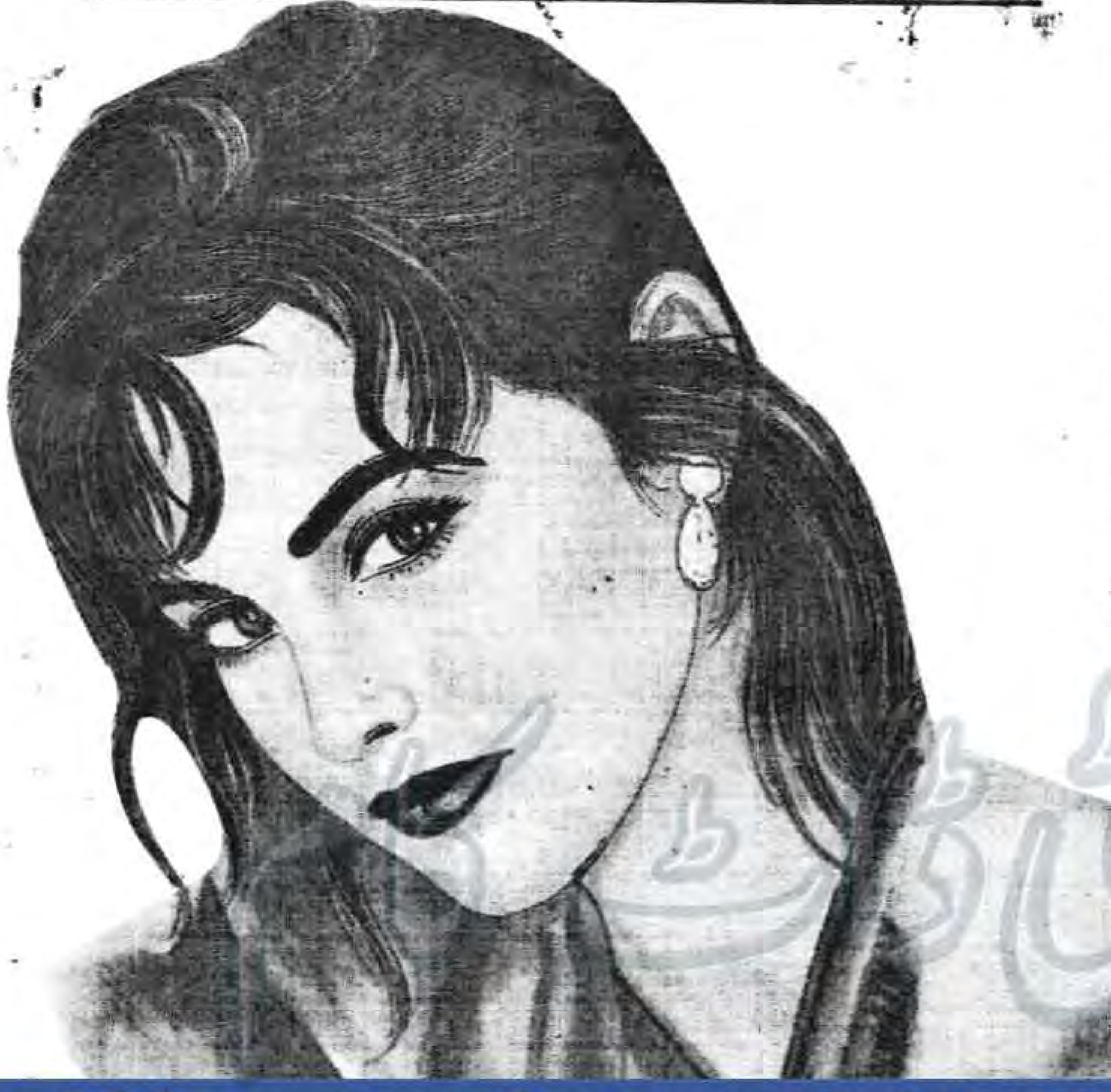

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

نو دو گیارہ ہوا تھا۔
غصیلی نظروں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا جو دونوں ہاتھ منہ پر رکھے ہنسی روکنے کی کوشش میں کھلکھلا کر ہنسے ہی جارہی تھی۔

''مذاق لگ رہا ہے یہ سب تمہیں۔'' وہ جس طرح غرایا تھا اس کی ہنسی تھم گئی تھی۔

''اپنی ماں سے جاکر کہو، تمہیں زنجیروں سے باندھ کر رکھے ورنہ تم اپنے ساتھ اس کا منہ بھی کالا کردو گی۔'' اس بار وہ دہاڑا تھا۔

''میری ماں کے حواس تو سالوں پہلے اس کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ یہ بات تم جاکر اس سے کہہ دو، شاید وہ تمہاری بات سمجھ جائے۔'' وہ ہلکی آواز میں بولی تھی۔

''اس کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھا رہی ہو تم۔'' وہ غرایا تھا۔

''تم بھی تو اپنے ماں باپ کی غفلت کا فائدہ اٹھا رہے ہو۔ تم جو کچھ کررہے ہو اس کے بعد تمہارے ماں باپ کا منہ ضرور کالا ہو چکا ہے۔''

''بکواس بند کرو۔'' شدید اشتعال میں وہ ہاتھ اٹھاتا یکدم رکا تھا۔

''بہتر ہوگا کہ یہ اٹھا ہاتھ تم اپنے ہی منہ پر مارو کیونکہ تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔'' اس کے سرد لہجے پر وہ پیچھے ہٹا تھا اور پھر سرخ چہرے کے ساتھ اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ خاموشی سے وہ بغور اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہی تھی جو پول سے پشت ٹکائے تھکے تھکے انداز میں زمین پر بیٹھ چکا تھا۔

☆......☆

تخت پر دراز وہ چہرہ ہاتھ پر رکھے دائمہ کو دیکھ رہی تھی جو مشین کی صفائی میں مصروف تھی۔

''کل رات میں یہ سب جانے کب واپس آئے مجھے تو پتا ہی نہیں چلا۔ آج سارا دن زرکاش بھائی کہیں آتے جاتے بھی دکھائی نہیں دیئے۔ ابھی رات میں ہی وہ کہیں جارہے تھے تو میں نے دیکھا چہرے سے ہی لگ رہا تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں اگر میں نہ پوچھتی تو مجھے پتا ہی نہیں چلتا کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔''

''کیسے پتا چلتا؟ ان کے گھر میں کوئی تمہیں منہ لگانے کے قابل ہی کہاں سمجھتا ہے۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

''تم ان سب کو منہ لگانے کے قابل سمجھتی ہو؟'' دائمہ نے اسے دیکھا تھا۔

''میری جوتی بھی منہ نہ لگائے۔''

''بس! تو پھر شکایت کیسی؟''

''آپ کی منطق مجھے سمجھ نہیں آتی۔''

اس نے کلس کر دائمہ کو دیکھا تھا۔ ''میری ماں یہاں اسی کمرے میں آخری سانسیں لے رہی تھی اور اوپر سب اطمینان سے میٹھی نیند سو رہے تھے۔ آپ چاہتی ہیں میں ان کو منہ لگاؤں۔ میں تھوکوں بھی نہ ان کے منہ پر۔'' اس کے بھڑکتے لہجے پر دائمہ خاموشی سے اپنے کام میں مصروف رہی تھی۔ ''اب رکھ بھی دیں اس منحوس مشین کو، دن رات اس کی سیوا میں لگی رہتی ہیں۔'' دائمہ کی خاموشی نے اسے جھلا کر رکھ دیا تھا۔ ''بس اب لائٹ بند کریں۔ مجھے نیند آرہی ہے۔''

''دراج! خدا کا خوف کرو کچھ، سارا دن تم سو، سو کر گزارتی ہو، نماز کے لیے بھی آلکسی دکھاتی ہو نیند کے چکر میں، میں اب تمہاری شکایت زرکاش بھائی سے کرنے والی ہوں۔''

''شوق سے کریں۔ وہ کیا کرلیں گے۔'' اس نے جلے لہجے میں کہا تھا۔

''وہ تمہاری پٹائی بھی کرسکتے ہیں۔''

''وہ یہ ارادہ تو کریں، میں ہی ان کی ایسی پٹائی کروں گی کہ منہ چھپا کر یورپ بھاگ جائیں گے Black sea میں ڈوب جانے کے لیے۔''

''توبہ ہے تم سے تو......'' دائمہ خشمگین نظروں سے اسے دیکھتی دروازہ بند کرنے بڑھ گئی تھی۔

''ویسے کیا ان کی طبیعت زیادہ خراب تھی؟'' کچھ دیر بعد اس نے پوچھا تھا۔

''ہاں مجھے تو ان کے چہرے سے یہی لگ رہا تھا مگر وہ کہہ رہے تھے کہ اب طبیعت بہتر ہے۔'' فرش پر بستر لگاتی دائمہ بولی۔ ''چلو اب آجاؤ، میں لائٹ بند کررہی ہوں۔'' کچھ دیر بعد وہ کمرے میں پھیلی تاریکی میں پلکیں جھپک رہی تھی۔ دائمہ یقیناً معمول کی طرح سونے سے پہلے دعائیں پڑھنے میں مصروف تھی۔

''میرا خیال ہے، ان کو یہاں کی آب و ہوا راس آنے میں ابھی کافی وقت لگے گا۔'' وہ دائمہ سے تائید مانگ رہی تھی۔

''ہاں......شاید۔'' دائمہ کے غنودہ لہجے پر وہ کچھ مطمئن ہوگئی تھی۔ دائمہ کی نیند گہری ہونے تک اسے انتظار کرنا تھا۔ جلدی اسے تھی بھی نہیں۔

چپکے سے موبائل فون ساتھ لیتی وہ ساتھ والے کمرے میں آگئی تھی جہاں تاریکی پھیلی تھی۔ صحن میں کھلنے والی کھڑکی کو اس نے احتیاط سے کھول دیا تھا۔ باہر کی ٹھنڈک چہرے پر محسوس کرتے ہوئے اس نے زرکاش کا فون نمبر دیکھا تھا۔ دل کی دھڑکن بے تحاشا بڑھی تھی۔ اس نے اب سے پہلے کبھی دائمہ سے چھپ کر ایسا کچھ نہیں کیا تھا جواب وہ کررہی تھی۔

''دراج! میں نے کال ریسیو کرلی ہے۔'' ابھرتی بھاری آواز یکدم اس کی سماعت سے ٹکراتی کچھ گھبراہٹ میں مبتلا کرگئی تھی مگر فوراً ہی اس نے اپنا اعتماد بحال کیا تھا۔

''آپ کو کیسے پتا چلا کہ یہ کال میں نے کی ہے؟''

''کیونکہ دائمہ اتنی رات میں کال نہیں کرسکتی تھی۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ چند لمحوں کے لیے چپ سی ہوگئی تھی۔

''بجیا کے سامنے کال کرنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی۔ میں نے صرف آپ کی طبیعت کے بارے میں پوچھنے کے کال کی ہے۔''

''میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہے۔ تم اتنی دیر تک جاگ رہی ہو صرف کال کرنے کے لیے۔ بہت عقلمند ہو تم۔'' زرکاش نے سنجیدگی سے اسے گھرکا تھا۔

''آپ کی طبیعت کو کیا ہوا ہے؟''

''پتا نہیں، بس سر درد ہوا، تھوڑا ٹمپریچر ہوا اور بس......''

''مجھے پتا ہے۔ میں نے آپ کو پریشان کردیا ہے، اسی لیے آپ کی طبیعت خراب ہوئی ہے۔'' وہ درمیان میں بولی تھی۔

''نہیں، یہ بات نہیں ہے۔'' وہ اتنا ہی بولا تھا۔

''آپ کو محبت سے ڈر لگتا ہے؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"ہاں شاید ایسا ہی ہے۔"
"کیا میں نے آپ کو مشکل میں ڈال دیا ہے؟"
"یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتی ہو دراج......" وہ بولا تھا۔ دراج چند لمحوں تک خاموش رہی تھی اور پھر خاموشی سے ہی کال منقطع کر گئی تھی۔ واپس اپنی جگہ پر آتی وہ کافی دیر تک جاگتی رہی تھی۔ اس امید کے ساتھ کہ شاید زرکاش کال کر کے اس سے یوں خاموشی سے فون بند کر دینے کی وجہ پوچھے گا مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔

شام گہری ہو رہی تھی جب اس نے کچن کی کھڑکی سے دیکھا سامنے ہی صحن میں وہ دائمہ سے کوئی بات کر رہا تھا۔ اسے اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر وہ فوراً ہی سبزی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ جسے کاٹنے وہ وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ دوسری جانب زرکاش نے کچھ محسوس کیا تھا اسی لیے وہ نہ چاہنے کے باوجود کچن کی کھڑکی کی سمت بڑھ آیا تھا۔

"میں نے سنا ہے تم میری پٹائی کرنے والی ہو؟" مسکراتی نظروں سے زرکاش نے اسے دیکھا تھا مگر وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ سبزی کاٹتی رہی تھی۔ نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

"اور صرف یہی نہیں تمہارا پورا ارادہ ہے مجھے یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کرنے کا۔" مزید کہتے ہوئے وہ چند لمحوں تک اس کا منتظر رہا تھا مگر دراج کان بند کیے مصروف رہی تھی۔ زرکاش نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اس کے موڈ کے بارے میں دائمہ سے جیسے پوچھا تھا مگر وہ اسے دیکھ کر ہی رہ گئی تھی۔

"کیسا دور آ چکا ہے۔ انسان سے زیادہ سبزیوں کی ویلیو ہو گئی ہے۔" واپس جاتے ہوئے وہ افسردگی سے دائمہ سے مخاطب ہوا تھا مگر اگلے ہی پل کچن سے ابھرتی بلند کراہ پر وہ رکتا وہ سرعت سے دائمہ کے پیچھے ہی کچن کی طرف گیا تھا۔

"دراج! کیا ہوا ہے؟" اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر دائمہ پریشان ہو اٹھی تھی جب کہ زرکاش کی نظروں میں فرش پر گری خون آلودہ چھری آ گئی تھی۔

"دراج! تمہارے ہاتھ پر کٹ لگا ہے۔ دکھاؤ مجھے۔" زرکاش نے چاہا تھا کہ اس کے پشت پر چھپائے ہوئے ہاتھ دیکھے مگر وہ اس کا ارادہ بھانپتے ہی تیر کی طرح کچن سے نکلتی چلی گئی تھی۔ زرکاش سرعت سے اس کے پیچھے گیا تھا جب کہ دائمہ دہل کر چیخ اٹھی تھی خون کے گاڑھے نشان فرش پر دیکھ کر جو کمرے تک جا رہے تھے۔

"دراج! یہ کیا حرکت ہے؟" انتہائی سخت لہجے میں بولتا وہ اس تک پہنچا تھا جو ہاتھ پشت پر کیے دیوار سے الگ ہونے کے لیے تیار نہیں تھی۔ ڈھٹائی سے مسلسل مزاحمت کرتی وہ ایک ٹک اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ جس کا ہاتھ اس کی خون آلودہ کلائی تک پہنچ چکا تھا۔ اس کے بھل بھل بہتے خون سے زرکاش کا اپنا ہاتھ تر بتر ہو گیا تھا۔ ہوش اڑ گئے تھے۔ سرعت سے اس نے دراج کو سنبھالا تھا جو غشی کی حالت میں اس کے سینے سے آ لگی تھی۔ اسے بازو میں سنبھالتے ہوئے زرکاش نے اسے تخت پر لٹایا تھا اور اس کا ہی دوپٹہ تیزی سے اس کی کلائی کے زخم پر لپیٹنا شروع کر دیا تھا۔

"دائمہ! اپنی آواز بند کرو، کسی قسم کا شور نہیں ہونا چاہیے۔ اسے کچھ نہیں ہوا ہے، جلدی پانی لے کر آؤ، اسے ہوش میں رکھنا ہے۔" زرکاش کی تاکید پر اپنی سسکیوں کو ضبط کرتی دائمہ بدحواسی میں پانی لینے دوڑی تھی۔ خون کے مسلسل بہنے کی وجہ سے کمزوری کے باعث اس کی آنکھیں زیادہ دیر کھل نہیں پا رہی تھیں۔ اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔ زرکاش کی یہی کوشش تھی وہ اسے مکمل حواسوں میں اسپتال لے جائے۔ اس کی کلائی کے زخم کو صرف حادثہ ہی قرار دیا جائے گا۔ اسے مکمل یقین نہیں تھا۔ پانی کا گلاس دراج کے لبوں سے لگاتی دائمہ شدید فکر

انگیز نظروں سے زرکاش کو بھی دیکھ رہی تھی جو بہت عجلت میں فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ یہ شکر تھا کہ وہ اپنے پیروں پر چل کر باہر گاڑی تک آئی تھی زرکاش نے سختی سے دائمہ کو تاکید کی تھی کہ کسی کو اس سب کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔ حالانکہ دائمہ خود بہت محتاط تھی۔ دراج کی خیریت سے واپسی کے ساتھ یہ دعا بھی کر رہی تھی کہ دراج کو زرکاش اپنی گاڑی میں اسپتال لے گیا ہے۔ یہ بات اس کے گھر میں کسی کو پتا نہ چلے۔ اس فکر کے ساتھ ساتھ وہ اس الجھن میں بھی تھی کہ چھری دراج کی کلائی تک کیسے پہنچی؟

اسے اندازہ نہیں تھا کہ کتنا وقت گزرنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولی ہیں۔ البتہ اردگرد کا جائزہ لیتے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی اسپتال کے روم میں ہے۔ نیم وا آنکھوں سے وہ بیڈ کے قریب اسٹینڈ پر لٹکی ڈرپ کی بوتل کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یاد آ رہا تھا۔ وہ گاڑی کی بیک سیٹ پر تھی۔ ڈرائیو کرتا زرکاش مسلسل اس سے باتیں کرتا اسے ہوش میں رہنے اور اپنی طرف متوجہ رکھنے کی کوشش میں تھا مگر کوئی بات اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی، آنکھوں کے سامنے سب کچھ دھندلا رہا تھا۔ زرکاش کی آواز آہستہ آہستہ بہت دور جاتی سنائی دی تھی اور اس کے بعد کیا ہوا، اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ ہاتھ کو حرکت دیے بغیر اس نے کلائی پر بندھی بینڈج کو دیکھا تھا۔ اس ہاتھ میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ تب ہی وہ بیڈ کے قریب آئی اس عورت کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جو چہرے پر مہربان مسکراہٹ سجائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں جوس کا گلاس موجود تھا۔

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو تم؟ چکر وغیرہ تو محسوس نہیں ہو رہے؟" اس کے سر پر ہاتھ رکھتی وہ نرم لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ جواباً نفی میں سر ہلاتی وہ سوالیہ نظروں سے اس عورت کو دیکھ رہی تھی۔

"زرکاش میرے شوہر کے قریبی دوست ہیں بلکہ دونوں بچپن کے دوست ہیں۔" اس کی سوالیہ نظروں پر عورت نے بتایا تھا۔

"تمہاری ڈرپ ختم ہو جائے اور ڈاکٹر چیک کر لیں تمہیں تو میں مشرف کو فون کر دوں گی، وہ یہاں آ جائیں گے۔ تم تھوڑا سا اٹھ جاؤ تاکہ یہ جوس پی سکو۔" اس کے سر کے نیچے رکھا تکیہ اونچا کرتی وہ عورت بولی تھی۔ دراج کا حلق خشک ہو رہا تھا لہٰذا بغیر کسی توقف کے اس نے گلاس لبوں سے لگا لیا تھا۔ اس دوران وہ عورت بغور اسے دیکھتی رہی تھی۔ "یہ کون سا اسپتال ہے؟" گلاس واپس اس عورت کو دیتی وہ پوچھ رہی تھی۔

"یہ پرائیویٹ کلینک ہے۔ یہاں جو ڈاکٹر ہیں وہ میری کزن ہیں، میرا گھر قریب میں ہی ہے۔ اس لیے زرکاش کے فون پر میں پہلے ہی یہاں آ گئی تھی اور یہ زیادہ اچھا ہوا کیونکہ تم بالکل ہوش میں نہیں تھیں زرکاش تمہیں نہیں سنبھال سکتے تھے۔" عورت کے تفصیل بتانے پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

"دوبارہ یہاں چیک اپ کے لیے تو تمہیں آنا ہوگا۔ میرے گھر لازمی آنا، میں زرکاش سے بھی کہوں گی کہ تمہیں ساتھ لے کر گھر آئیں۔" اس کے لیے سیب کاٹتی وہ عورت مستقل بول رہی تھی جب کہ غائب دماغی سے اس عورت کو سنتی وہ دائمہ کے لیے فکر مند ہونے لگی تھی۔ سامنے دیوار پر لگی گھڑی میں رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ مزید آدھا گھنٹہ لگا تھا ڈرپ کے ختم ہونے میں، ڈاکٹر نے چیک اپ کر کے اسے گھر جانے کی اجازت دے دی تھی۔

زرکاش کے دوست کی بیوی کے ہمراہ وہ کلینک سے باہر آئی تو زرکاش اپنے دوست کے ساتھ ہی اس کا منتظر تھا۔ وہ تو کسی سے نظر تک نہیں ملا سکی تھی۔ اسے خدشہ تھا مگر زرکاش نے کسی ناراضی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس کی طبیعت کے بارے میں راستے بھر سوال کرتا رہا تھا۔ گیٹ پر دائمہ منتظر ملی تھی۔ اس کے حد درجہ پریشان

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

چہرے نے دراج کو بے تحاشا شرمندہ کر دیا تھا مگر وہ بھی بس اس کی طبیعت اور خیریت کے بارے میں ہی بات کر رہی تھی۔ دراج کو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ زرکاش نے پہلے ہی دائمہ کو یہ تاکید کر دی تھی کہ وہ دراج سے کوئی باز پرس نہ کرے۔ یہ ایک حادثہ ہی تھا۔ دراج نے جان بوجھ کر خود کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ جھوٹ اسے دائمہ سے بولنا پڑا تھا تاکہ وہ مطمئن ہو جائے۔ حقیقت میں تو اس کو اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ کوئی حادثہ نہیں تھا۔

☆......☆

سرخ جھلملاتے دوپٹے میں وہ گٹھڑی بنی بازوؤں میں چہرہ چھپائے سسک رہی تھی۔ اس کی زندگی کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ ایک تعلق میں وہ بندھ چکی تھی۔ وہ تعلق کہ جس کے قائم ہونے کے باوجود اس کے دل کی دنیا میں کوئی خوشگوار دل افروز احساسات نہیں جاگے تھے۔ ہر سمت سناٹا پھیلا تھا اس کی زندگی کے کسی فیصلے میں نہ پہلے اس کا اختیار تھا نہ اب آگے کوئی اختیار ملنے والا تھا۔ وہ ایک بے جان کٹھ پتلی تھی۔ جسے کوئی بھی اپنی مرضی کے رخ پر لے جا سکتا تھا۔

"رجاب!" راسب کی آواز پر اس کی گھٹی سسکیاں اور بلند ہونے لگی تھیں۔ دوسری جانب نم آنکھوں سے اسے دیکھتیں ندا اپنے آپ کو مجرم سمجھ رہی تھیں۔ وہ اس کے لیے کچھ بھی تو نہ کر سکی تھیں۔

"رجاب! تم میری بہن نہیں میری اولاد ہو۔ باپ اپنی اولاد کے لیے دنیا کی ہر خوشی سمیٹنا چاہتا ہے۔ اپنی اولاد کی خوشیوں سے زیادہ اسے کچھ عزیز نہیں ہوتا۔" اس کے سر پر ہاتھ رکھے وہ بول رہے تھے۔ "میں نے بھی جو کیا تمہارے بہتر مستقبل کو دیکھتے ہوئے کیا۔ تم میرے پاس میرے ماں باپ کی امانت ہو، قیمتی متاع ہو، میں جانتا ہوں کیا تمہارے قابل ہے، کون تمہارا زیادہ حق دار ہے۔ ابھی تمہیں یہ سب سمجھ نہیں آئے گا، کچھ وقت گزرنے کے بعد تمہیں احساس ہوگا کہ تمہارے لیے یہی سب بہتر تھا جو ہوا ہے، تمہارے پاس ابھی بہت وقت ہے تم اسی گھر میں ہو، کوئی تمہیں یہاں سے کہیں جانے پر مجبور نہیں کر رہا، تم نے میری فرمانبرداری کر کے میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ تمہاری مرضی کے خلاف میں تمہیں اس گھر سے رخصت کرنے کے بارے میں سوچوں گا بھی نہیں۔ کسی قیمت پر نہیں۔ تمہیں اپنے آغا جان پر اتنا اعتبار تو ہونا چاہیے۔ آج تم نے میرا مان رکھا ہے۔ آج کے بعد میری مرضی وہی ہوگی جو تمہاری ہوگی۔ تم جو چاہو گی وہی ہوگا۔ بس تم اس طرح رو کر مجھے میری نظروں میں شرمندہ مت کرو۔" راسب کے وزدیدہ التجائی لہجے پر وہ ان کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر چکی تھی۔

☆......☆

سرد ہواؤں کی سرسراہٹوں میں چند پل مزید خاموشی سے سرک گئے تھے۔ پول سے ٹیک لگائے وہ سر جھکائے بالکل ساکت بیٹھا تھا۔ تیز زرد روشنی میں اس کے چمکتے بال کچھ اور زیادہ سنہری دکھائی دے رہے تھے۔

"کیا وجہ ہو سکتی ہے اس کی کہ تم ایسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو؟" مدھم لہجے میں پوچھتی وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔

"میں سمجھتی تھی کہ مجھ سے زیادہ قابل رحم زندگی کسی کی نہیں ہو سکتی مگر تمہیں دیکھ کر احساس ہوا کہ مجھ سے زیادہ رحم کے قابل تو تم ہو۔ میری زندگی جس راستے پر چل رہی ہے میں نہیں جانتی میں کہاں پہنچوں گی مگر تم جس راہ پر چل رہے ہو، صاف نظر آتا ہے کہ یہ راہ تمہیں کھائی کے دہانے پر لے جائے گی۔ پھر کیوں تم نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں؟ تم عقل شعور سے محروم کوئی جانور نہیں، ایک سمجھدار انسان ہو۔ مجھے پورا یقین ہے کہ تم کسی اچھے گھرانے

سے تعلق رکھتے ہو۔ تم کیوں یہ سب کچھ بھول چکے ہو؟"

"میں سب جانتا ہوں، جانتا ہوں کہ میں کس راہ پر چل رہا ہوں مگر...... میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔" سر جھکائے وہ کمزور آواز میں بولا تھا۔

"اپنی زندگی میں موجود واحد رشتے کو زندہ رکھنے کے لیے میں کسی حد تک بھی جا سکتا ہوں۔ زندگی کے 17 سال میں نے اپنے ماں باپ کے ساتھ بہت سکون اور بے شمار خوشیوں کے درمیان گزارے تھے مگر پھر اچانک جیسے کسی نے مجھے جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ پاپا کے ایکسیڈنٹ نے مجھے زندگی کا ایک بھیانک رخ دکھا دیا۔ کئی دن تک وہ کومہ کی حالت میں رہے اور جب کومہ سے باہر نکلے تو بالکل معذور ہو چکے تھے۔ ان کے بہتر علاج کے لیے ماما نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ ان کے پاس کوئی زیور تک نہیں بچا کہ جسے فروخت کر کے وہ روپے حاصل کرتیں۔ ایک ایک کر کے سب رشتے دار ساتھ چھوڑ گئے۔ پاپا کا علاج جاری رکھنے کے لیے ماما نے ہمارا گھر گروی رکھوا دیا۔ میں نے اپنی پڑھائی چھوڑ چھوٹی چھوٹی نوکریاں کرنی شروع کر دیں اس امید کے ساتھ کہ ایک دن پھر سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا مگر......" چند لمحوں کے لیے وہ خاموش رہا تھا۔ ساکت بیٹھی وہ بغور اسے سن رہی تھی۔ "میں اور ماما سر توڑ کوشش کرتے رہے پاپا کو زندگی کی طرف واپس لانے کے لیے مگر پاپا ہمت ہار چکے تھے۔ بہت اذیت برداشت کر رہے تھے وہ ایک دن پھر قیامت آ گئی۔ ان کی سانسوں نے ہی ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اپنی خالی آنکھوں میں وہ میرا اور ماما کا چہرہ قید کیے ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر گئے۔ میرے لیے اور ماما کے لیے ہر سمت میں تاریکی رہ گئی۔ ماما ٹوٹ چکی تھیں۔ وہ زندہ تھیں مگر زندہ بس نظر آتی تھیں۔ سر پر قرض کا بوجھ اٹھائے مجھے ماما کے ساتھ اپنے گھر سے نکلنا پڑا تھا۔ وہ گھر جسے پاپا نے میرے اور ماما کے لیے انتھک محنت اور محبت سے بنوایا تھا۔" نم آنکھوں سے وہ اسے دیکھ رہی تھی جس کے ہونٹ لرز رہے تھے، نظر جھکی ہوئی تھی، آواز گھٹ رہی تھی مگر وہ بول رہا تھا۔

"زندگی بہت بدصورت ہو چکی تھی مگر زندہ تو رہنا تھا، مجھے اپنی ماں کا سہارا بننا تھا۔ ہمت جمع کر کے میں نے کام کے ساتھ کوئی اچھی جاب بھی تلاش کرنی شروع کر دی تاکہ قرض کا بوجھ کچھ تو کم ہو جائے مگر میرے پاس نہ کوئی ڈگری تھی نہ کوئی تجربہ...... میری بھوک، پیاس، نیند سب کچھ ختم ہو چکا تھا بس یہی سوچ تنگ کرتی کہ کیسے قرض اتاروں گا؟ کس طرح اپنا گھر واپس حاصل کروں گا؟ ان فکروں میں، میں یہ بھی نہیں جان سکا کہ اندر ہی اندر گھلتیں ماما کس ناسور کا شکار ہو چکی ہیں اور جب معلوم ہوا تو میرے پیروں تلے زمین بھی نہ رہی تھی۔ ایک ہی جنون سر پر سوار ہو چکا تھا کہ اپنے باپ کے بعد مجھے اپنی ماں کو کسی قیمت پر نہیں کھونا ہے۔ ماما کے علاج کے لیے بھی مجھے ایک بڑی رقم کی ضرورت تھی جو میں دن رات بھی چھوٹے چھوٹے کام کر کے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت میرے پاس کچھ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے بس میری ماں کا چہرہ تھا۔ کوئی نہیں جان سکتا کہ اس راہ کو منتخب کرتے ہوئے مجھے کس اذیت سے گزرنا پڑا تھا اور اب تو اس اذیت کی عادت ہو چکی ہے۔ چند گھنٹوں میں مجھے ہزاروں روپے حاصل ہو جاتے ہیں، اس کے بعد میں انسانیت کے درجے سے گر کر کسی کھائی میں گروں یا جہنم میں، یہ چیز میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی، میرے لیے یہ اہم ہے کہ میری ماں ایک بہترین اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ وہ اس انتظار میں بھی ہیں کہ میں کب اپنا گھر واپس حاصل کر کے ان کو اپنے ساتھ اس گھر میں لے جاؤں گا۔ میں نے اگر یہ کام چھوڑ دیا تو جو کچھ بچا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا اور...... میں بھی......" اس کے خاموش ہونے پر وہ فوری طور پر کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

''تمہارا سارا قرض ادا ہو گیا؟''

''ہاں! بس اب کچھ ہی عرصے میں، میں اپنا گھر بھی واپس لے لوں گا۔ ابھی ماما کے علاج کے لیے مزید رقم کی ضرورت ہے۔ ان کے صحت یاب ہونے کے بعد میں یہ سب چھوڑ کر کوئی باعزت کام شروع کروں گا۔''

''میں دعا کروں گی کہ تمہاری ماں جلد از جلد ٹھیک ہو جائیں اور تم اس بھنور سے نکل آؤ۔'' وہ مدھم لہجے میں بولتی اس کے سامنے سے اٹھی تھی۔

''نام کیا ہے تمہارا؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''عرش!'' ایک پل کو رک کر وہ بتا رہا تھا۔

''عرش! مجھے یقین ہے کہ تم ایک دن واپس ان ہی اونچائیوں تک جاؤ گے جس اونچائی اور بلندی پر عرش کو اللہ نے رکھا ہے۔'' پر یقین لہجے میں اس نے کہا تھا جب کہ وہ خاموش نظروں سے اسے وہاں سے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

☆......☆

بے آواز قدموں سے کمرے سے وہ باہر نکلی تھی۔ رات کا سناٹا اور تاریکی صحن میں چھائی ہوئی تھی مگر آسمان پر ادھورے چاند کی مدھم روشنی میں یہ تاریکی گہری نہیں تھی۔ کچن کے پاس کھڑی وہ اسے دیکھ رہی تھی جو سیڑھیاں طے کرتا نیچے آ رہا تھا۔ دراج کی وہاں موجودگی کی اسے خبر ہو چکی تھی۔

''میرا میسج دیکھا تھا تم نے؟'' اس کے سوال پر وہ خاموش رہی تھی۔ ظاہر ہے جب ہی تو وہ رات کے اس پہر اس کے سامنے تھی۔

''میرا اس وقت یہاں آنا کس حد تک خطرناک ہے یہ تم بھی جانتی ہو مگر مجھے یہاں آنا پڑا ہے جو باتیں میں تم سے کرنا چاہتا ہوں وہ فون پر یا دائمہ کے سامنے نہیں ہو سکتی تھیں۔'' زرکاش کی آواز بہت ہلکی تھی۔

''تم جانتی ہو، کل کیا کر چکی ہو تم؟'' وہ سوال کر رہا تھا۔ ''مجھے فوراً جواب چاہیے۔ کس وجہ سے وہ حرکت کی تم نے؟'' اس کے مدھم لہجے میں سختی در آئی تھی۔

''فون پر آپ کے لہجے کی بیزاری نے میرا دل توڑ دیا تھا۔ آپ نے کہا تھا آپ کو میری محبت پر یقین نہیں ہے جو انسان آپ کے لیے محبت میں پاگل ہے اس کے لیے آپ کے لہجے میں ذرا سی بھی محبت نہیں جھلک سکتی تھی۔'' دراج کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ تاریکی اتنی بھی نہ تھی کہ زرکاش کو اس کے آنسو دکھائی نہ دیتے۔

''صرف میری آواز سے تم نے سارے اندازے لگا لیے اور اس حد تک چلی گئیں۔'' زرکاش کے لہجے میں غصہ تھا۔ ''تم نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے دراج...... یہ سب مت کرو خدا کے لیے اگر تمہیں میری پروا ہے، خود پر نہیں تو کم از کم دائمہ پر رحم کرو، تمہاری طرح اس کے دل میں بھی اپنی ماں کی جدائی کا زخم تازہ ہے۔ کل اگر امان اور اس کی بیوی میری مدد نہ کرتے تو میں کہاں لے کر بھاگتا تمہیں؟ کوئی ڈاکٹر تمہیں ہاتھ نہیں لگاتا، یہ سیدھا سیدھا سوسائیڈ کیس بن سکتا تھا۔'' غصے کو ضبط کرنے کے لیے وہ چند لمحے چپ رہا تھا مگر دراج کی سسکیاں اسے غصہ ضبط کرنے سے روک رہی تھیں۔

''دراج! سمجھنے کی کوشش کرو، میں پھر کہتا ہوں کہ مجھے تم پر یقین ہے، تمہاری محبت کی میں عزت کرتا ہوں، تمہیں بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میں تمہاری طرح ٹین ایجر نہیں ہوں، 35 سال کا ایک میچورڈ مرد ہوں، اس گھر میں میری پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔'' عاجز آ جانے والے انداز میں بولتا وہ یکدم رکا تھا۔ گھٹی گھٹی آواز میں روتے ہوئے دراج نے اپنے ہاتھ اس کے چہرے کے گرد رکھ دیے تھے۔ زرکاش کے دل کو جیسے کچھ ہوا تھا۔

''دراج! تم نے بہت بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے مجھے، تمہارے لیے اپنی سوچ، اپنی نظر کو بدلنے کے لیے چند دن بہت کم ہیں۔ مجھے وقت چاہیے جس سے محبت ہوتی ہے اسے پریشان نہیں کیا جاتا، مجھ سے ناراضی کا اظہار کرو، مجھ پر غصہ کرو مگر خود کو نقصان مت پہنچاؤ۔'' وہ التجائی لہجے میں اسے سمجھا رہا تھا جو اس کے چہرے اس کی گردن کو بار بار چھوتی بس روئے جا رہی تھی، پاگلوں کی طرح اسے دیکھے جا رہی تھی۔ زرکاش جیسے ہار گیا تھا، دھیرے سے وہ اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے چکا تھا۔

''میں جانتا ہوں، سب سمجھ رہا ہوں، تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، تمہارے احساسات اور جذبات کی میں بہت عزت کرتا ہوں۔ میں کبھی تم سے بیزار نہیں ہو سکتا۔ کبھی ایسا مت سوچنا۔'' مدھم آواز میں وہ اس سے مخاطب تھا جو آنسوؤں سے اس کا گریبان بھگو رہی تھی۔

''اپنا خیال رکھو، خوش رہا کرو تاکہ دائمہ تمہاری طرف سے مطمئن ہو جائے۔'' دھیرے سے اسے الگ کرتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''کل موقع ملا تو مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے مگر دائمہ کو ابھی اس بات کی خبر نہ ہو۔ یہ بات ابھی میرے اور تمہارے درمیان رہے گی۔ میں اب جاتا ہوں۔ تم بھی جا کر سو جاؤ شب بخیر۔'' اس کا بازو تھام کر کمرے کی سمت بڑھاتا وہ خود بھی تیز قدموں سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔ دروازے پر رکی وہ تب تک اسے دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔

صبح بیدار ہونے کے بعد سے ہی وہ بہت سنجیدگی سے ان باتوں پر غور کرتی رہی تھی جو زرکاش نے کی تھیں۔ اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ بچکانہ قسم کی حرکتیں اسے نہیں کرنی چاہئیں۔ اسے میچورڈ اور معاملہ فہم ہونا پڑے گا۔ بردباری کے ساتھ ہی وہ معاملات کو اپنے حق میں کر سکتی ہے۔ اسے زرکاش کے دل میں اس کی زندگی میں جگہ بنانی ہے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب ایسا کوئی کام نہیں کرنا جو زرکاش کو اس سے متنفر کر دے۔

چائے کا پہلا سپ لیتے ہوئے اس نے نیچے آتے زرکاش کو دیکھا تھا۔ تخت کے کنارے بیٹھی وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی جو اپنی جانب آتا حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''دراج! تم مسکراتے ہوئے کتنی اچھی لگتی ہو۔ پھر بارہ کیوں بجائے رکھتی ہو چہرے پر؟'' اس کے حیران لہجے پر دراج کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

''چائے لیں گے آپ؟''

''بالکل لیں گے۔'' بولتے ہوئے زرکاش نے اس کے ہاتھ سے مگ لیا تھا۔

''بینڈج کے لیے گئی تھیں؟''

''نہیں، کل جانا ہے بجیا کے ساتھ جاؤں گی۔''

''دائمہ نے مجھے منع کر دیا ورنہ میں تمہیں لے جاتا۔ تم دائمہ سے اور پوچھ لو تو چلنا میرے ساتھ ہی......''

''نہیں بجیا اور میں ہی چلے جائیں گے۔ آپ کو کوئی بات کرنی تھی مجھ سے؟'' اس نے یاد دلایا تھا۔

''دائمہ کہاں ہے؟'' پوچھتے ہوئے زرکاش نے کچن کی جانب بھی نظر ڈالی تھی۔

''وہ پڑوس میں گئی ہیں، اپنی دوست کے پاس کچھ دیر لگے گی ان کو وہاں۔'' اس نے بتایا تھا۔

''سب کو ایک گھر پسند آ گیا ہے۔'' کھڑے کھڑے ہی چائے کے سپ لیتا وہ بتا رہا تھا۔

''بڑے ماموں کے گھر کے ساتھ ہی ہے وہ گھر اس لیے امی کو اب وہیں جانا ہے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

''آپ وہی گھر خریدیں گے؟'' سنجیدہ نظروں سے دراج نے اسے دیکھا تھا۔

''ہاں، کیونکہ سب یہی چاہتے ہیں۔'' بولتے ہوئے وہ کچھ فاصلے پر تخت کے کنارے بیٹھ گیا تھا۔ ''امی جلد از جلد شفٹ کرنا چاہتی ہیں۔ شذرا کی شادی وہ نئے گھر سے ہی کریں گی۔''

''آپ نے کہا تھا آپ اس گھر کو فروخت نہیں کریں گے۔'' دراج کا چہرہ اتر گیا تھا۔

''میں اپنی بات پر قائم ہوں۔'' وہ بولا تھا۔ ''میں تمہیں اور دائمہ کو اس گھر میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ جتنا جلدی ممکن ہو سکے دائمہ کی شادی ہو جائے۔''

''بجیا کی شادی؟'' دراج نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''ہاں اور اچھی بات یہ ہے کہ ایسا ممکن ہے۔'' زرکاش نے اس کی آنکھوں میں ابھرتے تجسس کو دیکھا تھا۔ ''اتفاق سے اس بارے میں، میں نے امان اور ربیعہ بھابی کے سامنے بات کی تھی۔ پتا چلا کہ ربیعہ بھابی، امان کے بھائی کے لیے لڑکی کی تلاش میں ہیں۔ کلینک میں وہ تمہارے ساتھ تھیں۔ انہوں نے دائمہ کے بارے میں بات کی تم سے کوئی؟''

''ہاں! بس نارمل بات ہی کی تھی۔ مجھے لگا وہ ایسے ہی پوچھ رہی ہیں۔''

''انہوں نے تمہیں اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی تھی؟'' زرکاش کے سوال پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''تو پھر کل ایسا کرو، کلینک پہنچ کر مجھے ایک کال کر دینا۔ میں وہاں آ جاؤں گا اور تم دونوں کو امان کی طرف لے جاؤں گا۔ دائمہ کے وہاں جانے کا جو مقصد ہے اسے بالکل مت بتانا ورنہ وہ وہاں جانے کے لیے راضی نہیں ہو گی۔ پھر جو بھی ہوگا میں بعد میں خود دائمہ سے بات کروں گا۔ سمجھیں تم؟''

''جی ہاں۔'' وہ غائب دماغی سے بولتی دائمہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جس کی آمد ہو گئی تھی۔

کل کے لیے وہ بہت پر جوش ہو گئی تھی۔

رات میں جب دائمہ کپڑے بینے میں مصروف تھی تو وہ چپکے سے دوسرے کمرے میں دائمہ کے لیے ایک اچھے لباس کو منتخب کرتی پریس کرنے بیٹھ گئی تھی۔

''دراج! یہ تم کیا کر رہی ہو؟ پہلے ہی تمہارا ہاتھ زخمی ہے۔ میں صبح پریس کر لوں گی۔ اٹھو تم یہاں سے۔''

''میں فارغ بیٹھی ہوں، آہستہ آہستہ کر لوں گی پریس، اب اتنا زخمی بھی نہیں میرا ہاتھ......'' اور آپ کل یہ ڈریس پہنیں گی۔ کاسنی رنگ بہت سوٹ کرتا ہے آپ پر......اور کل ذرا اچھے سے تیار ہو کر چلیے گا۔ گھر میں تو حال سے بے حال رہتی ہیں آپ......''

''بات سنو زرکاش بھائی کی بیگم تمہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دے گئی تھیں۔ تم ہار سنگھار کر کے جاؤ میں تو بن بلائی مہمان بن کر جا رہی ہوں۔'' دائمہ نے اسے جتایا تھا۔

''اچھا آپ جا کر اپنا کام کریں۔ مجھے میرا کام کرنے دیں۔'' دراج نے بات ہی ختم کر دی تھی۔ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے باہر جاتی دائمہ کو دیکھا تھا، زرکاش نے دائمہ کے لیے جو سوچا تھا اس کے لیے وہ بہت خوش تھی۔ ربیعہ کی خوش مزاجی اور نرم لہجہ اسے اچھا لگا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ دائمہ سے مل کر خوش ہوں گی۔ دائمہ سگھڑ ہے۔ اچھی شکل وصورت کی مالک ہے۔ بہت خوبیاں تھیں اس میں، اسے کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا اور اسے اپنی بہن پر فخر تھا۔

دوسرے دن وہ بڑی بے چینی سے کلینک تک پہنچنے کے انتظار میں تھی۔ دائمہ کے ہمراہ گھر سے نکلتے ہوئے اس نے زرکاش کو اطلاع دے دی تھی۔ جس وقت وہ دونوں کلینک سے فارغ ہو کر باہر نکلیں زرکاش ان دونوں کا منتظر تھا۔

ربیعہ نے بہت گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا تھا۔ زرکاش نے ان دونوں کا تعارف امان سے بھی کروایا تھا۔ پرکشش شخصیت کے حامل سانولے سلونے سوبرے اسد اسے پہلی ہی نظر میں اچھے لگے تھے اگر اس معاملے کو آگے بڑھنا ہے تو وہ مطمئن تھی کہ دائمہ کے لیے اسد پرفیکٹ ہیں۔ دائمہ تو ربیعہ سے باتوں میں مگن رہی مگر وہ مستقل نظر بچا کر اسد کا جائزہ ہی لیتی رہی تھی۔

☆......☆

''دیکھو ذرا آئینے میں کتنی پیاری لگ رہی ہو، تھوڑی سی مسکراہٹ بھی چہرے پر لے آؤ تو کتنا اچھا ہو۔'' ندا نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ جو پیشانی پر بل ڈالے بالکل چپ تھی۔

''رجاب! تمہیں اب سچائی کو قبول کرنا ہوگا۔ وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا، حاذق بہت اچھا ہے۔ بہت خوش ہے تم سے اس تعلق پر، میں نے اس کی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت دیکھی ہے اور محبت کرنے والوں کی قدر کی جاتی ہے۔'' ندا نے نرم لہجے میں سمجھایا تھا۔

''بھابی! آپ ان کو بتا دیں کہ میں ان کے ساتھ اس وقت باہر نہیں جانا چاہتی۔'' وہ شدید ناگواری سے بولی تھی۔

''میں اسے نہیں روک سکتی۔ وہ اب تمہارا شوہر ہے۔''

''تو اس کا کیا مطلب ہے؟ رات میں ان کے ساتھ سیر سپاٹے کروں، ہوٹلنگ کروں، ساری دنیا کو یہ بتاؤں کہ دو دن پہلے اس شخص سے میرا نکاح ہو چکا ہے اور آج اس کے ساتھ ساتھ میں بھی ساری شرم وحیا بھول چکی ہوں؟'' وہ تنتھے سے اکھڑی تھی۔

''اگر وہ ہم سب کی اجازت سے ایک بار تمہیں ساتھ باہر کھانے پر لے جانا چاہتا ہے تو کیا برائی ہے؟ اسے منع بھی تو نہیں کیا جا سکتا اور تمہاری ناراضی اپنے بھائی سے ہے۔ حاذق پر غصہ مت اتارو، اسے کسی بھی بات یا حرکت سے یہ مت باور کروانا کہ تم اس کے ساتھ نکاح پر خوش نہیں تھیں۔''

''میں اب بھی خوش نہیں ہوں۔ ان کو جو بھی سوچنا ہے وہ سوچیں مگر میں ان سے نہ بات کروں گی نہ کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ ہٹ دھرمی سے فیصلہ سنا گئی تھی۔

☆......☆

گرنے والے انداز میں گیٹ سے باہر نکلتی وہ اندھادھند بھاگتی اس کی سمت آ رہی تھی جو حیران نظروں سے اس کے پیچھے آتے مریل شخص کو دیکھ رہا تھا۔

''مجھے اس جانور سے بچاؤ۔'' اس کے عقب میں آتی وہ چیخی تھی جب کہ عرش کی نظریں مریل شخص پر ہی تھیں جو موٹی سی لکڑی اٹھائے بھاگتا ہوا اس طرف آیا تھا مگر درمیان میں آتے عرش کے ایک ہی جھٹکے پر واپسی پر سے ہٹتا چلا گیا تھا۔

''اتنی فکر ہے اس کی تو لے جا اسے مگر میں پوری قیمت وصول کروں گا، بتائے دیتا ہوں۔'' سنبھلتے ہی وہ شخص للکار اٹھا تھا۔

''کہاں بھیج رہا ہے اس کے ساتھ......، اپنے باپ کے باغیچے میں؟'' عرش کے عقب سے وہ غرائی تھی۔

''جائیداد نہیں ہوں تیری کہ بیچ کر قیمت وصول کرے گا بے غیرت، بھائی کے نام پر تو دھبہ ہے لعنت ہے تجھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"بچ......"

"آج تو نہیں بچے گی میرے ہاتھوں سے۔" مریل شخص نے بے قابو ہو کر جھپٹنا چاہا تھا کہ عرش نے سرعت سے روک کر اس سے لکڑی چھین لی تھی۔

"سیدھے سیدھے مطلب پر آجا، بول لے کچھ منہ سے مدعا کیا ہے؟ یہاں اب اگر کوئی ہنگامہ کھڑا کیا تو گھما کر یہ لکڑی سر پر دے ماروں گا، بغیر نشے کے مدہوش ہو جائے گا۔" عرش نے سختی سے اسے گھر کا تھا۔

"اس سے کیا پوچھ رہے ہو؟ اس کے پاس ایک ہی مطلب ہے۔ جس کے لیے یہ اپنی منحوس شکل لے کر میرے سامنے آجاتا ہے۔" وہ درمیان میں بھڑکی تھی۔

"زیادہ بک بک نہ کر۔ پیسے دیتی ہے یا اٹھا کر لے جاؤں تیری سلائی مشین۔" اس شخص کے دھمکانے پر وہ چیل کی طرح اس پر جھپٹی تھی مگر مریل شخص اسے پرے دھکیل گیا تھا۔

"جانے کب میری جان تجھ سے چھوٹے گی۔ کوئی گاڑی بھی نہیں کچلتی تجھ جیسے ناکارہ بے غیرت انسان کو......" بری طرح تلملاتی ہوئی وہ چادر کی گرہ سے روپے نکال کر اس کے منہ پر مار چکی تھی۔

"جب یہ پیسے دینے ہی تھے تو پہلے دے دیتی۔ دوڑا دوڑا کر ادھ موا کر دیا۔ اب گھر چل کر مجھے کچھ کھانے کے لیے دے۔" روپے جیب میں اڑستا مریل شخص اسے حکم دے رہا تھا۔

"ادھر آ...... تجھے دوں کھانا۔" بھنا کر عرش سے لکڑی چھینی وہ اس کی طرف بڑھی تھی جو وہاں سے بھاگتا چلا گیا تھا۔ جب کہ عرش کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

خونخوار تاثرات کے ساتھ عرش کی طرف پلٹتے ہوئے اس نے مارنے کے لیے لکڑی اٹھائی تھی مگر وہ فوراً پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"ہنس لو، دل کھول کے میرے باپ کی بارات آئی ہے۔" اس کے ہنستے چہرے کو دیکھ کر وہ مزید بھڑکی تھی اور پھر لکڑی ایک طرف پھینکتی پول کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی تھی مگر عرش کی ہنسی اس کو دیکھ کر مزید بڑھ رہی تھی۔

"تم اگر اور مجھ پر ہنسے تو پتھر مار کر بھیجا اڑا دوں گی۔" وہ پھر بھنا اٹھی تھی جب کہ عرش بمشکل ضبط کرتا اس کے سامنے پنجوں کے بل آ بیٹھا تھا۔

"دراصل مجھے بار بار وہ منظر یاد آ رہا ہے۔ جب وہ ڈیڑھ پسلی کا پہلوان لکڑی اٹھائے تمہارے پیچھے بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔" عرش کے مسکراتے لہجے پر وہ ناگواری سے سر جھٹک کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

"پتا ہے، میری ماں بھی غصے میں بہت پیاری لگتی ہے۔" مسکراتی نظروں سے عرش نے اس کے لال بھبھوکا چہرے کو دیکھا تھا۔

"اور اس وقت تم مجھے بالکل میری ماما جیسی لگ رہی ہو۔"

"تو کیا کروں؟ تمہارا سر گود میں رکھ کر تھپکیاں دوں؟ سلا دوں ابدی نیند؟" وہ کھا جانے والے انداز میں بولی تھی۔

"ہاں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" عرش نے سرعت سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھنا چاہا تھا مگر وہ پہلے ہی کرنٹ کھا کر اٹھتی دور ہوئی تھی۔

"یہ غلط ہے۔ اب تم بھاگ کیوں رہی ہو؟" عرش نے تیزی سے اس کی چادر کا کونا پکڑا تھا۔

"دور ہٹ منحوس کہیں کے۔" ایک جھٹکے سے چادر چھڑاتی وہ سڑک کی طرف بھاگی تھی جب کہ اس کی بدحواسی پر عرش ایک بار پھر بے ساختہ ہنستا چلا گیا تھا۔

☆......☆

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ یہ سراسر تمہارا فیصلہ ہے، تم نے مجھ پر بھروسہ کیا مجھے میری نظروں میں اونچا کر دیا، میں کبھی تمہارے بھروسے کو ٹوٹنے نہیں دوں گا۔" سنجیدہ لہجے میں وہ دائمہ سے مخاطب تھا جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"دراج سے پتا چلا کہ تمہیں جلدی پر اعتراض ہے مگر وقت بڑھانے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں ہے۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ تم دونوں کو ایک گہرے صدمے سے گزرے زیادہ دن نہیں گزرے ہیں اس لیے سب کچھ سادگی سے ہی ہو رہا ہے۔ میں جانتا ہوں تمہیں دراج کی زیادہ فکر ہے مگر یہ میری ذمہ داری ہے۔ اسے ابھی پڑھنا ہے دنیا دیکھنی ہے۔ میری موجودگی میں تم اس کی طرف سے بالکل مطمئن رہو اور بس اپنے بارے میں سوچو۔" اسے تاکید کر کے وہ خاموش ہوا تھا اور پھر دراج کو باہر آنے کا اشارہ دیتا کمرے سے نکل آیا تھا۔

"دراج! ہمارے پاس دن بہت کم ہیں۔ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ کل سے ہی دائمہ کے لیے کپڑے وغیرہ جو بھی ہیں ان کی خریداری شروع کر دو۔ میں ابھی بینک جا رہا ہوں۔ واپس سیدھا تمہارے پاس آؤں گا رقم لے کر۔ اس کے علاوہ بھی جب ضرورت ہو مجھے کال کر دینا بلا جھجک۔" زرکاش کی تاکید پر اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"حالات اگر اس گھر کے خوشگوار ہوتے تو میں کسی چیز کی کسر نہیں چھوڑتا، تم بھی جانتی ہو کہ اگر میں منظر پر آ گیا تو کیا ہوگا؟ دائمہ کے اس گھر سے رخصت ہونے تک میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتا۔" وہ کچھ افسردگی سے بولا تھا۔

"ویسے تو ربیعہ بھابی نے صاف کہہ دیا تھا کہ ان کو صرف دائمہ سے غرض ہے مگر میں صرف ان کی وجہ سے نہیں اپنے گھر والوں کی وجہ سے دائمہ کو کیش دوں گا۔ بعد میں وہ اپنی مرضی سے جو چاہے خرید سکتی ہے۔"

"آپ میرے لیے اور بجیا کے لیے اتنا سب کچھ کر رہے ہیں ہم کبھی آپ کا یہ احسان نہیں اتار سکیں گے۔"

"یہ احسان نہیں میرا فرض ہے۔ اب دوبارہ اس طرح کی بات مت کرنا۔" زرکاش نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

"دراج! تم جانتی ہو کہ دائمہ کے اس معاملے میں میں پس پردہ ہی رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ اس چیز میں تم میری مدد کرو گی۔" زرکاش کی اس بات نے اسے الجھایا تھا۔ "اب جب کہ دائمہ نے بھی شادی کے لیے اپنی رضامندی دے دی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ امی وغیرہ کو بھی اس بات کا علم ہو جائے اور یہ تمہیں امی کو بتانا ہوگا۔" زرکاش بغور اس کے بدلتے تاثرات دیکھتا بولا تھا۔ "میں جانتا ہوں تمہارے لیے یہ مشکل ہے مگر تمہیں یہ کرنا ہوگا۔" زرکاش کا لہجہ التجائی تھا۔

"اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپ کی خاطر ان کے پاس جاؤں گی مگر صرف آپ کی خاطر۔" اس کے قطعی لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

"مجھے ان سے جا کر کیا بات کرنی ہوگی۔ آپ بتا دیں؟"

"صرف یہ کہ ربیعہ بھابی تمہاری دوست کے ریلیٹوز میں سے ہیں اور یہ کہ وہ شادی کی ڈیٹ جلد از جلد طے کرنا چاہتی ہیں۔"

"اگر آپ کو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ میری اتنی بات بھی سننے کے لیے تیار ہو جائیں گی تو ٹھیک ہے، میں ان کے پاس جاؤں گی۔" وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"مجھے یقین ہے کہ تم بات کو سنبھال لوگی۔ اماں کی اور میری دوستی شروع سے باہر تک ہی محدود رہی ہے۔ وہ اور اس کی بیوی بھی میرے گھر میں کسی سے نہیں ملے اس لیے مجھے یقین ہے کہ امی کو شک نہیں ہو سکتا کہ میں اس معاملے میں پوری طرح شامل ہوں۔" زرکاش بات ختم کرکے گیٹ کی سمت بڑھ گیا تھا جب کہ وہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

☆......☆

سیڑھیوں کے پہلے اسٹیپ پر قدم رکھنے سے پہلے اس نے دور کھڑی دائمہ کو دیکھا تھا جس کا چہرہ بالکل اترا ہوا تھا۔ نفی میں سر ہلاتی وہ اب بھی دراج کو اوپر جانے سے روکنا چاہتی تھی مگر وہ رکی نہیں تھی۔

باہر چند لمحوں کے لیے وہ رکی، اندر سب ہی موجود تھے۔ آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اندر کا ماحول کافی خوشگوار ہے۔ گہری سانس لے کر وہ اندر داخل ہو گئی تھی۔

سب سے پہلے شذرا کی نظر اس پر پڑی تھی۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے سوائے زرکاش کے سب کے ہی چہرے تن گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتی شیراز جارحانہ تیوروں کے ساتھ اس کی طرف آیا تھا۔

"کس کی اجازت سے اوپر آئی ہے؟ میں نے کہا تھا اگر یہاں قدم رکھا تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔ نکلو یہاں سے ورنہ دھکے دے کر نکالوں گا۔" شیراز کے لہجے میں اس کے لیے نفرت اور حقارت تھی۔

"مجھے تائی امی سے بات کرنی ہے۔" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی تھی۔

"جوتا پڑے گا منہ پر اگر میری ماں سے کلام کیا۔ ان کی بے عزتی کر کے سکون نہیں ملا۔"

"شیراز! وہ بات کرنے آئی ہے۔ اسے بات کرنے دو۔" زرکاش نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"یہ بات کرنے لائق نہیں ہے۔ میرے سامنے اس نے امی پر آنکھیں نکالیں۔ ان کو برا بھلا کہا۔ مجھ پر چڑھ دوڑی تھی یہ...... آپ نہیں جانتے۔ یہ جتنی زمین سے باہر ہے اتنی ہی زمین کے اندر ہے۔" شیراز بھڑک کر بولا تھا۔

"دراج! کیوں ہمارے گھر کا ماحول خراب کر رہی ہو؟ جو بھی بات ہے دائمہ کو بھیجو، ہم تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے۔" شذرا نے غصیلے لہجے میں کہا تھا۔

"تمہارے اندر ذرا شرم نہیں ہے اتنا سب کچھ کرنے کے بعد بھی یہاں آ گئی ہو۔" یہ شذرا تھی جو تن فن کرتی اس کے اور شیراز کے درمیان آ گئی تھی۔

"بھائی! آپ اس کے منہ مت لگیں۔ ورنہ ان کو تو شوق ہیں، یتیم اور مظلوم بن کر تماشے کرنے کے۔"

"شذرا! ہوش میں رہ کر بات کرو۔" زرکاش درمیان میں بہن کو روکتا ماں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"امی! آپ اسے بلا کر تو پوچھیں۔ بات کیا ہے۔"

"زرکاش! تمہیں یہاں آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے، بہتر ہے کہ تم خاموش رہو۔ میں کیا لوگوں کی باتیں سننے کے لیے ہی رہ گئی ہوں۔ اس چھٹانک بھر کی لڑکی کی زبان کندھے پر پڑی ہے۔ آٹھ آٹھ آنسو رلائے ہیں اس نے تمہاری ماں بہنوں کو، عمر گزر گئی ان پر اپنے شوہر اور اولاد کی کمائی خرچ کرتے کرتے مگر پھر بھی ذلیل ہو رہے ہیں۔ یہ گھر تو وبال بن گیا ہے۔ قبر میں لے جائے گی یہ اس گھر کو۔ میرا بس چلے تو آج ہی اس کا حصہ اس کے منہ پر مار کر اس گھر سے چلتا کروں مگر اس کی ماں کا خیال آڑے آ جاتا ہے۔ اس بے چاری کی جگہ اس احسان فراموش کو دنیا سے چلے جانا تھا۔" زرکاش ماں کو روکتا ہی رہ گیا مگر وہ جو شروع ہوئیں تو رکی نہیں تھیں۔ ان کے آخری جملے دراج کا ضبط ختم کر گئے تھے۔

"کسی کے کہنے سے اگر کوئی مرنے لگتا تو میں تو ہزاروں بار کہہ چکی ہوں، میرے ماں باپ، تایا کی جگہ آپ سب کو اس دنیا سے اٹھ جانا چاہیے تھا۔" دراج کی آواز حلق میں گھٹ گئی تھی۔ جب زوردار تھپڑ اس کے چہرے سے ٹکرایا تھا۔ اس کے بعد دوسرا...... تیسرا تھپڑ زرکاش نے روک لیا تھا مگر تب تک دراج بری طرح لڑکھڑاتی سیڑھیوں سے گرتی چلی گئی تھی۔ دائمہ چیختی ہوئی اس کی طرف بھاگی آئی تھی۔ جسے زرکاش سیڑھیوں کے وسط میں ہی پکڑ کر روک گیا تھا۔ اس کی پیشانی سے بہتے خون کو دیکھ کر زرکاش کا چہرہ تپ اٹھا تھا۔

"تمہارے اندر انسانیت باقی رہی ہے یا نہیں۔" مشتعل ہو کر اس نے اوپر رکے شیراز کو دیکھا تھا۔ جواباً شیراز نے دہاڑتے ہوئے کیا کہا دائمہ نہ خود سننے رکی تھی نہ دراج کو اس نے وہاں رکنے دیا، اس کا ہاتھ کھینچتی وہ تیزی سے کمرے میں لے آئی تھی۔

"کوئی آواز مت نکالنا دراج! تمہیں میری قسم ہے تم اسے ایک لفظ نہیں بولو گی۔" اس کا چہرہ اپنے شانے میں چھپائے دائمہ نے سختی سے اسے گرفت میں جکڑ رکھا تھا۔ خوف سے لرزتی وہ باہر سے ابھرتی آواز کو سن رہی تھی۔

"تم نے دوبارہ اس کے لیے مغلظات منہ سے نکالے تو منہ توڑ دوں گا تمہارا۔" پہلی بار زرکاش کو اتنے غصے اور بلند آواز میں بولتے وہ سن رہی تھی۔

"وہ ایسی دس گالیاں دے چکی ہے مجھے۔ وہ دوبارہ میرے سامنے بھی آئی تو میں گلا گھونٹ دوں گا اس کا۔" شیراز کی آواز اور زیادہ بلند ہوئی تھی۔ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے دراج کے سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا اور پھر خاموشی سے اس کے زخم کو صاف کرنے لگی تھی۔

قدموں کی آہٹ پر وہ دونوں متوجہ ہوئی تھیں۔ اندر آتے زرکاش نے رک کر ان دونوں کو شرمندہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"اندازہ ہوا کہ میری کسی بات کی یہاں کتنی اہمیت ہے؟" اس کے سوالیہ سنجیدہ لہجے پر وہ دونوں بس خاموش تھیں۔ "میری عزت اسی میں ہے کہ میں کسی کو یہاں کچھ غلط کرنے سے بھی نہ روکوں۔ شاید یہ دس سال گھر سے دور رہنے کی قیمت ہے جو میں ادا کر رہا ہوں۔" اس کے طنزیہ تلخ لہجے پر دراج تخت سے اٹھ کر اس کے مقابل آئی تھی۔

"مگر ہمارے دل میں آپ کی بہت عزت ہے۔ قدر ہے کیونکہ آپ اس کے لائق ہیں۔" اس کے مدھم لہجے پر زرکاش نے ایک نظر اس کی ابرو کے اوپر زخم کو دیکھا تھا اور پھر اپنے ہاتھ کو جسے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھام رکھا تھا۔

"مجھے معاف کر دیں، میں نے آپ کو مایوس کیا، میری وجہ سے ساری بات بگڑ گئی۔"

"نہیں...... غلطی میری ہے، سب کچھ جانتے ہوئے بھی میں نے تمہیں اوپر آنے کی تاکید کی۔ بہت اچھی طرح شرمندہ ہو چکا ہوں تمہاری نظروں میں۔"

"آپ شرمندہ مت ہوں، یہ سب کوئی پہلی بار نہیں ہوا۔" دائمہ نے کہا تھا۔

"اسی بات کا تو افسوس ہے کہ میری موجودگی سے بھی حالات پر کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔" وہ گہری سانس لے کر دراج کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"زخم زیادہ گہرا تو نہیں؟ دکھاؤ ذرا۔" سنجیدگی سے وہ اس کے زخم کا جائزہ لینے لگا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

☆......☆

سڑک کی ہموار سطح پر گاڑی پھسلتی جا رہی تھی۔ درختوں کی قطار دیکھتی وہ کسی اور جانب دیکھنے کے موڈ میں ہی نہیں تھی۔

''میرا خیال ہے، باہر ایسی کوئی چیز نہیں جو تمہارے لیے مجھ سے زیادہ اہم ہو۔'' حاذق نے ایک بار پھر اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی مگر بے سود، نرم ہوا کے جھونکوں سے چہرے پر بکھرتیں تراشیدہ لٹیں سمیٹتی وہ مکمل بے نیاز تھی۔ ''تم نے کھانے کے لیے بھی انکار کر دیا ہے۔ میں تمہارے رحم و کرم کا منتظر ہوں۔ کم از کم اتنا تو بتا سکتی ہو کہ تم کہاں جانا پسند کرو گی؟'' ایک گہری نگاہ حاذق نے اس کے سجے سنورے چہرے پر ڈالی تھی۔

''میری پسند نہ پوچھیں۔ میں تو گھر ہی جانا پسند کروں گی۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

''اور فی الحال میں تمہاری اس پسند کو خاطر میں نہیں لانے والا۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''ٹھیک ہے تم مجھ سے شاید بات بھی نہیں کرنا چاہتیں مگر تم ایک بار میری طرف دیکھ تو سکتی ہو، ایک میں ہوں جو تمہیں دیکھ دیکھ کر نہیں تھک رہا، میرے لیے ڈرائیونگ کرنا اتنا مشکل کبھی نہیں رہا۔ جس قدر تمہاری موجودگی میں ہو رہا ہے۔'' اس کے بے بس لہجے پر بھی وہ قطعی لاتعلق تھی۔

''رجاب! تمہارے ساتھ میں ان لمحوں کو اور خوب صورت بنانا چاہتا ہوں۔ تمہاری لاتعلقی مجھے پھر ہرٹ کر رہی ہے۔ غلطی تمہاری نہیں ہے بس میں ہی تمہارے لیے بہت زیادہ حساس ہوتا جا رہا ہوں۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم میرے ساتھ نہیں آنا چاہتی تھیں؟'' وہ بہت سنجیدہ لہجے میں بولا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم بس اتنا پتا ہے کہ یہ اٹلی نہیں ہے۔ یہاں لحاظ اور ادب بہت معنی رکھتے ہیں۔ یہاں نکاح کے دو دن بعد ہی اس طرح تفریح کے لیے سڑکوں پر نہیں نکلا جاتا جس طرح آپ مجھے ساتھ لے آئے ہیں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر ہی وہ جتانے والے انداز میں بولی تھی جب کہ حاذق کچھ حیران ہوتا بے ساختہ مسکرایا تھا۔

''کمال ہے۔ پانچ سال میں یہاں اتنا کچھ بدل چکا ہے۔ مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا۔'' وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتا بولا تھا۔

''ویسے مجھے اب مکمل یقین ہو چکا ہے کہ پانچ سال بعد یہاں آ کر میری زندگی چند دن میں ہی سنور گئی ہے۔''

''جی ہاں، آپ کی ہی سنوری ہو گی۔'' باہر دیکھتی وہ بیزاری سے بڑبڑائی تھی۔

''مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ان دو دنوں نے تمہیں بھی کافی چینج کر دیا ہے۔ میں تو خیر پہلے سے زیادہ تمہارے لیے بے قرار ہوتا جا رہا ہوں مگر اس وقت تم خراب موڈ میں بالکل ناراض بیوی دکھائی دے رہی ہو۔'' اس کے شوخ لہجے پر رجاب خفت سے سرخ ہوئی تھی مگر کچھ بولی نہیں تھی۔

''سنو...... تم میرے ساتھ ڈنر نہیں کرنا چاہتیں، کم از کم آئسکریم کھانے کے لیے تو تیار ہو جاؤ یا وہ بھی نہیں؟''

''مجھے آئس کریم پسند نہیں۔''

''عجیب لڑکی ہو تم۔ میری معلومات کے مطابق تو لڑکیوں کو ہر موسم میں آئسکریم کھانا پسند ہوتا ہے۔'' اس کے حیران لہجے پر رجاب نے پہلی بار اسے دیکھا تھا۔

''کتنی لڑکیوں کو آئسکریم کھلانے کا تجربہ ہو چکا ہے آپ کو؟'' اس کے ناراض لہجے پر حاذق نے ڈھیر سے ہنستے ہوئے اس کی سبز آنکھوں میں بہت چاہت سے دیکھا تھا۔

''سچ سچ بتا دوں گا تو اور ناراض ہو جاؤ گی۔ میں تو ہو جاؤں گا تباہ۔'' اس کی مسکراتی نظروں پر وہ نخوت سے دوبارہ رخ پھیر گئی تھی۔

''تم ناراضی میں دل پر قیامت ڈھا رہی ہو، جب محبت سے دیکھو گی تب جانے کیا حال ہو گا میرا۔'' اس کے ٹھنڈی سانس بھرنے پر رجاب نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا مگر اگلے ہی پل چوری پکڑے جانے پر اس کا دل بے تحاشا دھڑک اٹھا تھا۔

کچھ چونک کر رجاب نے ارد گرد کا جائزہ لیا تھا۔ سنسان سڑک کو اسٹریٹ لائٹ نے روشن کر رکھا تھا مگر سڑک سے ہٹ کر دونوں اطراف میں دور دور تک ہر سمت تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔

''ہم یہاں کیوں رکے ہیں؟'' پریشان ہو کر رجاب نے اسے دیکھا جو مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا۔

''اس لیے کہ میں سکون سے تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں اور فی الحال اس سے زیادہ بہتر جگہ کوئی اور نہیں ہے۔'' گہری نظروں سے اس کے گھبرائے تاثرات دیکھتا وہ بولا تھا جب کہ رجاب کی دھڑکنیں اس کی محویت پر بے تحاشا بڑھنے لگی تھیں۔

''رجاب! میں جانتا ہوں تم خوش نہیں ہو مگر مجھے اس سچ کا اندازہ ابھی ہوا ہے۔'' حاذق کے سنجیدہ لہجے پر وہ نگاہ نہیں اٹھا سکی تھی۔

''تمہیں اپنے ساتھ باہر لانے کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ میں صرف تمہارے ساتھ اچھا وقت گزارنا چاہتا تھا۔ میں اپنے احساسات، اپنے جذبات تمہارے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔ تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ چند دنوں میں ہی تم میرے دل کے ہر حصے میں براجمان ہو چکی ہو۔ میں نے سوچا تھا کہ تم سے بہت ساری باتیں کروں گا۔ وہ ساری باتیں جو میں صرف تم سے ہی کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہاری آواز، تمہارے دل کی باتیں سننا چاہتا تھا مگر...... اب بتاؤ میں کیا کروں؟ جب تم ہی خوش نہیں ہو ہمارے درمیان بندھے اس بندھن سے تو......'' وہ بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بجھے تاثرات نے رجاب کے دل کی کیفیت عجیب کر دی تھی۔

''ایسا تو نہیں ہے کہ...... میں خوش نہیں...... میں تو بس ایسے ہی......'' کمزور لہجے میں بولتی وہ رک کر سر جھکا گئی تھی۔

''تمہارے گریز کو محسوس کرنے کے بعد میں اب کس طرح یقین کر سکتا ہوں کہ تم خوش ہو؟'' اس کے بے حد سنجیدہ لہجے نے رجاب کو ہراساں کیا تھا۔

''مجھے راسب بھائی سے بات کرنی ہو گی۔ انہیں اس طرح زبردستی تمہیں میرے ساتھ باندھنا نہیں چاہیے تھا۔'' رجاب کے فق ہوتے تاثرات کے باوجود وہ اسی سنجیدگی سے بولتا اس وقت دنگ ہوا تھا۔ جب یکدم ہی رجاب کی آنکھوں سے موٹے موٹے قطرے برسے تھے۔

''آپ آغا جان سے میری شکایت مت کریں۔ میں آپ کے ساتھ کھانا بھی کھاؤں گی اور آئسکریم بھی مگر آپ آغا جان سے یہ سب مت کہیے گا۔''

''رجاب! تم رو کیوں رہی ہو؟ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ تم رومت میں نے تمہیں تو کچھ نہیں کہا۔ تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔'' اس کے بہتے آنسوؤں نے حاذق کو پریشان کر دیا تھا۔

''تم جیسا چاہتی ہو میں ویسا ہی کروں گا۔ میں واقعی راسب بھائی سے کچھ نہیں کہوں گا۔ میرا یقین کرو۔'' نرم لہجے میں تسلی دیتے ہوئے حاذق نے اس کے حنائی ہاتھ تھام لیے تھے۔ رجاب واقعی رونا بھول گئی تھی۔ کتنی محبت

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سے وہ اس کے ہاتھوں کو چوم رہا تھا وہ لرز ہی تو گئی تھی۔
"تمہیں منانا تو میرے لیے بہت آسان ہوگا۔ اس لیے تم مجھ سے ناراض ہوکر اپنی توانائی ضائع مت کرنا۔" مسکراتی نظروں سے اس کے چہرے پر بکھری حیا کی سرخی اور بھیگی پلکوں کو دیکھتا وہ بولا تھا۔

"اب جب تک تم نظر اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھوگی میں یقین نہیں کروں گا کہ تم خوش ہو۔" اس کے قطعی لہجے پر رجاب نے ایک نظر اس کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں لرزتے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اپنے آپ میں مزید سمٹتے ہوئے وہ بمشکل ہی نظر اٹھا کر وارفتہ اور محبت سے لبریز آنکھوں میں دیکھ سکی تھی۔ بس یہی ایک پل تھا جس میں سب کچھ بدلنے لگا تھا۔ جس دھڑلے سے وہ اس کی زندگی میں وارد ہوا تھا۔ اسی طرح اب ایک لمحے میں اس کے دل میں بھی داخل ہو چکا تھا۔ دل کو یہ یقین ہونے لگا تھا کہ قریب موجود یہ شخص اس کے لیے ساری دنیا سے زیادہ پیارا اور اچھا ہے۔ دل اس کی ہی رفاقت کا تو طلب گار ہے۔ گل رنگ ہوتے چہرے کے ساتھ اس کی بھاری پلکیں جھک گئی تھیں۔ گہری نظروں کی تپش سے اس کا چہرہ پگھلتا جا رہا تھا۔

"پتا نہیں میں اب تک کیسے اس جذبے سے انجان رہا جو تمہارے لیے میرے دل میں ہے۔" اس کے چہرے پر نگاہیں جمائے وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

"جانتی ہو، تم بہت خوب صورت ہو۔ بہت زیادہ یا پھر میری نظروں میں اب تمہارے علاوہ کوئی چہرہ نہیں جچتا۔" خواب ناک لہجے میں سرگوشی کرتا وہ اس کے صبیح چہرے کو چھونے سے رک نہیں سکا تھا جو مزید سمٹنے لگی تھی۔

"رجاب! اب میرے لیے اور زیادہ مشکل ہے تمہارے بغیر سانس لینا۔ میں تم سے دور واپس نہیں جانا چاہتا۔ کیا تم میرے ساتھ چلوگی؟" اس کے ہاتھ اپنی گرفت میں رکھے وہ التجائی لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"میں آپ کے ساتھ کیسے......" تیزی سے دھڑکتے دل اور غالب آتی حیا نے رجاب کو بات مکمل نہیں کرنے نہیں دی تھی۔

"میں سب سے بات کروں گا۔ راسب بھائی کو بھی راضی کروں گا۔ تمہیں ڈاکٹر بننا ہے تو میں تم سے ابھی وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری اسٹڈیز کا میں تم سے زیادہ خیال رکھوں گا۔ تمہارے اس مقصد کے راستے میں بالکل نہیں آؤں گا۔ بس تم پہلے میرا اعتبار کرو، ابھی مجھے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔ بتاؤ تم دوگی میرا ساتھ؟" اس کے بے تاب لہجے اور پرامید نظروں نے رجاب کو کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہنے دیا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی اس کی آنکھوں کے دیپ روشن کر گئی تھی۔ وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ چند لمحوں میں ہی یہ شخص پورا کا پورا اس کے دل میں اتر کر بے بس کر چکا تھا۔ رجاب کی ہاں نے اس کے چہرے پر روشنیاں بکھیر دی تھیں۔

"مجھے وہ لفظ نہیں مل رہے جو تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لیے کافی ہوں۔ تم نہیں جانتیں تمہارا ساتھ مجھے کتنا مضبوط کر گیا ہے۔ میں اب سب کو راضی کرنے کی ہمت کر سکتا ہوں۔ تم یہ بھی ابھی نہیں جانتیں۔ تمہاری محبت نے، تمہاری قربت نے مجھے کس طرح اپنے حصار میں جکڑا ہوا ہے۔ میرا دل تو تمہارا غلام بن چکا ہے۔" جذبوں سے بھرپور لو دیتی نگاہوں سے اس کے محبوب چہرے کو اپنے دل میں اتار رہا تھا۔ تب ہی فضا میں ابھرتے تیز بے ہنگم شور نے ان دونوں کو بری طرح چونکایا تھا۔ وہ چار بائیکس تھیں جن میں سے دو ان کی گاڑی کے بالکل سامنے رکتیں۔ راستہ بلاک کر گئی تھیں اور اپنے خطرناک ارادوں سے آگاہ بھی...... رجاب کا دل حلق میں آنے لگا تھا۔

(جاری ہے)

ردا کی ڈائری

اسماء جمشید کی ڈائری سے

ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ کی نظم

عید حیران ہے
عید مہندی کا، خوشیوں کا
رنگوں کا خوشبو کا
اور کانچ کی چوڑیوں کی کھنک
میں بسی آرزوؤں کا اک نام ہے
عید انعام ہے
عید امید ہے
عید تجدید ہے
عید جیسے کوئی روشنی کی کرن
ایک وعدے، کہانی فسانے کی بات
ہجر موسم میں لپٹے ہوئے
وصل کے دکھ کی تمہید ہے
عید امید ہے
ایک گھر میں تو خوشیوں کا سامان ہے
ایک گھر میں مگر دکھ کا طوفان ہے
عید حیران ہے
عید ہیرا نہیں، عید موتی نہیں
عید ہنستی نہیں، عید روتی نہیں
ایک آنگن کہیں کوئی ایسا بھی ہے
جس میں شہزادی صدیوں سے سوتی نہیں
شہزادے کی جب دید ہوتی نہیں
عید کے دن بھی پھر عید ہوتی نہیں

مہرین کنول کی ڈائری سے

فاخرہ بتول کا خوب صورت کلام

عید اب کے برس نہیں آئی

ہے وہی آسماں، زمین وہی
ماہ و انجم اسی طرح روشن
کہکشاں اب بھی مسکرائی ہے
پھول کلیاں مہک رہی ہیں یونہی
بعد مدت کے سارے پردیسی
اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے
ہر طرف رنگ و بو کا میلہ ہے
اور تنہا میں اپنے کمرے میں
کب سے بیٹھی ہوں اور سوچتی ہوں
جانے کیا بات ہے کہ گھر میں میرے
جو گزشتہ برس تھی رونق اب
وہ کہیں بھی نظر نہیں آتی
ہے فضا میں عجیب سناٹا
ہاں فقط آپ کے جانے سے
ایسا محسوس ہو رہا ہے مجھے
رُت خوشی کی تو ہر طرف آئی
صرف چھوٹے سے میرے آنگن میں
عید اب کے برس نہیں آئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

عائشہ سجاد کی ڈائری سے

نقاش کاظمی کی غزل

یہ خبر سن کے فلک پر ہے عیاں عید کا چاند
دل کی شاخ پر کئی درد کے تارے چمکے
ہم نے دیکھا تو افق پر تھا سمندر کا سکوت
ہاں تیرے ساتھ جو گزرے وہ نظارے چمکے
پھر نئی صبح کی آمد کا خیال آتے ہی
ہر رگ و پے میں امنگوں کے شرارے چمکے
دھڑکنوں نے یہ خبر دی ہے کہ دونوں جانب
دور ہی دور سے آنکھوں کے کنارے چمکے
وہ جو شاعر تیرا بیمار بھی دلگیر بھی ہے
عید کے دن تیری قسمت کے سہارے چمکے

ناہید نفیس کی ڈائری سے

صائمہ جواد قریشی کی نظم

جب تم لوٹ آؤ گے
عید کے آنے میں ابھی چند دن باقی ہیں
کسی کو کسی کے آنے کی لگن ہے
ہر کوئی عید کی تیاری میں مگن ہے
پر میرا حال ایسا ہے
جب سے تم سے بچھڑی ہوں
کیا کوئی ہلال عید
کیا کوئی مبارک باد
گھر کو تیری یادوں سے اچھی طرح سجایا ہے
تیری شوخ باتوں کے رنگ برنگے پردے ہیں
تجھ سنگ بیتے لمحوں کی ہری بیلوں کو
آنسوؤں کے پانی سے ہرا بھرا رکھ کر
ہر طرف لگایا ہے
خود تو تنہائی اور اداسی کی سیاہ چادر اوڑھی ہے
میری جاگتی آنکھوں میں خواب ایک حسین سا ہے
میرے ٹوٹے دل میں ایک یقین سا ہے
کہ آنے والی عیدوں میں
تم لوٹ آؤ گے
مل کے چاند دیکھیں گے
پھر دعا بھی مانگیں گے
پھر سب کی طرح میں بھی
گھر کو سجاؤں گی
جب تم لوٹ آؤ گے
"عید میں مناؤں گی"

صائمہ ظہیر کی ڈائری سے

مریم ماہ منیر کی نظم

چاہتوں کی منزل تک
خواب نگر کے
رستے میں
گر رکاوٹیں انگنت
قدم تمہارے تھکا ڈالیں
چاہتوں کے بدلے میں
نفرتوں کے سنگی ہوں
پیار بھری باتوں کو
طنز بھرے لمحوں کا
سامنا ہر سو ہو
سن لو رفیق میرے
تم کو چلتے رہنا ہے
اس وقت تک
خواب نگر تک جاتی راہ
تم کو چاہتوں کی منزل تک
خود ہی
حوصلوں کے ساتھی
کو سنگ تمہارے
ہمقدم نہ کر دے

......☆......

اشعار

شہلا گل سحر صائح ــــــــــ کوہاٹ
اس سے بچھڑ کے بھی میرا یہ حال تھا
جلتے دل میں اسی کا خیال تھا
مدتوں میں نہ اسے سمجھ سکی
سحر وہ شخص اتنا مشکل سوال تھا

ماریہ یاسر ــــــــــ کراچی
محبت کی اجازت تو سب دیتے ہیں ماہی
مگر اس کو نبھانے والے بہت کم ہیں دنیا میں

☆

محبت کی طبیعت میں بڑی سختی ہے ماہی
صنم کی طرف اٹھنے والی نگاہوں کو نوچ ڈالتی ہے

سباس گل ــــــــــ رحیم یار خان
ایسے بھولے ہو مجھے یاد بھی نہیں کرتے
رب کے آگے میرے ملنے کی فریاد بھی نہیں کرتے

مریم ماہِ منیر ــــــــــ لاہور
وفا اس زمانے میں مقدر سے ملا کرتی ہے
سنا ہے مجھے کھو کر وہ اس بات پہ ایمان لایا

فرزانہ شوکت ــــــــــ کراچی
بچھڑے ملتے ہیں بعد مدت کے
اس کو روز سعید کہتے ہیں
درد اوروں کا بانٹ لینے کو
بزم ہستی میں عید کہتے ہیں

مصباح مسکان رؤف، امینہ رؤف ــــ جہلم
ہیں کتنے نایاب یہ فرصت کے لمحات مسکان
مصروفیات زندگانی میں نہیں وقت کسی کے پاس کسی کے لیے

ریما نور رضوان ــــــــــ کراچی
میں تیرا حسن جہاں سوز مکمل کر کے
چند لمحوں کے لیے پیار سے تجھ کو دیکھوں
اک انگلی سے اٹھاؤں تیری ٹھوڑی جاناں
اور دھیرے سے تجھے عید مبارک کہہ دوں

حفصہ کنول ــــــــــ پیر محل
رشتۂ قلب جاں رکھتا تھا وہ میرے ساتھ
ورنہ کوئی غم کسی کو اپنے بے وجہ نہیں دیتا
خیال رکھتا تھا جس کا میں کسی بچے کی طرح
اب اس شخص کی طرف میں توجہ نہیں دیتا

اسماء جمشید ــــــــــ ڈی آئی خان
میری جانب سے بھی عید مبارک ہو
لوگ کہتے ہیں کہ عید آئی ہے

سیما ناصر ــــــــــ ڈی آئی خان
مبارک ہو تم کو عید نوید
میرے حالات سے گریزاں رہنے والے

غزالہ ایاز ــــــــــ ڈی آئی خان
پھر تصور میں دریچے تیری یادوں کے کھلے
پھر تیرے درد کا احساس ہوا عید کے دن

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

نقاش محمود ــــــ ڈی آئی خان
میری طرف سے عید مبارک ہو آپ کو
میرے پاس تو یہی ہے تحفہ برائے عید

ایم جے قریشی ــــــ ڈی آئی خان
ہلال عید طرب زار سہی یہ شام مگر
چراغ شوق جلاتے ہوئے لرزتے ہیں
ہم اہل غم کہ تجھے خوش آمدید کہتے ہیں
جو اپنے دکھ بھی سناتے ہوئے لرزتے ہیں

سائرہ امین ــــــ تلونڈی بھٹیاں
اے شام غم ابھی اور کتنا امتحان باقی ہے
کہیں جیون نہ بیت جائے غم شام مناتے مناتے

منیر احمد ــــــ سرگودھا
آئینہ دیکھ کے خوش ہیں میری آنکھیں بے حد
کہ میرے چہرے میں شباہت میری ماں کی ہے

اقصیٰ قدیر ــــــ کراچی
محبت ہار کے جینا بہت دشوار ہوتا ہے
اسے بس اتنا کہہ دینا بھرم توڑا نہیں کرتے

نادیہ شیخ ــــــ کراچی
کیوں دیکھتے رہتے ہیں ستاروں کی طرف ہم
جب ان سے ملاقات کا وعدہ بھی نہیں ہے
دل جدا ہوں تو پھر ملاقات سے کیا حاصل
یوں تو صحرا سے سمندر بھی ملا کرتے ہیں

سحر انصاری ــــــ کوئٹہ
تمام عمر ہر صبح کی اذان کے بعد
میں ایک امتحان سے گزرا ایک امتحان کے بعد

مہ جبیں ــــــ حیدر آباد
میں خود زمین ہوں مگر ظرف آسماں کا ہے
کہ ٹوٹ کر بھی میرا حوصلہ چٹان کا ہے

سونم کپور ــــــ بدین
کچھ تجھ کو محبت پہ یقین تھا نہ وفا پر
کچھ رکھ مری تقدیر میں لکھا بھی بہت ہے
بینائی اندھیروں سے بھلا کیسے بچاتا
اک شخص ترے ہجر میں جاگا بھی بہت ہے

عشرت ہاشمی ــــــ اسلام آباد
منظر بدل گئے پس منظر بدل گئے
حالات اپنے شہر کے یکسر بدل گئے
موسموں کے بدلنے پر بھی حیراں نہ ہوئے تھے ہم
اب سوچتے ہیں کتنے کیلنڈر بدل گئے

عمیمہ اصغر ــــــ فیصل آباد
پہلے سے خدوخال نہ پہلے سے ہیں خیال
ہم کتنا ایک سال کے اندر بدل گئے

سیدہ فاطمہ ــــــ جھنگ
اب کے برس کچھ ایسی تدبیر کرتے ہیں
چلو ایک شہر محبت تعمیر کرتے ہیں
خزاں کی اجاڑ شامیں نہ آئیں اگلے سال
آؤ اس بہار رت کو زنجیر کرتے ہیں

عنبرین اکبر ــــــ اسلام آباد
اک فسانہ ہے زندگی لیکن
کتنے عنوان ہیں اس فسانے میں
چاک داماں کی خیر ہو یارب
ہاتھ گستاخ ہیں زمانے کے

صائمہ قریشی ــــــ کراچی
آنکھ جھپکنا بھول گئی سانسیں تھم گئیں
یاد رہا تو صرف تیرا پاگل کر دینے والا حسن

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس ماہ میں

اس ماہ کی خاص دعا

یا اللہ، یا رحیم، یا کریم
اے میرے معبود برحق
میں رمضان المبارک کا چاند
دیکھ رہی ہوں اپنی ہتھیلی پھیلا کر
دل سے تیری رحمت تیری نعمت کی
طلب گار ہوں اپنی جانی انجانی
خطاؤں گناہوں پر نادم ہوں
معافی کی طلب گار ہوں
میرے تمام گناہ معاف فرما کر
مجھے بخش دے، سچی توبہ
کامل ایمان، نصیب فرما
ایسا راہ حق پر چلا کہ ماہ مبارک
ماہ صیام کے جانے کے بعد بھی
میں گناہوں کی دنیا میں واپس پلٹ نہ پاؤں
(آمین)

ریما نور رضوان۔ کراچی

اس ماہ کا اقتباس

ماں پہننے کے لیے تین جوڑوں کو خاص اہتمام سے رکھتی تھی۔ ایک زیب تن۔ دوسرا اپنے ہاتھ سے دھوکر تکیے کے نیچے رکھا رہتا تھا۔ تیسرا دھونے کے لیے تیار۔ اس کے علاوہ اگر چوتھا کپڑا ان کے پاس آتا تو چپکے سے کسی کو دے دیتی تھیں۔ اسی وجہ سے ساری عمر انہیں سوٹ کیس رکھنے کی حاجت محسوس نہ ہوئی۔ لمبے سفر پر روانہ ہونے کے لیے انہیں تیاری کے لیے چند منٹ سے زیادہ نہیں لگتے تھے۔ کپڑوں کی پوٹلی بنا کر انہیں جائے نماز میں لپیٹنا، جاڑوں میں اونی فر اور گرمیوں میں ململ دوپٹے کی بکل ماری اور جہاں کہتے چلنے کو تیار۔ سفر آخرت بھی انہوں نے اسی سادگی سے اختیار کیا۔

قدرت اللہ شہاب کی ''شہاب نامہ'' سے اقتباس
انتخاب: ایم جے قریشی۔ ڈی آئی خان

اس ماہ کی پرخلوص دعائیں

پرخلوص دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔ یہ بہاروں کی رت میں خوشبو بن کر، ابر بہاراں میں بوندوں کی صورت میں، وقت کے ساگر میں سیپ کے اندر موتیوں کی طرح بالآخر ان تک جا پہنچتی ہیں جن کے لیے یہ ہمارے دل میں جنم لیتی ہیں اور یہ تحفہ سب سے پیارا اور انمول ہوتا ہے۔

صائمہ ظہیر۔ حیدر آباد

اس ماہ کی نصیحت

لڑکی نے نماز حاجت پڑھی اور اپنی شادی کے لیے دعا مانگنے لگی تو شرم آ گئی۔ کہنے لگی۔
''یا اللہ! میں اپنے لیے کچھ نہیں مانگتی بس میری امی کو ایک خوب صورت داماد عطا فرما۔
دعا قبول ہوئی اور اس کی چھوٹی بہن کی شادی ہو گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رِژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

نصیحت: دعاؤں میں اوور ایکٹنگ سے پرہیز کریں۔

اس ماہ کی عیدی

اگر عورتیں چاہتی ہیں کہ ان کے شوہر فرشتہ صفت ہوں تو انہیں چاہیے کہ اپنے گھر کو جنت بنائیں کیونکہ
فرشتے دوزخ میں نہیں رہ سکتے۔

فریدہ فرید۔ پاکپتن شریف

اس ماہ کی ہائیکو

کہیں ایسا نہ ہو جائے
تمہیں دیکھ کر پیارے
ہری جھنڈی دکھا جائے

سباس گل۔ رحیم یار خان

اس ماہ کی خاص نظم

اے میرے وطن کی مٹی
کیسے کہوں عید مبارک
تیری اس مٹی میں
بہت معصوم بے گناہوں کے
خون پانی کی طرح بہہ رہے ہیں
کیسے کہوں، ہم وطنوں عید مبارک
میری ماؤں کے جگر گوشوں کے
جوان لاشوں پر
آہ وزاری، بے بسی ہے

انتخاب: شائقہ بے نظیر۔ لیہ

اس ماہ کی نمکین غزل

میلے میں گیا اور جیب کٹ گئی
افراتفری میں پینٹ بھی پھٹ گئی
نقلی دھن مکس اسٹوری مار دھاڑ
اس لیے ہر پاکستانی فلم پٹ گئی
زمانے کے ساتھ ہر چیز بدل گئی
اب ہو گیا بزنس کرکٹ گئی
ورلڈ کلاس ہے فاسٹ باؤلنگ اپنی
اور انڈیا کے ہاتھوں پٹ گئی
ہر سال کی طرح اس سال بھی
پولیس فلاپ دہشت گردی ہٹ گئی

ایس امتیاز احمد۔ کراچی

اس ماہ کے سنہری اقوال

☆ زبان اگرچہ تلوار نہیں لیکن تلوار سے زیادہ تیز ہے۔
☆ بات اگرچہ تیر نہیں لیکن تیر سے زیادہ زخمی کرتی ہے۔
☆ غصہ اگرچہ سانپ نہیں لیکن سانپ سے زیادہ خطرناک ہے۔
☆ گناہ اگرچہ زہر نہیں لیکن زہر سے زیادہ مہلک ہے۔

محمد ارشد۔ کراچی

اس ماہ کی معلومات

- پاکستان میں بننے والا پہلا ٹریکٹر "باغبان" تھا۔
- پاکستان میں بننے والے تیسرے بحری جہاز کا نام "لالہ زار" تھا۔
- پاکستان کا پہلا ایٹمی گھر 1952ء میں تعمیر ہوا۔
- لاہور ٹی وی اسٹیشن 1964ء میں قائم ہوا۔
- پاکستان کے پہلے موسمیاتی راکٹ کا نام "رہبر اول" تھا۔
- پاکستان میں بننے والی پہلی جیپ کا نام "نشان" تھا۔

کنول آفتاب۔ لاہور

......☆......

نورین ملک

خوشبو

القرآن

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ جو (روح کی غذا ہے) لوگوں کے لیے (درد مندوں کے لیے مکمل) ہدایت ہے اور جس میں راہ حق پانے کی اور حق و باطل کے امتیاز کی روشن نشانیاں ہیں۔ پس جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے (رمضان میں زندہ ہو) تو وہ اس ماہ کے پورے روزے رکھے (ذرا خوشی سے اتنا تو کرے کہ کھانا پینا چھوڑ دے، پھر انسانی جبلت کے اعتبار اللہ تعالیٰ لوگوں کو اجازت دیتا ہے فرماتا ہے) اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (قضا روزے رکھ کر) ان کا شمار پورا کر لے۔ اللہ تو تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری اور سختی نہیں چاہتا اور یہ سہولت اس لیے دی گئی کہ تم روزوں کا شمار پورا کر لو اور تاکہ اس بات پر کہ اس نے تم کو راہِ حق دکھائی۔ اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔ (القرآن)۔

ثریا نواز۔ ڈی آئی خان

قطعہ

عشق رب سے ہوا ہے مت پوچھو
بڑھ گیا ہے میرا جنون کتنا
ذکرِ اللہ جب سے لب پر ہے
قریۂ جاں میں ہے سکون کتنا

راؤ تہذیب حسین تہذیب۔ رحیم یار خان

پریشانی آزمائش ہے یا سزا

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا: "یہ کیسے پتہ چلے گا کہ جو پریشانی یا مصیبت ہم پر آئی ہے وہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے یا ہم پر اللہ کی طرف سے سزا ہے؟" آپ نے جواب دیا۔
"جو مصیبت تجھے اللہ کی طرف لے جائے وہ آزمائش ہے اور جو مصیبت تجھے اللہ سے دور کر دے وہ سزا ہے"۔

کرن بخاری۔ کراچی

مہکتی کلیاں

☆ باپ کا دشمن، اولاد کا دوست کبھی نہیں ہو سکتا۔
☆ تحفے تحائف دے کر دوست نہ خریدو کیونکہ جب دینا بند کرو گے تو وہ تمہارے نہیں رہیں گے۔
☆ دنیا ایک سواری ہے اگر تم اس پر سوار ہو گئے تو یہ تمہیں لے چلے گی اور اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تمہیں مار ہی ڈالے گی۔
☆ زندگی ایک خوب صورت تتلی ہے جو اپنے خوب صورت پر دکھا کر ور غلاتی ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پھولوں کی کیاریوں میں غائب ہو جاتی ہے۔
☆ دوست نما دشمن سب سے زیادہ خطرناک ہے۔
☆ سیاست دنیا کا سب سے بڑا فریب ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

☆تسلیم کے بعد تحقیق گمراہ کر دیتی ہے۔
☆بیدار کر دینے والا غم، غافل کر دینے والی خوشی سے بدرجہا بہتر ہے۔
☆معاف کر دینا انسان کے اختیار میں ہے مگر بھلا دینا نہیں۔

ایس امتیاز احمد۔ کراچی

نظم

وقت کے ساتھ ساتھ
سب کچھ بدل جاتا ہے
جیسے
کلاس روم سے آفس
بک سے فائل
جینز سے ڈریس پینٹ
سر سے باس
گرل فرینڈ سے بیوی
لیکن
پتا ہے کیا نہیں بدلتا
دوست
کیونکہ دوست ہمیشہ دوست ہی رہتے ہیں
آج بازار میں پھول دیکھے تو قدم
رک ہی گئے
مجھے کسی نے ایک بار کہا تھا
دوست پھول جیسے ہوتے ہیں

شیخ محمد فضل حسین۔ لیہ

مہکتی کلیاں

☆انسان اتنا بزدل ہے کہ سویا ہوا ہو تو خواب میں ڈر جاتا ہے اور بہادر اتنا کہ جاگتے ہوئے اپنے رب سے نہیں ڈرتا۔
☆انسان کی ہر سانس اسے موت کی طرف لے جا رہی ہے اور سمجھتا ہے کہ میں جی رہا ہوں۔
☆پانی اور نماز دونوں ایک جیسے ہیں۔
پانی محتاج نہیں پینے والوں کا
نماز محتاج نہیں پڑھنے والوں کی
دونوں کے لیے پیاس ضروری ہے
پانی جسم کے لیے اور نماز روح کے لیے
☆جب رشتوں میں بھروسا اور موبائل میں نیٹ ورک نہیں رہتا تو لوگ گیم کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔
☆کسی کے برا کہہ دینے سے نہ ہم برے ہو جاتے ہیں نہ وہ اچھے اپنی زبان سے ہر شخص اپنا ظرف دکھاتا ہے دوسرے کا عکس۔
☆اپنی تقدیر کا ہر فیصلہ خدا کے ہاتھ میں دے دو۔ اس سے دعا تو کرو پر ضد نہ کرو۔ کیونکہ جب تم اللہ پاک پر اپنی زندگی کا ہر فیصلہ چھوڑتے ہو تو اللہ پاک بھی وہی کرتا ہے جو تمہاری خوشی ہوتی ہے اور فرمایا: ”اے لوگو! تم اپنی رضا اللہ کی رضا میں شامل کرو، پھر دیکھنا وہ کس طرح اپنی رضا تمہاری رضا میں شامل کرتا ہے۔“
☆کیا یہ دنیا کا عجیب گورکھ دھندا نہیں ہے کہ سال بھر تک سخت محنت کرنے اور گرمی سردی برسات وغیرہ کی سختیاں برداشت کرنے کے باوجود ایک مزدور مشکل سے اتنے پیسے بھی نہ کما سکے جس سے وہ اپنے اہل وعیال کی پوری طرح پرورش کر سکے۔
مگر ایک وکیل عدالت میں صرف آدھے گھنٹے کی بحث سے ایک خونی قاتل کو بچا کر اور انصاف کے گلے پر چھری چلا کر لاکھوں روپے کما لے۔ (برنارڈ شا)
☆لوگ سب ہی اصول پرست ہوتے ہیں لیکن اپنے اپنے رنگ کے۔

☆زندگی کا مقصد ذمہ داری ہے اور سب سے بڑی ذمہ داری اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے۔
☆اگر اللہ پر توکل کرو گے تو تمہارا بال بیکا نہیں ہوگا۔ اپنا آپ ڈھیلا چھوڑ دو گے تو پانی خود تمہاری حفاظت کرے گا تم سطح پر تیرنے لگو گے۔

ایم جے قریشی۔ ڈی آئی خان

بے حسی

وہ دو ہی بھائی تھے گھریلو ناچاقی کی وجہ سے بڑے بھائی کو گھر چھوڑنا پڑا۔ بڑا بھائی کرائے پر رہنے لگا اور گھر خرچ کے لیے ابا کو ایک مناسب رقم بھیجنے لگا۔ چھوٹا بھائی ابا کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ صبح اس کا میسج موصول ہوا کہ ابو بہت پریشان ہیں اس ماہ زیادہ رقم بھیجنا۔ بڑے بھائی نے ایزی پیسہ سے رقم بھیج دی۔ کچھ دیر میں میسج بھی آ گیا کہ رقم مل گئی ہے۔ بڑا بھائی ٹھنڈی آہ بھر کر سوچ رہا تھا اس ماہ ہاتھ مزید تنگ کر کے خرچہ کرنا ہوگا۔ چھوٹا بھائی سوچ رہا تھا پاکستان ٹور پر جانے کی رقم جمع ہو گئی۔

درخشاں ضیاء۔ کراچی

اللہ کے نیک بندے

ایک روز خلیفہ ہارون رشید نے لوگوں سے کہا کہ اگر اللہ کے نیک بندے بننا چاہتے ہو تو بچوں جیسی عادتیں اپنا لو۔ لوگوں نے پوچھا کہ بچوں جیسی عادتیں،،، یہ کیا فرما رہے ہیں آپ؟ خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ بچوں میں سات عادتیں ایسی پائی جاتی ہیں۔ اگر وہ بڑوں میں ہوں تو وہ صحیح معنوں میں نیک بن جائیں۔ وہ عادتیں یہ ہیں۔
☆بچے رزق کا غم نہیں کرتے۔
☆وہ مل کر کھاتے ہیں۔
☆لڑتے ہیں تو دل میں کینہ نہیں رکھتے۔
☆لڑائی کے بعد صلح کر لیتے ہیں۔
☆اپنے بڑوں سے ڈرتے ہیں۔
☆دشمنی کا جامہ نہیں پہنتے۔

سعدیہ اعجاز۔ سیالکوٹ

شرط

ایک انگریز اور ایک آئرش تھیٹر میں فلم دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ فلم میں ایک سین آتا ہے کہ، ایک شخص ایک بدکے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور گھوڑا بہت تیز دوڑ رہا ہوتا ہے۔ انگریز فوراً چیخ کر کہتا ہے یہ ضرور گر جائے گا۔ آئرش بھی چیخ کر کہتا ہے کہ نہیں گرے گا۔ دونوں میں شرط لگ جاتی ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ آدمی گھوڑے سے گر جاتا ہے۔ انگریز چہکتے ہوئے بولتا ہے دیکھا میں نے کہا تھا ناں یہ گر پڑے گا۔ آئرش منہ لٹکاتے ہوئے کہتا ہے۔ ”دراصل میں نے کل رات بھی یہ فلم دیکھی تھی اور یہ کل رات بھی گر پڑا تھا تو میرا خیال تھا کہ اس بار یہ گھوڑا سنبھل کر چلائے گا۔“

بابر خان۔ کوئٹہ

زندگی

زندگی میں کبھی بھی کسی رشتے کو لے کر جذباتی نہیں ہونا چاہیے۔ انسان کیونکہ ایک سماجی جانور ہے، انسان پوری دنیا سے کٹ کر نہ تو اکیلا جی سکتا ہے اور نہ ہی صرف ایک انسان کو لے کر خوشی خوشی زندگی بسر کر سکتا ہے، کیونکہ زندگی سب کے لیے جینے کا نام ہے اور کھلے دل سے ہمیشہ آنے والوں کو خوش آمدید اور جانے والوں کو خدا حافظ کہنا چاہیے۔ خواہ وہ لوگ جنہیں ہم بہت پیار کرتے ہوں ہمارے پاس رہیں یا نہ رہیں کیونکہ جانے والوں کے دکھ کو روگ بنا کر جینا بہت تکلیف دہ ہے۔

عمارہ شاہ۔ کوہاٹ

☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ادارہ

ذرا اپنی سی کہنا

رمضان میرا دل میری جان

سلام اے ماہ صیام السلام
اے رمضان اے رمضان اے رمضان
میرا دل میری جان اے رمضان
پُرنورہ دن پُرنورہ رات
بابرکت رمضان المبارک
لحہ بہ لحہ پُرنور بنارہا ہے
میری زندگی اے رمضان
کرلے نور
جی جان سے عبادت کرہے
اک ہی ماہ مبارک میں
رحمتوں، مغفرتوں، جہنم سے آزادی کا اذن
کرلے رب کو راضی بن جا رب کی مرضی کے مطابق
دے رہا ہے پیغام اے رمضان
پُرنور ہے دن پُرنور ہے رات
صبح شام کے رنگ نرالے ہیں
رب کی رحمتوں میں نہائیں ہیں
گرمی کے روزے پیاس کی
شدت کو چھپائے ہیں
کرو صبر کے ساتھ گرمی، بھوک، پیاس برداشت
یہ ہی ہے رمضان کا پیغام
کرو عبادت اور پالو من کی مراد
کہ آتا ہے میرا پسندیدہ ماہ مبارک

سال میں اک بار مجھ کو ہے پاک ذات پر بھروسا
میرا بھی دامن دائمی خوشیوں سے بھر دے گا اے رمضان
اے رمضان، اے رمضان، اے رمضان
تجھ پر قربان میرا دل میری جان
تو میرا ایمان اے رمضان
تو ہی بخشش کا ہے سامان اے رمضان
تو نے رحمتوں سے جھولیاں بھی بھرنی ہیں اے رمضان
تو نے جہنم سے آزادی بھی دلائی ہے اے رمضان
تیری عبادت میں کوتاہی سے بچائے اللہ عزوجل
اے رمضان تجھ پر قربان میرا دل میری جان
سال میں آتا ہے اک بار اور
یوں ہی گزر جاتا ہے ماہِ صیام
جی جان سے کروں لحہ لحہ تیری ہر ساعتوں کی قدر
جی جان سے تیری عبادت میں رہوں مشغول
اے رمضان
اے رمضان، اے رمضان، اے رمضان
تجھ پر قربان میرا دل میری جان

ریما نور رضوان

غزل

وصل کے خواب دیکھنے والو
دن میں مہتاب دیکھنے والو
یہ محبت ہے کوئی کھیل نہیں
سرخ گلاب دیکھنے والو
اس میں لکھا ہے ہجر کا موسم
عشق کا باب دیکھنے والو
کامرانی ہر دفعہ نہیں ملتی
فتح کے خواب دیکھنے والو
زندگی کو بھی موت آتی ہے
عمر کا نصاب دیکھنے والو!
سب مقدر کی بات ہوتی ہے
گناہ و ثواب دیکھنے والو!

سباس گل

یاد

جب میں تمہارے گلشن سے چلی جاؤں گی
تو اتنا یاد رکھنا تم
تم سے وفا کی رت بھی پوچھے گی
مجھے ہر پل کو پکارے گی
جفا کی رت کو چن کر
جب تم نے میرا ساتھ چھوڑا تھا
وہی رت مجھے یاد کر کے
آنسوؤں کی برسات کردے گی
بہت تڑپائے گی تم کو
بہت رلائے گی تم کو
میں تم سے دور ہو کر بھی
اپنی یادوں سے تمہارے گلشن
کی ہر اک رت سے جڑی ہوں گی
گلشن کی اجڑی گھاس
پودے پھول پتے ہر دم
مجھ کو ہی پکاریں گے
تب میں یاد آؤں گی
بہت تم کو تڑپاؤں گی

مریم ماہ منیر

اے وطن

تجھ سے بڑھ کر ہمیں کوئی پیارا نہیں
ہم کو اے جانِ جاں صرف تو چاہیے
تیرے امن و سکون کے لیے اے وطن!
یہ بتا اور کتنا لہو چاہیے؟

راؤ تہذیب حسین تہذیب

غزل

دل کسی سے لگا کر دیکھیں گے
رسم الفت نبھا کے دیکھیں گے
موج دریا میں جوش کتنا ہے
اہل دل آزما کے دیکھیں گے
پیچھے مڑ کے وہ ایک بار ضرور
زیر لب مسکرا کے دیکھیں گے
خود لکھا ہے خلش مقدر میں
تجھ کو اپنا بنا کے دیکھیں گے

فرزانہ شوکت

نظم

زمین سے زمین پر
نہ یہاں نہ کہیں پر
ہو گر تیرا نشاں
تو بس تو ہو
میری جبیں پر
لے جائے جو مجھے
خاک یہ اڑا کر
شامل ہو جاؤں
میں رقص ہوا پر
جب بھی ہو بولنا
زندگی میں
تب تیرا نام ہو لب پر

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

جوگونجے ساری
دشاں پر

زروہ وصمان

غزل

تھا بہت کچھ دل میں پر اپنا سمجھ کر چپ رہا
جو نظر آیا مجھے سپنا سمجھ کر چپ رہا
ہو رہی تھی گفتگو مبہم سے لفظوں میں وہاں
وہ سمجھتے ہیں کہ میں کچھ نہ سمجھ کر چپ رہا
تم نے ہم کو کردیا بدنام یہ تیرا عمل
ہو نہ جاؤ تم کہیں رسوا سمجھ کر چپ رہا
میرے منہ پرچپ کے تالے تھے کسی باعث مگر
تو نہ جانے وصل کی شب کیا سمجھ کر چپ رہا
کوئی بھی وجہ تیری خاموشیوں کی ہو مگر
مجھ کو یہ غم ہے مجھے دوجا سمجھ کر چپ رہا
کر رہا تھا وہ بڑی باتیں بڑے ہی جوش سے
ساجد اپنا منہ مگر چھوٹا سمجھ کر چپ رہا

سید ساجد

غزل

تیری یاد جب حد سے گزر جاتی ہے
میں رو پڑتا ہوں گھر میں اندھیرا کر کے
تجھے کیا بتاؤں مجھے خود نہیں معلوم
وہ کیسے بچھڑ گیا خود کو میرا کر کے
چاند نے جاگتے رہنے کا سبب پوچھا تھا
میں رو پڑا تھا ذکر تیرا کر کے

حفصہ کنول

غزل

آنکھوں نے دیکھے ہمیشہ خواب درد کے
پھول بھی ملے تو گلاب درد کے
ہر کوئی وفا پہ انگلی اٹھاتا رہا
کسی کو ملے نہیں ثواب درد کے
دنیا کے سارے دھندے کرتا ہوں
پھر بھی یاد سے مٹتے نہیں نصاب درد کے
خود کو بھی پاگل نظر آتا ہوں
مگر ختم ہوتے نہیں سراب درد کے
اسی چہرے کا تعاقب کرتا ہوں شہرِ بے وفا میں
جو تھما گیا مجھے کتاب درد کے
آج کل پھر کیمپس جانے لگا ہوں ساتھی
ڈھونڈنے وہی پرانے حجاب درد کے
دوست اس ڈر سے ملنا چھوڑ گئے زبیر
بانٹ نہ لوں ان سے کہیں عذاب درد کے

"ساتھی" زبیر پنہیار

غزل

جھونکے ہواؤں کے ہم کو جلاتے رہے
تقدیر کا بہتا ہوا آنسو حیراں نکلا
صدا یہ دور سے آئی ہے پھر کیسی
کوئی میری طرح سے پھر پریشان نکلا
ملا کے ہاتھ مجھ سے چھوڑ دیا تو نے
پھول کانٹوں کے درمیان بدگماں نکلا
صلہ یہ دیا ہے میری چاہتوں کا
اجنبی شخص کیوں پھر مہربان نکلا
دیتا ہے تجھے آج بھی دعا جاوید
ہر آنسو تیری یاد میں پھر نمایاں نکلا

محمد اسلم جاوید

غزل

مصروف رہتے ہیں دن رات ڈی آئی خان والے
کرتے ہیں دلوں پہ راج ڈی آئی خان والے
بے تابیٔ دل کا اندازہ کسی اور کو ہوتا ہی نہیں
سمجھتے ہیں دلوں کے جذبات ڈی آئی خان والے
قاتل ہے عشق یہ جانتے ہوئے بھی
کرتے نہیں اس پر اعتبار ڈی آئی خان والے
دنیا لاکھ مطلب کی سہی پھر بھی
یاروں کے ہیں یار ڈی آئی خان والے
بے وفا ہے دنیا تو بے وفا ہی سہی
مدتوں سے ہیں وفادار ڈی آئی خان والے

ایم جے قریشی

غزل

اپنے جلتے ہوئے خوابوں کو بچانا ہو گا
تو نے ہر گام مرا ساتھ نبھانا ہو گا
اس سے پہلے کہ زمانہ تجھے بدنام کرے
اب ترا شہر مجھے چھوڑ کر جانا ہو گا
اس سے پہلے کہ کوئی بات وفا پر آئے
جان دے کر بھی اسے آج منانا ہو گا
ایک دن شہر بدر ہونا پڑے گا ہم کو
درمیاں اپنے اگر سارا زمانہ ہو گا
ظلمتِ شب سے پریشاں ہیں مرے شہر کے لوگ
اب ہواؤں میں دیا کوئی جلاتا ہو گا
جان اب کون لٹاتا ہے محبت کے لیے
وہ مری جان کوئی اور زمانہ ہو گا
کون آئے گا سر دار تسلی دینے!
اپنے ہاتھوں مجھے مقتل کو سجانا ہو گا

حکیم خان حکیم

غزل

کوئی آشنا نہیں ہے کوئی جانِ جاں نہیں ہے
جو دوست تھے میرے سب روٹھ اب گئے ہیں
سپنے تھے جو دیکھے سب بکھر کے چور ہو گئے ہیں
رازداں تھے جتنے سب جھوٹ اب ہو گئے ہیں
اڑنے کو جو پر تھے سب کٹ ہی گئے ہیں
اب جی کے کرنا ہے کیا اپنے تو سب اب دور ہو گئے ہیں
بنا میرے دوست محفل جو سجاتے گئے ہیں
عہد کیے تھے جو وہ سب منہ چڑاتے اب گئے ہیں

عمار علی

دوستی

یہ جو تیری میری ہے دوستی
یہ میرے لیے ہے بہت ہی خاص
اسے کبھی مت تم توڑنا
مجھے کبھی مت تم چھوڑنا
ہو کبھی مجھ سے کوئی بھول چوک
تو کر دینا مجھے معاف تم
رخ موڑ کے تم نہ چل دینا
مجھے میرے حال پر نہ چھوڑ دینا
کبھی ہو مجھ سے کوئی گلہ
مجھے دھیرے سے تم وہ کہہ دینا
کبھی بھی ہو تم کو کوئی بھی غم
میرے کندھے پر سر رکھ کے تم
اپنے سارے غم مجھے سونپ دو
ہنسی خوشی تجھے دے دوں
اپنی ساری خوشی اپنے سارے سکھ
یہ تیری میری ہے جو دوستی ماہی
یہ میرے لیے ہے بہت ہی خاص

ماریا یاسر

نظم

جب میں خاموش ہوتی ہوں
یہی سوچتی ہوں اکثر
میرے خدا نے تو انساں کو ہے نیک فطرت پر بنایا
پھر کیوں وہ ملوث ہے قتل وغارت وخونریزی میں
کیا ملتا ہے معصوم بچوں کی جان لے کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کون سا نامہ اعمال ہے، جو جاؤ گے
اگلے جہاں لے کر
کس قدر کٹھنائیاں پیدا کر دی ہیں
بے ضرری زندگی میں
ہر لمحہ وحشت بھرا ہے
ہر چہرہ دہشت زدہ ہے
کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا کے سپاہی بن جاؤ
وفا کے کھیت کے راہی بن جاؤ
کرو ملن سکون اور امن کی باتیں
یہ ننھے گلاب دعائیں دیا کریں گے تمہیں
پھر کس قدر خوش حالی ہو گی چار سو
نہ آنسو قطرہ قطرہ دریا بنیں گے
نہ دریا ان گھروندوں میں
بہیں گے

قرۃ العین سکندر

غزل

میری نظر میں بے صرف تم ہوں
میری محبت صرف تم ہوں
میرے خوابوں میں گزر تمہارا ہے
میرا جنوں میرا عشق صرف تم ہوں
میرے لبوں پر ذکر صرف تمہارا ہے
میری دھڑکن میں بے صرف تم ہوں
میرے خیالوں میں بسیرا تمہارا ہے
میری سوچوں کا محور صرف تم ہوں
میری صبح تم ہوں میری شام تم ہوں
میری زیست کا حاصل صرف تم ہوں
میں رات دن سجدوں میں جو مانگتی ہوں رب سے
میرے لبوں سے ادا ہونے والی وہ دعا صرف تم ہوں

رابعہ افضال خان

نظم

مجھے کچھ کہنا ہے تم سے
لیکن میرے لفظوں کو زباں نہیں ملتی
بے تاب ہے دل تم سے ملنے کو
لیکن یہ بے درد زمانہ ملنے نہیں دیتا
کتنی انمول ہو تم
لیکن یہ دل کچھ کہنے نہیں دیتا
کچھ بولوں تو رسوائی ہے
لیکن چپ رہنا بھی گوارہ نہیں ہوتا
تمہاری اک نظر نے
جب اشارہ دیا ہم کو صنم
تو آج سارے جہاں کے سامنے کہنا پڑا

جاناں
کرتے ہیں عشق آپ سے
عاشق آپ کے ہیں صنم

سائرہ ناز

غزل

یہ تو بتا میرے دل کو سکون کب ہو گا
دیوانے ہیں جو دن رات پھرتے ہیں ہم
شام کے گہرے سائے اب تو ڈھلنے لگے ہیں
لوٹ کے اب شہر وفا میں آتے ہیں ہم
تپش تیرے ہجر میں سورج سے بھی زیادہ
ٹوٹے ہوئے دل سے اکثر فریاد کرتے ہیں ہم
ہر پل زمانہ نگاہیں بدلتا ہی رہا ہے
قدم قدم زندگی میں یوں دھوکا کھاتے رہے ہیں ہم
دل سمندر دیکھا نہیں کسی کا ہم نے جاوید
شہر ظلمت میں جی کو لگاتے ہیں ہم

محمد اسلم جاوید

......☆......

سنڈیس

گیتی آراء ـــــــ کراچی

پیاری آپی، نورین اور ردا کے تمام قارئین و اراکین کو گیتی کا خلوص بھرا سلام! بعد از سلام آپی نورین اور ردا کے تمام قارئین کو شعبان اور رمضان کی ایڈوانس مبارک باد۔ 6 مئی کو ردا کیا ملا کہ دیکھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ ایک تو وقت سے پہلے ملنے پر دوسرے عید سروے کی آمد پر خوشی کے ساتھ ساتھ مارے خوشی کے گھبراہٹ بھی ہونے لگی کہ اتنے سارے کام یعنی ماہ مئی کے ردا پر تبصرہ، عید سروے کے جواب، بہرحال پہلے جلدی جلدی ماہ مئی کے ردا کی ورق گردانی کی کہ کہیں لیٹ نہ ہو جائیں تو جناب سب سے پہلے تو ”گوشۂ آگہی“ پڑھا۔ اس کے بعد ”ردائے جنت“ میں دعاؤں کی اہمیت واہ سبحان اللہ کیا بات ہے۔ سیدہ فرزانہ حبیب کو سب سے پہلے ہماری طرف سے شادی کی دلی مبارک۔ اللہ آپ کو یونہی خوش آباد رکھے، آمین اور اب بات ہو جائے پیاری فرزانہ کے شادی کا احوال کی پڑھ کر مزہ آ گیا۔ سارا منظر دیکھے بنا ہی آنکھوں میں گھوم گیا اور اب باری تھی افسانوں کی جو کہ زیادہ تر ”مدر ڈے“ کے حوالے سے تھے۔ سبھی نے قلم کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتے ہوئے خوب لکھا۔ خاص کر قیمت، خود غرضی، روح کا سودا، دادا جی، کرنی کا پھل، ڈھیٹ، سچائی کی روشنی، پیارے بابا، رُت بھری شام، خشک پتوں کے سنگ، انداز محبت، باقی افسانے اور ناول ناولٹ تو ردا کی جان ہوتے ہی ہیں۔ ”ردا کی ڈائری“ کے انتخاب پڑھ کر مزہ آ گیا واہ بھئی واہ بھی انتخاب بہترین کیا زبردست تھے۔ خاص کر فیض محمد فیض کے کلام ”خوشبو“ اور ”اس ماہ میں“ ہمیشہ کی طرح اول نمبر رہے۔ ”دوستوں کے نام پیغام“ میں ریما نور کا دعائیہ پیغام پسند آیا صدا خوش رہو۔ ”کچن“ میں مکس فروٹ ڈیلائٹ بہت آسان اور مزے کا لگا اور ”سنگھار“ اس کے تو کیا کہنے اس بار تو کمال ہو گیا۔ اس بار تو تمام ٹپس جھریوں سے لے کر عرق گلاب تک میری ضرورت اور پسند کی تھیں۔ مختصراً یہ کہ مئی کا تمام کا تمام ردا زبردست رہا۔ افسانوں سے لے کر سنگھار تک بھرپور مکمل رسالہ۔ اب اجازت ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ۔

جیا قریشی ـــــــ کراچی

ڈیئر آپی، السلام علیکم! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ بہت عرصے بعد ردا کی محفل میں شامل ہو رہی ہوں۔ ردا فیملی کو میں یاد ہوں یا نہیں؟ جب بھی امی کے ہاں چکر لگاتی ہوں تو ردا کی ورق گردانی کر لیتی ہوں باقاعدہ ردا ہاتھ میں لیے کتنا عرصہ گزر گیا۔ مجھے تو وہ وقت یاد آتا ہے جب میں ایک ہی نشست میں دو گھنٹے کے اندر پورا ردا پڑھ ڈالتی تھی۔ امی کی بے تحاشا ڈانٹ کے باوجود جب تک ایک ایک لفظ نہ پڑھ لیتی ہاتھ سے رکھتی ہی نہیں تھی۔ شادی کے بعد لڑکیاں کتنی بدل جاتی ہیں ناں؟ ابھی ساس کا مزاج درہم ہے تو ابھی میاں کا مزاج برہم ہے اور ان کے موڈ کو مین ٹین رکھنے کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

چکر میں ہم گھن چکر بن جاتے ہیں ہماری اپنی زندگی کیا تھی اور ہم کیا چاہتے ہیں کچھ یاد ہی نہیں رہتا۔ کتنی ہی کہانیاں دماغ میں چکراتی رہتی ہیں لفظوں میں ڈھالنے کی قلم اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ شازیہ مصطفیٰ پر رشک آتا ہے ایک سلسلے وار ناول کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا اتنا مستقل کیسے لکھ لیتی ہیں۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا۔

☆ سوئیٹ جیا! آپ کی اتنی طویل خاموشی کے بعد آمد ہمیں بہت اچھی لگی۔ خوش رہیے شاد و آباد رہیں۔ شادی کے بعد ہر لڑکی کی زندگی میں چینج تو آتا ہے تو اس لیے پہلے اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو اہمیت دیں اور پھر قلم سے ناطہ بھی جوڑے رکھیے۔

ماریہ یاسر ـــــــ کراچی

آداب عرض ہے۔ دعا ہے کہ صالحہ آپی نورین اور تمام پڑھنے والے خیریت سے ہوں۔ مئی کا شمارہ چھ تاریخ کو مل گیا۔ سرورق پر ماریہ زاہد کو اپنی ہی جانب متوجہ پایا تو ہیلو ہائے کر کے آگے بڑھی تو فہرست میں بے شمار نئی رائٹرز نظر آئیں۔ مکمل ناول دونوں ہی اچھے رہے۔ ناولٹ بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ افسانے ابھی تک پڑھے نہیں۔ اشعار میں ریما جی کا شعر اچھا لگا۔ آگے بڑھی تو اس ماہ کی دلچسپ معلومات سب سے بہترین لگیں۔ سچ حقیقت میں ریما جی نے بالکل سچ لکھا ہے۔ سیدہ زینب کا لطیفہ اچھا تھا۔ باقی بھی بس ٹھیک ہی تھے۔ ''ذرا پھر سے کہنا'' میں ریاض حسین قمر، ایس امتیاز اور اپنا کلام اچھا لگا (آہم)۔ پچھلے ماہ اپنی کہانی پسند کرنے پر میں درخشاں ضیاء کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ سندیسے میں ریما جی کو میں یہ یقین دلانا چاہتی ہوں کہ آپ منفرد ہوتے ہوئے منفرد لفظوں کے ساتھ منفرد ہو ہی گئی ہیں۔ دیکھیے میں نے سب سے پہلے آپ کا بڑھا ہاتھ تھام کے آپ کو گلے سے بھی لگا لیا ہے۔ اس لیے پہلے نمبر پر تو میں ہو گئی ہوں۔ ویسے کیا میں آپ کی عمر جان سکتی ہوں۔ عورتوں سے ان کی عمر پوچھنی تو نہیں چاہیے لیکن پھر بھی میں نے پوچھ لیا۔ دیکھیے میری بے وقوفی۔ اتنا اندازہ تو ہے کہ آپ ایک بچی کی والدہ ہیں میری طرح اب پتا نہیں میرا اندازہ درست ہے کہ نہیں۔ سندیسے کی محفل دن بدن بارونق ہوتی جا رہی ہے۔ جاتے جاتے ایک سرسری سی نظر کچن میں ڈالی تو منہ میں پانی آ گیا۔ اس بار روٹین سے ہٹ کے ڈشز نظر آئیں۔ گوبھی اور وہ بھی ملائی والی، اس ڈش کے نام نے ساری توجہ اپنی جانب مبذول کروالی لیکن ٹرائی تو میں کھنڈویاں کروں گی لیکن نجانے کب (ہی ہی ہی)۔ آخر میں صالحہ آپی اور نورین آپی کی انتھک محنت پر شکریہ ادا کروں گی۔ آپ لوگوں کی بدولت ہی اتنا اچھا رسالہ پڑھنے کو ملتا ہے۔ ساتھ ہی خود کو منوانے کے لیے بھی نہایت اعلیٰ پلیٹ فارم میسر ہے جو بہت بڑی بات ہے۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے، اب اجازت اللہ حافظ۔

ثوبیہ ملک ـــــــ کراچی

پیاری آپی السلام علیکم! امید کرتی ہوں صالحہ آپی، نورین آپی اور باقی تمام اسٹاف ٹھیک ہوگا۔ ردا 8 کو ملا اور ہم نے ایک ہی دن میں سارا چٹ پٹ کر لیا۔ سرورق پر بچی ماڈل ماریہ زاہد کی تو کیا ہی بات تھی۔ سب سے پہلے ''گوشۂ آگہی'' سے لطف اندوز ہوئے۔ پھر اس کے بعد ''ردائے جنت'' پڑھا جس سے ہمیں ڈھیر ساری معلومات ملیں پھر جلدی سے سیدہ فرحانہ حبیب کا شادی کا احوال پڑھا، (سپر)۔ اس کے بعد آگے بڑھے تو عائشہ ذوالفقار نے ہمارا ہاتھ تھام لیا۔ زبردست جی۔ نائلہ طارق ہمیشہ کی طرح چھائی رہیں اور شازیہ آپی کے لیے تو میرے پاس الفاظ نہیں۔ قرۃ العین اور مصباح تو ہمیشہ ہی اچھا لکھتی ہیں۔ ناولٹ میں فرحین اظفر کے لیے بیسٹ وشز باقی دونوں ناولٹ بھی اچھے

تھے۔ افسانوں کی لمبی لائن تھی جس میں سب نے بہت اچھا لکھا۔ اس لیے کسی ایک کی تعریف کرنا ناانصافی ہو گی۔ اس کے بعد ہم مستقل سلسلوں کی جانب بڑھے وہاں کی رونق کا جواب ہی نہیں تھا۔ سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے لیکن سندیسے میں سباس گل کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپی کہاں غائب ہیں آپ جلدی سے ہمارے لیے کوئی تحریر لکھیں۔ باقی سب نے بھی سندیسے میں آ کر چار چاند لگا دیے۔ آخر میں ردا کے لیے ڈھیر ساری دعائیں اور میری طرف سے رمضان کی پیشگی مبارک باد۔ پیاری آپی اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیں اور اللہ آپ کو اچھی صحت کے ساتھ لمبی عمر عطا کرے اور ردا کو خوب سے خوب ترقی دے، آمین۔

رابعہ افضال خان ـــــــ کراچی

محترم صالحہ آپی، سوئیٹ نورین ملک اینڈ ڈیئر قارئین و رائٹرز کو رابعہ افضال خان کا پرخلوص سلام محبت قبول ہوں۔ ماہ جون میں بہت ہی خوب صورت اور مبارک مہینے کی آمد آمد ہو گی۔ یعنی رمضان المبارک کی آمد ماہ رمضان المبارک کے مقدس و بابرکت مہینے کے آغاز پر میری طرف سے تمام لوگوں کو اس مبارک مہینے کی ڈھیر ساری مبارک باد اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مبارک مہینے سے فیض حاصل کرنے اور گناہوں سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اب بات کرتے ہیں۔ مئی کے ردا کی 7 مئی کو ردا ہمارے ہاتھوں میں آیا۔ ٹائٹل پیج پر موجود ماریہ زاہد بہت کیوٹ لگی پھر ہمیشہ کی طرح ''گوشۂ آگہی'' سے مستفید ہوئے۔ پھر ''ردائے جنت'' کو پڑھتے آگے بڑھے اور سیدہ فرزانہ حبیب کی شادی کا احوال خوب انجوائے کیا۔ پھر سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھے اور سب سے پہلے نائلہ طارق کے ناول ''اے عشق ہمیں برباد نہ کر'' کی دوسری قسط پڑھی اور ہمیشہ کی طرح ناول میں ڈوب گئے۔ ''زندگی پھول محبت خوشبو'' شازیہ مصطفیٰ کے ناول کی قسط بھی زبردست تھی۔ ''چل اڑ جا اب تیری باری'' عائشہ ذوالفقار کا ناول بھی زبردست جا رہا ہے۔ افسانوں کی لسٹ میں اپنا افسانہ دیکھ کر تو دل ویسے ہی باغ باغ ہو گیا۔ افسانے سب ہی اچھے تھے۔ نظیر فاطمہ، ماورا بشارت، شہلا گل سحر، سیدہ فرزانہ حبیب، ثناء کنول، کوثر ناز، بسمہ احمد، سمعیہ عبید، عائشہ الیاس، حورینہ سعد، اقرا چنا، علشبہ احمد سب ہی نے خوب رونق لگائی مکمل ناولز میں ''زندگی تجھ کو جیا'' قرۃ العین سکندر، ''ایک پیالی پیار'' مصباح مسکان دونوں نے خوب جادو بکھیرا۔ ناولٹ میں مہرین کنول، فرحین اظفر سب ہی نے خوب لکھا۔ ''ردا کی ڈائری'' سے سنبل حسن کا انتخاب محسن نقوی کی غزل بہت پسند آئی۔ ''اشعار'' سب ہی اچھے تھے ''اس ماہ میں'' مہرین کنول کی نظم بہت اچھی ''خوشبو'' میں لکھا ہر لفظ ہی خوبصورت تھا۔ ''ذرا پھر سے کہنا'' سب ہی کی نگارشات بہت خوب صورت تھیں۔ ''سندیسے'' میں سب ہی نے خوب رونق لگائی۔ سوئیٹ فریدہ فرید اتنی ڈھیر ساری محبت و خلوص کے لیے جزاک اللہ درخشاں جی اسی طرح محبت و خلوص سے ہمیں یاد رکھیے گا۔ ثناء کنول اللہ دتہ سندیسے کی محفل سے کہاں غائب ہیں۔ ''دوستوں کے نام پیغام'' میں سب ہی کے پیغام اچھے تھے۔ ''کچن'' اور ''سنگھار'' بھی بہت زبردست تھا۔ الغرض پورا ردا ہی کسی دلہن کی مانند سجا ہوا تھا۔ اللہ پاک اسی طرح ردا کو ترقی و کامرانی سے ہمکنار کرے، آمین۔ اب اجازت چاہوں گی زندگی نے ساتھ دیا تو اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گی۔

ڈاکٹر صبا خان ـــــــ کوئٹہ

السلام علیکم! بعد از سلام آپ سب کی خیریت اور نیک حال کی مطلوب ہوں۔ ردا کے لیے یہ میرا پہلا خط اور افسانے ہیں۔ اس سے پہلے خواتین اور شعاع

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں میں نے افسانے بھیجے ہیں اور قبولیت کا شرف بھی حاصل ہوا ہے انہیں شائع ہونے کے لیے لیکن نیٹ اور فیس بک پر ردا کی مقبولیت دیکھ کر یہاں طبع آزمائی کرنے کا دل چاہا۔ ویسے میں بہت کم لکھتی ہوں کیونکہ پروفیشنلی میں ڈاکٹر ہوں لیکن شاعری اور لکھنا میرے خون میں شامل ہیں اور مجھے ورثے میں ملی ہیں اس لیے یہ جراثیم مرتے نہیں۔ میں ڈائجسٹ کی باقاعدہ ریڈر ہوں۔ میں نے آج تک جتنی بھی ڈائجسٹ ریڈر خواتین دیکھی ہیں وہ بہ نسبت دوسری خواتین کے زیادہ سلجھی اور سمجھدار ہوتی ہیں۔ یہ میرا اپنا تجزیہ ہے۔ اس لیے میں اسے بہترین استاد کہتی ہوں جو خاموشی سے محبت سے دھیرے دھیرے ایک اچھا خیال آپ کے ذہن میں منتقل کر دیتا ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ ردا میرا ہاتھ تھام لے گا اور یہ سفر خوشگوار ثابت ہوگا، انشاءاللہ۔

☆ سویٹ صبا! خوش رہیے آپ۔ ردا آپ کا اپنا ردا ہے اور آپ کا افسانہ انشاءاللہ قریبی اشاعت میں شامل ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ ردا کے ساتھ آپ اپنا قلمی سفر جاری رکھیں گی۔

سحر مبین ——— فیصل آباد

السلام علیکم فرینڈز امید ہے سبھی خیریت سے ہوں گے۔ رمضان کے بابرکت مہینے کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ اللہ سب کو رمضان کی برکتوں کی سعادت نصیب فرمائے۔ بات ہو جائے مئی کے ردا کی۔ واہ گریٹ اعلیٰ "اڑ جا اب تیری باری ہے" عائشہ ذوالفقار! بہت دلچسپ یار مجھے پہلے دن سے ہی اس میں دلچسپی محسوس ہوئی۔ "اے عشق ہمیں برباد نہ کر" نائلہ طارق، گڈ آپی! ہمیشہ کی طرح زبردست "زندگی، پھول، محبت، خوشبو" زندگی تجھ کو جیا، ایک پیالی پیار، جفائے دل وفا کر بیٹھا۔ کردار کا کانچ، بن کے دعا تو مجھ کو ملا، سب ہی تحریریں اچھی تھیں۔ قیمت، روح کا سودا، خودغرضی، داداجی، صحرا میں چھاؤں، کرنی کا پھل، ڈھیٹ، سچائی کی روشنی، حصارِ محبت، کیسا مسیحا، پیارے بابا، رت بھری شام، خشک پتوں کے سنگ اور انداز محبت سب رائٹرز نے اچھا لکھا۔ مبارکاں۔ سیدہ فرزانہ حبیب آپی ماشاء اللہ مبارک ہو آپ کو شادی کی۔ اللہ آپ کی اور آصف بھائی کی جوڑی سلامت رکھے۔ ہر ہر شعر، ہر ہر نظم، ہر ہر غزل گو کہ نثر کا ہر ہر لفظ سب ہی اچھے تھے۔ اللہ ردا کی دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے، آمین۔ سب اپنا خیال رکھیے۔

سائرہ ناز ——— کراچی

السلام علیکم! اللہ کے کرم سے آپ ٹھیک ہوں گی۔ آپی اس بار کے ردا میں ابھی تک صرف سلسلے وار ناول ہی پڑھے ہیں۔ عائشہ جی آپ کی کیا بات ہے بہت زبردست آپ کا ناولٹ چل رہا ہے۔ بہت خوب پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ "اے عشق ہمیں برباد نہ کر" نائیلہ جی آپ کے ناول کی دونوں اقساط اچھی تھیں۔ شازیہ جی کا ناول بھی بہت اچھا چل رہا ہے۔ آپی میں نے ایک ناول لکھا ہے۔ "تیری چاہت میں" انشاء اللہ بہت جلد آپ کو پوسٹ کروں گی۔ اس امید کے ساتھ کے آپ کو پسند آئے گا۔ ابھی ایک نظم اور غزل بھیج رہی ہوں۔ ابھی پورا ردا پڑھا نہیں ہے۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی اچھا ہی ہوگا۔ آپی پلیز جواب ضرور دیجیے گا۔

☆ پیاری سائرہ! آپ کے افسانے ہمیں موصول نہیں ہوئے آپ کا سندیسہ اور نظم اس ماہ شامل ہیں۔

درخشاں ضیاء ——— کراچی

ردا کے تمام اسٹاف اور قارئین کو میرا محبتوں بھرا پرخلوص سلام قبول ہو۔ انشاءاللہ جون میں رمضان المبارک کا آغاز ہو جائے گا۔ میری جانب سے سب کو رمضان کی بہت بہت مبارک باد۔ اللہ پاک رمضان ہم سب کو دیکھنا نصیب کرے، آمین۔ اس

دفعہ انتہائی لیٹ یعنی 10 مئی کو ردا ملا۔ ٹائیٹل بہت ہی اچھا تھا۔ ماریہ زاہد اپنے حسین چہرے کے ساتھ ٹائیٹل پر چار چاند لگا رہی تھیں۔ آپ نے بالکل ٹھیک کہا میں بھی رمضان سے قبل ہی عید کی خریداری کر لیتی ہوں۔ رمضان پر گھر سے باہر بار بار نکلنا مجھے بھی پسند نہیں اگر مجبوری میں نکلنا ہو تو الگ بات ہے۔ اب کی بار بھی افسانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ "ردائے جنت" کا تو کیا ہی کہنا۔ بے شک دعاؤں سے سب کچھ بدل سکتا ہے۔ فرزانہ آپی کا شادی کا احوال مزا دے گیا۔ زبردست سرپرائز تھا۔ ہمارے لیے یہ فرحانہ سسٹر نے بہت اچھا لکھا یوں لگ رہا تھا ہم بھی شادی میں شریک ہوں۔ مکمل ناول دونوں ہی اچھے لگے۔ ناولٹ میں "کردار کا کانچ" بازی لے گیا۔ مہرین کنول نے بھی اچھا لکھا۔ ناولٹ آف دی منتھ کردار کا کانچ فرحین اظفر کو جاتا ہے۔ افسانے سبھی اچھے تھے۔ "قیمت" نظیر فاطمہ نے کمال لکھا۔ ایک انار کی قیمت انسانی جان سے زیادہ ہے۔ جانے ہم لوگ اتنے بے حس کیوں ہو گئے ہیں اللہ پاک ہمارے حال پر رحم کرے، آمین۔ "رت بھری شام" حورینہ نے کافی اچھا لکھا۔ "پیارے بابا" بہت ہی اعلیٰ عائشہ الیاس، کہانی میں روانی تھی لفظوں کا چناؤ بہت اچھا تھا۔ انتہائی معذرت کے ساتھ "کیسا مسیحا" کچھ سمجھ نہیں آیا۔ فرزانہ آپی کا "صحرا میں چھاؤں" کمال تھا۔ بہت اچھا لکھا۔ ڈیئر روح کا سودا اور خود غرضی بھی اچھی تحریریں ہیں۔ میرے خیال سے افسانہ آف دی منتھ جاتا ہے "قیمت" کو۔ بہت مبارک ہو نظیر فاطمہ۔ "ردا کی ڈائری" میں بھی تمام قارئین کی تحاریر اچھی تھیں۔ ایم جے قریشی کی ڈائری اس ماہ کی ردا کی ڈائری آف دی منتھ رہی۔ اشعار بھی سب ہی کے اچھے تھے۔ بہترین شعر یعنی شعر آف دی منتھ ریما نور رضوان کا تھا۔ "ذرا پھر سے کہنا" میں تمام ہی شاعری بہترین ہوتی ہے۔ "سندیسے" تو ردا کی جان ہیں۔ مزا آ جاتا ہے پڑھ کر۔ اس ماہ سندیسہ آف دی منتھ رابعہ افضال خان کا تھا۔ اپنی نظم دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ آخر میں ایک دعا کہ اللہ پاک ردا کو خوب ترقی سے نوازے۔ اس میں لکھنے والے تمام قارئین اور لکھاریوں کا قلم رواں کرے اور درخشاں ردا میں اسی طرح درخشاں رہے، آمین۔ نیک تمناؤں کے ساتھ اجازت دیں۔ اگلے مہینے رسالہ اگر جلدی مل گیا تو ایک بھرپور تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی، انشاءاللہ۔

شیریں تبسم ——— کراچی

محترم اور پیاری صالحہ آپی، نورین ملک جی، ردا کے تمام اسٹاف، رائٹرز اور قارئین کو السلام علیکم۔ امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اپریل اور مئی کا شمارہ گھر بیٹھے مل گیا۔ ارے آپ میری خوشی کی انتہا مت پوچھیے۔ میرا افسانہ "صدائے من" شائع کرنے کا بے حد شکریہ۔ "ردائے جنت" سے ہماری معلومات میں کافی اضافہ ہو رہا ہے۔ سیدہ فرزانہ حبیب کی شادی کا احوال دلچسپ رہا۔ سنبل محسن کی ڈائری سے محسن نقوی کی نظم پسند آئی۔ ایم جے قریشی کی ڈائری سے ڈاکٹر علی شریعتی کی نظم نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ باقی تمام سلسلے بھی خوب رہے۔ اب آتے ہیں افسانوں اور ناول پر تبصرے کی جانب۔ نظیر فاطمہ کے افسانے "قیمت" نے رلا دیا۔ "روح کا سودا" اور "خود غرضی" نے ہمارے معاشرے کو بدحالی کی طرف لے جانے والی حقیقت سے آشنا کروایا۔ اس کے علاوہ شہلا گل سحر صالح، سیدہ فرزانہ حبیب فرزین، فرحین اظفر، ... بسمہ احمد، سمعیہ عبید، عائشہ الیاس، علیشبہ احمد کے افسانے اچھے لگے۔

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

عائشہ حمد

دوستوں کے نام پیغام

پیاری سکھی سہیلیوں کو منفرد انداز میں

عید مبارک

☆ رابعہ افضال خان: ہیں نظر نظر ترے ہی جلوے ہیں زباں زباں تیرے ہی چرچے۔

☆ عانیہ نیازی: آپ کے قریب ہم رہتے ہیں اپنا نصیب تمہیں کہتے ہیں۔

☆ افشاں علی: رنگین ہے تو رنگوں سے بھی زیادہ شوخ لگتی ہے تو رہ کے بھی سادہ۔

☆ صبا عبدالغنی: تیرے جیسا یار کہاں، کہاں ایسا یارانہ۔

☆ ریما نور رضوان: زندگی پیار کا گیت ہے اسے ہر دل کو گانا پڑے گا۔

☆ گل جی: بانٹ رہا تھا جب خدا سارے جہاں کی نعمتیں اپنے خدا سے مانگ لیں میں نے تیری وفا صنم۔

☆ گیتی آراء: آنے سے جس کے آئے بہار، جانے سے جس کے جائے بہار۔

☆ مصباح مسکان: تیرا ساتھ ہے کتنا پیارا، کم لگتا ہے جیون سارا۔

☆ صبا سحر، سحر مبین: تمہاری نظر کیوں خفا ہو گئی، خطا بخش دو گر خطا ہو گئی۔

☆ درخشاں ضیاء: تمہیں اپنا بنانے کی قسم کھائی ہے۔

ماریہ یاسر: تم سے ملے بن چین نہیں آتا میں کیا کروں۔

اور تمام خاموش قارئین سکھیوں کے نام

جینے کو تو جیتے ہیں سبھی
پیار بنا کیسی زندگی
آؤ مل جل کے دکھ سکھ بانٹیں
کیوں ہم رہیں اجنبی
ہمسفر ہیں سبھی

فریدہ فرید۔ پاکپتن شریف

سیدہ فرزانہ حبیب کے نام

پیامِ عید کی روشن سحر مبارک ہو
نئی حیات نیا ہمسفر مبارک ہو
مسرتوں سے بھری راہ گزر مبارک ہو
تمہیں اے دوست تمہارا نگر مبارک ہو

فریدہ فرید۔ پاکپتن شریف

صبا عبدالغنی کے نام

''ڈیئر صبا!''
محبت کے قلم سے
چاہت کے کاغذ پہ
دعاؤں کی
چند لائنیں کھینچ رہی ہوں
کہ
میرا رب تمہارا دامن
سچی چاہت کی مہکتی
کلیوں سے ہرا بھرا رکھے
اور! زندگی کے ہر جنم دن
یہ ڈھیروں خوشیاں
تمہیں اپنی منتظر ملیں، آمین!

دیر سے ہی مگر دل سے وش کر رہی ہوں کہ تمہاری سالگرہ پر ہر وہ دعا تمہاری قبول ہو جو ہونٹوں سے سیدھی عرش الٰہی سے ٹکرائے اور ہنستی مسکراتی ڈھیروں خوشیوں کے ساتھ لمبی عمر تندرستی کے ساتھ تمہاری منتظر ہو، آمین۔

شہلا گل سحر صالح۔ کوہاٹ

اپنے ہسبینڈ کے نام

میری زندگی، میرا پیار، میرا مان، میرا اعتبار رضوان جی عید بہت بہت مبارک ہو۔

پھولوں کو جس طرح بھنورے ملتے ہیں
آؤ اس عید پر ہم بھی کہیں ملتے ہیں
اپنی اس چاہت کو
پیار بھری رفاقت کو
سچی لگن کا رنگ دیتے ہیں
دنیا کے لیے اپنی محبت کو مثل کرتے ہیں
روانی کے لیے جیسے
دریا سمندر میں خود کو پامال کرتے ہیں
پھول جیسے گلشن سے وفا نبھانے پر
باہر نکلتے ہیں
آؤ اس عید پر ہم بھی کہیں ملتے ہیں

ریما نور رضوان۔ کراچی

پیاری پریوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آپ سب کا؟ یقیناً آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ ردا کی محفل میں یہ ہماری پہلی حاضری ہے۔ شاباش جلدی سے خوش آمدید کہیں۔ بہت سوں کے لیے میرا نام نیا ہوگا مگر امید ہے جلد ہی آپ سب مجھے جان لیں گے (بھئی ہم معصوم لوگ دلوں میں اپنی جگہ خود ہی بنا لیتے ہیں سدا کے معصوم جو ٹھہرے ہا ہا ہا ہا......!) کافی ساری پریاں ہمیں جانتی بھی ہیں جن میں سرفہرست ردا کی کچھ پیاری سی رائٹرز ہیں۔ افشاں علی، دانیہ آفرین، سحرش فاطمہ اور کچھ میرے نام سے واقفیت رکھتی ہیں۔ جی تو اب کچھ ذکر ہو جائے میری شونی جونی پریوں کا۔ سب سے پہلے تو مانو بلی کے لیے ڈھیر سارا پیار ڈھیر ساری دعائیں۔ آپ سوچ رہے ہوں گے اب یہ مانو بلی کون تو جناب مانو بلی میری بہت پیاری سی دوست شہنی خان ہے جو مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔ صرف وہی نہیں میں بھی اس سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میرا لیٹر ہو اور میری سویٹو کا ذکر نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا؟ نسیم انجم بھی بھلا بھولنے والی ہے کوئی؟ نسیم جاناں تمہارے لیے ڈھیر سارا پیار اور دعائیں جگ جگ جیو میری پیاری بہنا، شبنم آپو دیکھ لیں آپ کو بھی یاد ہیں مجھے! فیجا کو میری طرف سے پیار دیجیے گا۔ وشمہ یار! تم کیوں ناراض ہوتی ہو تم بھی یاد ہو دیکھو تو سہی......اور...... مجھے اپنی سب دوستوں سے محبت ہے۔ میں اللہ پاک کا شکر ادا کرتی ہوں جو مجھے اتنی چاہنے والی پریاں ملی ہیں۔ دانیہ ڈیئر جلدی سے اپنی زبردست تحریر لے کر ردا میں حاضری دو۔ شازیہ مصطفیٰ آپو یو آر سو سویٹ آپ کا ناول ''میں محبت اور تم'' مجھے بہت پسند ہے۔ نائلہ طارق آپ بہت اچھا لکھتی ہو۔ سحرش فاطمہ ویلڈن آپ کی تحریریں بھی اچھی ہوتی ہیں۔ افشاں علی جناب آپ کی تو کیا ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بات ہے سوئیٹ ہارٹ۔ باقی جن کے نام نہیں لکھ سکی ان سے معذرت انشاء اللہ اگلی بار آپ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ نورین آپو اور صالحہ آپا کے لیے دعائیں، خوش رہیں ہمیشہ اللہ پاک ردا کو مزید کامیابیوں سے نوازے، آمین ثم آمین۔

حنا اشرف۔ کوٹ ادو

میری تمام دوستوں کے نام

میری عزیز دوستوں، سکھی، سہیلیوں، ردا کی تمام رائٹرز، ریڈرز، ایڈیٹر، اسٹاف، ردا سے وابستہ ہر شخص کو رمضان اور عید کی ڈھیروں مبارک باد۔

اے اللہ
اس عید پر دینا
مجھے کچھ ایسا تحفہ
بس رہ جائیں میرے اپنوں کے گرد
خوشیاں ہی خوشیاں
رہے ان پر ہمیشہ تیری برکتوں کا سایہ
دنیا ہی نہیں
آخرت میں بھی
کرلو بلند میرے اپنوں کا رتبہ
کچھ اس طرح سے کر ان پر
رحمتوں کی بارش
کہ نہ رہے باقی کوئی دکھ ان کا
دے دے تو ان کو وہ سب بھی
جو کبھی انہوں نے نہ ہو مانگا
میری خوشیاں بھی دے دے
تو میرے اپنوں کو
تو سنتا ہے سب کی
میری بھی سن لے مولا

میرے عزیز و اقارب، دونوں گھر والے، میکے سسرال والے، دوست میری فیملی، میری زندگی میرا پیار میرے ہزبینڈ صاحب میری بیٹی سب کو عید بہت بہت مبارک ہو۔ یہ عید سب کے لیے ڈھیروں ڈھیر خوشیاں لائے، آمین۔

ریما نور رضوان۔ کراچی

پیارے ابو جان کے نام

نرم گرم دھوپ سے
مجھے ہر پل بچایا
کندھوں پر اپنے
بہت جھولا جھلایا
سکھنا، سمجھنا
دنیا میں دوڑنا سکھایا
میری ہر خوشی میں
جن کا چہرہ جھلملایا
میں خوش قسمت ہوں
جو آپ جیسے والد کو پایا

پیارے ابو جان! میری جانب سے آپ کو "ہیپی فادرز ڈے" میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کے قابل تو نہیں نہ ہی کبھی کر پاؤں گی پھر بھی میں کہنا چاہوں گی ہر اس چیز کے لیے جو آپ نے میرا لیے کیا۔ شکریہ میری دعا ہے کہ آپ کا سایہ یوں ہی ہم پر تاقیامت رہے تاکہ دنیا کی سرد و گرم ہوا میں ہم خود کو تنہا نہ سمجھیں۔ دشوار راہوں پر آپ کا ہاتھ ہمیں ہمیشہ تسلی دے، آمین۔ اللہ پاک میرے ابو کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا کرے اور امی ابو کا ساتھ ہمیشہ بنائے رکھنا، آمین ثم آمین۔

درخشاں ضیاء۔ کراچی

دوستوں کے نام

سب دوستوں کو میری طرف سے عید کی خوشیاں مبارک ہوں۔ اللہ آپ سب کو نیک کام کرنے اور رمضان کی عبادتوں سے لطف اندوز ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ریما آپی! آپ کی دوستی تہہ دل سے قبول ہے۔ کیسے ہیں سب دوست؟ صبا عبدالغنی، رابعہ افضال، صباسحر، دھنک ناز، فرزانہ شوکت، نور بانو، ماریہ یاسر، شازیہ، نائیلہ، عائشہ، مصباح، امینہ، مہرین، بشریٰ، نظیر فاطمہ، ماورا، شہلا گل، ثناء کنول، بسمہ احمد، سمیعہ عبید، عائشہ الیاس، حورینہ سعد، اقراء چناء، مون شاہ، علیشبہ احمد اور دیگر سب دوست جن کے نام رہ گئے معذرت۔ کیسے ہیں سب؟ سب کو Bright star گروپ کو عید مبارک۔ اقراء، فرح، ارم، بسم اللہ، سحرش، خدیجہ، سمیرا سب کو عید مبارک۔ مما، پاپا، بنیامین، فاطمہ، افراہم، نو روز، سب جاننے والوں اور دیگر مسلمانوں کو میری طرف سے عید مبارک۔

سحر مبین۔ فیصل آباد

پاکستانی فوج کے نام

چاندرات کے پرکیف لمحات میں
عید کے پرلطف لمحات میں
ہر پل، ہر لمحہ ہمیں
انہیں یاد کرنا ہے
پاکستانی فوج کے جوانوں کو
ہمیں یاد رکھنا ہے
ماؤں کے جو آنکھ کے تارے ہیں
نجانے کتنے بہن بھائیوں کے
وہ لاڈلے ہیں
باپ کے کہلاتے جو
راج دلارے ہیں
نجانے کتنے بچوں کے وہ پیارے ہیں
بس!
اتنا جان کے سب اٹھائیں ہاتھ
جتنے ہیں وہ فوجی سارے
ہمارے پاکستان کے سہارے ہیں وہ
شہید ہوئے جو اس جنگ میں
ان پر ہمیں فخر کرنا ہے
کہلائے جو غازی اس میدان میں
ہمیں انہیں سلام کرنا ہے

ایم جے قریشی۔ کھاریاں

شبنم اور عاصمہ کے نام

وقت کی رفتار بہت تیز ہے جو کبھی رکتی نہیں کسی کے لیے، مگر جن کے ساتھ اتنا وقت گزارا ہو ان کو یوں نظر انداز کرنا کہ رابطہ تک نہ رکھنا مجھے تو یہ سب بہت عجیب لگتا ہے، نجانے تم دونوں یہ سب کیسے کرلیتی ہو کیا ایک لمحے کے لیے بھی تمہیں میری یاد یا خیال نہیں آتا؟ مجھے تو آج بھی تم لوگ یاد آتی ہو جب بھی اسکول گرلز کو ایک گروپ کی شکل میں دیکھتی ہوں، جب بھی چاٹ کھاتی ہوں اور مرچیں لگتی ہیں تو شبنم! تمہاری سرخ آنکھوں سے بہتا پانی اور "سی سی" یاد آجاتی ہے، کسی کو شرارت کرتے دیکھتی ہوں تو عاصمہ! تمہاری شرارت کے بعد مسکراہٹ چھپانے کی ناکام سی کوشش یاد آجاتی ہے، میری سوئیٹ اور لولی فرینڈز! تم لوگ جہاں بھی ہو مجھ سے کانٹیکٹ کرو، آئی مس یو آلوٹ... تمہارے جو نمبرز میرے پاس تھے وہ اب بند جارہے ہیں تو میرا یہ پیغام جب تمہاری نظر سے گزرے تو پلیز مجھے میسج ضرور کرنا۔

نور علی۔ کراچی

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ثریا اقبال

کچن

گوبھی کے کٹلٹس

اجزا

بند گوبھی : آدھا عدد (چوپ کرلیں)
انڈے : تین عدد (پھینٹ لیں)
پیاز (چھوٹا) : دو عدد (چوپڈ)
آلو (چھوٹے) : دو تین عدد (ابال کر میش کرلیں)
ہری مرچ : چھ عدد (چوپڈ)
کوکونٹ : پون کپ (گرینڈ)
بریڈ کرمز : ایک کپ
ہینگ : ایک چٹکی
دال چنا : ایک کھانے کا چمچ
چاول : ایک کھانے کا چمچ
ہرا دھنیا (پتے) : دو کھانے کے چمچ
ثابت کالی مرچ : پانچ چھ عدد
ادرک : ایک انچ کا ٹکڑا
نمک : حسب ذائقہ
آئل : حسب ضرورت

ترکیب: پیاز، ہرا دھنیا، ہری مرچ، ادرک اور گوبھی ایک ساتھ میش کرلیں۔ کالی مرچ اور کوکونٹ شامل کرکے مزید میش کریں۔ دال اور چاول گرائنڈ کرکے آٹا بنائیں اور ڈرائی روسٹ کرکے گوبھی کے مکسچر میں مکس کریں۔ اب آلو شامل کرکے میش کریں اور کٹلٹس بنالیں۔ پہلے انڈے اور پھر بریڈ کرمز میں رول کریں۔ دوبارہ انڈے میں ڈپ کرکے گرم آئل میں فرائی کرلیں۔ کچپ یا سوس کے ساتھ سرو کریں۔

چھولے چاٹ

اجزاء

چھولے : ایک پاؤ (رات کو بھگو دیں)
سوڈا : آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا : آدھا کپ (چوپ کرلیں)
ہری مرچیں : تین عدد (چوپ کرلیں)
پیاز : ایک عدد (کاٹ لیں)
املی : ایک کپ (بھگو دیں اور بیج نکال کر پیسٹ الگ کرلیں)
نمک : حسب ذائقہ
لال مرچ : ایک چائے کا چمچ (کُٹی ہوئی)
زیرہ : ایک کھانے کا چمچ (بھنا ہوا)
چاٹ مصالحہ : حسب ذائقہ
چینی : ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر : ایک کپ (چوکور کاٹ لیں)

ترکیب: چھولوں میں سوڈا ڈال کر رات کو بھگو دیں۔ اس کے بعد چھولوں میں سے سوڈا کا پانی نکال کر دوسرا پانی اور نمک ڈال کر چھولوں کو ابال لیں۔ گل جائیں تو اس کا بچا ہوا پانی نتھار کر چھولوں میں املی کا پیسٹ، نمک، کُٹی ہوئی لال مرچیں، زیرہ، چینی اچھی طرح مکس کرلیں۔ ڈش میں چھولے نکال کر اوپر سے

چاٹ مصالحہ چھڑک کر پیش کریں۔

مرچوں کے پکوڑے

اجزاء

ہری مرچیں (بڑی والی) : ایک پاؤ
تیل : حسب ضرورت
نمک : حسب ذائقہ
چاٹ مصالحہ : ایک کھانے کا چمچ
کھٹائی پاؤڈر : ایک کھانے کا چمچ
بیسن : ایک کپ

ترکیب: مرچوں کو دھو کر چیرا لگا کر اس میں نمک، چاٹ مصالحہ اور کھٹائی پاؤڈر مکس کرکے بھر دیں۔ بیسن میں نمک، لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، میٹھا سوڈا، زیرہ پاؤڈر ملا کر پانی سے پھینٹ لیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں۔ مرچوں کو بیسن کے آمیزے میں ڈپ کرکے تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ پر فرائی کریں۔ ٹشو پیپر پر نکال لیں۔ میٹھی چٹنی، ہری چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

پوٹلی سموسہ

اجزاء

قیمہ : آدھا کلو
پیاز : دو عدد
ٹماٹر : دو عدد
لہسن ادرک پیسٹ : ایک کھانے کا چمچ
نمک : حسب ذائقہ
لال مرچ (کُٹی ہوئی) : آدھا چائے کا چمچ
سیاہ مرچ (کُٹی ہوئی) : آدھا چائے کا چمچ
تیل : دو کھانے کے چمچ
زیرہ (بھنا ہوا) : ایک چائے کا چمچ
پودینہ ہری مرچیں : چار کھانے کے چمچ (چوپ کیا ہوا)

سموسہ کے لیے

میدہ : دو کپ
نمک : حسب ذائقہ
گھی : دو کھانے کے چمچ
اجوائن : آدھا چائے کا چمچ

ترکیب: سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر فرائی کرلیں۔ قیمہ، لہسن، ادرک پیسٹ، نمک، کُٹی لال مرچیں اور سیاہ مرچیں ڈال کر بھون لیں۔ اس کے بعد ڈھکن ڈھک کر پکائیں۔ آخر میں پودینہ، ہری مرچ، زیرہ ڈال کر مکس کرکے آمیزے کو ٹھنڈا کرلیں۔ میدے میں نمک، گھی، اجوائن ڈالیں اور مکس کرکے پانی سے سخت آٹا گوندھ لیں اور ڈھک کر رکھیں۔ گندھے ہوئے آٹے کی بڑی سی روٹی بیل لیں اور کٹر سے گول چھوٹے سائز کی پوریاں کاٹ لیں۔ اس پر قیمہ رکھیں اور پوٹلی کی شکل دے کر گرم تیل میں ڈیپ فرائی کرکے افطاری پر چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

سیلڈ سینڈوچ

اجزاء

بریڈ : تین سلائس (کنارے کاٹ لیں)
انڈا : ایک عدد (ابال کر سلائس کاٹ لیں)
ٹماٹر : ایک عدد (سلائس)
کھیرا : ایک عدد (سلائس)
بند گوبھی (کش کی گئی) : آدھا کپ
سلاد پتا (چوپڈ) : آدھا کپ
مایونیز : تین کھانے کے چمچ
کالی مرچ پاؤڈر : حسب ذائقہ
نمک : حسب ذائقہ

ترکیب: پہلے سلائس پر مایونیز لگا کر انڈے، ٹماٹر اور سلاد پتے کی تہ لگائیں۔ دوسرے سلائس پر مایونیز لگا کر اوپر رکھیں اور اس پر ٹماٹر، کھیرے اور بند گوبھی کی تہ لگائیں۔ تیسرے سلائس پر مایونیز لگا کر نمک اور کالی مرچ چھڑکیں اور اوپر رکھ دیں۔ تیار ہونے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پرکاٹ کر سرو کریں۔

گوبھی چکن

اجزاء۔

بون لیس چکن (کیوبز)	ایک پاؤ
پھول گوبھی	ایک بڑا پھول (کیوبز)
ٹماٹر	دو عدد (چوپڈ)
پیاز	دو عدد (چوپڈ)
ہری مرچ	چار عدد (چوپڈ)
لہسن ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ہرا دھنیا (چوپڈ)	ایک کھانے کا چمچ
سرخ مرچ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ادرک (باریک کٹی ہوئی)	حسب ضرورت
آئل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب: آئل گرم کرکے پیاز بھون لیں۔ پھر لہسن ادرک پیسٹ شامل کرکے دو تین منٹ فرائی کرکے چکن شامل کریں، چکن کو اچھی طرح بھون کر اس میں گوبھی، ٹماٹر اور تمام مصالحے ڈال کر تھوڑی دیر بھونیں پھر گلنے کے لیے دم پر رکھ دیں، تیار ہونے پر ہری مرچ، دھنیا اور کٹی ہوئی ادرک ڈال کر سرو کریں۔

کسٹرڈ فلڈ کریم پفس

اجزا:

پف پیسٹری کا آٹا	: ایک پاؤ
کسٹرڈ کیسٹر پاؤڈر	: آدھی پیالی
تازہ دودھ	: آدھا کلو + ایک پیالی
چینی	: آدھی پیالی
تازہ کریم	: ایک پیالی
بادام، پستے (باریک کٹے ہوئے)	: آدھی پیالی

ترکیب: آٹے کو بیلیں اور اسے کون کے سانچے پر لپیٹیں۔ اس عمل کو دہراتے ہوئے 6 کونیں تیار کریں۔ انہیں بیکنگ ٹرے میں رکھیں اور پہلے سے گرم اوون میں 180 سینٹی گریڈ پر 15 منٹ پکا کر نکال لیں۔ تھوڑا ٹھنڈا ہو جائے تو کون کو سانچے سے علیحدہ کرلیں۔ ایک پیالی دودھ میں کسٹرڈ پاؤڈر گھولیں۔ باقی دودھ دیگچی میں ڈال کر ابالیں، اس میں چینی شامل کریں، چینی حل ہو جائے تو چمچہ چلاتے ہوئے تھوڑا تھوڑا کسٹرڈ پیسٹ ملائیں، آمیزہ گاڑھا ہونے لگے تو کریم ملا کر پھینٹیں، پھر ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔ کسٹرڈ کے آمیزے کو چمچے کی مدد سے کونوں میں بھریں اور بادام اور پستے چھڑک کر پیش کریں۔

کھجور کا ٹھنڈا مشروب

اجزاء

دودھ	: آدھا کلو
کھجور	: ایک پاؤ
چینی	: سو گرام
سبز الائچی	: تین عدد
برف کا چورا	: ضرورت کے مطابق

ترکیب: دودھ میں تھوڑا پانی ڈال کر ایک اُبال دے کر اتار لیں پھر کھجور کی گٹھلیاں نکال کر تھوڑے سے دودھ میں نرم ہونے کے لیے بھگو دیں پھر بھیگی ہوئی کھجوروں کو کچر میں ڈال کر خوب باریک پیس لیں اب اس مرکب کو اور چینی دودھ کو کچر میں ڈال کر دوبارہ سے باریک کرلیں پھر اس کو برابر برابر گلاس میں ڈال لیں اور اوپر سے برف کا چورا اور سبز الائچی کا پاؤڈر ڈال کر افطار میں پیش کریں۔

☆

شہلا مشائق

سنگھار

رمضان المبارک اور خوبصورتی

رمضان بہت برکتوں والا مہینہ ہے اس مہینے میں بہت سی نعمتیں نازل ہوتی ہیں اس لئے اس کو رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ کہا جاتا ہے جہاں یہ مہینہ برکتوں سے بھرا ہے وہیں اس مہینے میں ایک مسئلہ اور درپیش ہوتا ہے کہ چہرے کی تازگی کس طرح برقرار رکھی جا سکتی ہے، خاص طور پر جب سخت گرمی اور دن بڑے ہوتے ہیں 18، 16 گھنٹے بھوک پیاسے رہنے سے ہمارے چہرے کی تازگی اور جسم کی توانائی بہت زیادہ اور بہت جلد ختم ہونے لگتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک بڑا مسئلہ Heat Stroke کا بھی ہے یعنی سورج کی تپش چہرے کی تازگی ختم کر دیتی ہے اسی لئے چہرے کی خوبصورتی اور تازگی کو برقرار رکھنے کے لئے چند اہم تدابیر مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ روزے میں جب باہر نکلیں تو چھتری، چشمہ یا ٹوپی کا استعمال کریں۔

2۔ زیادہ سے زیادہ منہ دھوئیں اور اچھی کمپنی کا فیس واش استعمال کریں۔

3۔ عرق گلاب کا اسپرے کریں اس سے بھی آپ کے چہرے کی تازگی برقرار رہے گی۔

4۔ جب باہر نکلیں تو Sun Block ضرور لگائیں تاکہ آپ کا چہرہ دھوپ سے جھلسنے سے بچے۔

5۔ کیل مہاسوں اور دانے سے بچنے کے لئے تیل والی چیزوں سے پرہیز کریں۔

6۔ جوس اور پانی کا استعمال زیادہ کریں، وہ پھل کھائیں جس میں پانی کی کمی پوری ہو سکے، جیسے تربوز، خربوزہ، گرما وغیرہ۔

7۔ روزانہ کلینزنگ کریں اور چہرے کو صاف رکھیں۔

8۔ افطار میں چکنی چیزوں سے پرہیز کریں۔

9۔ چہرے پر ایلوویرا لگائیں کیونکہ یہ کیل مہاسوں کا خاتمہ کرتا ہے۔

10۔ سحری میں 8، 6 گلاس پانی ضرور پئیں۔

11۔ گرین ٹی کا استعمال سحری میں کریں۔

12۔ پریشانیوں سے اور فکر مندی سے چھٹکارا حاصل کریں کیونکہ یہ آپ کی رنگت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

13۔ رمضان المبارک میں ہمارے سونے کا وقت اور جاگنے کا وقت تبدیل ہوتا ہے یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے جس سے ہمارا چہرہ تھکا تھکا سا لگتا ہے اور تازگی نہیں آ پاتی اس لئے رمضان المبارک میں کوشش کریں کہ آپ پوری نیند لیں 8، 6 گھنٹے کی نیند لیں تاکہ آپ کا چہرہ تروتازہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رہے۔

14۔ رمضان میں خاص طور پر میک اپ استعمال نہ کریں، کیونکہ اس میں کیمیکل ہوتا ہے جو آپ کی اسکن کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔

پھلوں اور سبزیوں کا رس

خواتین کو چاہئے کہ رمضان میں مختلف قسم کے پھلوں کا رس بھی زیادہ سے زیادہ استعمال کریں کیونکہ پھلوں کے رس کا زیادہ استعمال خواتین کے چہرے کو تازگی بخشتا ہے، اور جلد کی رونق ابھارتا ہے اس لئے سبزیوں کا رس بھی زیادہ استعمال کرنا چاہئے۔

کچن میں کام کے دوران

رمضان میں کچن میں کام کی زیادتی کی وجہ سے بھی خواتین کی جلد متاثر ہوتی ہے، گرم موسم میں جہاں مسلسل چولہا جلنے کی وجہ سے درجہ حرارت بہت زیادہ ہو جاتا ہے گھریلو خواتین کو چاہئے کہ وہ رمضان میں کوکنگ کرتے وقت جلد کی حفاظت کا بھی خیال رکھیں اس کے لئے آپ کو چاہئے کہ کچن کا درجہ حرارت بہت زیادہ نہ بڑھنے دیں اس مقصد کے لئے کچن میں کھڑکی ہو تو ضرور کھولیں یا اگیزاسٹ فین چلائے رکھیں چولہے۔ کے قریب کھڑے ہونے کی وجہ سے آگ سے نکلنے والی حرارت جلد کو متاثر کرتی ہے، کچن میں کام کے دوران موجود اشیاء کو بھی اپنی جلد کو حفاظت کے لئے استعمال کریں جیسے ٹماٹر کے پیسٹ کو چہرے پر ماسک کی طرح پھیلائیں کوکنگ کے دوران یہ خشک ہو جائے گا تو فارغ ہو کر ٹھنڈے پانی سے منہ دھولیں۔

آپ کے روزے اچھے گزریں گے اور آپ کا چہرہ بھی پرکشش رہے گا۔

کھانے پینے کے اوقات میں تبدیلی کی وجہ سے جلد ڈی ہائیڈریشن کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مصالحے دار مرغن اور Oily کھانوں کا استعمال جلد کو اندرونی طور پر نقصان پہنچاتا ہے رمضان کے مہینے میں اپنی جلد کی حفاظت کے لئے روزانہ کلینزنگ اور ٹوننگ کریں، گرمیوں کے حساب سے جلد کی کلینزنگ پروڈکٹس لیکوئیڈ کی صورت میں ہوتی ہے اس لئے آپ ان کا با آسانی استعمال کر سکتی ہیں، لیکن oily جلد کے لئے خواتین یہ پروڈکٹ کا استعمال ہرگز نہ کریں، چکنی جلد کی خواتین کو چاہئے کہ آپ چہرے کو جتنا ہو سکے ٹھنڈے پانی سے بار بار دھوئیں اس سے آپ کی جلد پر موجود اضافی تیل بھی ختم ہو جائے گا، ماہ رمضان میں جلد کے سیلز کو فریش رکھنے کے لئے فریج میں ٹھنڈا عرقِ گلاب ضرور رکھیں اور وقفے وقفے سے اس کو اپنے چہرے پر اسپرے کریں یہ آپ کی جلد کو تازگی بھرا تاثر دے گا۔

سحری اور افطاری کے وقت زیادہ سے زیادہ پانی پئیں تاکہ اس سے پورا دن آپ کے جسم میں پانی کی کمی نہ ہو، صبح سحری کے ٹائم اور خاص طور پر افطاری کے وقت چکنی، چٹ پٹے اور مرغن کھانوں سے پرہیز کریں کیونکہ اس طرح کے کھانے جلد میں کیل مہاسوں اور چھائیوں کی وجہ بنتے ہیں اس لئے خواتین کو چاہئے کہ سحری میں دہی روٹی کا زیادہ استعمال کریں تاکہ آپ کی جلد کیل مہاسوں اور چھائیوں سے بچی رہے اور افطاری میں جو کے پانی کا استعمال انتہائی مفید ہے۔

......☆......

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔
WWW.PAKSOCIETY.COM
بائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
ہر کتاب کا الگ سیکشن
ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
We Are Anti Waiting WebSite
واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں
WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY